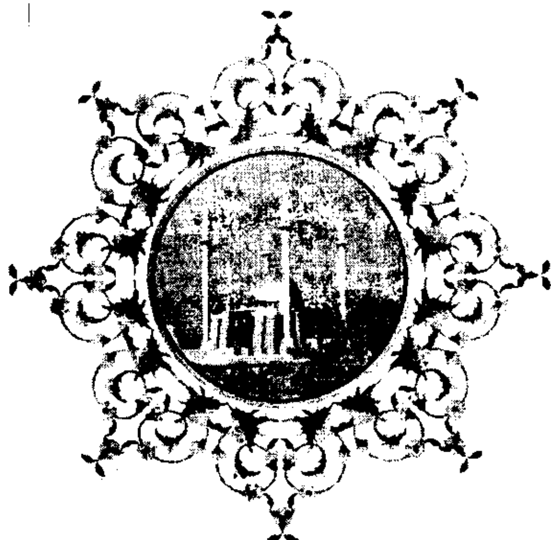
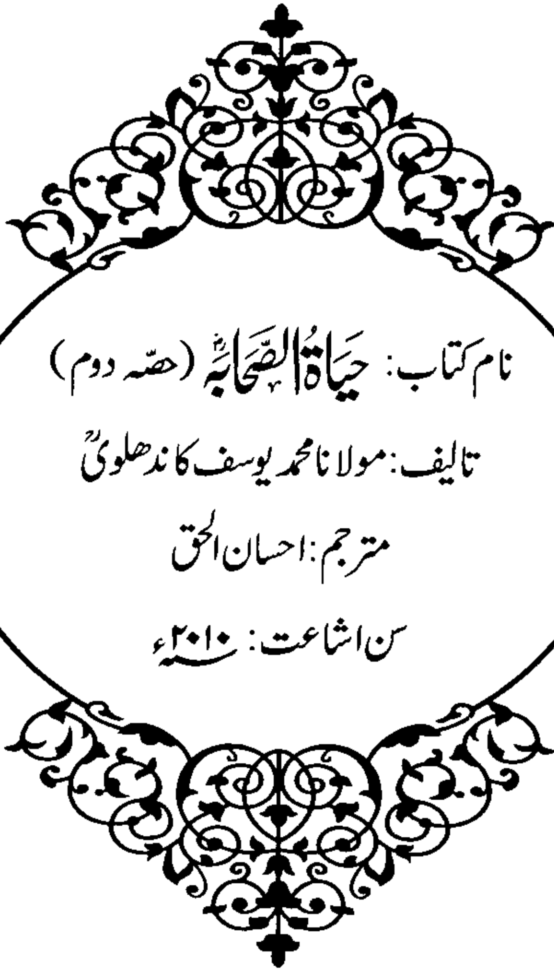


حیاۃ الصحابہؓ



مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

یاسین بکڈپو
2127، رودگران، گلی پیرجی والی، لال کنواں، دہلی-6



نام کتاب: حیاۃ الصحابہؓ (حصہ دوم)

تالیف: مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مترجم: احسان الحق

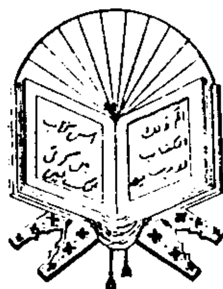
سن اشاعت: ۲۰۱۰ء

یاسین بکڈپو

2127، رودگران، گلی پیرجی والی، لال کنواں، دہلی-6

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین



کتب خانہ فیضی
لاہور — پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حِصّہ دوم

از کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اِتحاد اور اِتفاقِ رائے کا اہتمام کرنا اور اللہ اور اس کے رسُولؐ کی طرف دعوت دینے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے میں آپس کے اِختلاف اور جھگڑے سے بچنے کا اہتمام کرنا۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ والے دن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دو امیر ہوں۔ کیونکہ جب بھی ایسا ہوگا مسلمانوں کے تمام کاموں اور تمام احکام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ان کا آپس میں جھگڑا ہو جائے گا اور پھر سُنّت چھوٹ جائے گی اور بدعت غالب آجائے گی اور بڑا فتنہ ظاہر ہو جائے گا اور کوئی بھی اسے ٹھیک نہ کر سکے گا۔[1]

حضرت سالم بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس موقع پر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو اور ایک امیر آپ (مہاجرین) میں سے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتی ہیں۔[2] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان میں فرمایا اے لوگو! (اپنے امیر کی) بات ماننا اور آپس میں اکٹھے رہنا اپنے لئے ضروری سمجھو کیونکہ یہی چیز اللہ کی وہ رسّی ہے جس کو مضبوطی سے تھامنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور آپس میں جڑ مل کر چلنے میں جو ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی وہ تمہاری ان پسندیدہ باتوں سے بہتر ہیں جو تم کو الگ چلنے میں حاصل

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۵) [2] اخرجہ ایضا البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۵)

ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک انتہا بھی بنائی ہے جہاں وہ چیز پہنچ جاتی ہے۔ یہ اسلام کے ثبات اور ترقی کا زمانہ ہے اور عنقریب یہ بھی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ پھر قیامت کے دن تک اس میں کمی زیادتی ہوتی رہے گی اور اس کی نشانی یہ ہے کہ لوگ بہت زیادہ فقیر ہو جائیں گے اور فقیر کو ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اس پر احسان کرے اور غنی بھی یہ سمجھے گا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے سگے بھائی اور چچازاد بھائی سے اپنی فقیری کی شکایت کرے گا لیکن وہ بھی اسے کچھ نہیں دے گا اور یہاں تک کہ ضرورت مند سائل ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہفتہ بھر مانگنے کے لئے پھرتا رہے گا لیکن کوئی بھی اس کے ہاتھ پر کچھ نہیں رکھے گا اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو زمین سے ایک زوردار آواز اس طرح نکلے گی کہ ہر میدان کے لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ آواز ان کے میدان سے ہی نکلی ہے اور پھر جب تک اللہ چاہیں گے زمین میں خاموشی رہے گی پھر زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکال پھینکے گی۔ ان سے پوچھا گیا اے حضرت ابو عبدالرحمٰن! زمین کے جگر کے ٹکڑے کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا سونے اور چاندی کے ستون اور پھر اس دن کے بعد سے قیامت کے دن تک سونے اور چاندی سے کسی طرح کا نفع نہیں اٹھایا جا سکے گا[1] اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر حضرات کی روایت میں یہ مضمون ہے کہ رشتہ داریوں کو توڑا جائے گا یہاں تک کہ مالدار کو صرف فقیری کا ڈر ہو گا اور فقیر کو کوئی آدمی ایسا نہ ملے گا جو اس پر احسان کرے اور آدمی کا چچازاد بھائی مالدار ہو گا اور وہ اس سے اپنی حاجت کی شکایت کرے گا لیکن وہ چچازاد بھائی اسے کچھ نہیں دے گا۔ اس کے بعد والا مضمون ذکر نہیں کیا۔[2]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو دینے کے لئے ایک چیز اٹھا کر لے چلے۔ ان کے مقام ربذہ پہنچ کر ہم نے ان کے بارے میں پوچھا تو وہ ہمیں وہاں نہ ملے اور ہمیں بتایا گیا کہ انہوں نے (امیر المومنین سے) حج پر جانے کی اجازت مانگی تھی۔ ان کو اجازت مل گئی تھی (وہ حج کرنے گئے ہوئے ہیں) چنانچہ ہم وہاں سے چل کر شہر منیٰ میں ان کے پاس پہنچے ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کو بتایا کہ (امیر المومنین) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۲۸) رواہ الطبرانی باسانید وفیہ مجالد وقد وثق وفیہ خلاف وبقیۃ رجال احدی الطرق ثقات۔ انتہی [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۲۴۹)

نے (منیٰ میں) چار رکعت نماز پڑھی ہے تو انہیں اس سے بڑی ناگواری ہوئی اور اس بارے میں انہوں نے بڑی سخت بات کہی اور فرمایا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ (یہاں منیٰ میں) نماز پڑھی تھی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یہاں) نماز پڑھی تھی (تو انہوں نے بھی دو دو رکعت نماز پڑھی تھی) لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی (حضرت عثمانؓ نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور مکہ میں کچھ دن رہنے کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے وہ مقیم ہو گئے تھے اور چار رکعت نماز پڑھ رہے تھے) اس پر ان کی خدمت میں کہا گیا کہ امیر المومنین کے جس کام پر آپ اعتراض کر رہے تھے اب آپ خود ہی اسے کر رہے ہیں۔ فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد بادشاہ ہوگا تم اسے ذلیل نہ کرنا کیونکہ جس نے اسے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکا اور اس شخص کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ اس سوراخ کو بند نہ کر دے جو اس نے کیا ہے (یعنی بادشاہ کو ذلیل کر کے اس نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی نہ کر لے) اور وہ ایسا کر نہ سکے گا اور (اپنے سابقہ رویہ سے) رجوع کر کے اس بادشاہ کی عزت کرنے والا نہ بن جائے۔ حضورؐ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ تین باتوں میں بادشاہوں کو ہم اپنے پر غالب نہ آنے دیں (یعنی ہم ان کی عزت کرتے رہیں لیکن ان کی وجہ سے یہ تین کام نہ چھوڑیں) ایک تو ہم نیکی کا لوگوں کو حکم دیتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں اور لوگوں کو سنت طریقے سکھاتے رہیں۔[1]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور منیٰ میں دو رکعت قصر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں دو ہی رکعت نماز پڑھی لیکن بعد میں چار رکعت پڑھنے لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آیا) تو انہوں نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی تو ان سے کہا گیا کہ (چار رکعت کی خبر پر تو) آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۱۶) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

پڑھی تھی اور خود چار رکعت پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ بُری چیز ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم ویسے ہی فیصلے کرتے رہو جیسے پہلے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ میں اختلاف کو بہت بُری چیز سمجھتا ہوں یا تو لوگوں کی ایک ہی جماعت رہے یا میں مرجاؤں جیسے میرے ساتھی (حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بغیر اختلاف کے) مر گئے۔ چنانچہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ (غلو پسند) لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عموماً جو روایات نقل کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔[2]

حضرت سلیم بن قیس عامری بیان کرتے ہیں کہ ابن کوّاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سُنّت اور بدعت اور اکٹھے رہنے اور بکھر جانے کے بارے میں پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا اے ابن کوّاء! تم نے سوال یاد رکھا اب اس کا جواب سمجھ لو۔ اللہ کی قسم! سُنّت تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے بدعت وہ کام ہے جو اس طریقہ سے ہٹ کر ہو اور اللہ کی قسم! اہلِ حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے وہ تعداد میں کم ہوں اور اہلِ باطل کا اکٹھا ہونا حقیقت میں بکھر جانا ہے چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سُنح محلہ سے اپنی سواری پر تشریف لائے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے نیچے اُترے۔ آپ بڑے بے چین اور غمگین تھے اور انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ نے اجازت دی۔ حضرت ابوبکر اندر تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا تھا

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۲) [2] اخرجہ البخاری وابو عبید فی کتاب الاموال والاصبہانی فی الحجۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۰) [3] اخرجہ العسکری کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۹۶)

اور آپ اپنے بستر پر تھے اور آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اِردگرد بیٹھی ہوئی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواجِ مطہرات نے اپنے چہرے چادروں سے چھپا لیئے اور حضرت ابوبکرؓ سے پردہ کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بوسہ لینے لگے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ حضرت (عمر) ابنِ خطاب جو کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے (کہ حضورؐ کا اِنتقال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے یا ان کی روح معراج میں گئی ہے جو واپس آجائے گی) رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہو گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا رسُولَ اللہ! آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ حالتِ حیات میں اور وفات کے بعد بھی کتنے پاکیزہ ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے حضورؐ کے چہرے پر چادر ڈال دی اور پھر تیزی سے مسجد کی طرف چلے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے منبر تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر نے منبر کی ایک جانب کھڑے ہو کر لوگوں کو آواز دی۔ آواز سُن کر سب بیٹھ گئے اور خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر نے کلمۂ شہادت جیسا انہیں آتا تھا پڑھا اور فرمایا کہ جب اللہ کے نبیؐ تمہارے درمیان زندہ تھے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی خبر دے دی تھی اور تم کو بھی تمہاری موت کی خبر دے دی اور یہ موت ایک یقینی امر ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ تم میں سے کوئی بھی (اس دنیا میں) باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) فرمایا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ: "اور محمد نرے رسُول ہی تو ہیں اور آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسُول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے" حضرت عمرؓ نے فرمایا (میں اس آیت کو بالکل ہی بھول گیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے پڑھنے سے مجھے یہ یاد آئی اور مجھے ایسے لگا کہ جیسے) قرآن کی یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے اور آج سے پہلے نازل نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر آیت ۳۰)

ترجمہ: "آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (قصص آیت ۸۸)

ترجمہ: "سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے اسی کی حکومت ہے (جس

کا ظہور کامل قیامت میں ہنے) اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے (پس سب کو ان کے کیئے کی جزا دے گا") اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام (رحمٰن آیت ۲۶)

ترجمہ :" جتنے (ذی روح) روئے زمین پہ موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی احسان والی ہے باقی رہ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (آلِ عمران آیت ۱۸۵)

ترجمہ :" ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت کے روز ملے گی" ۔ اور پھر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اتنی عمر عطا فرمائی اور ان کو اتنا عرصہ دنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپ نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا، اللہ کے حکم کو غالب کر دیا، اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی حالت پر وفات دی اور حضورؐ تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں اب جو بھی ہلاک ہو گا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور (کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہلاک ہو گا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آسکتی۔ اور جو حضرت محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کو معبود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سن لے کر) اس کا معبود مر گیا۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے رب پر توکل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت عطا فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے۔ اسی کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہدایت عطا فرمائی اور اسی کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے بیشک اللہ کی تلواریں سُتی ہوئی ہیں۔ ہم نے ان کو ابھی رکھا نہیں ہے اور جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے۔ اب جو بھی زیادتی کرے گا وہ حقیقت میں اپنے اوپر ہی زیادتی کرنے والا ہے۔ پھر ان کے ساتھ مہاجرین حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف (تکفین اور تدفین کے

لیئے) چلے گئے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ آخری خطبہ سنا جو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر بیان فرمایا تھا۔ یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات سے اگلے دن کی بات ہے اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالکل خاموش تھے اور کوئی بات نہ فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اُمید تھی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنا زیادہ عرصہ زندہ رہیں گے کہ ہم دنیا سے پہلے چلے جائیں گے اور حضورؐ ہمارے بعد تشریف لے جائیں گے۔ (لیکن اللہ کو ایسا منظور نہیں تھا اب) اگر حضرت محمد (علیہ السلام) کا انتقال ہو گیا ہے تو (گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک نور (یعنی قرآن) باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے تم ہدایت پا سکتے ہو اور اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور (دوسری بات یہ ہے کہ) حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضورؐ کے (خاص) صحابی ہیں اور (ان کی اِمتیازی صفت اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہجرت کی رات میں مکہ سے چل کر غارِ ثور میں چھپ گئے تھے تو اس وقت صرف ابوبکرؓ ہی حضورؐ کے ساتھ تھے۔ جس کی وجہ سے قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق) یہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ یعنی دو میں سے دوسرے ہیں اور یہ تمہارے کاموں کے لیئے تمام مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔ لہٰذا کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ اور اس سے پہلے سقیفۂ بنی ساعدہ میں ایک جماعت حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو چکی تھی اور عام مسلمانوں کی بیعت (مسجد میں) منبر پر ہوئی۔[2] حضرت زُہری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ آپ منبر پر تشریف لے جائیں اور ان کو مسلسل بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کو منبر پر خود چڑھایا۔ پھر عام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سقیفۂ (بنی ساعدہ) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئی اور حضرت ابوبکرؓ (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتقال کے) اگلے دن منبر پر بیٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے پہلے بیان

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۴۳) [2] اخرجہ البخاری

فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! کل میں نے تمہارے سامنے ایسی بات کہہ دی تھی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس میں ملی ہے اور نہ اس کا مجھ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عہد لیا تھا بس میرا اپنا یہ خیال تھا کہ حضورؐ ہم سب کے بعد دنیا سے تشریف لے جائیں گے (اس لئے کل میں نے کہہ دیا تھا کہ حضرت محمدؐ کا انتقال نہیں ہوا جو کہ غلط تھا) اور اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے میں اپنی اس کتاب کو باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑ لوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان باتوں کی ہدایت دے دے گا جن کی انہیں ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر (خلافت) کو تمہارے میں سے سب سے بہترین آدمی پر مجتمع فرما دیا ہے جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابی اور غارِ ثور کے ساتھی ہیں۔ لہٰذا تم سب کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ سقیفہ کی بیعت کے بعد (اب مسجد میں) عام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر نے بیان فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب حمد وثنا بیان کی اور پھر کہا مجھے تمہارا والی بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں (حضرت ابوبکر یہ بات تواضعاً فرما رہے ہیں ورنہ تمام علماءِ اُمت کے نزدیک حضرت ابوبکر تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں) اگر میں ٹھیک کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں ٹھیک نہ کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا سچائی امانت داری ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے وہ جو بھی شکایت میرے پاس لے کر آئے گا میں انشاء اللہ اسے ضرور دُور کروں گا۔ تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے کمزور کا حق لے کر کمزور کو انشاء اللہ دوں گا۔ جو لوگ بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان پر ذلت مسلط فرما دیں گے اور جو لوگ بھی بے حیائی کی اشاعت کرنے لگ جائیں گے اللہ تعالیٰ (دنیا میں) ان سب کو (فرمانبردار اور نافرمان کو) عام سزا دیں گے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسُول کی بات مانتا رہوں تم بھی میری مانتے رہو اور جب میں اللہ اور اس کے رسُول کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تم پر لازم نہیں ہے۔ اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔[1]

---

[1] عند ابن اسحاق عن الزہری کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۴۸) وقال ہذا اسناد صحیح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھایا کرتا تھا (اس زمانہ میں بڑے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کیا کرتے تھے) ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو انہوں نے مجھے اپنے انتظار میں پایا اور یہ حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آخری حج کا اور منیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں آکر کہا کہ فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں آدمی سے (یعنی حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے) بیعت خلافت کرلوں گا۔ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر کی بیعت یوں اچانک ہوئی تھی اور پوری ہوگئی تھی۔ (میں بھی یوں اچانک ان سے بیعت کرلوں گا تو ان کی بیعت بھی پوری ہو جائے گی اور سب ان سے بیعت ہو جائیں گے) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا آج شام ان شاء اللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کروں گا اور لوگوں کو اس جماعت سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے ان کا امر خلافت (یوں اچانک) چھیننا چاہتے ہیں (یعنی بغیر مشورہ اور سوچ و بچار کے اپنی مرضی کے آدمی کو اہلیت دیکھے بغیر خلیفہ بنانا چاہتے ہیں) حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں گرے پڑے، کم سمجھ اور عام لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب آپ بیان کے لئے لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی آپ کی مجلس میں غالب آجائیں گے (اور یوں سمجھدار عقلمند آدمیوں کو آپ کی مجلس میں جگہ نہ ملے گی) اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ جو بات کہیں گے اسے یہ لوگ لے اڑیں گے نہ خود پوری طرح سمجھیں گے اور نہ اسے موقع محل کے مطابق دوسروں سے بیان کر سکیں گے۔ (لہٰذا ابھی آپ صبر فرمائیں) جب آپ مدینہ پہنچ جائیں (تو وہاں آپ یہ بیان فرمائیں) کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبوی کا گھر ہے۔ لوگوں میں سے علماء اور سرداروں کو الگ لے کر آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہہ لیں۔ وہ لوگ آپ کی بات کو پوری طرح سمجھ بھی لیں گے اور موقع محل کے مطابق اسے دوسروں سے بیان بھی کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے (میری بات کو قبول کرتے ہوئے) فرمایا اگر میں صحیح سالم مدینہ پہنچ گیا تو (ان شاء اللہ) میں اپنے سب سے پہلے بیان میں لوگوں سے یہ بات ضرور کہوں گا (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ) جب ہم ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جمعہ کے دن مدینہ پہنچے تو میں سخت گرمی کی پرواہ کیے بغیر عین دوپہر کے وقت جلدی سے (مسجد نبوی) گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

مجھ سے پہلے آکر منبر کے دائیں کنارے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے برابر میں گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمر تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر کہا آج حضرت عمرؓ اس منبر پر ایسی بات کہیں گے جو آج سے پہلے اس پر کسی نے نہ کہی ہوگی۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے میری اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ آج ایسی بات کہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو (کیونکہ دین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ اب کون نئی بات لا سکتا ہے) چنانچہ حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھ گئے (پھر مؤذن نے اذان دی) جب مؤذن خاموش ہو گیا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا۔ اما بعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں۔ جس بات کو کہنا پہلے سے ہی میرے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور ہو سکتا ہے یہ بات میری موت کا پیش خیمہ ہو۔ لہٰذا جو میری بات کو یاد رکھے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تو جہاں تک اس کی سواری اسے دنیا میں لے جائے وہاں تک کے تمام لوگوں میں میری اس بات کو بیان کرے اور جو میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھے تو میں اسے اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لے (سب کو چوکنا کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے یہ بات پہلے فرما دی) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب کو نازل فرمایا اور جو کتاب حضورؐ پر نازل ہوئی اس میں رجم (یعنی زانی کو سنگسار کرنے) کی آیت بھی تھی (اور وہ آیت یہ تھی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا۔ اس آیت کے الفاظ تو منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے یاد کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ طویل زمانہ گزرنے پر کوئی آدمی یوں کہے کہ ہم تو رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو چھوڑ کر وہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ زانی کو رجم کرنے کا حکم اللہ کی کتاب میں تھا۔ جو محصن (شادی شدہ) مرد یا عورت زنا کرے گی اور زنا کے گواہ پائے جائیں گے۔ یا زنا سے حاملہ عورت زنا کا اقرار کرلے گی یا کوئی مرد یا عورت ویسے ہی زنا کا اقرار کرے گی تو اسے رجم کرنا شرعاً لازم ہوگا۔ اور سنو! ہم (قرآن میں) یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِکُمْ فَاِنَّ کُفْرًا بِکُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِکُمْ۔

ترجمہ: اپنے باپ دادے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسب کی نسبت نہ کرو۔ کیونکہ

اپنے باپ دادا کے نسب کو چھوڑنا کفر ہے یعنی کفرانِ نعمت ہے (اب اس آیت کے الفاظ بھی منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) اور سنو! حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔ میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ لہٰذا تم (میرے بارے میں) یہ کہو کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں کوئی آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ مر گئے تو میں فلاں سے بیعت کر لوں گا اسے اس بات سے دھوکہ نہیں لگنا چاہیئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ پوری بھی ہو گئی تھی۔ سنو! وہ بیعت واقعی ایسے ہی (جلدی میں) ہوئی تھی لیکن اس بیعت کے (جلدی میں ہونے کے) شر سے اللہ تعالیٰ نے (ساری اُمت کو) بچا لیا اور آج تم میں حضرت ابوبکرؓ جیسا کوئی نہیں ہے جس کی فضیلت کے سب قائل ہوں اور قریب و بعید سب اس کی موافقت کر لیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہوا اس وقت کا ہمارا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیچھے رہ گئے اور ادھر تمام انصار سقیفۂ بنی ساعدہؓ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابوبکر! آئیں ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان انصاریوں کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ میں ہمیں دو نیک آدمی (حضرت عُوَیم انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت مَعْن رضی اللہ عنہ) ملے اور انصار جو کر رہے تھے وہ ان دونوں نے ہمیں بتایا اور ہم سے پوچھا کہ اے جماعت مہاجرین! تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان انصار کے پاس جانا آپ لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اے جماعتِ مہاجرین! تم اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر لو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! انہیں ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اور ہم ان کے پاس پہنچے۔ وہ سب سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا یہ سعد بن عُبادہ ہیں۔ میں نے کہا ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا امابعد! ہم اللہ (کے دین) کے انصار و مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے جماعتِ مہاجرین! آپ لوگ ہمارے نبی کی جماعت ہیں۔ اور آپ

لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہمیں کاٹنا چاہتے ہیں اور امرِ خلافت سے دُور رکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ صاحب خاموش ہو گئے تو میں نے بات کرنی چاہی۔ اور میں نے ایک مضمون (اپنے ذہن میں) تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور حضرت ابوبکر کے سامنے میں اسے کہنا چاہتا تھا اور میں اس میں نرمی اختیار کئے ہوئے تھا اور میں غصہ والی باتیں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر! آرام سے بیٹھے رہو۔ میں نے حضرت ابوبکر کو ناراض کرنا پسند نہ کیا۔ (اس لئے اپنی بات کہنے کے لئے کھڑا نہ ہُوا) چنانچہ انہوں نے گفتگو فرمائی اور وہ مجھ سے زیادہ دانا اور زیادہ باوقار تھے اور اللہ کی قسم! جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنے مضمون میں جتنی باتیں سوچی تھیں وہ سب باتیں انہوں نے اپنے برجستہ بیان میں کہہ دیں یا تو وہی باتیں کہیں یا ان سے بہتر کہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا اما بعد! تم نے اپنے بارے میں جس خیر کا ذکر کیا تم لوگ واقعی اس کے اہل ہو۔ لیکن تمام عرب کے لوگ امرِ خلافت کا حقدار صرف قبیلہ قریش کو ہی سمجھتے ہیں اور قبیلہ قریش سارے عرب میں نسب اور شہر کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور مجھے تمہارے (خلیفہ بننے کے لیئے) ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پسند ہے دونوں میں جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ۔ اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکر نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابو عُبیدہؓ بن جرّاح کا اور اس ایک بات کے علاوہ حضرت ابوبکر کی اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ گذری اور اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھا کر بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کا امیر بن جاؤں۔ اس وقت تو میرے دل کی یہی کیفیت تھی۔ لیکن مرتے وقت میری یہ کیفیت بدل جائے تو اور بات ہے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اس مرض کی بہت عمدہ دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے بعد سب بولنے لگ گئے اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں آپس کے اختلاف کا خطرہ ہُوا تو میں نے کہا اے ابوبکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا پہلے میں ان سے بیعت ہُوا۔ پھر مہاجرین بیعت ہوئے اس کے بعد انصار ان سے بیعت ہوگئے اور یوں ہم حضرت سعد بن عُبادہ پر غالب آ گئے (کہ وہ امیر نہ بن سکے) اس پر ان میں سے کسی نے کہا ارے تم نے تو سعد کو مار ڈالا میں نے

کہا اللہ انہیں مارے (یعنی جیسے انہوں نے اس موقع پر حق کی نصرت نہیں کی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ امیر بننے میں ان کی نصرت نہ کرے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس موقع پر ہم جتنے امور میں شریک ہوئے ان میں کوئی امر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے زیادہ کارآمد اور مناسب نہ پایا (اور میں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کا سلسلہ ایک دم اس لئے شروع کرا دیا) کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ بیعت کے بغیر ہم ان انصار کو یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ہمارے بعد کسی نہ کسی سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں (ان کا ساتھ دینے کے لئے) یا تو ناپسندیدہ صورت حال کے باوجود ان سے بیعت ہونا پڑے گا یا ہمیں ان کی مخالفت کرنی پڑے گی تو فساد کھڑا ہو جائے گا (لہٰذا اب قاعدہ کلیہ سُن لو) جو آدمی مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی امیر سے بیعت ہو جائے گا تو اس کی یہ بیعت شرعاً معتبر نہ ہوگی اور نہ اس امیر کی بیعت کی کوئی حیثیت ہوگی۔ بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ (ان دونوں کے بارے میں حکم شرعی یہ ہو کہ اگر یہ حق بات نہ مانیں تو ان) دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت زُہری حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو آدمی جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو راستہ میں ملے تھے وہ حضرت عُوَیم بن سَاعِدہ اور حضرت مَعْن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے اور حضرت سعید بن مُسَیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن صاحب نے کہا تھا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے وہ حضرت حُباب بن مُنذر رضی اللہ عنہ تھے[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا قصہ اس طرح ہُوا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہُوا۔ تو ہمارے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور وہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سُن کر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عُبَیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ گھبرا کر ان کی طرف چل پڑے کہ کہیں یہ انصار اسلام میں نئی بات نہ کھڑی کر دیں۔ راستہ میں ہمیں انصار کے دو آدمی ملے جو بڑے سچے آدمی تھے۔ ایک حضرت عُوَیم بن سَاعِدہ رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت مَعْن بن عدی رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں نے کہا آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا تمہاری

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ مالک ومن طریقہ اخرج ہذا الحدیث الجماعۃ کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۴۵) واخرجہ ایضا البخاری وابو عبید فی الغریب والبیہقی وابن ابی شیبۃ بنحوہ مطولا کمافی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۸، ۱۳۹)

قوم (انصار) کے پاس کیونکہ ہمیں ان کی بات پہنچ گئی ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ حضرات واپس چلے جائیں کیونکہ آپ لوگوں کی مخالفت ہرگز نہیں کی جا سکتی ہے اور ایسا کوئی کام نہیں کیا جا سکتا ہے جو آپ حضرات کو ناگوار ہو۔ لیکن ہم نے کہا ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے اور میں (راستہ میں) وہاں جا کر بیان کرنے کے لئے مضمون تیار کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم انصار کے پاس پہنچ گئے تو وہ حضرت سعد بن عُبادہ کے ارد گرد جمع تھے اور حضرت سعدؓ اپنے تخت پر بیمار پڑے ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے مجمع میں پہنچ گئے تو انہوں نے (ہم سے) کہا اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو اور حضرت حُباب بن مُنذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مرض کی میرے پاس بہت عمدہ دوا ہے اور اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اس مسئلہ کا فیصلہ جوان اونٹ کی طرح پسندیدہ بنا دیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپ سب لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ کچھ کہوں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمر! تم خاموش رہو اور پھر انہوں نے حمد و ثناء کے بعد کہا اے جماعت انصار! اللہ کی قسم! آپ لوگوں کی فضیلت کا اور اسلام میں جس عظیم درجہ تک آپ لوگ پہنچ گئے ہیں اس درجہ کا اور آپ لوگوں کے حق واجب کا ہمیں انکار نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ قریش کو عربوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور عرب اس قبیلہ ہی کے کسی آدمی پر جمع ہو سکیں گے۔ لہٰذا ہم لوگ امیر ہوں گے اور آپ لوگ وزیر۔ لہٰذا آپ اللہ سے ڈریں اور اسلام کے شیرازے کو نہ بکھیریں اور آپ لوگ اسلام میں سب سے پہلے نئی بات پیدا کرنے والے نہ بنیں اور ذرا غور سے سنیں! میں نے آپ لوگوں کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کیا ہے حضرت ابوبکرؓ نے دو آدمیوں سے مجھے اور حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو مراد لیا تھا۔ پھر فرمایا ان دونوں میں سے جس سے بھی آپ لوگ بیعت ہو جائیں وہ قابل اعتماد انسان ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جو بات بھی کہنا پسند کرتا تھا وہ بات حضرت ابوبکرؓ نے کہہ دی تھی سوائے اس آخری بات کے کہ یہ مجھے پسند نہ تھی۔ کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے کسی گناہ کے بغیر قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مجھے قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایسے لوگوں کا امیر بنوں جن میں

حضرت ابوبکرؓ بھی ہوں۔ پھر میں نے کہا اے جماعتِ انصار! اور اے جماعتِ مسلمین! حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد ان کے امرِ خلافت کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار وہ صاحب ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید میں) ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ کے الفاظ آئے ہیں اور وہ ہیں حضرت ابوبکرؓ جو ہر نیکی میں کھلے طور پر سب سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لیئے) پکڑنا چاہا لیکن ایک انصاری آدمی مجھ پر سبقت لے گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ دینے سے پہلے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا (اور بیعت ہو گئے) پھر تو لوگوں نے لگاتار بیعت ہونا شروع کر دیا اور حضرت سَعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سب کی توجہ ہٹ گئی۔[1]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ زُرَیق کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس دن (یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتقال کے دن) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حجرہ سے نکلے اور انصار کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اے جماعتِ انصار! ہمیں تمہارے حق کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مومن تمہارے حق کا انکار کر سکتا ہے۔ اور اللہ کی قسم! ہم لوگوں نے جو خیر بھی حاصل کی ہے تم اس میں ہمارے برابر کے شریک رہے ہو۔ لیکن عرب کے لوگ قریش ہی کے کسی آدمی (کے خلیفہ بننے) سے راضی اور مطمئن ہو سکیں گے۔ کیونکہ ان کی زبان تمام لوگوں سے زیادہ فصیح ہے اور ان کے چہرے سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور ان کا شہر (مکہ مکرمہ) تمام عرب (کے شہروں) سے افضل ہے اور یہ تمام لوگوں سے زیادہ عربوں کو کھانا کھلانے والے ہیں لہٰذا حضرت عمر کی طرف آؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ۔ انصار نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیوں؟ (یہ بات حضرت عمر نے اندر کی کہلوانے کے لیئے پوچھی تھی ورنہ ان کا خود خلیفہ بننے کا ارادہ نہیں تھا) انصار نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ حضرت عمر نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک تو تم پر دوسروں کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ آپ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ یہی

---

[1] عند ابن ابی شیبۃ فی حدیث ابن عباس کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۹)

بات دونوں حضرات میں دوسری دفعہ ہوئی. جب تیسری مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تو حضرت عمرؓ نے کہا. میری ساری قوت آپ کے ساتھ ہوگی اور پھر آپ کو مجھ پر فضیلت بھی حاصل ہے چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت کچھ لوگ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کے پاس (بیعت ہونے) آئے. حضرت ابوعُبَیدہ نے کہا تم میرے پاس آرہے ہو حالانکہ تم میں وہ صاحب بھی ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید میں) ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے [illegible] ہیں (یعنی حضرت ابوبکرؓ) [1]





---

[1] عند ابن ابی شیبۃ (از انی الکنز ج ۳ ص ۱۴۰)

حضرات صحابہ کرام کا امرِ خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مُقَدَّم سمجھنا اور ان کی خلافت پر راضی ہونا اور جس آدمی نے ان میں توڑ پیدا کرنا چاہا صحابہ کرام کا اُسے رد کر دینا۔

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعُبَیْدہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آئیں تمہیں (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا) خلیفہ بنا دوں کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہر اُمّت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور آپ اس اُمّت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعُبَیْدہ رضؓ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (نماز میں) ہمارے امام بننے کا حکم دیا ہو (اور وہ خود آپ ہی ہیں) [1]

حضرت اَبُوالبَختَرِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعُبَیْدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت ہو جاؤں کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ آپ اس اُمّت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعُبَیْدہ رضؓ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں جسے حضورؐ نے (نماز میں) ہمارے امام بننے کا حکم دیا ہو اور انہوں نے حضورؐ کے اِنتقال تک ہماری امامت کی ہو۔ (اور وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں لہٰذا میں خلیفہ نہیں بن سکتا) [2] ابن سعد اور ابن جریر نے حضرت ابراہیم تیمی

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۶) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۶۷) عن مسلم البطین عن ابی البختری بنحوہ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی منقطع۔ اھ۔ واخرجہ ابن عساکر وابن شاہین وغیرہما عن علی بن کثیر بنحوہ کما فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۶) [2] واخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۸۳) رجالہ رجال الصحیح الا ان ابا البختری لم یسمع من عمر۔ اھ واخرجہ ابن عساکر ایضا بنحوہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

سے اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت ابو عُبیدہؓ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے) کہا جب سے تم اسلام لائے ہو میں نے اس سے پہلے تم سے عاجزی اور غفلت کی بات نہیں دیکھی ہے۔ کیا تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو؟ حالانکہ آپ لوگوں میں وہ صاحب موجود ہیں جو صدیق (اکبر) ہیں اور جو (غارِ ثور میں) دو میں سے دوسرے تھے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی۔ اور خیثمہ اطرابلسی حضرت حُمران رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ امرِ خلافت کے حقدار ہیں کیونکہ وہ صدیق بھی ہیں اور (ہجرت کے موقع پر غارِ ثور کے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بھی ہیں اور حضورؐ کے صحابی بھی ہیں [1]

حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور ان کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اور فرمایا اللہ کی قسم! کسی دن یا کسی رات بھی یعنی زندگی بھر کبھی بھی میرے دل میں امارت کی تمنا پیدا نہیں ہوئی اور نہ اس کی خواہش ہوئی اور نہ میں نے کبھی اللہ سے امارت کو چھپ کر یا علی الاعلان مانگا۔ لیکن مجھے (مسلمانوں میں) فتنہ (پیدا ہو جانے) کا ڈر ہوا کہ اگر میں امارت قبول نہ کرتا تو مسلمانوں میں جوڑ باقی نہ رہتا بلکہ ان میں توڑ پیدا ہو جاتا) اور میرے لئے امارت میں راحت کا کوئی سامان نہیں ہے اور ایک بہت بڑے امر (یعنی امرِ خلافت) کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی ہے جو میری قوت اور طاقت سے باہر ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قوت عطا فرما دے (تو پھر وہ ذمہ داری ٹھیک طرح سے ادا ہو سکتی ہے) اور میں دل سے یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ قوی آدمی ہے وہ آج میری جگہ اس امارت پر آجائے۔ حضرات مہاجرین نے حضرت ابوبکرؓ کی اس بات کو اور ان کے عذر کو قبول کر لیا۔ البتہ حضرت علی اور حضرت زُبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ ورنہ ہم اچھی طرح

---

[1] کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۰)

سمجھتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) یہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہچانتے ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی زندگی میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔[1]

حضرت سُوَیْد بن غَفَلَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت علی اور حضرت عَبّاس رضی اللہ عنہما کے پاس (ان کے گھر) گئے۔ اور یوں کہا اے علی! اور اے عَبّاس! (یہ بتاؤ کہ) یہ خلافت کا کام کیسے قریش کے سب سے زیادہ کم عزت اور سب سے زیادہ چھوٹے خاندان میں چلا گیا۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکرؓ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو نہیں چاہتا کہ تم (ابوبکرؓ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دو اور اے ابوسفیان! اگر ہم حضرت ابوبکرؓ کو اس خلافت کا اہل نہ سمجھتے تو ہم ہرگز ان کے لئے خلافت کو نہ چھوڑتے بیشک مومن تو ایسے لوگ ہیں کہ سب ایک دوسرے کا بھلا چاہنے والے ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے وطن اور جسم دُور ہوں اور منافقین ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں۔[2] حضرت ابواحمد دُہقان نے اسی کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے جس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ منافقوں کے بدن اور وطن اگرچہ قریب ہوں لیکن وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو چکے ہیں اور وہ اس کے اہل ہیں۔[3]

حضرت ابن اَبجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آکر کہا کیا تم لوگوں پر اس خلافت کے بارے میں قریش کا ایک کم درجہ کا گھرانہ غالب آگیا؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکرؓ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں حضرت علیؓ نے فرمایا تم زندگی بھر اسلام اور اہلِ اسلام سے دشمنی کرتے رہے لیکن اس سے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۶) والبیہقی (ج ۸ ص ۱۵۲)، [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۱)، [3] کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

اسلام اور اہلِ اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہُوا ہم حضرت ابوبکر کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں۔[۱]

حضرت مُرّہ طیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سُفیان بن حَرب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ یہ کیا ہُوا؟ کہ خلافت قریش کے سب سے کم درجہ والے اور سب سے کم عزت والے آدمی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل گئی؟ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں سارے مدینہ کو ابوبکرؓ کے خلاف سوار اور پیادہ لشکر سے بھردوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابو سُفیان! تم اسلام اور اہلِ اسلام کی بہت دشمنی کر چکے ہو لیکن تمہاری دشمنی سے اسلام اور اہلِ اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہُوا۔ ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو اس (امرِ خلافت) کا اہل پایا (تبھی تو ہم ان سے بیعت ہوئے)۔[۲]

حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے پہرے دار حضرت صَخر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یمن میں تھے اور جب حُضورؐ کا اِنتقال ہُوا اس وقت بھی حضرت خالد یمن میں ہی تھے۔ حُضورؐ کے اِنتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالد (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دِیبَاج کا ریشمی جُبّہ پہن رکھا تھا۔ ان کی حضرت عمر بن خَطّاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی حضرت عمرؓ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جُبّہ کو پھاڑ دو۔ کیا یہ ریشم پہن رہا ہے؟ حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مَردوں کے لیئے اس کا استعمال درست نہیں ہے چنانچہ لوگوں نے ان کا جُبّہ پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا اے ابوالحسن! اے بنو عبدِ مَناف! کیا امرِ خلافت میں تم لوگ مغلوب ہو گئے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا تم اسے ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش سمجھتے ہو یا خلافت؟ حضرت خالدؓ نے کہا اے بنو عبدِ مَناف! تم سے زیادہ حقدار آدمی اس امرِ خلافت پر غالب نہیں آسکتا (حضرت ابوبکرؓ تو بنو عبدِ مَناف میں سے نہیں ہیں اس لیئے وہ کیسے خلیفہ بن گئے؟ چونکہ حضرت خالدؓ کی یہ بات مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بن سکتی تھی اس وجہ سے سمجھانے کے لیئے) حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا اللہ تیرے دانتوں کو توڑ کر گرا دے۔ اللہ کی قسم! تم نے جو بات کہی ہے جھوٹے آدمی اس کے بارے

---

[۱] اخرجہ ابن المبارک عن مالک بن مغول کذا فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۷۰)، [۲] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۷۸)

میں سوچ بچار کرتے رہیں گے اور پھر صرف اپنا ہی نقصان کریں گے [1]

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ خالد کہتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوجانے کے بعد میرے والد یمن سے مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا اے بنو عبد مُناف! کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے ہو کہ دوسرے لوگ اس امرِ خلافت میں تمہارے والی بنیں؟ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو پہنچائی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کوئی اثر نہ لیا البتہ حضرت عمر نے حضرت خالدؓ کی اس بات سے اثر لے کر اسے دل میں بٹھا لیا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے تین ماہ تک بیعت نہ کی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کا حضرت خالدؓ کے پاس سے گزر ہوا حضرت خالدؓ اس وقت اپنے گھر میں تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو سلام کیا۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے بیعت ہوجاؤں؟ حضرت ابوبکرؓ نے (اپنی طرف مُتوجّہ نہ کیا بلکہ عام مسلمانوں کی طرف مُتوجّہ کرتے ہوئے) کہا جس صلح میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت خالدؓ نے کہا آج شام کا آپ سے وعدہ ہے۔ میں آپ سے شام کو بیعت ہو جاؤں گا چنانچہ شام کو حضرت خالدؓ آئے اس وقت حضرت ابوبکرؓ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ ان سے بیعت ہو گئے۔ ان کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے اچھی تھی اور حضرت ابوبکرؓ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ شام کی طرف لشکر روانہ فرمانے لگے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کو مسلمانوں کا امیر بنا کر انہیں اُمارت کا جھنڈا دے دیا۔ حضرت خالدؓ وہ جھنڈا لے کر اپنے گھر گئے۔ (جب حضرت عمرؓ کو اس کا پتہ چلا تو) حضرت عمرؓ نے (اس بارے میں) حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ حضرت خالدؓ کو امیر بنا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے ہی (آپ کے خلیفہ بننے کے خلاف) وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمرؓ بار بار حضرت ابوبکرؓ کو اپنی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے (ان کی رائے کو قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو اُمارت سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لئے) حضرت ابو اَرْویٰ دُوسی کو (حضرت خالدؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ آپ سے کہہ رہے

---

[1] اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۲۸) واخرجہ سیف وابن عساکر عن صخر مختصراً کما فی الکنز (ج ۸ ص ۹

ہیں کہ ہمارا (امارت والا) جھنڈا ہمیں واپس کر دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ جھنڈا نکال کر حضرت ابو اُروی کو دے دیا اور کہا کہ نہ تمہارے امیر بنانے سے ہمیں کوئی خوشی ہوئی تھی اور نہ اب تمہارے معزول کرنے سے ہمیں کوئی رنج وصدمہ ہُوا ہے اور قابلِ ملامت تو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے (یہ حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ ہے) حضرت اُمّ خالد کہتی ہیں کہ ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ میرے والد کے پاس آکر ان سے معذرت کرنے لگے اور وہ انہیں قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی حضرت عمرؓ کا بُرائی سے تذکرہ نہ کریں۔ چنانچہ میرے والد مرتے دم تک حضرت عمر کے لیئے دُعائے خیر کرتے رہے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد سواری پر سوار ہو کر تلوار سونتے ہوئے ذی القصّہ مقام کی طرف نکلے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آکر ان کی سواری کی لگام پکڑی اور کہا اے رسُول اللہ کے خلیفہ! آپ کہاں جارہے ہیں؟ مَیں آج آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے غزوہ اُحُد کے دن آپ کو فرمائی تھی کہ آپ اپنی تلوار کو میان میں رکھ لیں اور آپ (زخمی یا شہید ہو کر) ہمیں اپنے بارے میں پریشان نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ (کی موت) کا صدمہ پہنچا تو پھر آپ کے بعد کبھی بھی اسلام کا نظام باقی نہیں رہ سکے گا چنانچہ میرے والد خود واپس آگئے اور لشکر کو روانہ کر دیا[2]

خلافت لوگوں کو واپس کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ مَیں نے تمہاری یہ خلافت اس لیئے لی ہے کہ مجھے اس کے لینے کا شوق تھا۔ یا مَیں تم پر اور مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا تھا تو ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے یہ خلافت نہ تو اپنے شوق سے لی ہے اور نہ تم پر اور نہ کسی مسلمان پر فوقیت حاصل کرنے کے لیئے لی ہے اور (زندگی بھر) نہ کسی رات میں نہ کسی دن میں میرے دل میں اس کی طلب پیدا ہوئی اور نہ کبھی چُھپ کر اور نہ کبھی عَلَی الاِعلان مَیں نے اللہ سے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۷) [2] اخرجہ الساجی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۳) واخرجہ الدار قطنی ایضاً نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۱۵)

اسے مانگا ہے اور میں نے بڑی بھاری ذمہ داری اُٹھالی ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے ہاں اگر اللہ میری مدد فرمائے (تو اور بات ہے) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی اس خلافت کو لے لے بشرطیکہ وہ اس میں انصاف سے کام لے۔ لہٰذا یہ خلافت میں تمہیں واپس کرتا ہوں اور تمہاری مجھ سے بیعت ختم۔ تم جسے چاہو اسے خلافت دے دو میں تم میں کا ایک آدمی بن کر رہوں گا[1]

حضرت عیسیٰ بن عَطِیّہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت سے اگلے دن کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اے لوگو! (میرے خلیفہ بنانے کے بارے میں) تمہاری جو رائے ہے وہ میں نے تم کو واپس کر دی ہے۔ کیونکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں ہوں۔ تم اپنے بہترین آدمی سے بیعت ہو جاؤ۔ تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! اللہ کی قسم! آپ ہمارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی (دونوں طرح) داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آگیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہارے بالوں یا کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدن کی تحقیق کر لیا کرو (کہ حلال ہے یا حرام) اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ غور سے سنو! اپنی نگاہوں سے میری نگرانی کرو۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔ اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری بات مانو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم میری بات نہ مانو[2]

حضرت اَبُوالجَحَّاف کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر سے لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے تین دن تک اپنا دروازہ بند کئے رکھا اور روزانہ باہر آکر لوگوں سے کہتے تھے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی فضائل الصحابۃ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۱) [2] عند الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۵) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۸۴) وفیہ عیسیٰ بن سلیمان وہو ضعیف وعیسیٰ بن عطیۃ لم اعرفہ انتہیٰ۔

اے لوگو! میں نے تم کو تمہاری بیعت واپس کر دی ہے۔ لہٰذا اب تم جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی زندگی میں مسلمانوں کی امامت کے لیئے) آپ کو آگے بڑھایا تھا۔ اب کون آپ کو پیچھے کر سکتا ہے؟[1]

حضرت زید بن علی اپنے آباء (یعنی بڑوں) رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پہ کھڑے ہو کر تین مرتبہ فرمایا کیا کوئی میری بیعت کو ناپسند سمجھنے والا ہے تاکہ میں اس کی بیعت واپس کر دوں؟ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے بڑھایا ہے تو اب آپ کو کون پیچھے کر سکتا ہے؟[2]

کسی دینی مصلحت کی وجہ سے خلافت قبول کرنا

حضرت رافع بن ابو رافع کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا تو میں نے کہا یہ تو میرے وہی ساتھی ہیں جنہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں (اور خود سارے مسلمانوں کے امیر بن گئے ہیں) چنانچہ میں (اپنے گھر سے) چل کر مدینہ پہنچا اور میں نے حضرت ابوبکر کے سامنے آکر ان سے عرض کیا اے ابوبکر! کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا آپ کو وہ بات یاد ہے جو آپ نے مجھے کہی تھی؟ کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں اور آپ خود ساری اُمت کے امیر بن گئے ہیں (یعنی آپ نے جو مجھے نصیحت کی تھی خود اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں) حضرت ابوبکر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور لوگوں کا زمانہ کفر سے قریب تھا (کچھ عرصہ پہلے ہی انہوں نے کفر چھوڑا تھا) مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اگر میں خلیفہ نہ بنا تو) لوگ مُرتد ہو جائیں گے اور ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ مجھے خلافت ناپسند تھی لیکن میں نے (اُمت کے فائدے کی وجہ سے) قبول کرلی اور میرے ساتھی برابر مجھ پر تقاضا کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر

---

[1] عند العشاری کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۱) [2] اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

اپنے اعذار بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ میرا دل مان گیا کہ واقعی یہ (خلافت کے قبول کرنے میں) معذور ہیں[1]

خلافت قبول کرنے پر غمگین ہونا

آلِ ربیعہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ غمگین ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں گھر حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ ان کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے تم نے مجھے خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کریں؟ تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ والی و حاکم جب (صحیح طریقے سے) محنت کرتا ہے اور حق تک پہنچ جاتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر (صحیح طریقے سے) محنت کرے لیکن حق تک نہ پہنچ سکے تو اسے ایک اجر ملتا ہے (یہ حدیث سنا کر) حضرت عمرؓ نے گویا حضرت ابوبکرؓ کا غم ہلکا کر دیا[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں ان سے فرمایا مجھے صرف اس پر افسوس ہے کہ میں نے تین کام کیے اے کاش میں ان کو نہ کرتا اور تین کام میں نے نہیں کیے اور اے کاش میں انہیں کر لیتا اور میں تین باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا۔ آگے حدیث بیان کی۔ پھر یہ مضمون ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خلافت کا بوجھ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک کے کندھے پر ڈال دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر و مشیر ہوتا اور میں چاہتا ہوں کہ جب میں نے حضرت خالدؓ کو ملک شام بھیجا تھا تو اس وقت میں حضرت عمرؓ کو عراق بھیج دیتا۔ اس طرح میں اپنے دائیں بائیں دونوں ہاتھ اللہ کے راستے میں پھیلا دیتا اور وہ تین باتیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی میرے دل میں تمنا رہ گئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں حضورؐ سے پوچھ لیتا کہ یہ امر خلافت کن میں رہے گا؟

---

[1] اخرجہ ابن راہویہ والعدنی والبغوی وابن خزیمۃ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۵) [2] اخرجہ ابن راہویہ وخیثمۃ فی فضائل الصحابۃ وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵)

تاکہ اہلِ خلافت سے کوئی جھگڑا نہ کرسکتا اور میں چاہتا ہوں کہ حضورؐ سے یہ بھی پوچھ لیتا کہ کیا اس خلافت میں انصار کا بھی کچھ حصہ ہے؟ [1]

امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانا

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھ گئی اور ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا مجھے حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟ حضرت عبدالرحمنؓ نے عرض کیا آپ جس آدمی کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا چاہے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں لیکن پھر بھی تم بتاؤ۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے عرض کیا جتنے آدمیوں کو آپ خلافت کا اہل سمجھتے ہیں یہ حضرت عمرؓ ان سب سے افضل ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا تم مجھے حضرت عمرؓ کے بارے میں بتاؤ۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آپ ان کو ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) پھر بھی۔ تب حضرت عثمانؓ بن عفان نے عرض کیا اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ان کو چھوڑ دیتا (یعنی ان کو خلیفہ نہ بناتا) تو میں تم سے آگے نہ بڑھتا (یعنی تم کو خلیفہ بناتا کسی اور کو نہ بناتا) حضرت ابوبکرؓ نے ان دو حضرات کے علاوہ حضرت سعید بن زید ابو الاعور رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ حضرت اُسیدؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کو آپ کے بعد سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان ہی کاموں سے وہ (عمرؓ) بھی خوش ہوتے ہیں اور جن کاموں سے اللہ ناراض ہوتے ہیں ان سے وہ بھی ناراض ہوتے ہیں ان کا باطن ان کے ظاہر سے زیادہ اچھا ہے۔ خلافت کے لیے ان سے زیادہ طاقتور اور کوئی والی نہیں ہوسکتا ہے۔

---

[1] اخرجہ ابو عبید و العقیلی و الطبرانی و ابن عساکر و سعید بن منصور وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۳) وفیہ علوان بن داؤد البجلی وہو ضعیف وہذا الاثر مما انکر علیہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے یہ سنا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر تنہائی میں کچھ بات کی ہے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک صاحب نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عمرؓ کی سختی کو جانتے ہی ہیں اور آپ ان کو ہمارا خلیفہ بنا رہے ہیں۔ اس بارے میں جب آپ کا پروردگار آپ سے پوچھے گا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ذرا مجھے بٹھا دو۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جو تمہارے معاملہ میں ظلم کو توشہ بنا کر لے جائے وہ نامراد ہو۔ میں اپنے پروردگار سے کہوں گا اے اللہ! جو تیری مخلوق میں سب سے بہترین تھا میں نے اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا۔ میں نے جو بات کہی ہے۔ وہ میری طرف سے اپنے پیچھے کے تمام لوگوں کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ لیٹ گئے اور حضرت عثمانؓ بن عفان کو بلا کر فرمایا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

"یہ وہ معاہدہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اور آخرت کے زمانے کے شروع میں داخل ہوتے ہوئے کیا ہے۔ جبکہ کافر مومن ہو جاتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آجاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے عمر بن خطاب کو اپنے بعد تمہارا خلیفہ بنایا ہے تم ان کی سنو اور ان کی بات مانو۔ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ، اس کے دین، اور اپنی ذات اور تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اگر (خلیفہ بن کر) عمرؓ نے عدل سے کام لیا۔ تو یہی میرا ان کے بارے میں گمان ہے اور اسی کا مجھے ان کے بارے میں علم ہے اور اگر وہ بدل گئے تو ہر آدمی جو گناہ کمائے گا۔ اسی کا بدلہ پائے گا۔ میں نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔"

پھر حضرت ابوبکرؓ نے حکم فرمایا تو حضرت عثمانؓ نے اس تحریر پر مہر لگا دی۔ پھر بعض راوی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اس تحریر کا ابتدائی حصہ لکھوایا تو حضرت عمرؓ کا ذکر ابھی

باقی رہ گیا تھا اور کسی کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ بے ہوش ہو گئے تھے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں نے تم پر حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ جب ہوش میں آئے تو فرمایا آپ نے جو لکھا ہے وہ مجھے سنائیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کا نام پڑھ کر سنایا حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہُ اکبر اور فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ (آپ نے حضرت عمرؓ کا نام خود اس لیئے لکھ دیا کہ ان کا نام لکھوائے بغیر) اگر اس بے ہوشی میں میری روح پرواز کر جاتی تو تمہیں خطرہ تھا کہ لوگوں میں (خلیفہ کے بارے میں) اختلاف ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ بھی اس (خلافت) کے اہل ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے حکم دینے پر حضرت عثمانؓ اس مُعاہدہ نامہ پر مہر لگا کر باہر نکلے اور حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت اُسیدؓ بن سعید قُرظی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے لوگوں سے کہا جس آدمی کا نام اس مُعاہدہ نامہ میں ہے کیا تم اس سے بیعت کرو گے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں اور بعض لوگوں نے کہا ہمیں اس آدمی کا نام معلوم ہے اور وہ عمرؓ ہے۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے (حضرت عمرؓ سے بیعت کا) اقرار کیا اور وہ سب اس پر راضی تھے اور سب بیعت ہو گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے تنہائی میں بلایا اور ان کو بہت سی وصیتیں کیں۔ پھر حضرت عمرؓ ان کے پاس سے چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے اور یہ دُعا مانگی اے اللہ! میں نے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کے فائدے اور بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ (میں اگر عمرؓ کو خلیفہ نہ بناتا تو) مسلمان میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (مسلمانوں کے فائدہ کے لیئے) میں نے یہ کام کیا ہے جسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیئے میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے اور جو ان میں سب سے بہترین آدمی تھا سب سے زیادہ طاقتور تھا اور مسلمانوں کے فائدے کو سب سے زیادہ چاہنے والا تھا اسے میں نے ان کا والی بنایا ہے اور میرے لیئے آپ کا مقرر کردہ موت کا وقت آچکا ہے۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہو جا۔ یہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں ان کے لیئے ان کے والی کو صالح بنا دے اور اسے اپنے ان خُلفاءِ راشدین میں سے کر دے جو نبیٔ رحمت کے طریقہ کا اور ان کے بعد کے صالحین کے طریقہ کا اتباع کرے اور اس کے لیئے اس کی رعیت کو صالح بنا دے۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۹) وکذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۵)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے اور ان کو اپنے بارے میں موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے فرمایا جو کچھ میرا حال ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ میرا گمان تو یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے عہد و پیمان کو میری بیعت سے اٹھا لیا ہے اور میرے بندھن کو تم سے کھول دیا ہے اور تمہارے امر (خلافت) کو تمہاری طرف واپس کر دیا ہے۔ اب تم جسے چاہو اپنا امیر بنا لو۔ کیونکہ اگر تم میری زندگی میں اپنا امیر بنا لو گے تو میرے بعد تمہارا آپس میں اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ لوگ اس مقصد کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو تنہائی میں چھوڑ گئے لیکن اس بارے میں کوئی بات طے نہ ہو سکی اور لوگوں نے واپس آکر حضرت ابوبکرؓ سے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ ہی ہمارے لئے اپنی رائے سے کسی امیر کا فیصلہ کر دیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا شاید تم میرے فیصلہ سے اختلاف کرو۔ لوگوں نے کہا بالکل نہیں کریں گے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو فیصلہ کروں تم اس پر راضی رہنا۔ تمام لوگوں نے کہا جی بالکل راضی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا مجھے کچھ مہلت دو تاکہ میں سوچ لوں کہ اللہ اور اس کے دین اور اس کے بندوں کا فائدہ کس میں ہے؟ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر بلایا اور (جب وہ آگئے تو) ان سے فرمایا مجھے مشورہ دو کہ کس آدمی کو امیر بنایا جائے؟ ویسے تو اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ بھی اس امارت کے اہل اور حقدار ہیں حضرت عثمانؓ نے کہا عمرؓ کو بنا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اچھا لکھو۔ حضرت عثمانؓ لکھنے لگے تو جب حضرت عمرؓ کے نام تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ بے ہوش ہو گئے۔ پھر ان کو افاقہ ہوا تو فرمایا لکھو عمرؓ۔[1]

حضرت عثمان بن عُبَیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے اپنا وصیت نامہ لکھوایا لیکن (امارت کے لئے) کسی کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابوبکر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے وہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ ہوش میں آگئے تو حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آپ نے کسی کا نام لکھا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا مجھے خطرہ ہوا کہ آپ کا اس بے ہوشی میں انتقال ہو جائے اور بعد میں مسلمانوں

---

[1] عند ابن عساکر و سیف

میں اختلاف ہو جائے اس لئے میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کا نام لکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر آپ اپنا نام لکھ دیتے تو آپ بھی اس امارت کے اہل تھے۔ پھر حضرت طلحہ بن عُبَیداللہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جو لوگ میرے پیچھے ہیں میں ان کا قاصد بن کر آیا ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ آپ کی زندگی میں ہم پر کتنی سختی کرتے رہے ہیں اب جب آپ ہمارے اُمور ان کے حوالے کر دیں گے تو آپ کے بعد نہ معلوم یہ ہم پر کتنی سختی کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ سے ان کے بارے میں پوچھیں گے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں آپ غور کرلیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جس آدمی نے تمہارے معاملے کے طے کرنے میں وہم سے کام لیا ہو وہ نامراد ہو (یعنی میں نے حضرت عمرؓ کا نام اس یقین کے ساتھ طے کیا ہے کہ وہ تمہارے لئے ہر طرح بہتر ہیں) جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر ان میں سے سب سے بہترین انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ یہ بات میری طرف سے اپنے پیچھے والے لوگوں کو پہنچا دو[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ نے کس کو خلیفہ بنایا ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت عمرؓ کو۔ ان دونوں نے کہا آپ اپنے رَبّ کو کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا تم دونوں مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ میں اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں (اپنے رَبّ سے) کہہ دوں گا میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا[2]

حضرت زید بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلیفہ بنانے کے لئے پیغام بھیج کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اس پر لوگوں نے (حضرت ابو بکرؓ سے) کہا آپ ہم پر حضرت عمر کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو کہ تُند خُو اور سخت دل ہیں اور وہ اگر ہمارے والی بن گئے تو اور زیادہ تُند خُو اور سخت دل ہو جائیں گے حضرت عمرؓ کو ہم پر خلیفہ بنا کر جب آپ اپنے رَبّ کو ملیں گے تو ان کو کیا جواب دیں گے ؟

---

[1] عند اللالکائی [2] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۶) واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۹)، نحوہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا وابن جریر (ج ۴ ص ۵۲) بمعناہ عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے رب سے ڈراتے ہو؟ میں کہہ دوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا[1]

امرِ خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورہ پر امرِ خلافت کو موقوف کر دینا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اَبُو لُؤلُؤہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزے کے دو وار کیئے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہُوا کہ شاید ان سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کو بلایا حضرت عمرؓ کو ان سے بڑی محبت تھی. وہ ان کو اپنے قریب رکھتے تھے اور ان کی بات سُنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؛ چنانچہ حضرت ابنِ عبّاسؓ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں واپس آکر عرض کیا اے امیرالمومنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے ان کو روتے ہوئے پایا۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج ان کا پہلا بچہ گُم ہو گیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابنِ عبّاسؓ نے کہا حضرت مُغیرہؓ بن شُعْبَہ کے مجوسی غلام اَبُو لُؤلُؤہ نے۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ کہتے ہیں (جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر مجھ سے حُجّت بازی کر سکے۔ غور سے سُنو۔ میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے ہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ پھر فرمایا میرے بھائیوں کو بلاؤ۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زُبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۶)

ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا۔ پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا جب وہ حضرات آگئے تو میں نے کہا یہ سب آگئے ہیں تو فرمایا اچھا میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا ہے۔ میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہو گا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہو گا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ نے آپس کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگرچہ حضرت عمرؓ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا ابھی امیر المومنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا پھر انہوں نے فرمایا تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کہ اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضورؐ نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضور پاک علیہ السلام کی وفات اس حال میں

ہوئی کردہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضورؐ کے طریقہ کے مطابق حضورؐ کے بعد خلیفۂ رسول کی خوب زور دار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ لوگ طوعًا وکرہًا اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے۔ کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لیئے روم و فارس کے) سارے اَموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ مرتبۂ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کرکے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لیئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا جی ہاں۔ تو فرمایا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تیار ہو گئے ہیں پھر فرمایا) اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا۔ تو فرمایا نہیں۔ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ اور فرمایا اوعمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس پیغام بھیجا انہوں نے کہا حضرت عمرؓ آپ لوگوں کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں ان کے اُمراء سے مشورہ کریں۔ اگر آپ لوگ، یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا جب حضرت حسن بصری سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے ربّ سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا مومن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے بھی ڈرتا ہے اور منافق عمل بھی بُرے کرتا ہے

اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو بُرے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔[1]

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا چھیاسی ہزار۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر عمرؓ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمرؓ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمرؓ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی لیکن میں آج حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہؓ کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمرؓ بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۷۶) واسنادہ حسن

مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمرؓ کے جنازے کو اُٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمرؓ بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ جب حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امرِ خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے نام لیئے۔ اگر خلافت حضرت سعدؓ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کے لیئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ فیصلہ میرے حوالہ کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لیئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے رشتہ داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ سے تنہائی میں بات

کی اور ان سے بھی یہی پوچھا حضرت عثمانؓ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے عثمانؓ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمنؓ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علیؓ اور باقی لوگوں نے کی[1]

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے ہی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ (چنانچہ یہ حضرات آگئے) ان حضرات میں سے صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے فرمایا اے علیؓ! یہ حضرات آپ کی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے رشتہ داری کو اور ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا اے عثمانؓ! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضورؐ کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھاؤ۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں۔ اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔[2]

حضرت ابو جعفر کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں۔ (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳، ۳۰) وابو عبید وابن ابی شیبۃ والبخاری والنسائی وغیرہم [2] عند ابن ابی شیبۃ وابن سعد

عبدالرحمٰن ؓ بن عوف ہوں اُدھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوطلحہ (انصاری) رضی اللہ عنہ کو بلاکر فرمایا اے ابوطلحہؓ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔[2]





[1] عند ابن سعد [2] کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۶ و ۱۵۷)

خلافت کا بوجھ کون اُٹھائے ؟

یعنی خلیفہ میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری میں لوگوں کو جمع کیا پھر ایک آدمی کو حکم دیا جو آپ کو اُٹھا کر منبر پر لے گیا۔ چنانچہ یہ آپ کا آخری بیان تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

● اے لوگو! دنیا سے بچ کر رہو اور اس پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ بہت دھوکہ باز ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور اس سے محبت کرو کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے محبت کرنے سے ہی دوسرے سے بُغض پیدا ہوتا ہے اور ہمارے تمام معاملات امرِ خلافت کے تابع ہیں اس امرِ خلافت کے آخری حصّہ کی اصلاح اسی طریقہ سے ہوگی جس طریقہ سے اس کے ابتدائی حصّہ کی ہوئی تھی۔ اس امرِ خلافت کا بوجھ وہی اُٹھا سکتا ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہو اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والا ہو سختی کے موقع پر خوب سخت اور نرمی کے موقع پر خوب نرم ہو اور شوریٰ والے اہلِ رائے کی رائے کو خوب جانتا ہو۔ لایعنی میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ جو بات ابھی پیش نہ آئی ہو اس کی وجہ سے غمگین و پریشان نہ ہو۔ علم سیکھنے سے شرماتا نہ ہو۔ اچانک پیش آجانے والے کام سے گھبراتا نہ ہو۔ مال کے سنبھالنے میں خوب مضبوط ہو اور غصّہ میں آکر کمی زیادتی کر کے مال میں خیانت بالکل نہ کرے اور آئندہ پیش آنے والے اُمور کے لیئے تیاری رکھے اور احتیاط اور چوکنا پن اور اطاعتِ خداوندی اس کے پاس ہر وقت تیار ہو اور ان تمام صفات کے حامل حضرت عمرؓ بن خطاب ہیں۔

یہ بیان فرما کر حضرت ابوبکرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

---

[1] اخرجہ ابنِ عساکر کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۷)

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَیں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں کوئی بھی ویسی نہ کر سکا اور میں نے ان کے ساتھ شفقت کا ایسا معاملہ کیا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ویسا نہ کر سکا۔ ایک دن میں ان کے گھر میں ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے آہ بھری کہ مجھے خیال ہوا کہ اس سے ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ نے یہ آہ کسی چیز سے گھبرا کر بھری ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں گھبرا کر بھری ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا ذرا نزدیک آجاؤ۔ چنانچہ میں ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ تو فرمایا میں کسی کو اس امرِ خلافت کا اہل نہیں پا رہا ہوں۔ مَیں نے کہا فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور حضرت ابنِ عبّاس نے ان کے سامنے چھ اہلِ شوریٰ کے نام گنائے۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے ان چھ میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ بات فرمائی۔ پھر فرمایا اس امرِ خلافت کی صلاحیت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن سخت اور دُرشت نہ ہو۔ نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔[1]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ مَیں سمجھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ مَیں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اپنے بعد یہ امرِ خلافت کس کے سپرد کروں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید تم اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) کو اس امرِ خلافت کا اہل سمجھتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں! بیشک وہ اس امرِ خلافت کے اہل ہیں۔ کیونکہ وہ شروع میں مسلمان ہوئے تھے اور بڑے فضل و کمال والے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بیشک وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا لیکن وہ ایسے آدمی ہیں کہ ان میں دِل لگی اور مذاق کی عادت ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کرتے رہے

---

[1] اخرجہ ابن سعد

اور پھر فرمایا اس امرِ خلافت کی صلاحیت صرف وہ آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن درشت نہ ہو اور نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام صفات تو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی میں پائی جاتی تھیں[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتا تھا ان سے ڈرا بھی بہت کرتا تھا اور ان کی تعظیم بھی بہت کیا کرتا تھا۔ میں ایک دن ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی جان نکل گئی ہے۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف سَر اُٹھا کر بہت لمبا سانس لیا۔ میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا میں ان سے اس بارے میں ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ میں نے کہا اے امیرالمومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! مجھے سخت پریشانی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس امرِ خلافت کا اہل کوئی بھی نہیں مل رہا ہے۔ پھر فرمایا شاید تم یوں کہتے ہو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت علیؓ اس امرِ خلافت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین! انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہے اور وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحبت یافتہ بھی ہیں اور حضورؐ کے رشتہ دار بھی ہیں کیا وہ ان تمام اُمور کی وجہ سے خلافت کے اہل نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جیسے کہہ رہے ہو وہ ایسے ہی ہیں لیکن ان میں مزاح اور دل لگی کی عادت ہے پھر وہ حضرت علیؓ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر یہ فرمایا کہ خلافت کی ذمہ داری صرف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور مضبوط ہو لیکن سخت نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو اور پھر فرمایا اس خلافت کو سنبھالنے کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو بدلہ لینے کے لئے دوسروں سے حسنِ سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مُشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے اور اللہ کی طرف سے سونپی ہوئی خلافت کی ذمہ داری کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہے جس کی وجہ سے اسے اپنا عزم توڑنا پڑے اور اپنی جماعت کے خلاف بھی حق کا فیصلہ کر سکے[2]

---

[1] عند ابی عبید فی الغریب والخطیب فی رواۃ مالک [2] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۸ و ۱۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امر خلافت کا ذمہ دار اس شخص کو ہی بنانا چاہیئے جس میں یہ چار خوبیاں پائی جاتی ہوں۔ نرمی ہو لیکن کمزوری نہ ہو۔ مضبوطی ہو لیکن درشتی نہ ہو۔ احتیاط سے خرچ کرتا ہو لیکن کنجوسی نہ ہو اور سخاوت ہو لیکن فضول خرچی نہ ہو۔ اگر اس میں ان میں سے ایک خوبی بھی نہ ہوئی تو باقی تینوں خوبیاں بیکار ہو جائیں گی[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے اس کام کو ٹھیک طرح سے وہی کر سکتا ہے جو بدلہ لینے کے لیئے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے۔ اس میں اپنی عزت بنانے کا جذبہ نہ ہو اور تیزی اور غصہ کے باوجود حق کو نہ چھپائے[2]

حضرت سفیان بن ابی العوجاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں؟ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑے (خطرے کی) بات ہے۔ (حاضرین میں سے) ایک نے کہا ان دونوں میں تو بڑا فرق ہے۔ خلیفہ تو ہر چیز حق کی وجہ سے لیتا ہے اور پھر اسے حق میں ہی خرچ کرتا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ ایسے ہی ہیں۔ اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ ایک سے زبردستی لیتا ہے اور دوسرے کو ناحق دیتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے[3] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے کم و بیش (ظلماً) لیا ہے اور پھر اسے ناحق خرچ کیا ہے تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ رو پڑے[4]

قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا جن میں حضرت طلحہ، حضرت سلمان، حضرت زبیر اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے لگا ہوں۔ تم مجھے غلط جواب نہ دینا ورنہ مجھے اور اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے

---

[1] عند عبد الرزاق [2] عندہ ایضا وابن عساکر وغیرہما کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۶۵) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۱) [4] عندہ ایضا کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۸۳)

فرمایا آپ ہم سے ایسی بات پوچھ رہے ہیں جسے ہم جانتے نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا میں پورے اِنشراحِ صَدر کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہیں ایسے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہنے کا حق ہے کیونکہ تم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ پھر حضرت سلمانؓ نے کہا میں نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ آپ رعایا میں انصاف کرتے ہیں اور ان میں (ہر چیز) برابر تقسیم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ کرتے ہیں جیسے کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے اور آپ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کرتے ہیں۔ اس پر حضرت کعبؓ نے فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس مجلس میں میرے علاوہ بھی کوئی آدمی ایسا ہے جو خلیفہ اور بادشاہ کے فرق کو جانتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمانؓ کو حکمت اور علم سے بھرا ہوا ہے۔ پھر حضرت کعبؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ یہ گواہی کس بنیاد پر دے رہے ہیں؟ حضرت کعبؓ نے کہا میں آپ کا ذکر اللہ کی کتاب (یعنی تورات) میں پاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا اس میں میرا ذکر میرے نام کے ساتھ ہے؟ حضرت کعبؓ نے کہا نہیں۔ بلکہ آپ کا ذکر آپ کی صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ تورات میں اس طرح ہے کہ پہلے نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی۔ اس کے بعد ایسی بادشاہت ہوگی جس میں کچھ ظلم بھی ہوگا[1]

خلیفہ کی نرمی اور سختی کا بیان

حضرت سعید بن مُسَیَّب رحمۃ اللّٰہ عَلَیْہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منبر پر (کھڑے ہوکر) بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

"اے لوگو! مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ مجھ میں سختی اور دُرشتی دیکھتے ہو۔ اس

---

[1] عند نعیم بن حماد فی الفتن کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۹)

کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ہوتا تھا۔ میں آپ کا غلام اور خادم تھا اور (آپ کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں) آپ واقعی ایسے ہی (بڑے ہی شفیق اور مہربان) تھے۔ اس لئے میں آپ کے سامنے سُتی ہوئی ننگی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ اگر آپ مجھے نیام میں ڈال دیتے یا مجھے کسی کام سے روک دیتے تو میں رُک جاتا۔ ورنہ میں آپ کی نرمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں میرا یہی طرز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اپنے ہاں بلالیا اور دنیا سے جاتے وقت حضورؐ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ پھر حضورؐ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ آپ لوگ ان کے کرم، تواضع اور نرم مزاجی کو جانتے ہی ہیں۔ میں ان کا خادم تھا اور ان کے سامنے سُتی ہوئی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ میں اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں خود پہل کر لیتے تو میں رُک جاتا۔ ورنہ میں اقدام کر لیتا اور ان کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے اُٹھا لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور آج تمہارا مسئلہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے (کیونکہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں) مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جب خلیفہ دوسرے تھے (عمرؓ نہیں تھے) تو یہ ہم پر سختی کیا کرتے تھے اب جبکہ یہ خود خلیفہ بن گئے ہیں تو اب ان کی سختی کا کیا حال ہوگا۔ تم پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ تمہیں میرے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے پہچانتے بھی ہو اور تم لوگ میرا تجربہ بھی کر چکے ہو۔ اور اپنے نبیؐ کی سُنت جتنی میں جانتا ہوں اتنی تم بھی جانتے ہو۔ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے میں نے ہر بات پوچھ رکھی ہے۔ اب مجھے (ضرورت کی) کسی بات کے نہ پوچھنے پر ندامت نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب جب کہ میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اب میری سختی

جو تم دیکھتے تھے وہ کئی گنا بڑھ گئی ہے لیکن یہ سختی اس انسان کے خلاف ہوگی جو ظلم اور زیادتی کرے گا اور یہ سختی طاقتور مسلمان سے حق لے کر کمزور مسلمان کو دینے کے لئے ہوگی اور میں اپنی اس سختی کے باوجود اپنا رخسار تمہارے ان لوگوں کے لئے بچھادوں گا جو پاکدامن ہوں گے اور غلط کاموں سے رکیں گے اور بات مانیں گے اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگر میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان کسی فیصلہ کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو تم جسے پسند کرو میں اس کے ساتھ اس کے پاس چلا جاؤں گا اور وہ (ثالث) میرے اور اس کے درمیان جو فیصلہ کرے گا وہ مجھے منظور ہوگا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ اور اپنے بارے میں اس طرح میری مدد کرو کہ میرے پاس (ادھر اُدھر کی ساری) باتیں نہ لاؤ اور میرے نفس کے خلاف میری اس طرح مدد کرو کہ (جب ضرورت پیش آئے تو) مجھے نیکی کا حکم کرو اور مجھے بُرائی سے روکو اور تمہارے جن اُمور کا اللہ نے مجھے والی بنادیا ہے ان میں تم میرے ساتھ پوری خیر خواہی کرو۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے[1]

حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے (بات کرنے میں) سب سے زیادہ جری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے (ان سے) کہا اے عبدالرحمٰنؓ! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ لوگوں کے بارے میں امیرالمومنین سے بات کریں اور ان سے یہ کہیں کہ بہت سے حاجت مند لوگ آتے ہیں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کئے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیرالمومنین! آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں۔ کیونکہ بہت سے ضرورت مند آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے رُعب اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے ہیں۔ اور آپ سے اپنی ضرورت کہے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں

[1] اخرجہ الحاکم واللالکائی وغیرہما کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۷)

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ نے یہ بات کرنے کو کہا ہے؟ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے عبدالرحمنؓ! اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس نرمی پر پکڑ نہ فرمالے) پھر میں نے لوگوں پر اتنی سختی اختیار کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس سختی پر میری پکڑ نہ فرمالے) اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمنؓ وہاں سے روتے ہوئے چادر گھسیٹتے ہوئے اُٹھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا (ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا) [1]

ابونعیم اپنی کتاب حلیہ میں حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا دل اللہ کے لئے اتنا نرم ہوا کہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہو گیا اور (اسی طرح) میرا دل اللہ کے لئے اتنا سخت ہوا کہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو ان سے ایک صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس بات کی کوشش کی کہ یہ خلافت آپ کو نہ ملے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کس وجہ سے؟ اس نے کہا ان کا یہ خیال تھا کہ آپ بہت سخت ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا دل لوگوں کی شفقت سے بھر دیا اور لوگوں کے دل میں میرا رُعب بھر دیا۔ [2]

جن لوگوں کی نقل وحرکت سے اُمّت میں انتشار پیدا ہو انہیں روک کے رکھنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت قریش (کے بعض خاص حضرات) ان سے اُکتا چکے تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ میں روک رکھا تھا (اور ان کے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی تھی) اور ان پر خوب خرچ کرتے تھے اور فرماتے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۶) [2] وابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۸۲)

تھے کہ مجھے اس اُمت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ تمہارے مختلف شہروں میں پھیلنے سے معلوم ہوتا ہے (حضرت عمرؓ نے یہ پابندی مہاجرین میں سے بعض خاص حضرات پر لگا رکھی تھی) اور مہاجرین کے ان خاص حضرات کے علاوہ اور اہل مکہ پر یہ پابندی حضرت عمرؓ نے نہیں لگائی تھی۔ چنانچہ جن مہاجرین کو حضرت عمرؓ نے مدینہ رہنے کا پابند بنا رکھا تھا ان میں سے کوئی جہاد میں جانے کی اجازت مانگتا تو اس سے فرماتے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو غزوات کے سفر کر چکے ہو وہ منزلِ مقصود یعنی جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیئے کافی ہیں۔ آج تو غزوہ میں جانے سے تمہارے لیئے یہی بہتر ہے کہ (یہاں مدینہ ہی میں رہو) نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ دنیا تمہیں دیکھے (حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ یہ چند خاص حضرات اگر مختلف علاقوں میں چلے جائیں گے تو وہاں کے مسلمان ان کی ہی صحبت پر اِکتفاء کریں گے اور مدینہ نہیں آیا کریں گے اور یوں ان کا امیر المومنین سے اور مرکزِ اسلام سے تعلق کمزور ہو جائے گا۔ اگر یہ حضرات مدینہ ہی میں رہیں گے تو ساری دنیا کے مسلمان مدینہ آیا کریں گے اور اس طرح ان کا امیر المومنین اور مرکزِ اسلام سے تعلق مضبوط ہوتا رہے گا اور یوں مسلمانوں میں فکر اور محنت اور ساری ترتیب میں یکسانیت رہے گی) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ان حضرات سے یہ پابندی اُٹھالی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور وہاں کے مسلمانوں نے ان حضرات کی صحبت پر ہی اِکتفاء کر لیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت محمد اور حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی کمزوری تھی جو اسلام میں داخل ہوئی اور یہی سب سے پہلا فتنہ تھا جو عوام میں پیدا ہوا (کہ مقامی حضرات سے تعلق زیادہ ہو گیا اور امیر المومنین اور مرکزِ اسلام سے تعلق کم ہو گیا)[1] حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لیئے آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غزوے کر چکے ہو حضرت زبیرؓ بار بار اصرار کرنے لگے۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر تم اور تمہارے ساتھی نکل کر اطرافِ مدینہ میں چلے جاؤ گے تو تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے خلاف فتنہ پیدا کر دو گے[2]

---

[1] اخرجہ سیف وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۹) واخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۱۳۴) من طریق سیف بنحوہ۔

[2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۱۲۰) وقال الذہبی صحیح

حضرات اہلُ الرائے سے مشورہ کرنا

حُضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرنا

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو ابوسفیان (کے لشکر کے) آنے کی خبر ملی تو حُضورؐ نے اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ بات فرمائی۔ حضورؐ نے ان سے اِعراض فرمالیا۔ پھر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے کچھ بات فرمائی۔ حضورؐ نے ان سے بھی اِعراض فرمالیا۔ آگے حدیث کا اور مضمون بھی ہے جو کہ جہاد کے باب کے شروع میں حِصّہ اوّل صفحہ ۳۲۸ پر گزر چکا ہے۔[1]

امام احمد اور امام مسلم بدر کے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا (کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟) تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسُول اللہ! یہ لوگ (ہمارے) چچا کے بیٹے، خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں (اور انہیں چھوڑ دیں) تو ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ کُفّار سے مقابلہ کے لیئے ہماری قوّت کا ذریعہ بنے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے۔ تو پھر یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔ پھر حُضورؐ نے فرمایا اے ابن الخطّاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہے وہ میری رائے نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اُڑا دوں اور عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر دیں وہ عُقیل کی گردن اُڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ وہ حضرت حمزہؓ کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہؓ ان کی گردن اُڑا دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دِلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ قریش کے سردار اور امام اور قائد ہیں۔ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکرؓ کی

---

[1] اخرجہ احمد۔

رائے کو پسند فرمایا اور میری رائے آپ کو پسند نہ آئی۔ اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اگلے دن میں حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں گیا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر (رونے کی وجہ معلوم ہونے پر) مجھے بھی رونا آگیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی بتکلّف رونے کی صورت بنالوں گا حضورؐ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے اس کی وجہ سے اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى (الانفال آیت ۶۷) جس کا ترجمہ یہ ہے: "نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔[1]

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرامؓ سے جنگِ بدر کے موقع پر قیدیوں کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ تو ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دے دیا ہے (بتاؤ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ان لوگوں کی گردنیں اُڑا دیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضورؐ نے دوبارہ متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دے دیا ہے اور یہ لوگ کل تمہارے بھائی ہی تھے۔ (لہٰذا ان کے ساتھ نرمی کا ہی برتاؤ ہونا چاہیئے) حضرت عمرؓ نے دوبارہ وہی رائے پیش کی۔ حضورؐ نے ان کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضورؐ نے پھر متوجہ ہو کر وہی بات ارشاد فرمائی۔ اس مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے فدیہ قبول فرمالیں (یہ سن کر حضورؐ کے چہرہ مبارک سے غم اور پریشانی کا اثر دور ہو گیا۔ پھر آپ نے ان کو معاف فرما دیا۔ اور ان سے فدیہ لینا قبول فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

[1] اخرجہ ایضاً ابوداؤد والترمذی وابن ابی شیبۃ وابوعوانۃ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن حبان وابوالشیخ وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۵)

نازل فرمائی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ۔ (الانفال آیت ۶۸)

" اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔"[1] (حضورؐ کا فدیہ لینے کی رائے کی طرف رجحان صرف صلہ رحمی اور رحمدلی کی وجہ سے تھا۔ البتہ بعض صحابہؓ نے صرف مالی فوائد کو سامنے رکھ کر یہ رائے دی تھی اور اکثر صحابہؓ نے دوسری دینی مصلحتوں اور اخلاقی پہلو کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے دی تھی اور فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں غلطی قرار دیا گیا اور یہ غلطی تھی تو ایسی کہ ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا تھا۔ مگر سزا دینے سے وہ چیز مانع ہے جو اللہ پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا (۲) اہل بدر کی خطاؤں کو اللہ معاف فرما چکا ہے (۳) ان قیدیوں میں سے بہت سوں کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا وغیرہ)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہؓ سے) فرمایا تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے ہیں ان کو (معاف فرما کر دنیا میں) باقی رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو (کفر و شرک سے) توبہ کی توفیق دے دے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو (مکہ سے) نکالا اور آپ کو جھٹلایا۔ آپ ان کو اپنے پاس بلائیں اور ان سب کی گردنیں اڑا دیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں۔ پھر ان لوگوں کو اس جنگل میں داخل کر کے اوپر سے آگ جلا دیں۔ حضورؐ نے (سب کی رائے) سنی اور کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور (اپنے خیمہ میں) تشریف لے گئے۔ (لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے) بعض نے کہا آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی رائے پر عمل کریں گے۔ پھر آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے

---

[1] عند احمد کذا فی نصب الرایۃ (ج ۳ ص ۴۰۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۷) رواہ احمد عن شیخہ علی بن عاصم بن صہیب وہو کثیر الغلط والخطا لا یرجع اذا قیل لہ الصواب وبقیۃ رجال احمد رجال الصحیح انتہی۔

دلوں کو اپنے بارے میں اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا سخت فرما دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ابراہیم آیت ۳۶) ترجمہ ”پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں“ اور اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (المائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ ”اور اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔“ اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دَیَّارًا۔ (نوح آیت ۲۶) ترجمہ ”اے رب! نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔“ اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ ترجمہ ”اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر) اس کو دیکھ لیں“ (پھر حضورؐ نے فرمایا) چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے ان قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس حکم سے سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ (یہ سن کر حضورؐ خاموش رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا۔ (ڈر اس وجہ سے تھا کہ کہیں حضورؐ سے نامناسب بات کی فرمائش نہ کر دی ہو) آخر حضورؐ نے فرما ہی دیا کہ سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں [1]

[1] عند احمد وہکذا رواہ الترمذی والحاکم وقال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ورواہ ابن مردویہ من طریق عبداللہ بن عمر وابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم بنحو ذلک وقد روی عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ بنحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹۷)

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں پر (غزوۂ خندق کے موقع پر) مصیبت سخت ہو گئی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قبیلۂ غطفان کے دو سرداروں عُیینہ بن حِصن اور حارث بن عَوف مُرّی کو بلا بھیجا اور ان کو مدینہ کا تہائی پھل اس شرط پر دینے کا ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو آپ کے اور آپ کے صحابہ کے مقابلہ سے واپس لے جائیں۔ چنانچہ آپ کے اور ان کے درمیان صلح کی بات شروع ہو گئی حتّٰی کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ لیا لیکن ابھی تک گواہیاں نہیں لکھی گئی تھیں اور صلح کا مکمل فیصلہ نہیں ہوا تھا صرف ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کی باتیں چل رہی تھیں۔ جب آپ نے اس طرح صلح کر لینے کا پختہ فیصلہ فرما لیا تو آپ نے حضرت سعد بن مُعاذ اور حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا کر اس صلح کا ان سے تذکرہ فرمایا اور ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو ان دونوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! یہ صلح کا کام آپ کو پسند ہے اس لئے آپ اس کو کر رہے ہیں یا اللہ نے آپ کو اس صلح کرنے کا حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے یا یہ صلح ہمارے فائدے کے لئے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں یہ صلح تمہارے فائدے کے لئے کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یہ صلح اس وجہ سے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارے عرب والے ایک کمان سے تم پر تیر چلا رہے ہیں یعنی سارے تمہارے خلاف مُتّحد ہو گئے ہیں اور ہر طرف سے کُھلم کُھلا تمہاری دشمنی کر رہے ہیں تو میں نے یہ سوچا کہ (یوں صلح کر کے) ان کی طاقت تو کچھ کو توڑ دوں۔ اس پر حضرت سعد بن مُعاذ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ہم اور یہ لوگ پہلے اللہ کے ساتھ شریک کرنے اور بُتوں کی عبادت میں اکٹھے تھے۔ ہم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ہم اللہ کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔ تو اس زمانہ میں ہماری ایک کھجور بھی زبردستی کھا لینے کا ان میں حوصلہ نہیں تھا ہاں ہمارے مہمان بن جاتے یا ہم سے خرید لیتے تو پھر یہ ہماری کھجور کھا سکتے تھے۔ تو اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام کا شرف عطا فرمایا اور ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور آپ کے ذریعہ اسلام دے کر ہمیں عزت عطا فرما دی تو اب ہم خود اپنے پھل انہیں دے دیں؟ (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) اللہ کی قسم! ہمیں اس صُلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ہم ان کو تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں دیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس پر حُضورؐ نے فرمایا تم جانو اور تمہارا کام۔ (تمہاری رائے صلح کرنے کی نہیں ہے تو پھر ہم نہیں کرتے) چنانچہ حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ مٹا دیا

اور کہا کہ وہ ہمارے خلاف اپنا سارا زور لگا کر دیکھ لیں [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (غزوۂ خندق کے موقع پر) آکر کہنے لگا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو ورنہ میں آپ کے خلاف مدینہ کو سوار اور پیدل لشکر سے بھر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا میں حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ (آپ نے جا کر ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا) ان دونوں نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! ہم تو زمانۂ جاہلیت میں کبھی ایسی ذلت والی بات پر راضی نہیں ہوئے تو اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام سے نواز دیا ہے تو اس ذلت والی بات پر ہم کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔ حضورؐ نے واپس آکر حارث کو یہ جواب بتایا۔ اس نے کہا اے محمد! آپ نے (نعوذ باللہ) بدعہدی کی [2] طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حارث غطفانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو۔ حضورؐ نے فرمایا سعد نامی لوگوں سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن الربیع، حضرت سعد بن خیثمہ، اور حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا مجھے معلوم ہے سارے عرب کے لوگ تم کو ایک کمان سے تیر مار رہے ہیں یعنی وہ سب تمہارے خلاف متحد ہو چکے ہیں اور حارث تم سے مدینہ کی آدھی کھجوریں مانگ رہا ہے تو اگر تم چاہو تو اس سال اسے آدھی کھجوریں دے دو۔ آئندہ تم دیکھ لینا۔ ان حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ آسمان سے وحی آئی ہے؟ پھر تو اس کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔ یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے۔ تو ہم آپ کی رائے پر عمل کریں گے لیکن اگر آپ ہم پر شفقت کی وجہ سے یہ فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم! آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ ہم اور یہ برابر ہیں۔ یہ ہم سے ایک کھجور بھی زبردستی نہیں لے سکتے ہاں خرید کر یا مہمان بن کر لے سکتے ہیں۔ (ان حضرات سے) حضورؐ نے فرمایا ہاں میں تو شفقت کی وجہ سے کہہ رہا تھا (اور پھر حارث سے کہا) تم سن رہے ہو کہ یہ حضرات کیا کہہ رہے ہیں۔ حارث نے کہا اے محمد! آپ نے (معاذ اللہ) بدعہدی کی ہے [3]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۴) [2] اخرجہ البزار [3] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۳۲) رجال البزار والطبرانی فیہما محمد بن عمرو وحدیثہ حسن وبقیۃ رجالہ ثقات۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسلمانوں کے اس طرح کے امور کے بارے میں رات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (مشورہ کے لئے) گفتگو فرماتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل فقہ سے مشورہ کرنا چاہتے تو مہاجرین و انصار میں سے کچھ حضرات کو بلا لیتے اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت معاذ بن جبل، حضرت اُبَی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بھی بلاتے۔ یہ سب حضرات حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگ بھی ان ہی حضرات سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے زمانے میں یہی ترتیب رہی۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ بنے تو وہ بھی ان ہی حضرات کو (مشورہ کے لئے) بلایا کرتے اور ان کے زمانے میں حضرت عثمان، حضرت اُبَی اور حضرت زید فتویٰ کا کام کیا کرتے [2]

حضرت عُبَیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عُیَینہ بن حِصن اور اَقرع بن حابس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! ہمارے علاقہ میں ایک شوریلی زمین ہے جس میں نہ گھاس اُگتی ہے اور نہ اس سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ ہمیں بطور جاگیر دے دیں۔ تاکہ ہم اس میں ہل چلائیں اور اسے کاشت کریں شاید وہ آباد ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے وہ زمین ان کو بطور جاگیر دینے کا ارادہ کر لیا اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور یہ طے کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فیصلہ پر گواہ بنیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں تحریر لے کر حضرت عمر کو اس پر گواہ بنانے کے لئے ان کے پاس گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تحریر کا مضمون سنا تو ان دونوں کے ہاتھ سے وہ تحریر لی اور اس پر تھوک کر اسے مٹا دیا۔ اس پر ان دونوں کو غصہ آگیا اور دونوں نے حضرت عمر کو برا بھلا کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم دونوں کی تالیف قلب فرمایا

---

[1] اخرجہ مسدد وھو صحیح کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۴۵) [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۴)

کرتے تھے (اور تالیفِ قلب کی وجہ سے تم دونوں کو زمین دی تھی) جبکہ اس وقت اسلام کمزور اور اسلام والے تھوڑے سے تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے (اس لئے اب تمہاری تالیفِ قلب کی کوئی ضرورت نہیں ہے) تم دونوں چلے جاؤ اور میرے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو اور اگر تم لوگ اللہ سے حفاظت مانگو تو اللہ تمہاری حفاظت نہ کرے۔ یہ دونوں غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا اللہ کی قسم! ہمیں سمجھ نہیں آرہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ بن سکتے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر بھی غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ زمین جو ان آدمیوں کو بطور جاگیر دی ہے یہ آپ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا نہیں، تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر آپ نے سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو کو کیوں دے دی؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میرے پاس جو مسلمان تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا۔ ان سب نے مجھے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے اپنے پاس والوں سے تو مشورہ کیا لیکن کیا آپ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ان کی رضامندی حاصل کی ہے؟ (چونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ ہر امر میں سارے مسلمانوں سے مشورہ نہیں لیا جا سکتا اس وجہ سے حضرت ابوبکر نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ) حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اس امرِ خلافت (کو سنبھالنے) کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو۔ لیکن تم مجھ پر غالب آگئے (اور تم نے مجھے زبردستی خلیفہ بنا دیا)۔[1]

حضرت عَبِیدہ بن بلال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سَہم بن مِنْجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اُقرع اور زِبرِقان دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا بحرین کا خراج (محصول) ہمارے لئے مقرر فرما دیں ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ہماری

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی تاریخہ وابن عساکر والبیہقی ویعقوب بن سفیان کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۹) وعزاہ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۵۵ و ج ۱ ص ۵۹) الی البخاری فی تاریخہ الصغیر ویعقوب بن سفیان وقال باسناد صحیح وذکر عن علی بن المدینی ہذا منقطع لان عبیدۃ لم یدرک القصۃ ولا روی عن عمر انہ سمع منہ وقال ولا یروی عن عمر باحسن من ہذا الاسناد انتہیٰ واخرجہ عبد الرزاق عن طاؤس مختصرا کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۰)

قوم کا کوئی آدمی (دین اسلام سے) نہیں پھرے گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر ایسا کرنے پر تیار ہو گئے اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی۔ اور یہ معاملہ حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے طے ہوا۔ ان حضرات نے چند گواہ بھی مقرر کیے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ تحریر حضرت عمر کے پاس آئی اور انہوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے اس پر گواہ بننے سے انکار کر دیا اور فرمایا نہیں۔ اب کسی کے اِکرام اور تالیفِ قلب کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس تحریر کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اسے پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت طلحہ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت ابو بکر کے پاس آکر کہا آپ امیر ہیں یا عمر؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا امیر تو حضرت عمر ہیں لیکن بات میری ماننی ضروری ہے (حضرت طلحہ نے سوال تو ایسا کیا تھا جس سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں توڑ پیدا ہو جائے لیکن حضرت ابو بکر نے جواب جوڑ والا دیا اس وجہ سے) یہ سُن کر حضرت طلحہ خاموش ہو گئے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگی اُمور کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے لہٰذا تم بھی مشورہ کرنے کو اپنے لئے لازمی سمجھو۔[2] اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفیٰ کی روایت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ روم کے بارے میں حضرات اہلِ رائے سے مشورہ کیا۔

حضرت عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کا حضرات اہلِ رائے سے مشورہ کرنا

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام

---

[1] اخرجہ سیف وابن عساکر عن الصعب بن عطیۃ بن بلال کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۹۰) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۱۹) رواہ الطبرانی ورجالہ قد وثقوا انتہیٰ واخرجہ ایضا البزار والعقیلی وسندہ حسن کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۴)

دیا۔ تو حضرت علیؓ نے کہا میں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اپنی بیٹیوں کی شادی صرف جعفر کے بیٹوں سے ہی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! تم اس سے میری شادی کر دو کیونکہ روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو آپ کی اس بیٹی کے ساتھ اچھی زندگی گزار کر وہ اعلیٰ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہو جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں (اور اس فضیلت کو حضرت عمرؓ نے آگے جا کر بیان فرمایا ہے) اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا میں نے (اس بیٹی کا آپ سے نکاح) کر دیا۔
مہاجرین میں سے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم (حضرت عمرؓ کے مشورے والے حضرات تھے اور یہ حضرات ہر وقت مسجد نبوی میں) قبر نبوی اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے رہتے تھے جب اطراف عالم سے کوئی بات حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتی تو وہ آکر ان کو بتایا کرتے اور اس کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کرتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو آکر کہا مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ ان حضرات نے حضرت عمرؓ کو مبارکباد دی اور پوچھا اے امیر المومنین! (آپ نے) کس سے (نکاح کیا ہے؟) حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت علیؓ بن ابی طالب کی بیٹی سے۔ پھر انہیں سارا واقعہ تفصیل سے بتانے لگے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ حضورؐ کی صحبت تو مجھے حاصل ہے ہی۔ اب میں نے چاہا کہ (اس نکاح کے ذریعہ حضورؐ سے) میرا رشتہ کا تعلق بھی قائم ہو جائے[1]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا کرتے تھے اور بدر والوں کے ساتھ ان سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے سے آخر دم تک فتویٰ کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیتے اور فرماتے اے غوطہ لگانے والے! (یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے!) غوطہ لگاؤ۔ (اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو) حضرت سعد بن ابی وقاص

---

[1] اخرجہ ابن سعد وسعید بن منصور ورواہ ابن راہویہ مختصرا کذا فی الکنز (ج۷، ص۹۸) واخرجہ الحاکم (ج۳ ص۱۴۲) ایضا مختصرا وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی منقطع۔

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم والا اور زیادہ بُرد بار ہو۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کو پیچیدہ اور مشکل مسائل کے پیش آنے پر بلاتے اور فرماتے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر ابن عباسؓ ہی کے مشورے پر عمل کرتے حالانکہ ان کے چاروں طرف بدری حضرات مہاجرین وانصار کا مجمع ہوتا[1] حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو آپ نوجوانوں کو بلاتے اور ان کی عقل وسمجھ کی تیزی کو اختیار کرتے ہوئے ان سے مشورہ لیتے[2] امام بیہقی نے حضرت ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج مشورہ کر کے چلنے کا تھا چنانچہ بعض دفعہ مستورات سے بھی مشورہ لے لیا کرتے اور ان مستورات کی رائے میں ان کو کوئی بات اچھی نظر آتی تو اس پر عمل کر لیتے[3]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ (یکم محرم ۲۴ھ کو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ لشکر لے کر (مدینہ سے) نکلے۔ اور ایک پانی پر پڑاؤ کیا جس کا نام صرار تھا۔ (یہ پانی مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا) اور لشکر کو بھی وہاں ٹھہرا لیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ حضرت عمرؓ آگے چلیں گے یا (مدینہ ہی) ٹھہریں گے اور لوگ جب کوئی بات حضرت عمرؓ سے پوچھنا چاہتے تو حضرت عثمان یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے واسطے سے پوچھتے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی حضرت عثمان کا لقب رَدِیف پڑ گیا تھا۔ اور عربوں کی زبان میں رَدِیف اسے کہتے ہیں جو کسی آدمی کے بعد اس کا قائم مقام ہو اور موجودہ امیر کے بعد اس کے امیر بننے کی اُمید ہو، اور جب یہ دونوں حضرات لوگوں کی وہ بات حضرت عمرؓ سے پوچھنے کی ہمت نہ پاتے تو پھر لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو واسطہ بناتے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے حضرت عمرؓ سے پوچھا آپ کو کیا خبر پہنچی ہے؟ اور آپ کا کیا ارادہ ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے اعلان کروایا اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ۔ (اے لوگو! نماز کے عنوان پر جمع ہو جاؤ) چنانچہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے لوگوں کو (سفر کی) خبر دی۔ پھر دیکھنے لگے کہ اب لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو اکثر لوگوں نے کہا آپ بھی چلیں اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کی اس رائے سے اتفاق کیا اور ان کی رائے

---

[1] اخرجہ ابن سعد [2] اخرجہ البیہقی وابن السمعانی [3] کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۳)

کو یونہی چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ چاہا کہ ان کو اس رائے سے نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ ہٹائیں گے (اگر ضرورت پیش آگئی تو) اور فرمایا خود بھی تیار ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی تیار کرو۔ میں بھی (آپ لوگوں کے ساتھ) جاؤں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کوئی اور آگئی تو پھر نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے آدمی بھیج کر اہل الرائے حضرات کو بلایا۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چیدہ چیدہ صحابہ اور عرب کے چوٹی کے لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عمر نے ان سے فرمایا میرا خیال ہے کہ میں بھی اس لشکر کے ساتھ چلا جاؤں۔ آپ لوگ اس بارے میں اپنی رائے مجھے دیں۔ وہ حضرات سب جمع ہو گئے اور ان سب نے یہی رائے دی کہ حضرت عمر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ میں سے کسی آدمی کو (اپنی جگہ) بھیج دیں۔ اور خود حضرت عمرؓ یہاں (مدینہ) ہی ٹھہرے رہیں۔ اور اس آدمی کی مدد کے لیے لشکر بھیجتے رہیں۔ پھر اگر حسب منشا فتح ہو گئی تو پھر حضرت عمر کی اور لوگوں کی مراد پوری ہو جائے گی ورنہ حضرت عمر دوسرے آدمی کو بھیج دیں گے اور اس کے ساتھ دوسرا لشکر روانہ کر دیں گے۔ اس طرح کرنے سے دشمن کو غصہ آئے گا اور مسلمان غلطی کرنے سے بچ جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا اور اللہ کی مدد آئے گی۔ پھر حضرت عمر نے اعلان کروایا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔ چنانچہ حضرت عمر کے پاس مسلمان جمع ہو گئے۔ حضرت عمر نے مدینہ میں اپنی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ انہیں بلانے کے لیے حضرت عمر نے آدمی بھیجا وہ بھی آ گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر نے مُقَدَّمَۃُ الْجَیْش پر مقرر فرما کر آگے بھیجا ہوا تھا۔ انہیں بھی آدمی بھیج کر بلایا۔ وہ بھی آ گئے۔ اس لشکر کے مَیْمَنَہ اور مَیْسَرَہ پر حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا۔

"بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مسلمانوں کو اسلام پر جمع فرما دیا اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی اور اسلام کی وجہ سے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ ایک عضو کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ باقی تمام اعضاء کو بھی پہنچتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہونا چاہیئے (کہ ایک مسلمان کی تکلیف سے سب کو تکلیف ہو) اور مسلمانوں کا ہر کام حضرات اہل شوریٰ کے مشورے سے طے ہونا چاہیئے۔ عام مسلمان اپنے امیر کے تابع ہیں اور اہل شوریٰ جس چیز پر اتفاق کر لیں اور اسے پسند کر لیں تو تمام

مسلمانوں کے لیئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جو مسلمانوں کا امیر بنے وہ ان اہلِ شوریٰ کا تابع ہے۔ اسی طرح جنگی تدابیر میں جو اہلِ شوریٰ کی رائے ہو اور جس تدبیر پہ اہلِ شوریٰ راضی ہوں اس میں تمام مسلمان ان کے تابع ہیں۔ اے لوگو! میں بھی تم میں سے ایک آدمی تھا (اور میرا بھی تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ تھا) لیکن تمہارے اہلِ شوریٰ نے مجھے جانے سے روک دیا ہے۔ اب میری بھی یہی رائے ہے کہ میں (مدینہ ہی) ٹھہروں اور (اپنی جگہ کسی دوسرے کو (امیر بنا کر) بھیج دوں اور میں جن کو آگے بھیج چکا تھا یا پیچھے (مدینہ) چھوڑ آیا تھا (اور جو یہاں موجود تھے) میں ان سب سے اس بارے میں مشورہ کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ پیچھے مدینہ میں حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا کر آئے تھے اور مُقَدِّمَۃُ الْجَیْش پر امیر بنا کر حضرت طلحہ کو آگے اُعَوص مقام پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بلا کر ان دونوں کو بھی اس مشورہ میں شریک کیا تھا[1] ابن جریر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عُبَید بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور یہ پتہ چلا کہ اہلِ فارس کسریٰ کے خاندان کے ایک آدمی (کی اَمارت) پر جمع ہو رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اعلان کر کے حضرات مہاجرین اور انصار کو جمع فرمایا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر (مدینہ سے) باہر نکلے یہاں تک کہ صِرار مقام پر پہنچ گئے۔ آگے مختصر حدیث ذکر کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے۔

امام طبرانی حضرت محمد بن سَلام بِیکَنْدِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن مَعْدِیکَرِب رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں بہت سے کارنامے کیئے تھے اور انہوں نے اسلام کا زمانہ بھی پایا ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں وفد کے ہمراہ آئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ بھیجا تھا اور وہاں انہوں نے اپنی بہادری کے بڑے جوہر دکھائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو خط میں یہ لکھا تھا کہ میں تمہاری مدد کے لیئے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں ایک حضرت عمرو بن مَعْدِیکَرِب اور دوسرے حضرت طُلَیْحَہ بن خُوَیْلِد اَسدی رضی اللہ عنہما ہیں (یعنی یہ دونوں اتنے بہادر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے) ان دونوں سے جنگی اُمور میں مشورہ کرتے رہنا لیکن ان کو کسی کا ذمہ دار نہ بنانا[2]

---

[1] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۸۳) من طریق سیف [2] قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۹۰) رواہ الطبرانی ھکذا منقطع الاسناد۔

جماعتوں پر کسی کو امیر مقرر کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو قبیلۂ جُہَینہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اب آپ ہمارے ہاں آگئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں معاہدہ نامہ لکھ دیں تاکہ ہم اپنی ساری قوم کو لے کر آپ کی خدمت میں آسکیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو معاہدہ نامہ لکھ کر دیا اور پھر وہ قبیلہ جُہَینہ والے مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ہمیں رجب کے مہینہ میں بھیجا۔ اور ہماری تعداد سو بھی نہیں تھی اور حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قبیلہ بنو کنانہ پر حملہ کریں یہ قبیلہ جُہَینہ کے قریب ہی آباد تھا۔ چنانچہ ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ہم پناہ لینے قبیلہ جُہَینہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے ہمیں پناہ دے دی۔ لیکن انہوں نے کہا تم لوگ شہر حرام (یعنی قابلِ احترام مہینے) میں کیوں جنگ کرتے ہو؟ (عرب کے لوگ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب کو اشہرِ حُرُم یعنی قابلِ احترام مہینے سمجھتے تھے اور ان مہینوں میں آپس میں جنگ نہیں کرتے تھے) ہم نے ان سے کہا کہ ہم تو صرف ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے ہمیں بَلَدِ حرام (یعنی قابلِ احترام شہر مکہ) سے شہر حرام (یعنی قابلِ احترام مہینے) میں نکالا تھا۔ ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کیا رائے ہے؟ (اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟) اس پر ہمارا اختلاف ہو گیا بعض ساتھیوں نے کہا ہم حضورؐ کی خدمت میں جاتے ہیں اور انہیں ساری بات بتاتے ہیں۔ کچھ ساتھیوں نے کہا نہیں ہم تو یہیں ٹھہریں گے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے کہا نہیں۔ ہم تو قریش کے قافلہ کی طرف چلتے ہیں اور ان کے سامانِ تجارت پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ کافروں سے جو مال بغیر لڑائی کے ملے گا وہ سارے کا سارا انہی مسلمانوں کا ہو گا جنہوں نے وہ مال کافروں سے لیا ہو گا۔ چنانچہ ہم تو اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور ہمارے باقی ساتھی حضورؐ کی خدمت میں واپس چلے گئے اور جا کر حضورؐ کو ساری تفصیل سنائی تو آپ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا تم میرے پاس سے اکٹھے گئے تھے اور اب تم الگ الگ ہو کر واپس آرہے ہو۔ یوں بکھر جانے نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے اب میں تم پر ایسے آدمی کو امیر بنا کر بھیجوں گا۔ جو تم سے بہتر تو نہیں ہو گا لیکن تم سے زیادہ بھوک

پیاس برداشت کرنے والا ہوگا۔ پھر حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا[1]

دس آدمیوں کا امیر بنانا

حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شہاب عنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تُستر شہر کے دروازے کو سب سے پہلے میں نے آگ لگائی تھی اور (اس جنگ میں) حضرت اشعری رضی اللہ عنہ کو تیر لگا تھا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گئے تھے۔ جب مسلمانوں نے تُستر فتح کر لیا تو حضرت اشعری نے مجھے میری قوم کے دس آدمیوں کا امیر بنا دیا[2]

سفر کا امیر بنانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سفر میں تین آدمی ہوں تو انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ اس طرح امیر بنانے کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا ہے[3]

امارت کی ذمّہ داری کون اٹھا سکتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک جماعت بھیجی جن کی تعداد زیادہ تھی۔ ان میں سے ہر آدمی کو جتنا قرآن یاد تھا وہ آپ نے ان سے سُنا۔ چنانچہ سُنتے سُنتے آپ ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو ان میں سب سے کم عمر تھا۔ آپ نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا فلاں فلاں سورتیں اور سورت بقرہ۔

---

[1] اخرجہ احمد و اخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ کمافی الکنز (ج ۷ ص ۶۰) والبغوی کمافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۸) واخرجہ ایضا البیہقی فی الدلائل (وزاد بعد لم تقاتلون فی الشہر الحرام فقالوا نقاتل فی الشہر الحرام من اخرجنا من البلد الحرام) کمافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۴۸) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۶) وفیہ المجالد بن سعید وہو ضعیف عند الجمہور و وثقہ النسائی فی روایۃ وبقیۃ رجال احمد رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ واسنادہ صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۵۹) [3] اخرجہ البزار وابن خزیمۃ والدارقطنی والحاکم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۲۴۴)

آپ نے پوچھا کیا تمہیں سورت بقرہ یاد ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم اس جماعت کے امیر ہو۔ اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے سورت بقرہ صرف اس وجہ سے یاد نہیں کی کہ میں شاید اسے تہجد میں نہ پڑھ سکوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگ قرآن سیکھو اور اسے پڑھو۔ کیونکہ جو آدمی قرآن سیکھتا ہے اور اسے پڑھتا ہے۔ اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے قرآن سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو[1]۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک جماعت یمن بھیجی اور ان میں سے ایک صحابی کو ان کا امیر بنا دیا جن کی عمر سب سے کم تھی۔ وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جا سکے۔ اس جماعت کے ایک آدمی سے حضورؐ کی ملاقات ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ آپ اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا فِیْھَا سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا۔ وہ آدمی (اسی وقت) ٹھیک ہو گیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کو ہمارا امیر بنا رہے ہیں حالانکہ یہ ہم سب میں کم عمر ہے؟ آپ نے اس کے زیادہ قرآن پڑھنے کا تذکرہ فرمایا۔ اس بوڑھے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میں سستی کی وجہ سے سو تا رہ جاؤں گا اور قرآن کو تہجد میں نہ پڑھ سکوں گا۔ تو میں اسے ضرور سیکھتا (یعنی اس کے حفظ کو باقی نہ رکھ سکوں گا) حضورؐ نے فرمایا قرآن کی مثال اس تھیلی جیسی ہے جسے تم نے خوب مہکنے والے مشک سے بھر دیا ہو۔ اسی طرح قرآن جب تیرے سینے میں ہو اور تو اسے پڑھے[2]۔

حضرت ابوبکر بن محمد انصاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ اہل بدر کو امیر کیوں نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا میں ان کا مرتبہ پہچانتا ہوں لیکن

---

[1] اخرجہ الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان واللفظ للترمذی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۲) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۱۶۱) وفیہ یحییٰ بن سلمۃ بن کہیل ضعفہ الجمہور ووثقہ ابن حبان وقال فی احادیث ابنہ عنہ مناکیر، قلت لیس ہذا من روایۃ ابنہ عنہ۔ انتہیٰ

مَیں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ مَیں ان کو دنیا کی گندگی سے آلودہ کروں [1]

حضرت عمران بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا ہُوا. آپ مجھے امیر نہیں بناتے؟ حضرت عمر نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ آپ کا دین خراب ہو جائے [2]

حضرت حارثہ بن مُضَرِّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں (کوفہ) یہ خط لکھا:

" اَمَّا بَعْد! میں تمہاری طرف حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلّم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں. یہ دونوں حضرات حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ میں خاص اُونچے درجے کے لوگوں میں ہیں اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں. لہٰذا آپ لوگ ان دونوں سے (دین) سیکھو. اور ان دونوں کی اِقتِداء کرو. (مجھے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی بہت ضرورت تھی لیکن) میں اپنی ضرورت کو قربان کر کے حضرت عبداللہ بن مسعود کو آپ لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں. اور میں حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ کو عراق کے دیہات (کی زمین کی پیمائش کرنے) کے لئے بھیج رہا ہوں. میں نے ان حضرات کے لئے روزانہ کا وظیفہ ایک بکری مقرر کیا ہے. بکری کا آدھا حصّہ اور کلیجی گُردے وغیرہ حضرت عمّار بن یاسر کو دیئے جائیں (کیونکہ وہ امیر ہیں ان کے پاس مہمان زیادہ ہوں گے) اور باقی آدھا حصّہ ان تینوں حضرات کو دیا جائے. (دو تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عثمان بن حُنَیف ہیں تیسرے غالباً حضرت حُذَیفہ بن یَمان ہیں جن کو حضرت عمر نے حضرت عثمان بن حُنَیف کے ساتھ زمین کی پیمائش کے لئے بھیجا تھا) [3] "

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۴۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۰)
[3] اخرجہ ابن سعد والحاکم وسعید بن منصور. کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۴) واخرجہ الطبرانی مثلہ الا انہ لم یذکر وبعثت عثمان الی آخرہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۱) رجالہ رجال الصحیح غیر حارثۃ وہو ثقۃ انتہٰی واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۳۶) ایضا بسیاق آخر مطولا.

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آجکل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں۔ بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ کمزور ہیں۔ لوگوں نے کہا فلاں صاحب کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا مجھے ایسا آدمی چاہیئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے (متواضع بن کر) رہے جیسے کہ وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے (فکر اور ذمہ داری سے) چلے کہ گویا وہ ہی امیر ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تم لوگوں نے ٹھیک کہا[1]

امیر بن کر کون شخص (دوزخ سے) نجات پائے گا

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے پر) عامل مقرر کیا۔ لیکن حضرت بشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمر کی ملاقات ہوئی حضرت عمر نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشر نے کہا کیوں نہیں لیکن میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہو گا۔ تو وہ نجات پالے گا۔ اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہو گی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ (یہ سن کر حضرت عمر بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوؤں جبکہ میں حضرت بشر بن عاصم سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری

[1] اخرجہ ابو احمد الحاکم فی الکنی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۴)

کو اچھی طرح ادا کیا ہو گا تو وہ نجات پالے گا۔ اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہو گی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ اس پر حضرت ابوذر نے کہا کیا آپ نے حضورؐ سے یہ حدیث نہیں سُنی ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوذر نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو کسی مسلمان کو ذمہ دار بنائے گا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پُل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر وہ (اس ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک تھا تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تھا تو پُل اُسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اور اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سُننے سے آپ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا دونوں کے سُننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے۔ لیکن جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر نے کہا اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اُسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو۔ بہرحال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل وانصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔[1]

اَمارت قبول کرنے سے انکار کرنا

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت مِقداد بن اَسود کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کا امیر بنایا۔ جب یہ واپس آئے تو حضورؐ نے ان سے پوچھا تم نے اَمارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے اُٹھاتے اور بٹھاتے تھے یعنی میرا خوب اِکرام کرتے تھے جس سے اب مجھے یوں لگ رہا ہے کہ میں وہ پہلے جیسا مقداد نہیں رہا۔ (میری تواضع والی کیفیت میں کمی آگئی ہے) حضورؐ نے فرمایا واقعی اَمارت ایسی ہی چیز ہے

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۴۴) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۵) رواہ الطبرانی وفیہ سوید بن عبدالعزیز وہو متروک انتہی واخرجہ ایضاً عبدالرزاق وابونعیم وابوسعید النقاش والبغوی والدارقطنی فی المتفق من طریق سوید کمافی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۳) واخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن مندۃ من غیر طریق سوید کمافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی بھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں بنوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ ان سے کہا کرتے تھے کہ آپ آگے تشریف لا کر ہمیں نماز پڑھا دیں تو یہ صاف انکار کر دیتے (کیونکہ نماز میں امام بننا امارت صغریٰ ہے) [1] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت مقداد نے کہا مجھے سواری پر بٹھایا جاتا اور سواری سے اُتارا جاتا جس سے مجھے یوں نظر آنے لگا کہ مجھے ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا امارت تو ایسی ہی چیز ہے (اب تمہیں اختیار ہے) چاہے اسے آئندہ قبول کر دیا چھوڑ دو۔ حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔[2]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ مجھے کسی جگہ (امیر بنا کر) بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا آہستہ آہستہ میری کیفیت یہ ہو گئی کہ مجھے اپنے تمام ساتھی اپنے خادم نظر آنے لگے اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی بھی دو آدمیوں کا امیر بھی نہیں بنوں گا۔[3]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک آدمی کو ایک جماعت کا امیر بنایا جب وہ کام کر کے واپس آئے تو حضورؐ نے ان سے پوچھا تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا میں جماعت کے بعض افراد کی طرح تھا جب میں سوار ہوتا تو ساتھی بھی سوار ہو جاتے اور جب میں سواری سے اُترتا تو وہ بھی اُتر جاتے۔ حضورؐ نے فرمایا عام طور پر ہر سلطان ایسے (ظالمانہ) کام کرتا ہے جس سے وہ اللہ کی ناراضگی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جس سلطان کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لے لیں وہ اس سے بچ جاتا ہے (بلکہ وہ تو اللہ کے عرش کا سایہ پاتا ہے) اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اب میں نہ آپ کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے امیر بنوں گا۔ اس پر آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگ گئے۔[4]

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۱) وفیہ سوار بن داؤد ابو حمزہ وثقہ احمد و ابن حبان و ابن معین وفیہ ضعف وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۴) عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ۔ [2] واخرجہ ایضاً عن المقداد مختصراً [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۱) رجالہ رجال الصحیح خلا عمیر بن اسحاق وثقہ ابن حبان وغیرہ وضعفہ ابن معین وغیرہ وعبداللہ بن احمد ثقہ مامون [4] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۱) وفیہ عطاء بن السائب وقد اختلط وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی

حضرت رافع طائی کہتے ہیں میں ایک غزوہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ہم واپس آنے لگے تو میں نے کہا اے ابوبکر! مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ انہوں نے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو، بیت اللہ کا حج کیا کرو اور اس بات کا یقین رکھو کہ اسلام میں ہجرت بہت اچھا عمل ہے اور ہجرت میں جہاد بہت اچھا عمل ہے اور تم امیر نہ بننا۔ پھر فرمایا کہ یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی اور مزیدار نظر آرہی ہے عنقریب یہ پھیل کر اتنی بڑھے گی کہ نااہل لوگ بھی اسے حاصل کرلیں گے (اور یہ یاد رکھو کہ) جو بھی امیر بنے گا۔ اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ لمبا ہوگا اور اس پر عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا اور جو امیر نہیں بنے گا اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ آسان ہوگا اور اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ کیونکہ اُمراء کو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے سب سے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جو مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے اس لئے کہ یہ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر کوئی مصیبت آتی ہے (وہ بکری یا اونٹ چوری ہو جاتا ہے یا کوئی اسے مار دے یا ستائے) تو اس پڑوسی کی ہمدردی اور حمایت میں) غصہ کی وجہ سے ساری رات اس کے پٹھے پھولے رہتے ہیں اور کہتا رہتا ہے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر فلاں مصیبت آئی ہے (جب انسان اپنے پڑوسی کی وجہ سے اتنا غصہ میں آتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسی کی خاطر غصہ میں آنے کے زیادہ حقدار ہیں[1]

حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ اس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی بھیجا۔ چنانچہ یہ حضرات (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے قبیلہ طے کے دو پہاڑوں پر پڑاؤ ڈال دیا حضرت عمروؓ نے فرمایا کوئی راستہ بتلانے والا تلاش کرلو۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو رافع بن عمرو کے علاوہ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ رُبَیل تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت طارق سے پوچھا کہ رُبَیل کسے کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا رُبَیل اس ڈاکو کو کہتے ہیں جو اکیلا ہی حملہ کرکے پوری قوم کو لوٹ لے۔ رافع کہتے ہیں کہ جب ہم اپنے غزوے سے فارغ ہو گئے اور

---

[1] اخرجہ ابن المبارک فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۲)

جس جگہ سے ہم چلے تھے وہاں واپس پہنچ گئے تو مجھے حضرت ابوبکر میں بہت سی خوبیاں نظر آئیں جن کی بنا پر میں نے ان کو اپنے لیئے منتخب کیا اور میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ اے حلال روزی کھانے والے! میں نے خوبیوں کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں میں سے آپ کو اپنے لیئے منتخب کیا ہے۔ اس لیئے آپ مجھے ایسی چیز بتائیں کہ جس کی پابندی کرنے سے میں آپ لوگوں میں سے شمار ہونے لگوں اور آپ جیسا ہو جاؤں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا تم اپنی پانچ انگلیوں کو یاد رکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے بندے اور رسُول ہیں۔ نماز قائم کرو۔ اگر تمہارے پاس مال ہو تو زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ کیا تمہیں یہ باتیں یاد ہو گئیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ دو آدمیوں کا بھی ہرگز کبھی امیر نہ بننا۔ میں نے کہا کیا یہ امارت اب اہلِ بدر کے علاوہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے؟ انہوں نے کہا عنقریب یہ امارت اتنی عام ہو جائے گی کہ تمہیں بھی مل جائے گی بلکہ تم سے کم درجہ کے لوگوں کو بھی مل جائے گی۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جب اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا تو ان کی محنت پر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بہت سے لوگ تو اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا تھا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جن کو تلوار نے اسلام لانے پر مجبور کیا۔ بہرحال اب یہ تمام مسلمان اللہ کی پناہ میں آ گئے ہیں۔ یہ اللہ کے پڑوسی اور اس کی ذمہ داری میں ہیں۔ جب کوئی آدمی امیر بنتا ہے اور لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں اور یہ امیر ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہیں لیتا ہے تو پھر ایسے امیر سے اللہ بدلہ لیتا ہے جیسے تم میں سے کسی آدمی کے پڑوسی کی بکری ظلماً پکڑ لی جاتی ہے تو سارا دن اس پڑوسی کی حمایت میں غصہ کی وجہ سے اس کی رگیں پھولی رہتی ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے پڑوسی کی پوری حمایت کرتے ہیں۔ حضرت رافع کہتے ہیں کہ میں ایک سال (اپنے گھر) ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے ان سے کہا میں رافع ہوں اور میں فلاں جگہ آپ کا رہبر تھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں میں نے تم کو پہچان لیا۔ میں نے کہا آپ نے مجھے تو دو آدمیوں کا بھی امیر بننے سے منع کیا تھا اور اب خود آپ ساری اُمتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے امیر بن گئے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں لیکن یاد رکھو۔ جو آدمی ان مسلمانوں میں اللہ کی کتاب والے حکم نہیں چلائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔[1]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۲) رجالہ ثقات انتہی۔

حضرت سعید بن عمر بن سعید بن عاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت خالد بن سعید بن عاص اور حضرت اَبان بن سعید بن عاص اور حضرت عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہم کو جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو (یہ حضرات مختلف علاقوں کے امیر تھے خبر ملتے ہی) یہ حضرات اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر (مدینہ منورہ) واپس آگئے۔ ان حضرات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی آدمی حضورؐ کے بنائے ہوئے امیروں سے زیادہ امیر بننے کا حقدار نہیں ہے لہٰذا تم لوگ اپنے علاقوں میں اپنے عہدوں پر واپس چلے جاؤ۔ ان حضرات نے کہا اب ہم حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے امیر بن کر جانے کے لیئے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات اللہ کے راستہ میں ملکِ شام چلے گئے اور وہاں ہی سب کے سب شہید ہو گئے۔ (ان حضرات کی طبیعتوں میں امارت سے گریز تھا اور اللہ کے راستہ میں جان دینے کا شوق تھا)[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یَرْبُوع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت اَبان بن سعید رضی اللہ عنہ (اپنے علاقہ کی امارت چھوڑ کر) مدینہ منورہ آگئے تو ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے امامِ وقت کی اجازت کے بغیر اپنا کام چھوڑ کر آجاؤ اور پھر خصوصاً ان حالات میں (کہ چاروں طرف اِرتداد پھیل رہا ہے اور دشمنوں کے مدینہ پر حملے کی خبریں آرہی ہیں)، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے امامِ وقت کا ڈر نہیں رہا۔ اس لیئے تم نڈر ہو گئے ہو۔ حضرت اَبان نے کہا اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میں کسی کی طرف سے امارت قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ اگر میں حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول کرتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ضرور قبول کرتا۔ کیونکہ انہیں بہت سے فضائل حاصل ہیں اور وہ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور پرانے مسلمان ہیں لیکن میں نے طے کر لیا ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگے کہ اب کسے بحرین بھیجا جائے؟ تو ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس آدمی کو بھیجیں جسے حضورؐ نے بحرین بھیجا تھا اور وہ بحرین والوں کو مسلمان اور فرمانبردار بنا کر حضورؐ کی خدمت میں لائے تھے۔ بحرین والے انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ بحرین والوں کو اور ان کے علاقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ ہیں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر نے

---

[1] اخرجہ الحاکم وابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۶)

اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ (بحرین واپس جانے پر) حضرت اَبان بن سعید بن عاص کو مجبور کریں. کیونکہ یہ بحرین کئی دفعہ جا چکے ہیں لیکن انہیں مجبور کر کے بھیجنے سے حضرت ابو بکرؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا. جو آدمی کہتا ہے کہ میں حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے امیر نہیں بنوں گا میں اسے امارت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجنے کا فیصلہ کیا.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر بنانے کے لئے بلایا. انہوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمرؓ کو انکار کر دیا. حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے. حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں. حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا حضرت یوسف تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا) میں تو اُمیمہ نامی عورت کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے. حضرت عمر نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں. (امیر بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المومنین کی طرف سے لگ سکتی ہیں کہ) میری کمر پر کوڑے مارے جائیں اور میرا مال چھین لیا جائے. اور مجھے بے آبرو کر دیا جائے.[2]

حضرت عبداللہ بن مَوْہَب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ. ان میں فیصلے کیا کرو. حضرت ابن عمرؓ نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں. میں تمہیں قسم دیتا ہوں. تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو. حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ جلدی نہ کریں. کیا آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آ گیا. حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں. حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں قاضی

---

[1] عند ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۳)، [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۰) واخرجہ ایضا ابو موسیٰ فی الذیل قال فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۴۱) وسندہ ضعیف جدا لکن اخرجہ عبدالرزاق عن معمر عن ایوب فقوی انتہیٰ واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۵۹) عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ بمعناہ مع زیادۃ فی اولہ.

بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے ہو؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔ حضرت ابن عمر نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور جو قاضی عالم ہو اور حق و انصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر پر چھوٹ جائے (نہ انعام ملے اور نہ کوئی سزا لگے) اب اس حدیث کے سُننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کی امید کر سکتا ہوں؟[1] امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ ہم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں ایک نجات پائے گا دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہوگا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس دن حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دُومۃ الجندل میں جمع ہوئے (غالباً یہ قصہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ راوی کو غلط فہمی ہو گئی ہے) تو اس دن مجھ سے (میری ہمشیرہ) ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم ایسی صلح سے پیچھے رہو جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے درمیان صلح کرا دے۔ تم حضورؐ کے سُسرال سے تعلق رکھتے ہو اور (امیر المومنین) حضرت عمر بن خطاب کے بیٹے ہو۔ اس کے بعد حضرت معاویہ ایک بہت بڑے بُختی اونٹ پر یعنی خراسانی اونٹ پر آکر کہنے لگے کون خلافت کی طمع اور اُمید رکھتا ہے؟ اور کون اس کے لیئے اپنی گردن اُٹھاتا ہے؟ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۴ ص ۱۹۳) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبزار واحمد کلاہما باختصار ورجالہ ثقات [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۴ ص ۱۹۳) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجال الکبیر ثقات ورواہ ابو یعلی بنحوہ انتہیٰ واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۸) عن عبد اللہ بن موہب بمعناہ مطولا

کی اُمید وطمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا (اس سے حضرت ابن عمرؓ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنّت اور اس کی نعمتیں یاد آگئیں۔ تو مَیں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا[1]

حضرت ابو حُصَین کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امر خلافت کا ہم سے زیادہ حقدار کون ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے جی میں آئی کہ میں کہہ دوں خلافت کا آپ سے زیادہ حقدار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا۔ (یعنی خود حضرت ابن عمرؓ) لیکن مجھے جنّت کی نعمتیں یاد آگئیں اور اس بات کا خطرہ ہُوا کہ کہیں اس طرح کہنے سے فساد نہ برپا ہو جائے[2] حضرت زہری فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی اور حضرت مُعاویہ جمع ہوئے تو حضرت مُعاویہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اس امر خلافت کا مجھ سے زیادہ حقدار کون ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرا ارادہ ہُوا کہ میں کھڑے ہو کر کہوں کہ اس خلافت کا آپ سے زیادہ حقدار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو کُفر کی وجہ سے مارا تھا (یعنی خود حضرت ابن عمرؓ) لیکن مجھے ڈر ہُوا کہ میرے اس طرح کہنے سے میرے بارے میں اس چیز کا گمان کر لیا جائے گا جو مجھ میں نہیں ہے (یعنی یہ سمجھ لیا جائے گا کہ مجھے خلیفہ بننے کا شوق ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔)

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کیا آپ نے خراسان کی اَمارت چھوڑ دی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہے کہ مجھے تو خراسان کی گرمی پہنچے اور زیاد اور اس کے ساتھیوں کو اس کی ٹھنڈک یعنی میں تو وہاں امیر بن کر مشقت اُٹھاتا رہوں اور وہ لوگ وہاں کی آمدنی سے مزے اُڑاتے رہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ مَیں تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوں اور میرے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۰۸) رجالہ ثقات والظاہر انہ اراد صلح الحسن بن علی رضی اللہ عنہما وہم الراوی انتہیٰ واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳۴) عن ابن عمر نحوہ [2] اخرجہ ابن سعد ایضاً۔

پاس زیاد کا ایسا خط آئے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو ہلاک ہو جاؤں اور اگر اس پر عمل نہ کروں تو (زیاد کی طرف سے) میری گردن اڑا دی جائے۔ پھر زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے خراسان کا امیر بننے کو کہا جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت عمران نے فرمایا کوئی ہے جو حکم کو میرے پاس بلا لائے۔ چنانچہ حضرت عمران کا قاصد گیا اور اس پر حضرت حکم حضرت عمران کے پاس آئے تو حضرت عمران نے ان سے فرمایا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کی ایسی بات ماننی بالکل جائز نہیں ہے جس میں خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو۔ حضرت حکم نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمران نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا یا اللہ اکبر کہہ کر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت حسن کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ زیاد نے حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ان کے پاس آئے اور لوگوں کی موجودگی میں ان سے ملے اور فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ حضرت حکم نے کہا (آپ ہی بتائیں) آپ کیوں آئے ہیں؟ حضرت عمران نے کہا کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک آدمی سے اس کے امیر نے کہا تھا کہ اپنے آپ کو آگ میں پھینک دو۔ (وہ آدمی تو آگ کی طرف چل دیا تھا لیکن دوسرے) لوگوں نے جلدی سے اسے پکڑ کر آگ میں چھلانگ لگانے سے روک دیا تھا۔ یہ سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اگر یہ آدمی آگ میں گر جاتا تو یہ آدمی بھی اور اسے حکم دینے والا امیر بھی دونوں دوزخ میں جاتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی بات ماننی جائز نہیں ہے۔ حضرت حکم نے کہا ہاں (یاد ہے) حضرت عمران نے کہا میں تو تمہیں صرف یہ حدیث یاد دلانا چاہتا تھا۔[1]

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۲۶) رواہ احمد بالفاظ والطبرانی باختصار (وفی بعض طرقہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق) ورجال احمد رجال الصحیح انتہی۔

خُلفاء اور اُمراء کا اِحترام کرنا اور ان کے اَحکامات کی تعمیل کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت خالد بن ولید بن مُغیرہ مَخزُومی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس جماعت میں ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ چنانچہ یہ لوگ (مدینہ مُنوّرہ سے) روانہ ہوئے۔ اور رات کے آخری حصے میں انہوں نے اس قوم کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا جس پر صبح حملہ کرنا تھا۔ کسی مُخبر نے جا کر اس قوم کو صحابہ کرام کے آنے کی خبر کر دی۔ جس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور محفوظ مقام پر پہنچ گئے لیکن اس قوم کا ایک آدمی جو خود اور اس کے گھر والے مسلمان ہو چکے تھے وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا تو انہوں نے بھی سامانِ سفر باندھ لیا۔ اس نے گھر والوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم لوگ یہاں ہی ٹھہرو۔ پھر وہ حضرت عمار کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اَبُو الْیَقْظَان! یعنی اے بیدار مغز آدمی! میں اور میرے گھر والے مسلمان ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر میں یہاں ٹھہرا رہوں تو میرا یہ اسلام مجھے کام دے گا۔ کیونکہ میری قوم والوں نے تو جب آپ لوگوں کا سُنا تو وہ بھاگ گئے۔ حضرت عمار نے اس سے کہا تم ٹھہرے رہو۔ تمہیں امن ہے۔ چنانچہ یہ آدمی اور اس کے گھر والے اپنی جگہ واپس آ گئے۔ حضرت خالد نے صبح اس قوم پر حملہ کیا۔ تو پتہ چلا کہ وہ لوگ تو سب جا چکے۔ البتہ وہ آدمی اور اس کے گھر والے وہاں ملے جنہیں حضرت خالد کے ساتھیوں نے پکڑ لیا۔ حضرت عمار نے حضرت خالد سے کہا اس آدمی کو آپ نہیں پکڑ سکتے کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ حضرت خالد نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب؟ امیر تو میں ہوں اور مجھ سے پوچھے بغیر کیا آپ پناہ دے سکتے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا ہاں۔ آپ امیر ہیں اور میں آپ سے پوچھے بغیر پناہ دے سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ آدمی ایمان لا چکا ہے۔ اگر یہ چاہتا تو یہاں سے یہ جا سکتا تھا جیسے اس کے ساتھی چلے گئے۔ چونکہ یہ مسلمان تھا اس وجہ سے میں نے اسے یہاں ٹھہرنے کو کہا تھا۔ اس پر ان دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی اور ایک دوسرے

کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ نکل گئے۔ جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچ گئے تو دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عمارؓ نے اس آدمی کے تمام حالات سنائے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت عمارؓ کے امان دینے کو درست قرار دیا لیکن آئندہ کے لئے امیر کی اجازت کے بغیر پناہ دینے سے منع کر دیا۔ اس پر ان دونوں حضرات میں حضورؐ کے سامنے ہی تیز تیز تازی ہو گئی اس پر حضرت خالدؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ کے سامنے یہ غلام مجھے سخت الفاظ کہہ رہا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو یہ مجھے کبھی ایسے سخت الفاظ نہ کہتا۔ حضورؐ نے فرمایا اے خالد! عمار کو کچھ مت کہو، کیونکہ جو عمار سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا اور جو عمار پر لعنت کرے گا اس پر اللہ لعنت کرے گا۔ پھر حضرت عمارؓ وہاں سے اٹھ کر چل دیئے (حضورؐ کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ) حضرت خالدؓ بھی حضرت عمارؓ کے پیچھے چل دیئے اور ان کا کپڑا پکڑ کر انہیں مناتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمارؓ ان سے راضی ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" ترجمہ: تم اللہ کا کہنا مانو اور رسولؐ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہیں ان کا بھی (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں) ان حاکموں سے مراد جماعتوں و لشکروں کے امیر ہیں۔" فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" ترجمہ: پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی طرف حوالہ کر لیا کرو۔" (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب تم اپنے جھگڑے کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لے جاؤ گے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کریں گے۔" ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا" (نساء ۵۹) ترجمہ: "یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے انجام اچھا ہو گا۔[1]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں بھی ان مسلمانوں کے ساتھ سفر میں گیا جو غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یمن سے

---

[1] اخرجہ ابن جریر و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ا ص ۲۴۲) و اخرجہ ایضا ابو یعلی و ابن عساکر و النسائی والطبرانی والحاکم من حدیث خالد رضی اللہ عنہ بمعناہ مطولا و ابن ابی شیبۃ و احمد والنسائی مختصرا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۷) قال الحاکم (ج ۳ ص ۳۹۰) صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح وقال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۴) رواہ الطبرانی مطولا و مختصرا منہا ما وافق احمد و رجالہ ثقات۔

لشکر کی مدد کے لیئے آنے والے ایک صاحب اس سفر میں میرے ساتھی بن گئے۔ اس کے پاس اس کی تلوار کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک مسلمان نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ میرے اس ساتھی نے اس مسلمان سے اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا مانگا۔ انہوں نے اسے ایک ٹکڑا دے دیا جسے لے کر اس نے ڈھال جیسا بنا لیا۔ پھر ہم وہاں سے آگے چلے۔ ہمارا رومی لشکروں سے مقابلہ ہوا۔ ان رومیوں میں ایک آدمی اپنے سُرخ گھوڑے پر سوار تھا جس کی زین اور ہتھیار پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ وہ رومی مسلمانوں کو بڑے زور شور سے قتل کرنے لگا۔ مدد کے لیئے آنے والا یمنی ساتھی اس کی تاک میں ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ رومی جونہی اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے حملہ کر کے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں، وہ رومی زمین پر گر پڑا۔ اس کے اوپر چڑھ کر یمنی نے اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیار پر قبضہ کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (جن کو آخر میں مسلمانوں نے امیر بنا لیا تھا) اس یمنی کو بلا کر اس سے مقتول رومی کا سارا سامان لے لیا۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد کے پاس جا کر ان سے کہا اے خالد! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قاتل کے لیئے مقتول کے سامان کا فیصلہ کیا تھا؟ حضرت خالد نے کہا مجھے معلوم ہے لیکن مجھے یہ سامان بہت زیادہ لگ رہا ہے۔ میں نے کہا یا تو آپ یہ سامان اس یمنی کو واپس دے دیں۔ نہیں تو میں رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آپ کی شکایت کروں گا اور پھر آپ کو پتہ چل جائے گا۔ لیکن حضرت خالد نے وہ سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا (اس سفر سے واپسی پر) ہم لوگ حُضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ تو میں نے اس یمنی کا قصہ اور جو کچھ حضرت خالد نے کیا تھا وہ سب حُضورؐ کو بتایا۔ حُضورؐ نے فرمایا اے خالد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مجھے وہ سامان بہت زیادہ معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا اے خالد! تم نے اس سے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کر دو۔ حضرت عوفؓ کہتے ہیں اس پر میں نے حضرت خالد سے کہا اے خالد! لو میں نے تم سے جو کہا تھا وہ پورا کر دیا نا۔ کہ حُضورؐ سے شکایت کر کے تمہیں سزا دلواؤں گا۔ حُضورؐ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں نے آپ کو ساری تفصیل بتائی۔ اس پر حُضورؐ ناراض ہو گئے اور آپ نے فرمایا اے خالد! وہ سامان واپس نہ کرو (اور صحابہ سے مُتوجّہ ہو کر فرمایا) کیا تم میری وجہ سے میرے امیروں کو چھوڑ نہیں دیتے ہو؟ (کہ ان کی بے اکرامی نہ کیا کرو بلکہ ان کا احترام کیا کرو) ان کے اچھے کام تمہارے لیئے مفید ہیں

اور ان کے بُرے کام کا وبال ان ہی پر ہوگا۔ یعنی اگر وہ اچھے اعمال کریں گے تو ان کا فائدہ تمہیں بھی ہوگا اور اگر وہ غلط کام کریں گے تو اس کا خمیازہ ان کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ تمہیں ہر حال میں ان کا اکرام کرنا چاہیئے۔[1]

حضرت راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ آپ اس مال کو لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ آپ کے پاس لوگوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مجمع کو چیرتے ہوئے ان کے پاس آپہنچے۔ حضرت عمرؓ کوڑا لے کر ان پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم تو اس طرح آگے آرہے ہو جیسے کہ تم زمین پر اللہ کے سلطان سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب یہ حضرات لڑائی کی جگہ پہنچے تو حضرت عمروؓ نے لشکر کو حکم دیا کہ آگ بالکل نہ جلائیں۔ حضرت عمر کو اس پر غصہ آگیا اور انہوں نے جا کر حضرت عمرو سے اس بارے میں بات کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت ابوبکر نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا حضورؐ نے ان کو تمہارا امیر اس وجہ سے بنایا ہے کہ وہ جنگی ضروریات کو خوب جانتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر ٹھنڈے پڑ گئے (اور حضرت عمرو کے پاس نہ گئے)۔[3]

حضرت جُبَیر بن نُفَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیاض بن غَنْم اَشْعَری رضی اللہ عنہ نے دارا شہر فتح ہو جانے کے بعد اس کے حاکم کو (کوڑوں سے) سزا دی۔ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور (حاکم کو سزا دینے پر) ان کو سخت بات کہی۔ چند دن گزرنے کے بعد حضرت ہشامؓ حضرت عیاضؓ کے پاس معذرت کرنے کے لیئے آئے۔ اور

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ مسلم وابو داؤد بنحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۹) واخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۱۰) بنحوہ
[2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۶) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۱) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۲) عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال بعث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فی غزوۃ ذات السلاسل فذکرہ بنحوہ وقال ہذا حدیث صحیح ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

حضرت عیاض سے (اپنی سختی کی وجہ بتاتے ہوئے) کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اسے ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب دیتا تھا حضرت عیاض نے ان سے کہا اے ہشام! ہم نے بھی وہ سب کچھ (حضورؐ سے) سنا ہے جو آپ نے سنا ہے اور ہم نے بھی وہ سب کچھ دیکھا ہے جو آپ نے دیکھا ہے اور ہم بھی اسی ذات اقدس کی صحبت میں رہے ہیں جن کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔ اے ہشام! کیا آپ نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ جو کسی بادشاہ کو نصیحت کرنا چاہتا ہو تو اسے عَلَی الْاِعلان لوگوں کے سامنے نصیحت نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے علیحدگی میں لے جائے (اور تنہائی میں اسے نصیحت کرے) اگر بادشاہ اس کی نصیحت قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اس نے اس بادشاہ کا حق ادا کر دیا اور اے ہشام! تم بہت بے باک ہو اور اللہ کے بادشاہ کے خلاف دلیری کرتے ہو کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ اللہ کا سلطان تمہیں قتل کر دیتا اور تم اللہ کے بادشاہ کے قتل کیے ہوئے کہلاتے[1]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے ایک امیر کی کسی بات پر اعتراض کیا۔ ایک آدمی سب سے بڑی جامع مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں میں سے گزرتا ہوا حضرت حذیفہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آدمی ان کے سر کے قریب کھڑے ہو کر کہنے لگا اے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی! کیا آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے ہیں؟ حضرت حذیفہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور وہ آدمی جو کچھ چاہتا تھا اسے سمجھ گئے۔ تو اس سے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واقعی بہت اچھا کام ہے۔ لیکن یہ سنت میں سے نہیں ہے کہ تم اپنے امیر پر ہتھیار اٹھاؤ[2]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۰) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی فیہ ابن زریق واہ واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۶۴) بہذا الاسناد مثلہ وذکرہ فی مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۲۲۹) بدون ذکر مخرجہ ثم قال رجالہ ثقات واسنادہ متصل واخرجہ احمد عن شریح بن عبید وغیرہ قال جلد عیاض بن غنم صاحب دارا حین فتحت فاغلظ لہ ہشام فذکر الحدیث بنحوہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۲۹) رجالہ ثقات الا انی لم اجد لشریح من عیاض وہشام سماعا وان کان تابعیا۔ [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۲۴) وفیہ حبیب بن خالد وثقہ ابن حبان وقال ابو حاتم لیس بالقوی انتہی۔

حضرت زیاد بن کُسَیب عَدَوِی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر باریک کپڑے پہن کر اور بالوں میں کنگھی کر کے لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے نماز پڑھائی اور پھر اندر چلے گئے اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مِرداس ابو بلال نے کہا کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ لوگوں کے امیر باریک کپڑے پہنتے ہیں اور فاسق لوگوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکرہ نے ان کی بات سُن لی اور اپنے بیٹے اُصَیلع سے کہا ابو بلال کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ انہیں بلا کر لائے تو ان سے حضرت ابوبکرہ نے فرمایا غور سے سُنو! تم نے ابھی امیر کے بارے میں جو کہا ہے وہ میں نے سُن لیا ہے لیکن میں نے رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو اللہ کے سلطان کا اکرام کرے گا اللہ اس کا اکرام کریں گے اور جو اللہ کے سلطان کی اہانت کرے گا اللہ اس کی اہانت کریں گے[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک انصاری کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا اور اس جماعت کو تاکید فرمائی کہ اپنے امیر کی بات سنیں اور مانیں۔ چنانچہ (اس سفر میں) امیر کو ان کی کسی بات پر غصہ آگیا تو اس نے کہا میرے لئے لکڑیاں جمع کرو۔ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ پھر اس امیر نے کہا آگ جلاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے آگ جلائی۔ پھر اس امیر نے کہا کیا آپ لوگوں کو حضورؐ نے اس بات کا حکم نہیں دیا کہ آپ لوگ میری بات سُنو اور مانو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں حکم دیا ہے۔ اس امیر نے کہا تو پھر تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ (لوگوں کا امتحان لینا مقصود تھا)، اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور یوں کہا ہم تو آگ سے بھاگ کر حضورؐ کے پاس آئے تھے۔ (اتنی دیر میں) اس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضورؐ سے اس قصہ کا ذکر کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکل سکتے (یعنی یہ بات نہیں تھی کہ امیر کی ماننے کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلاتی اور یہ زندہ آگ سے باہر آجاتے بلکہ جل کر مر جاتے) امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ضروری ہے۔ (گناہ کے کاموں میں اس کی اطاعت نہ کی جائے)[2]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۶۳) [2] اخرجہ الشیخان وہذہ القصۃ ثابتۃ ایضاً فی الصحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۲۶) واخرجہ ابن جریر عن ابن عباس وابن ابی شیبۃ (بقیہ صفحہ پر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے کچھ صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ صحابہ نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ میری اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت میں شامل ہے۔ صحابہ نے کہا جی ہاں۔ معلوم ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں شامل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور میری اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم اپنے امیروں کی اطاعت کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔[1]

حضرت اسماءؓ بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو مسجد میں آجایا کرتے۔ مسجد ہی ان کا گھر تھا اسی میں وہ لیٹ جایا کرتے تھے۔ ایک رات حضورؐ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابوذر مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ حضورؐ نے ان کو اپنے پاؤں سے (اٹھانے کے لئے ہلکی سی) ٹھوکر ماری۔ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں مسجد میں سوتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا یا رسولَ اللہ! میں اور کہاں سوؤں؟ اس مسجد کے علاوہ میرا اور کوئی گھر نہیں ہے۔ پھر حضورؐ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا جب لوگ تم کو (کسی اجتماعی ضرورت کی وجہ سے) اس مسجد سے نکالیں گے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں ملک شام چلا جاؤں گا۔ کیونکہ شام (پہلے انبیاء علیہم السلام کی) ہجرت کی جگہ ہے اور وہاں ہی میدان حشر ہوگا اور وہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ (وہاں بہت نبی ہوئے) اور میں وہاں والوں میں سے بن جاؤں گا (یعنی وہاں رہنے لگ جاؤں گا)، حضورؐ نے فرمایا جب لوگ تمہیں ملک شام سے بھی نکال دیں گے تو

(حاشیہ از صفحہ) عن ابی سعید بمعناہ وسمّی ابوسعید الرجل الانصاری عبداللہ بن حذافۃ السہمی کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۰) وہکذا سماہ فی البخاری عن ابن عباس کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۹۶) [1] اخرجہ ابویعلی وابن عساکر ورجالہ ثقات کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۸)

پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں اسی مسجد میں یعنی مدینہ واپس آجاؤں گا۔ یہی میرا گھر اور میری منزل ہوگی۔ آپ نے فرمایا جب لوگ تمہیں اس مسجد سے یعنی مدینہ سے دوبارہ نکال دیں گے تو پھر تمہارا کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا میں تلوار لے کر مرتے دم تک (ان سے) لڑتا رہوں گا۔ حضورؐ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور انہیں ہاتھ سے تھپکی دی اور فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور بتادیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جدھر لے جائیں تم اُدھر چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم اُدھر کو چلے جانا (یعنی جیسے وہ کہیں ویسے کرتے رہنا) یہاں تک کہ اسی حال میں آکر مجھ سے مل لینا۔[1]

ابن جریر نے اس جیسی حدیث خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جب تمہیں (مدینہ سے) دوبارہ نکالا جائے گا تو تم کیا کروگے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں تلوار لے کر نکالنے والوں کو ماروں گا۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا اے ابوذر! تم (ان نکالنے والوں کو معاف کردینا اور وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جہاں لے جائیں وہاں چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم اُدھر کو چلے جانا (یعنی ان کی بات مانتے رہنا) چاہے تم کو یہ معاملہ ایک کالے غلام کے ساتھ کیوں نہ کرنا پڑے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں جب (امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمان پر) میں رَبَذہ رہنے لگا تو ایک دفعہ نماز کی اِقامت ہوئی اور ایک کالا آدمی جو وہاں کے صدقات وصول کرنے پر مُقرّر تھا نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگا اور مجھے آگے کرنے لگا۔ میں نے کہا تم اپنی جگہ رہو میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات مانوں گا۔[2]

عبدالرزاق نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے یہی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رَبَذہ گئے تو ان کو وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک کالا غلام ملا۔ اس نے اذان دی اور اِقامت کہی پھر حضرت ابوذر سے کہا اے ابوذر! (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت ابوذر نے کہا نہیں۔ مجھے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

---

[1] اخرجه ابن جرير كذا فى الكنز (ج ۳ ص ۱۶۸) واخرجه ايضا احمد عن اسماء نحوه قال الهيثمى (ج ۵ ص ۲۲۳) وفيه شهر بن حوشب وهو ضعيف وقد وثق انتهى۔ [2] اخرجه ابن جرير ايضا۔

نے حکم دیا ہے کہ میں امیر کی بات سُنوں اور مانوں۔ چاہے وہ کالا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ غلام آگے بڑھا اور حضرت ابوذر نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن ابی شَیْبَۃ اور ابن جریر اور بَیْہقی اور نُعیم بن حمّاد وغیرہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اپنے امیر کی بات سُنو اور مانو چاہے تم پر کان کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا گیا ہو۔ اگر وہ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اسے برداشت کرو اور اگر وہ تمہیں کسی کام کا حکم دے تو اسے مانو اور اگر وہ تمہیں کچھ نہ دے تو صبر کرو اور اگر وہ تم پر ظُلم کرے تو بھی صبر کرو اور اگر وہ تمہارے دین میں سے کم کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو جان حاضر ہے دین نہیں (میں جان دے سکتا ہوں لیکن دین میں کمی برداشت نہیں کر سکتا) چاہے کچھ بھی ہو جائے تم جماعت سے جُدا نہ ہونا[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عَلْقَمَہ بن عُلاثہ رات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے حضرت عمر (شکل و صورت اور قد میں) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے (حضرت عَلْقَمَہ ان کو حضرت خالد سمجھے) اور ان سے کہا اے خالد! تمہیں اس آدمی نے (یعنی حضرت عمر نے) معزُول کر دیا۔ انہوں نے تنگ نظری کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ میں اور میرا چچا زاد بھائی ان سے کچھ مانگنے کے لیئے ان کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیکن اب جبکہ انہوں نے آپ کو اِمارت سے ہٹا دیا ہے تو اب میں ان سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت عمرؓ نے (ان کے آئندہ کے ارادے معلوم کرنے کے لیئے حضرت خالد جیسی آواز بنا کر) ان سے کہا اور کوئی بات۔ پھر اَب تمہارا کیا اِرادہ ہے؟ حضرت عَلْقَمَہ نے کہا ہمارے اُمراء کا ہم پر حق ہے (کہ ہم ہر حال میں ان کے فرمانبردار اور وفادار رہیں) ہم ان کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ اور اپنا اَجر و ثواب اللہ سے لیں گے (صحابہ کرام نے ناگواریوں میں ایک دوسرے سے جڑنا سیکھا ہُوا تھا) جب صبح ہوئی (اور حضرت عمر کے پاس حضرت عَلْقَمَہ اور حضرت خالد اکٹھے ہوئے تو) حضرت عمر نے حضرت خالد سے کہا آج رات عَلْقَمَہ نے تم کو کیا کہا تھا؟ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا تم قسم بھی کھاتے ہو۔ ابو نَضْرَہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عَلْقَمَہ حضرت خالد سے کہنے لگے اے خالد! چھوڑو (قسم نہ کھاؤ اور انکار نہ کرو) سَیْف بن عمرو کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمر نے کہا یہ دونوں سچے ہیں۔ دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ابن عائذ کی روایت

---

[1] کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۶۷)

میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عُلقمہؓ کی فریاد سُنی اور ان کی ضرورت پوری کر دی۔ زبیر بن بکّار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے (رات کو) جب یہ پوچھا تھا کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ تو حضرت عُلقمہؓ نے کہا تھا بات سُننے اور ماننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے پیچھے جتنے آدمی ہیں وہ سب تمہارے ان اچھے جذبات پر ہوں تو مجھے یہ اتنے اور اتنے مال یعنی ساری دنیا کے مال سے زیادہ محبوب ہے[1]

حضرت ابن اَبی مُلَیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک کوڑھی عورت کے پاس سے گزرے جو کہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا اے اللہ کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر تم اپنے گھر بیٹھی رہو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ (اس نے بیت اللہ کے طواف کے لئے حرم شریف آنا چھوڑ دیا اور) اپنے گھر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک آدمی اس عورت کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا جس امیر المومنین نے تمہیں طواف کرنے سے روکا تھا ان کا انتقال ہو گیا۔ لہذا اب تم جا کر طواف کر لو۔ اس عورت نے کہا میں ایسی نہیں ہوں کہ ان کی زندگی میں تو ان کی بات مانوں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں[2]

ایک صاحب کہتے ہیں مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (ایک علاقہ کا) چودھری تھا۔ حضرت علیؓ نے ہمیں ایک کام کا حکم دیا (کچھ عرصہ کے بعد) حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے تمہیں جس کام کا حکم دیا تھا کیا تم نے وہ کام کر لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تمہیں جو حکم دیا جائے اسے ضرور پورا کرو نہیں تو تمہاری گردنوں پر یہود و نصاریٰ سوار ہو جائیں گے[3]

امیروں کا ایک دُوسرے کی بات ماننا

(کئی پرانے اکٹھے ہو جائیں تو وہ آپس میں اختلاف نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی بات مانیں)

حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عَمرو

---

[1] اخرجہ یعقوب بن سفیان باسناد صحیح ورواہ الزبیر بن بکار عن محمد بن سلمۃ عن مالک فذکر نحوہ مختصرا کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۰۴) [2] اخرجہ مالک کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۱۹۲) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن شمر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۷)

بن عاص رضی اللہ عنہ کو (لشکر کا امیر بنا کر) ملک شام کی بستیوں میں قبیلہ قضاعہ کے قبائل بنو بلی اور بنو عبداللہ وغیرہ میں بھیجا۔ بنو بلی (حضرت عمرو کے والد) عاص بن وائل کے ننھیال کے لوگ تھے۔ جب حضرت عمرو وہاں پہنچے تو دشمن کی بڑی تعداد دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں مدد کے لیئے آدمی بھیجا۔ حضورؐ نے مہاجرین اولین کو (حضرت عمرو کی مدد کے لیئے جانے کی) ترغیب دی۔ جس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر سرداران مہاجرین تیار ہو گئے۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان حضرات مہاجرین کا امیر بنایا۔ جب یہ لوگ حضرت عمرو کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو نے ان سے کہا میں آپ لوگوں کا بھی امیر ہوں۔ کیونکہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر آپ لوگوں کو اپنی مدد کے لیئے بلایا ہے۔ حضرات مہاجرین نے کہا نہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ مہاجرین کے امیر ہیں۔ حضرت عمرو نے کہا آپ لوگوں کو تو میری مدد کے لیئے بھیجا گیا ہے (اس لیئے اصل تو میں ہوں آپ لوگ تو میرے معاون ہیں) حضرت ابوعبیدہؓ اچھے اخلاق والے اور نرم طبیعت انسان تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا اے عمرو! آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو آخری ہدایت دی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچو تو تم دونوں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہاری بات ضرور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے امارت حضرت عمرو بن عاص کے حوالے کر دی۔[1]

حضرت زہری بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کلب، بنو غسان اور عرب کے ان کافروں کے پاس جو شام کے دیہات میں رہتے تھے دو لشکر بھیجے۔ ایک لشکر پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے لشکر پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کے لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی گئے۔ جب لشکروں کے جانے کا وقت ہوا تو حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمرو کو بلا کر ان سے فرمایا ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا۔ جب یہ دونوں حضرات (اپنے لشکر لے کر) مدینہ سے روانہ ہو گئے تو حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو کو علیحدہ ایک طرف لے جا کر کہا حضور نے مجھے اور آپ کو خاص طور سے ہدایت فرمائی ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا اس لیئے اب (اس ہدایت پر

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۳) وہکذا اخرجہ ابن عساکر عن عروۃ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۳۱۰) وفیہ مشارق بدل مشارف۔

عمل کی صورت یہ ہے کہ) یا تو تم میرے مُطیع اور فرمانبردار بن جاؤ یا میں تمہارا مُطیع اور فرمانبردار بن جاؤں۔ حضرت عمرؓو نے کہا نہیں تم میرے مُطیع اور فرمانبردار بن جاؤ۔ حضرت ابو عُبَیدہؓ نے کہا ٹھیک ہے میں بن جاتا ہوں اور یوں حضرت عمرو دونوں لشکروں کے امیر بن گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے (حضرت ابو عُبَیدہ سے) کہا کیا آپ نابغہ (نامی عورت) کے بیٹے کی اطاعت اختیار کر رہے ہیں اور ان کو اپنا اور حضرت ابوبکر کا اور ہمارا امیر بنا رہے ہیں؟ یہ کیسی رائے ہے؟ (یعنی یہ ٹھیک نہیں ہے) حضرت ابو عُبَیدہ نے حضرت عمر سے کہا اے میری ماں کے بیٹے یعنی اے میرے بھائی! حُضورؐ نے مجھے اور ان کو خاص ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا۔ تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر میں نے ان کی اِطاعت نہ کی تو مجھ سے حُضورؐ کی نافرمانی ہو جائے گی اور میرے اور حُضورؐ کے تعلّق میں لوگوں کا دخل ہو جائے گا (یعنی لوگوں کی وجہ سے میرے اور حُضورؐ کے تعلّق میں فرق آجائے گا) اور اللہ کی قسم! (مدینہ) واپسی تک میں ان کی بات ضرور مانتا رہوں گا۔ جب یہ دونوں لشکر (مدینہ مُنوّرہ) واپس پہنچے تو حضرت عمر بن خطّاب نے حُضورؐ سے بات کی اور ان سے (حضرت ابو عُبَیدہ کی) شکایت کی۔ حُضورؐ نے فرمایا آئندہ میں تم مہاجرین کا امیر صرف تم میں سے ہی بنایا کروں گا (کسی اور کو نہیں بناؤں گا)[1]

رعایا پر امیر کے حُقوق

حضرت سَلَمہ بن شہاب عَبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے رعایا کے لوگو! ہمارے تم پر کچھ حُقوق ہیں۔ ہماری غیر موجودگی میں بھی تم ہمارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ (ہماری موجودگی میں تو کرنا ہی ہے) اور خیر کے کاموں میں ہماری مدد کرو۔ اور اللہ کے نزدیک امام کی بُردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب اور لوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے اور امام کے جہالت والے رویّہ سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عُکَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک کوئی بُردباری امام کی بُردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ اور اللہ

---

[1] اخرجہ (ابن عساکر) ایضا کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۱۹) [2] اخرجہ ہناد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) واخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۳۲) عن سلمۃ بن کہیل بمعناہ۔

کے نزدیک کوئی جہالت امام کی جہالت سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اور اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملات میں جو آدمی عفو و درگزر سے کام لے گا اسے عافیت ملے گی اور جو اپنی ذات کے بارے میں لوگوں سے انصاف کرے گا اسے اپنے کام میں کامیابی ملے گی اور اطاعت میں ذلت برداشت کرنا گناہوں میں ظاہری عزت ملنے سے نیکی کے زیادہ قریب ہے[1]

اُمَراء کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو ہمارے بڑے تھے انہوں نے ہمیں (اُمَراء کے بارے میں چند باتوں سے) منع کیا (اور وہ چند باتیں یہ ہیں کہ) تم اپنے امیروں کو بُرا بھلا نہ کہو اور ان کو دھوکہ مت دو اور ان کی نافرمانی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور صبر کرو کیونکہ موت (یا قیامت) عنقریب آنے والی ہے[2]

امیر کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمٰن! (یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی کنیت ہے) ہم اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا بتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تو نہ کہے)[3] (حضرت عاصم کے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا ہم اپنے بادشاہ

---

[1] اخرجہ ھناد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) [2] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۸) [3] اخرجہ البیھقی (ج ۸ ص ۱۶۵)

کے پاس جاتے ہیں اور ہم کو اس کے سامنے (اس کی وجہ سے) کچھ ایسی باتیں زبان سے کہنی پڑتی ہیں کہ اس کے پاس سے باہر آکر ان کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا ہم ایسے نفاق شمار کرتے تھے[1] امام بخاری نے حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس جیسی حدیث روایت کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم اسے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے[2]

حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہارا حضرت ابو اُنَیس (ضحّاک بن قَیس) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیسا رُوَیّہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے[3]

حضرت شَعبی رحمۃ اللّٰہِ عَلَیْہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم جب ان (امیروں) کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات کہتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں اور جب ان کے پاس سے باہر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے[4]

حضرت عَلْقَمہ بن وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بیکار آدمی تھا جو امیروں کے پاس جاکر ان کو ہنسایا کرتا تھا۔ اس سے میرے دادے نے کہا اے فلانے! تیرا ناس ہو۔ تم ان امیروں کے پاس جاکر کیوں ہنسلتے ہو؟ (ایسا کرنا چھوڑ دو) کیونکہ میں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت بلال بن حارث مُزَنی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ حُضورؐ نے فرمایا بعض دفعہ بندہ اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے جس کا انسانوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اتنا مؤثر ہونے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے راضی رہتے ہیں اور کبھی بندہ اللہ کی ناراضگی والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے

---

[1] اخرجہ البیہقی ایضا (ج ۸ ص ۱۶۴) [2] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۸۲) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۹۳) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۳۳۲)

جس کا انسانوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اسے اتنا مؤثر ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے ناراض رہتے ہیں[1] حضرت عَلْقَمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بلال بن حارث مُزَنی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تم ان امیروں کے پاس کثرت سے جاتے ہو۔ دیکھو تم ان سے کیا باتیں کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے آپ کو فتنے کی جگہوں سے بچاؤ۔ کسی نے ان سے پوچھا اے ابو عبد اللہ! فتنوں کی جگہیں کونسی ہیں؟ انہوں نے فرمایا امیروں کے دروازے کہ تم میں سے ایک آدمی امیر کے پاس جاتا ہے اور اس کی غلط بات کی تصدیق کرتا ہے اور (اس کی تعریف کرتے ہوئے) ایسی خوبی کا تذکرہ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دیگر صحابہ کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔ لہٰذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا اور ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا اور کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔ حضرت عامر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے کہا ان تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں۔ ان میں سے ہر ایک دس ہزار (درہم) سے بہتر ہے[4]

حضرت شَعْبی رحمۃ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آدمی یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۶۵) [2] اخرجہ البیہقی ایضا (ج ۸ ص ۱۶۵) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۷)

[4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۸) و رواہ الطبرانی نحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲۱) وفیہ مجالد بن سعید وثقہ النسائی وغیرہ وضعفہ جماعۃ۔

تمہارا بڑا اکرام کرتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور تمہیں ان لوگوں میں یعنی ان بڑے صحابہ میں شامل کر دیا ہے کہ ان جیسے تم نہیں ہو۔ میری تین باتیں یاد رکھنا کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اور کبھی ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔ اور ان کے پاس کسی کی غیبت بالکل نہ کرنا۔[1]

امیر کے سامنے حق بات کہنا اور جب وہ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کے حکم کو ماننے سے انکار کر دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی (پڑھی ہوئی) ایک آیت کا انکار کیا (کہ یہ قرآن میں نہیں ہے یا قرآن میں اس طرح نہیں ہے) حضرت اُبیؓ نے کہا میں نے اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور تم تو بقیع بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے (اس لیے تمہیں یہ آیت حضورؐ سے سُننے کا موقع نہیں ملا) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا۔ میں نے تمہاری آیت کا قصداً انکار تم لوگوں کو آزمانے کے لیئے کیا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو (امیر کے سامنے) حق بات کہہ سکے۔ اس امیر میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے سامنے حق بات نہ کہی جاسکے اور نہ وہ خود حق بات کہہ سکے۔[2]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيَانِ ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم نے غلط پڑھا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا (میں نے ٹھیک پڑھا ہے) آپ کی غلطی زیادہ ہے۔ کسی آدمی نے (حضرت اُبیؓ سے) کہا آپ امیر المومنین (کی بات) کو غلط کہہ رہے ہیں۔ حضرت اُبیؓ نے کہا میں تم سے زیادہ امیر المومنین کی تعظیم کرنے والا ہوں۔ لیکن چونکہ ان کی بات قرآن کے خلاف

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۹۷) [2] اخرجہ ابن راھویہ کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۲)

تھی اس وجہ سے میں نے قرآن کے مقابلہ میں ان کی بات کو غلط کہا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ میں قرآن کو غلط کہوں اور امیر المومنین کی (غلط) بات کو ٹھیک کہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت اُبَیّ ٹھیک کہتے ہیں[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تھے اور ان کے ارد گرد حضرات مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کرو گے؟ تمام حضرات ادبًا خاموش رہے۔ حضرت عمر نے اپنی اس بات کو دو تین مرتبہ دُہرایا۔ تو حضرت بشیر بن سعد نے فرمایا اگر آپ ایسا کریں گے۔ تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے (خوش ہو کر) فرمایا پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس کے قابل ہو[2]

حضرت موسیٰ بن ابی عیسیٰ رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو حارثہ کی پانی کی سبیل کے پاس آئے وہاں انہیں حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ ملے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے محمد! مجھے کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کو ویسا پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں اور جیسا ہر وہ آدمی چاہتا ہے جو آپ کے لئے بھلا چاہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مال جمع کرنے میں خوب زوردار ہیں لیکن آپ خود مال سے بچتے ہیں اور اسے انصاف سے تقسیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر نے (خوش ہو کر) فرمایا اچھا (تم مجھے کہہ رہے ہو کہ) اگر آپ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے لوگوں میں (امیر) بنایا کہ میں اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں[3]

حضرت ابو قُبَیل کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن منبر پر چڑھے (اور اپنے خطبہ میں فرمایا یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے۔ اور خراج کا مال اور لڑے بغیر

---

[1] عند عبد بن حمید وابن جریر وابن عدی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۵) [2] اخرجہ ابن عساکر وابو ذر الہروی فی الجامع کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۸) [3] عند ابن المبارک کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۸۱)

ملنے والا مالِ غنیمت بھی ہمارا ہے. جسے چاہیں گے دیں گے اور جسے چاہیں گے نہیں دیں گے۔ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اگلے جمعہ کو بھی انہوں نے (خطبہ میں) یہی بات کہی۔ پھر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ جب تیسرا جمعہ آیا تو انہوں نے خطبہ میں پھر وہی بات کہی تو حاضرینِ مسجد میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے اور یہ خراج کا مال اور مالِ غنیمت ہمارا ہے۔ لہٰذا جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہو گا ہم اپنی تلواروں سے اس کو اللہ کے فیصلہ کی طرف لے جائیں گے۔ حضرت معاویہ (منبر سے) نیچے اُتر آئے اور اس آدمی کو بلانے کے لئے پیغام بھیج دیا۔ (اور جب وہ آگیا تو) اسے اندر بلا لیا۔ لوگ کہنے لگے یہ آدمی تو ہلاک ہو گیا۔ پھر لوگ اندر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ آدمی تو حضرت معاویہ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہُوا ہے۔ حضرت معاویہ نے لوگوں سے کہا اس آدمی نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ اسے زندہ رکھے۔ مَیں نے رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد ایسے امیر ہوں گے کہ اگر وہ کوئی (غلط) بات کہیں گے تو کوئی ان کی تردید نہ کر سکے گا۔ وہ آگ میں ایک دوسرے پر ایسے اندھا دُھند گریں گے جیسے (کسی درخت کے اُوپر سے) بندر ایک دوسرے پر چھلانگ لگاتے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے پہلے جمعہ کو یہ (غلط) بات (قصداً) کہی تھی کسی نے میری تردید نہیں کی۔ جس سے مجھے ڈر ہُوا کہ کہیں میں (آگ میں گرنے والے) ان امیروں میں سے نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو وہی بات دوبارہ کہی تو پھر کسی نے میری تردید نہ کی۔ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا میں تو ضرور ان ہی امیروں میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ کو وہی بات تیسری مرتبہ کہی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر میری تردید کی۔ اس طرح اس نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے[1]

حضرت خالد بن حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ ملک شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے ایک مقامی ذِمّی (کافر) کو (جزیہ نہ دینے پر) سزا دی حضرت خالد (بن الولید) رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت ابوعُبَیدہ سے (سزا دینے کے بارے میں) بات کی۔ لوگوں نے حضرت خالد سے کہا آپ نے تو امیر کو ناراض کر دیا۔ انہوں نے کہا میرا ارادہ تو انہیں ناراض کرنے کا نہیں تھا بلکہ مَیں نے رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس بارے میں

---

[1] اخرجہ الطبرانی وابویعلی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۳۶) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابویعلی ورجالہ ثقات انتہی۔

ایک حدیث سُنی تھی وہ حدیث انہیں بتانا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ سزا دیں گے[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو (لشکر کا امیر بنا کر) خُراسان بھیجا۔ ان کو وہاں بہت سا مالِ غنیمت مِلا۔ زیاد نے ان کو یہ خط لکھا۔

"امابعد! امیرالمومنین (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے (مجھے) یہ لکھا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے سارا سونا چاندی ان کے لیئے الگ کر لیا جائے (لہٰذا آپ سونا چاندی مسلمانوں میں تقسیم نہ کریں"۔

حضرت حکَم نے جواب میں زیاد کو یہ خط لکھا۔

"امابعد! تم نے مجھے خط لکھا ہے جس میں تم نے امیرالمومنین کے خط کا تذکرہ کیا ہے لیکن مجھے اللہ کی کتاب امیرالمومنین کے خط سے پہلے مل چکی ہے۔ (اور امیرالمومنین کا خط اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ اس لیئے میں اسے نہیں مان سکتا) اور مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر سارے آسمان اور زمین کسی بندے پر بند ہو جائیں اور وہ آدمی اللہ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے ان کے درمیان میں سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیں گے۔ وَالسَّلام"۔

اور حضرت حکَم نے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے مسلمانوں میں یہ اعلان کیا کہ صبح اپنا مالِ غنیمت لینے کے لیئے آجاؤ (چنانچہ لوگ صبح آئے) اور انہوں نے مسلمانوں میں وہ سارا مالِ غنیمت (سونے چاندی سمیت) تقسیم کر دیا۔ جب حضرت معاویہ کو پتہ چلا کہ حضرت حکَم نے مالِ غنیمت سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ہے تو انہوں نے آدمی بھیجے جنہوں نے حضرت حکَم کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا۔ اسی قید میں ان کا انتقال ہُوا اور ان کو خُراسان ہی میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مَیں (اس بارے میں حضرت معاویہ سے اللہ کے ہاں) جھگڑا کروں گا[2]

ابنِ عبدُ البَر نے اسی جیسی حدیث ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت حکَم نے

---

[1] اخرجہ ابن ابی عاصم والبغوی واخرجہ ایضا احمد والبخاری فی تاریخہ والطبرانی واخرجہ الباوردی وزاد فیہ وھو یعذب الناس فی الجزیۃ کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۰۳) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۳۴) ورواہ احمد والطبرانی وقال فقیل لہ اغضبت الامیر وزاد اذھب فخل سبیلھم ورجالہ رجال الصحیح خلا خالد بن حکیم وھو ثقۃ انتہیٰ [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۴۲)

مسلمانوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر دیا اور اللہ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! (ان حالات میں) اگر تیرے پاس میرے لیئے خیر ہو تو تُو مجھے اپنی طرف بلالے۔ چنانچہ ان کا علاقہ خراسان کے مَرْو شہر میں اِنتقال ہو گیا[1] اور اصابہ میں یہ ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس زیاد کی ناراضگی کا خط آیا تو انہوں نے اپنے لیئے (مرنے کی) دعا کی اور ان کا اِنتقال ہو گیا[2]

حضرت ابراہیم بن عطاء اپنے والد (حضرت عطاءؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ زیاد یا ابنِ زیاد نے حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما کو صَدَقات وصول کرنے کے لیئے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ایک درہم بھی لے کر نہ آئے تو ان سے زیاد یا ابنِ زیاد نے کہا مال کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے مجھے مال کے لیئے بھیجا تھا؟ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں جیسے ہم صَدَقات لیا کرتے تھے ویسے ہم نے صَدَقات لیئے اور حُضورؐ کے زمانہ میں جہاں خرچ کیا کرتے تھے وہاں ہم نے خرچ کر دیئے[3] (یعنی وہاں کے مستحقین میں تقسیم کر دیئے)

امیر پر رعایا کے حُقوق

حضرت اَسْوَد (بن یزید) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ کیا غلام کی بات سُنتا ہے؟ جو ضرورت مند اس کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کا رویّہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں نہ کہہ دیتے تو اس امیر کو مَعزول کر دیتے[4]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو (کسی علاقہ کا) گورنر بناتے اور اس علاقہ سے ان کے پاس وفد آتا تو حضرت عمر ان سے (اس گورنر کے بارے میں) پوچھتے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے؟ کیا وہ نرم ہے؟ اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۱۶) فذکر نحوہ [2] قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۴۷) [3] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۱) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح [4] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۶) واخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۳۳) عن الاسود بمعناہ۔

ہے (ہر ایک کو اندر جانے کی اجازت ہے) اور غلاموں کی عیادت کرتا ہے تب تو اسے گورنر رہنے دیتے ورنہ آدمی بھیج کر اس کو گورنری سے ہٹا دیتے [1]

حضرت عاصم بن ابی النجُودؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب اپنے گورنروں کو (مختلف علاقوں میں گورنر بنا کر) بھیجا کرتے تو ان پر یہ شرطیں لگاتے کہ تم لوگ تُرکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا کرو گے اور چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھایا کرو گے اور باریک کپڑا نہیں پہنا کرو گے اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرو گے اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو تم سزا کے حق دار بن جاؤ گے۔ پھر رخصت کرنے کے لیئے ان کے ساتھ تھوڑی دُور چلتے جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کے خون (بہانے) پر اور ان کی کھال (ادھیڑنے) پر اور انہیں بے آبرو کرنے پر اور ان کے مال (چھیننے) پر مُسَلّط نہیں کیا ہے بلکہ میں تمہیں (اس علاقہ میں) اس لیئے بھیج رہا ہوں تاکہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو اور ان میں ان کا مالِ غنیمت تقسیم کرو اور ان میں انصاف کے فیصلے کرو اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آجائے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ ذرا غور سے سُنو! عربوں کو نہ مارنا۔ اس طرح تم ان کو ذلیل کر دو گے اور ان کو اسلامی بارڈر پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا۔ اس طرح تم ان کو فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے خلاف ایسے جرم کا دعویٰ نہ کرنا جو انہوں نے نہ کیا ہو اس طرح تم ان کو محروم کر دو گے اور قرآن کو (احادیث وغیرہ سے) الگ اور مُمتاز کر کے رکھنا۔ یعنی قرآن کے ساتھ حدیثیں نہ ملانا [2]

حضرت ابو حُصَین سے اسی حدیث کے ہم معنی مختصر حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ قرآن کو الگ اور مُمتاز کر کے رکھو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کیا کرو اور اس کام میں مَیں تمہارا شریک ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوایا کرتے تھے۔ جب ان سے ان کے کسی گورنر کی شکایت کی جاتی تو اس گورنر کو اور شکایت کرنے والے کو ایک جگہ جمع کرتے (اور گورنر کے سامنے شکایت سُنتے) اگر اس گورنر کے خلاف کوئی ایسی بات ثابت ہو جاتی جس پر اس کی پکڑ لازمی ہوتی تو حضرت عمر اس کی پکڑ فرماتے [3]

---

[1] عند ہناد کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۶۶) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۸)
[3] اخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۱۹)

حضرت ابوخزیمہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو انصار اور دوسرے حضرات کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بناتے اور اس سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے گورنر نہیں بنایا ہے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا ہم تمہیں ان لوگوں کا امیر بنا رہے ہیں۔ ان کو لے کر دشمن کے علاقہ میں جاؤ اور ان کو لے کر دشمن سے جہاد کرو۔ انہوں نے کہا اے عمر! آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگ خلافت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال کر مجھے اکیلا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں کہ تم ان سے افضل نہیں ہو اور میں تمہیں اس لئے بھی نہیں بھیج رہا ہوں کہ تم مار مار کر ان کی کھال ادھیڑ دو اور تم ان کی بے عزتی کرو۔ بلکہ اس لئے بھیج رہا ہوں کہ تم ان کو لے کر ان کے دشمن سے جہاد کرو اور ان کا مالِ غنیمت ان میں تقسیم کرو[2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے لوگو) امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت سکھاؤں اور تمہارے لئے تمہارے راستے صاف کر دوں[3]

امیر کے عام مسلمانوں سے اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے پر اور دربان مقرر کر کے ضرورت مندوں سے چھپ جانے پر نکیر

حضرت ابوصالح غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۸) [2] اخرجہ ابن سعد وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۹) [3] اخرجہ ابن عساکر وابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۹) اخرجہ الطبرانی بنحوہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۱۳) ورجالہ رجال الصحیح انتہٰی۔

(مصر سے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم نے (یہاں) جامع مسجد کے پاس آپ کے لیئے ایک مکان کی جگہ مخصوص کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لیئے مصر میں گھر کیوں کر ہو سکتا ہے اور حضرت عمرو کو حکم دیا کہ اس جگہ کو مسلمانوں کے لیئے بازار بنا دیں [1]

حضرت ابو تمیم جَیشانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اما بعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنایا ہے (جب تم) اس پر (بیان کرتے ہو تو) تم لوگوں کی گردنوں سے بلند ہو جاتے ہو۔ کیا تمہارے لیئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم (زمین پر) کھڑے ہو کر بیان کرو۔ اس طرح مسلمان تمہاری ایڑیوں کے نیچے ہوں گے۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اسے توڑ دو" [2]

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ آذربائیجان میں تھے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ خط لکھا۔

"اے عُتبہ بن فرقد! یہ ملک و مال تمہیں تمہاری محنت سے نہیں ملا اور نہ ہی تمہارے ماں باپ کی محنت سے ملا ہے۔ اس لیئے تم اپنے گھر میں جو چیز پیٹ بھر کر کھاتے ہو وہی چیز سارے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھلاؤ اور ناز و نعمت کی زندگی سے اور مشرکین جیسی ہیئت اختیار کرنے سے اور ریشم پہننے سے بچو۔" [3]

حضرت عُروہ بن رُویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس سے حمص کے لوگ گزرے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تمہارے امیر (حضرت عبداللہ بن قُرط رضی اللہ عنہ) کیسے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا بہترین امیر ہیں بس ایک بات ہے کہ انہوں نے ایک بالا خانہ بنا لیا ہے جس میں رہتے ہیں

---

[1] اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۸) [2] اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۶)
[3] اخرجہ مسلم کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۵۸)

اس پر حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا اور اپنا قاصد بھی ساتھ بھیجا اور اس قاصد کو حکم دیا کہ وہاں جا کر اس بالاخانے کو جلا دے جب وہ قاصد وہاں پہنچا تو اس نے لکڑیاں جمع کر کے اس بالاخانے کے دروازے کو آگ لگا دی۔ جب یہ بات اس امیر کو بتائی گئی تو اس نے کہا اسے کچھ مت کہو۔ یہ (امیر المومنین کا بھیجا ہوا) قاصد ہے۔ پھر اس قاصد نے ان کو (حضرت عمرؓ) کا خط دیا۔ وہ خط پڑھتے ہی سوار ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو ان سے فرمایا (مدینہ سے باہر پتھریلے میدان) حَرّہ میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ حَرّہ میں صدقہ کے اونٹ تھے (جب وہ حَرّہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ گئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اپنے کپڑے اُتار دو۔ (انہوں نے کپڑے اُتار دیئے) حضرت عمرؓ نے ان کو اونٹ کے اون کی چادر پہننے کے لئے دی (جسے انہوں نے پہن لیا) پھر ان سے فرمایا (اس کنویں سے) پانی نکالو اور ان اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ وہ یونہی ہاتھ سے کنویں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا دنیا میں اور کتنا رہو گے؟ انہوں نے کہا بس تھوڑا ہی عرصہ۔ فرمایا بس اس (مختصر سی زندگی) کے لئے تم نے وہ بالاخانہ بنایا تھا جس کی وجہ سے تم مسکین، بیوہ اور یتیم انسانوں (کی پہنچ) سے اوپر ہو گئے تھے۔ جاؤ اپنے کام پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔[1]

حضرت عَتَّاب بن رِفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک محل بنوایا ہے اور اس پہ دروازہ بھی لگوایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اب (بازار کا) شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ (یہ محل انہوں نے اسی وجہ سے بنایا تھا کہ بازار کی آوازیں بہت آتی تھیں جس کی وجہ سے یہ کام صحیح طرح نہیں کر سکتے تھے) چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور جب بھی حضرت عمرؓ کو اپنی مرضی کے مطابق کام کروانا ہوتا تھا تو ان کو ہی بھیجا کرتے تھے اور ان سے فرمایا سعد کے پاس جاؤ اور ان (کے محل) کا دروازہ جلا دو۔ چنانچہ حضرت محمد کوفہ پہنچ گئے اور حضرت سعد کے دروازے پر پہنچتے ہی اپنی چقماق نکالی اور اس سے آگ جلائی پھر دروازے کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے آ کر حضرت سعد کو اس کی اطلاع دی اور آگ لگانے والے کا حُلیہ بیان کیا تو حضرت سعد ان کو پہچان گئے اور ان کے پاس باہر آئے۔ حضرت محمد نے ان سے کہا امیر المومنین کو آپ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۶۶)

کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ اب شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ حضرت سعد نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت محمد نے کہا ہمیں تو جو حکم دیا گیا وہ کر رہے ہیں اور اب آپ جو کہہ رہے ہیں وہ آپ کی طرف سے (امیرالمومنین کو) پہنچا دیں گے۔ حضرت سعد حضرت محمد کو راستہ کے لئے توشہ پیش کرنے لگے لیکن حضرت محمد نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل دیئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو فرمایا (تم بڑی جلدی واپس آ گئے ہو) اگر ہمیں تمہارے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ حضرت محمد نے کہا میں نے سفر بہت تیزی سے کیا ہے اور آپ نے جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ بھی میں نے پورا کر دیا ہے اور حضرت سعدؓ معذرت کر رہے تھے اور قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا حضرت سعد نے تم کو سفر کے لئے توشہ دیا تھا؟ حضرت محمد نے کہا نہیں لیکن آپ نے مجھے توشہ کیوں نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے اس بات کو برا سمجھا کر تمہارے لئے توشہ کا حکم دوں کہ اس طرح تمہیں تو دنیا میں توشہ مل جائے گا لیکن میری آخرت میں پکڑ ہو جائے گی کیونکہ میرے ارد گرد مدینہ والے ہیں جو بے چارے بھوک سے مر رہے ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن خود تو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو[1]

حضرت ابوبکرہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اسی حدیث کو مختصر طور سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا دربان مقرر کر لیا ہے اور لوگوں سے الگ رہتے ہیں اور اپنا دروازہ بند رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ان سے فرمایا۔ جب تم وہاں پہنچو اور تم کو حضرت سعد کا دروازہ بند ملے تو تم اس کو آگ لگا دینا[2]

---

[1] اخرجہ ابن المبارک وابن راہویہ ومسدد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) وقد ذکرہ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳۸۴) بتمامہ الا انہ قال عن عبایۃ بن رفاعۃ وہکذا ذکرہ الہیثمی (ج ۸ ص ۱۶۷) عن عبایۃ بطولہ ثم قال رواہ احمد وابو یعلی ببعضہ ورجالہ رجال الصحیح الا ان عبایۃ بن رفاعۃ لم یسمع من عمر انتہی [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۶۸) وفیہ عطاء بن السائب وقد اختلط۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملک شام جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کسی شہر کے گورنر بن جاؤ۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا میں گورنر بننے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر میں اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا میں وہاں جا کر لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھاؤں گا اور انہیں نماز پڑھاؤں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ (اور وہ ملک شام چلے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد) حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے۔ جب حضرات صحابہؓ کرام کے قریب پہنچے تو حضرت عمرؓ رک گئے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو (اپنے دربان سے) فرمایا اے یرفا! حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس لے چلو اور ان کو دیکھو ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہو گی اور چراغ جل رہا ہو گا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے لے کر ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہو گا۔ (ان حضرات کے ریشم کو بچھانے کی وجہ یہ تھی کہ اول تو ان حضرات کا ملک شام میں قیام عارضی تھا۔ وہاں ٹھہرنے کے جو پہلے سے انتظامات تھے ان ہی میں چند دن ٹھہر کر انہیں آگے جانا تھا۔ دوسرے ہو سکتا ہے کہ اس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوتی وغیرہ حلال دھاگے کا ہو۔ تیسرے اگر وہ مکمل ریشم ہی کا تھا تو بعض صحابہؓ کرام ریشم کے بچھانے کو جائز سمجھتے تھے البتہ ریشم کے پہننے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تھا) تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ پہلے یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو پھر تم کو اجازت دیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور حضرت یزید کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے کہا السلام علیکم! حضرت یزید نے کہا وعلیکم السلام حضرت عمرؓ نے کہا میں اندر آ جاؤں؟ انہوں نے کہا آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی۔ یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت یزید نے دروازہ کھولا۔ (حضرت عمرؓ اور حضرت یرفا اندر داخل ہوئے) ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس جمی ہوئی ہے۔ چراغ جل رہا ہے۔ ریشم اور دیباج بچھا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے یرفا! جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو اور ایک کوڑا حضرت یزید کی کنپٹی پر رسید کیا اور سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا اور ان لوگوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت یزید کے پاس سے باہر آئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں ان کے پاس بھی مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے دیباج بچھا رکھا ہوگا تم انہیں سلام کرو گے۔ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ حضرت عمروؓ کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ حضرت عمروؓ نے جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں اندر آجاؤں۔ حضرت عمروؓ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی۔ یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمروؓ نے دروازہ کھولا (یہ دونوں حضرات اندر گئے) اندر جا کر ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس لگی ہوئی ہے اور چراغ جل رہا ہے اور ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو۔ پھر ایک کوڑا حضرت عمروؓ کی کنپٹی پر رسید کیا پھر سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت عمروؓ کے پاس سے باہر آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں۔ ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے اُونی کپڑا بچھا رکھا ہوگا۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے معلوم کریں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو وہاں بھی مجلس جمی ہوئی تھی۔ چراغ جل رہا تھا اور اُونی کپڑا بچھا رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی کنپٹی پر ایک کوڑا رسید کیا اور فرمایا اے ابو موسیٰ! تم بھی (یہاں آکر بدل گئے ہو اور وہی کر رہے ہو جو دوسرے کر رہے ہیں) حضرت ابو موسیٰ نے کہا میں نے تو کم کیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے جو کچھ کر لیا ہے آپ وہ دیکھ ہی چکے ہیں (وہ میرے سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم! مجھے بھی اتنا ملا جتنا میرے ساتھیوں کو ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اتنا کرنے سے ہی (امارت کا) کام ٹھیک چلے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے سارا سامان سمیٹ کر گھر کے بیچ میں رکھ دیا اور ان لوگوں سے فرمایا۔ میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نہ جائے سب یہیں رہیں۔ جب ہم ان کے پاس سے باہر آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا! آؤ ہم اپنے بھائی (حضرت ابو الدرداءؓ) کے پاس چلیں اور ان کو دیکھیں۔ نہ ان

کے ہاں مجلس لگی ہوئی ہوگی. نہ چراغ ہوگا اور نہ ان کے دروازے کو بند کرنے کی کوئی چیز کنڈی وغیرہ ہوگی. کنکریاں بچھا رکھی ہوں گی. پالان کے نیچے ڈالنے والے کمبل کو تکیہ بنا رکھا ہوگا. ان پر پتلی چادر ہوگی جس میں انہیں سردی لگ رہی ہوگی. تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے. پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے. وہ یہ معلوم کئے بغیر ہی تم کو اجازت دے دیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم دونوں چلے. یہاں تک کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے دروازے پر پہنچ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا السّلام علیکم حضرت ابوالدرداء نے کہا وعلیک السّلام. حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں اندر آجاؤں؟ انہوں نے کہا آجائیں. حضرت عمرؓ نے دروازہ کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی. ہم اندر گئے تو کمرہ میں اندھیرا تھا. حضرت عمرؓ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ حضرت ابوالدرداءؓ کو لگ گیا. پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا. پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں. پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ باریک سی چادر تھی. حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا یہ کون ہے؟ کیا یہ امیر المومنین ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں. حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ بڑی دیر سے آئے ہیں. میں سال بھر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں. حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے. کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کیے؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا اے عمر! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم سے بیان کی تھی. حضرت عمرؓ نے پوچھا کونسی حدیث؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہیئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے. حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا اے عمر! حضورؐ کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضورؐ کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے [1]

رعایا کے حالات کی خبر گیری

حضرت ابوصالح غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر والیشکری عن جویریۃ رضی اللہ عنہا قال بعضہ عن نافع وبعضہ عن رجل من ولد ابی الدرداءؓ کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۷۷)

خدمت کے لئے مدینہ کے کنارے میں رہنے والی ایک نابینا عمر رسیدہ بڑھیا تلاش کی تاکہ رات کو اس کا پانی بھر دیا کریں اور اس کے کام کاج کر دیا کریں لیکن جب حضرت عمرؓ اس کے ہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کے سارے کام بڑھیا کی حسب منشا کر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس آدمی سے پہلے نہ آسکے۔ وہی پہلے آکر تمام کام کر جاتا۔ آخر اس کا پتہ چلانے کے لئے حضرت عمرؓ راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اس بڑھیا کی خدمت کرنے) آرہے ہیں اور یہی وہ صاحب ہیں جو حضرت عمرؓ سے پہلے آکر خدمت کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ خلیفۂ وقت تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا میری عمر کی قسم! آپ ہیں۔ (جو مجھ سے بھی پہلے آکر اس بڑھیا کی خدمت کر رہے تھے)[1]

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں باہر نکلے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پہلے ایک گھر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے گھر میں۔ صبح کو حضرت طلحہؓ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک نابینا اور اپاہج بڑھیا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ آدمی تمہارے پاس کس لئے آتا ہے؟ اس بڑھیا نے کہا یہ اتنے عرصہ سے یعنی برسوں سے میری دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میری ضرورت کے کام کر دیتے ہیں اور میرے گھر کے پاخانے وغیرہ تمام چیزوں کی صفائی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا اے طلحہ! تیری ماں تجھے گم کرے۔ کیا تم عمرؓ کی لغزشوں کو تلاش کرتے ہو؟[2]

ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عُتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ وحی کے مطابق معاملہ کیا جاتا تھا (جس میں بعض دفعہ ان کے چھپے ہوئے کاموں کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا کرتے تھے) اور اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ اب ہم تمہارے ظاہری اعمال

---

[1] اخرجہ الخطیب کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۴۷)، [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۸)

کے مطابق معاملہ کریں گے۔ جو ہمارے سامنے اچھے کام کرے گا ہم اسے امین سمجھ کر اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی اعمال سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اس کے اندرونی اعمال کا اللہ ہی محاسبہ فرمائیں گے اور جو ہمارے سامنے بُرے کام کرے گا نہ ہم اسے امین سمجھیں گے اور نہ اسے سچا مانیں گے۔ اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ اس کا اندرون بہت اچھا ہے[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خلیفہ بننے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا۔

"اما بعد! (اب میرا تم سے واسطہ پڑ گیا ہے) میری آزمائش تمہارے ذریعہ سے ہوگی اور تمہاری میرے ذریعہ سے اور میرے دونوں ساتھیوں (حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے بعد مجھے تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہوگا اس سے تو ہم خود معاملہ کرلیں گے اور جو ہم سے غائب ہوگا اس پر ہم طاقتور اور امانت دار آدمی کو امیر بنائیں گے۔ لہٰذا اب جو شخص اچھی طرح چلے گا۔ اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور جو غلط چلے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔"[2]

امیر بنا کر اس کے اعمال پر نگاہ رکھنا

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بتاؤ اگر میں تمہارا امیر ایسے آدمی کو بنا دوں جو ان آدمیوں میں سب سے اچھا ہو جن کو میں جانتا ہوں۔ پھر میں اسے عدل وانصاف سے چلنے کا حکم بھی دے دوں تو کیا اس طرح میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ وہ میرے کہنے کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں۔[3]

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۷) واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۲۰۱) عن عبداللہ مثلہ و قال رواہ البخاری فی الصحیح [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶) والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۷)
[3] اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵)

باری باری لشکر بھیجنا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ مُلک فارس میں تھا۔ ہر سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ باری باری لشکر بھیجا کرتے تھے (دوسرا لشکر بھیج کر پہلے لشکر کو بلا لیا کرتے تھے) لیکن اس سال حضرت عمرؓ اور کاموں میں مشغول رہے جس کی وجہ سے بعد میں دوسرا لشکر نہ بھیج سکے۔ جب مقرّر کردہ وقت پورا ہو گیا تو اس سرحد والا (انصار کا) لشکر واپس آ گیا۔ (حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ پر کام کرنے والا لشکر ابھی بھیجا نہیں تھا اس لئے) حضرت عمرؓ انہیں ناراض ہوئے اور انہیں خوب دھمکایا اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے تو انہوں نے کہا اے عمر! آپ تو ہمیں بھول گئے اور حضورؐ نے ہمارے بارے میں آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ باری باری لشکر بھیجتے رہنا۔ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا [1]

جو تکلیف عام مسلمانوں پر آئے اس میں امیر کا مسلمانوں کی رعایت کرنا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے یہ سُنا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے حضرت ابو عُبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا مجھے ایک کام میں تمہاری ضرورت پیش آ گئی ہے۔ میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں اگر تمہیں میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن میں ملے تو شام ہونے سے پہلے تم سوار ہو کر میری طرف چل پڑو۔ حضرت ابو عُبَیدہ نے (خط پڑھ کر) کہا امیر المومنین کو جو ضرورت پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا۔ جو آدمی اب دنیا میں رہنے والا نہیں ہے وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں (یعنی حضرت عمرؓ چاہتے ہیں کہ میں طاعون کی وبا والا علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور اس طرح موت سے بچ جاؤں لیکن میں موت سے بچنے والا نہیں ہوں) حضرت ابو عُبَیدہ نے حضرت عمر کو

---

[1] اخرجہ ابوداؤد والبیہقی کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۸)

جواب میں یہ لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں۔ جان بچانے کے لیئے میں انہیں چھوڑ کر جانے کے لیئے تیار نہیں ہوں اور جو ضرورت آپ کو پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں آپ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اب دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ہے۔ لہذا جب میرا یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچ جائے تو آپ مجھے اپنی قسم کے پورا کرنے سے معاف فرما دیں اور مجھے یہاں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے تو حاضرین مجلس نے کہا کیا حضرت ابو عُبَیدہؓ کا انتقال ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں لیکن یوں سمجھو کہ ہو گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عُبَیدہؓ کو خط لکھا کہ اُردن کا سارا علاقہ وَبا سے متاثر ہو چکا ہے اور جَابِیہ شہر وَبا سے محفوظ ہے اس لیئے آپ مسلمانوں کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ حضرت ابو عُبَیدہؓ نے یہ خط پڑھ کر فرمایا امیر المومنین کی یہ بات تو ہم ضرور مانیں گے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عُبَیدہؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہو کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہراؤں۔ اتنے میں میری بیوی کو بھی طاعون ہو گیا۔ میں (حضرت ابو عُبَیدہؓ کو بتلانے کے لیئے) ان کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت ابو عُبَیدہؓ خود جا کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہرانے لگے۔ پھر خود ان کو طاعون ہو گیا جس میں ان کا انتقال ہو گیا اور پھر طاعون کی وَبا ختم ہو گئی۔ حضرت ابو المُوَجِّہؒ کہتے ہیں حضرت ابو عُبَیدہؓ کے ساتھ چھتیس۳۶ ہزار کا لشکر تھا جن میں سے صرف چھ ہزار زندہ بچے (باقی تیس۳۰ ہزار کا اس طاعون میں انتقال ہو گیا) حضرت سُفیان بن عُیَیْنَہ نے اس سے مختصر روایت نقل کی ہے[1]

حاکم نے اسی روایت کو حضرت سُفیان کے واسطہ سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمرؓ کا خط پڑھ کر) کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر رحم فرمائے وہ ان لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں جو اب بچنے والے نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ خط لکھا کہ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے جن میں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لیئے ان کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا[2] ابن اسحاق نے حضرت طارق کے واسطہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اے امیر المومنین! آپ کو جس وجہ سے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر عن طارق بن شہاب کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۴۴) [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۶۳) قال الحاکم رواۃ ہذا الحدیث کلہم ثقات وہو عجیب بمرۃ وقال الذہبی علی شرط البخاری ومسلم

میری ضرورت ہے وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لئے ان کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ لہٰذا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں فیصلہ نہ کر دے میں ان سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اے امیرالمومنین! آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے مجھے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں لہ

امیر کا شفیق ہونا

حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے کچھ قیدی لے کر آئے۔ آپ نے ان قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا انہوں نے یعنی حضرت ابو اُسیدؓ نے میرے بیٹے کو بیچ دیا ہے۔ (میں بیٹے کی جدائی میں رو رہی ہوں) حضورؐ نے حضرت ابو اُسید سے پوچھا کیا تم نے اس عورت کے بیٹے کو بیچا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے پوچھا کن لوگوں کے ہاتھ بیچا ہے؟ انہوں نے کہا قبیلہ بنو عبس کے ہاتھ۔ حضورؐ نے فرمایا تم خود سوار ہو کر اس قبیلہ کے پاس جاؤ اور اس بچہ کو لے کر آؤ۔ لہ

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سُنی تو انہوں نے (اپنے دربان سے) کہا اے یرفا! دیکھو یہ آواز کیسی ہے؟ وہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ ایک قریشی لڑکی کی ماں فروخت کی جا رہی ہے (اس وجہ سے وہ لڑکی رو رہی ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور حضرات مہاجرین و انصار کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ گھر اور حجرہ (ان حضرات سے) بھر گیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اما بعد! کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے تھے اس میں قطع رحمی بھی شامل ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن آج یہ قطع رحمی آپ لوگوں میں بہت پھیل گئی ہے پھر

لہ اخرجہ ابن اسحاق من طریق طارق بطولہ کما فی البدایۃ (ج ۷ ص ۸۰) واخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۲۰۱) ایضاً بطولہ عن طارق لہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۲۹)

یہ آیت پڑھی فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ۔ (سورت محمدؐ آیت ۲۲)

ترجمہ: سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دُنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ پھر فرمایا اس سے زیادہ سخت اور کونسی قطع رحمی ہو سکتی ہے کہ ایک (آزاد) عورت کی ماں کو بیچا جا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اب بہت وسعت دے رکھی ہے۔ ان حضرات نے کہا اس بارے میں آپ جیسا مناسب سمجھیں ضرور کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں کو خط لکھا کہ کسی آزاد انسان کی ماں کو نہ بیچا جائے کیونکہ اسے بیچنا قطع رحمی بھی ہے اور حلال بھی نہیں ہے۔[1]

حضرت ابُوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کو ایک کام کا امیر مقرر کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس تقرر نامہ لینے آئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کا ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا حضرت عمرؓ نے اس بچہ کا بوسہ لیا۔ اس اسدی نے کہا اے امیرالمومنین! آپ اس بچے کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے آج تک کبھی کسی بچہ کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (جب تمہارے دل میں بچوں کے بارے میں شفقت نہیں ہے) پھر تو اللہ کی قسم! دوسرے لوگوں کے بارے میں شفقت اور کم ہو گی۔ لاؤ ہمارا تقرر نامہ واپس دے دو۔ آئندہ تم میری طرف سے کبھی امیر نہ بننا اور حضرت عمرؓ نے اسے امارت سے ہٹا دیا۔[2]

اور اسی واقعہ کو دینوری نے محمد بن سلام کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تمہارے دل سے شفقت نکال لی گئی ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر شفیق ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا جب تم اپنے بچہ پر شفقت نہیں کرتے ہو تو دوسرے لوگوں پر کیسے کر سکو گے؟[3]

---

[1] اخرجہ ابن المنذر والحاکم والبیہقی کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۲۶) [2] اخرجہ البیہقی وہناد (ج ۹ ص ۴۱) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) [3] کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۱۰)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا عدل و انصاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی اس عورت کی قوم والے گھبرا کر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تاکہ وہ حضورؐ سے اس عورت کی سفارش کر دیں (اور یوں ان کی عورت چوری کی سزا سے بچ جائے) جب حضرت اُسامہؓ نے اس بارے میں حضورؐ سے بات کی تو آپ کا چہرہ مبارک (غصہ کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا (اے اُسامہؓ!) تم مجھ سے اللہ کی حدود کے بارے میں (سفارش کی) بات کر رہے ہو (حضرت اُسامہؓ سمجھ گئے کہ سفارش کر کے انہوں نے غلطی کی ہے اس لئے فوراً) حضرت اُسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ شام کو حضورؐ بیان فرمانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی شان کے مناسب ثنا بیان کی پھر فرمایا:

"اَمّا بعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا طاقتور اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حدِ شرعی قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (علیہ السلام) کی جان ہے! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ (اَعَاذَہَا اللہُ مِنْہَا)"

پھر حضورؐ نے حکم دیا جس پر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی بھی کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد وہ عورت (میرے پاس) آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کی بات حضورؐ کے سامنے پیش کیا کرتی[1]

---

[1] اخرجہ البخاری وقد رواہ البخاری فی موضع آخر ومسلم من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱۸) واخرجہ ایضا الاربعۃ عن عائشۃ کما فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حُنین کے موقع پر نکلے۔ جب ہمارا (دشمن سے) سامنا ہوا تو اکثر مسلمان بکھر گئے (البتہ حضورؐ اور بعض صحابہؓ میدانِ جنگ میں جمے رہے) میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے میں نے پیچھے سے اس مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی (اور کندھے کی رگ بھی کٹ گئی۔ وہ زخمی تو ہو گیا لیکن) وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا (لیکن زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا) آخر اس پر موت کے اثرات طاری ہونے لگے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ (اور پھر وہ مر گیا) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہو گئی) انہوں نے کہا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا (بعد میں کفار کو مکمل شکست ہوئی اور مسلمان جیت گئے) پھر مسلمان (میدانِ جنگ سے) واپس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے اور اس کے پاس گواہ بھی ہے تو اس مقتول کا سامان اسے ہی ملے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کون میرے لیئے گواہی دیتا ہے؟ (جب کسی نے جواب نہ دیا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لیئے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لیئے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ آپؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو قتادہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے آپؐ کو سارا قصہ بتایا تو ایک آدمی نے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔ اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے (یا رسول اللہ!) آپ ان کو کسی طرح مجھ سے راضی فرما دیں (کہ یہ اس مقتول کا سامان میرے پاس رہنے دیں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب ان کی بات ٹھیک ہے تو یہ سامان ان کو ہی ملنا چاہیئے۔ تمہیں دینے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لڑنے والے اللہ کے شیر کو ملنے والا سامان حضورؐ تمہیں دے دیں۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا ابو بکرؓ ٹھیک کہتے ہیں تم ان کو وہ سامان دے دو۔ چنانچہ اس نے مجھے وہ سامان دے دیا جس سے میں نے بنو سلمہ کے علاقہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا۔[1]

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضاً مسلم (ج ۲ ص ۸۶) وابوداؤد (ج ۲ ص ۱۶) والترمذی (ج ۱ ص ۲۰۲) وابن ماجہ (ص ۲۰۹) والبیہقی (ج ۹ ص ۵۰)

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کے ذمہ ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے۔ اس یہودی نے اس قرض کی وصولی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینی چاہی اور یوں کہا اے محمدؐ! میرے اس آدمی کے ذمہ چار درہم قرض ہیں اور یہ ان دراہم کے بارے میں مجھ پر غالب آچکے ہیں (یعنی میں کئی مرتبہ ان سے تقاضا کر چکا ہوں لیکن یہ مجھے دیتے نہیں ہیں) حضورؐ نے ان سے فرمایا اس کا حق اسے دے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دینے کی میرے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا حق اسے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دینے کی بالکل گنجائش نہیں اور میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ ہمیں خیبر بھیجیں گے اور اُمید ہے کہ آپ ہمیں کچھ مال غنیمت دیں گے۔ اس لئے وہاں سے واپسی پر اس کا قرض ادا کر دوں گا حضورؐ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی بات کو تین دفعہ سے زیادہ نہیں فرماتے تھے۔ (تین دفعہ فرما دینا پورے اہتمام اور تاکید کی نشانی تھی) چنانچہ حضرت ابن ابی حدرد بازار گئے۔ ان کے سر پر پگڑی تھی اور ایک چادر باندھ رکھی تھی۔ انہوں نے سر سے پگڑی اُتار کر اسے لنگی بنالیا اور چادر کھول کر اس یہودی سے کہا تم مجھ سے یہ چادر خرید لو۔ چنانچہ وہ چادر اس یہودی کے ہاتھ چار درہم میں بیچ دی۔ اتنے میں ایک بڑھیا کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے یہ حال دیکھ کر کہا اے حضورؐ کے صحابی! تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے اسے سارا قصہ سنایا تو اس بڑھیا نے اپنے اوپر سے چادر اُتار کر ان پر ڈال دی اور کہا یہ چادر لے لو[1]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کے دو آدمی کسی ایسی میراث کا جھگڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے نشان مٹ چکے تھے اور کوئی گواہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں لہٰذا جس آدمی کی دلیل کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کا حق لے رہا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کا حق ہرگز نہ لے کیونکہ میں تو اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ یہ ٹکڑا اس

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) واخرجہ احمد ایضا کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۹۵)

کے گلے کا ہار بنا ہوا ہوگا۔ اس پر وہ دونوں حضرات رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یا رسُولَ اللہ! میں اپنا حق اسے دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم نے یہ ارادہ کر لیا تو جاؤ اور حق پر چلو اور اس میراث کو آپس میں تقسیم کر لو اور تقسیم کرنے کے لیئے قرعہ اندازی کر لو اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اپنا حق معاف کر دے[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرضہ تھا وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے حضورؐ پر بڑی سختی کی یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے میں آپ کو تنگ کرتا ہوں گا۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے اسے جھڑکا اور کہا تیرا ناس ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے حق والے کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ اور پھر آپ نے حضرت خَولہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں اُدھار دے دو۔ جب ہمارے پاس آئیں گی تو ہم تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا ضرور یا رسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ نے ان سے قرض لے کر اس اعرابی کا قرض ادا کر دیا اور جتنا اس کا قرضہ تھا اس سے زیادہ اسے دیا۔ اس اعرابی نے کہا آپ نے قرضہ پورا ادا کر دیا اللہ آپ کو پورا بدلہ دے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا حق کا ساتھ دینے والے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں اور وہ اُمت پاکیزہ نہیں ہو سکتی جس میں کمزور آدمی بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا حق وصول نہ کر سکے[2]

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خَولہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بنو ساعدہ کے ایک آدمی کی ایک وسق کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض تھیں (ایک وسق تقریباً سوا پانچ من کا ہوتا ہے) اس آدمی نے آکر حضورؐ سے اپنی کھجوروں کا تقاضا کیا۔ حضورؐ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ انہوں نے اس کی کھجوروں سے گھٹیا قسم کی کھجوریں دینی چاہیں۔ اس آدمی نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان انصاری نے کہا کیا تم رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کھجوریں واپس کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا ہاں۔

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابوسعید النقاش کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۸۲) [2] اخرجہ ابن ماجہ ورواہ البزار من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا مختصراً والطبرانی من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۷۱)

اور حضورؐ سے زیادہ عدل کرنے کا کون حقدار ہے؟ یہ سن کر حضورؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپؐ نے فرمایا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ مجھ سے زیادہ عدل کرنے کا حقدار کون ہو سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ اس اُمت کو پاک نہیں فرماتے جس کا کمزور آدمی طاقتور سے اپنا حق نہ لے سکے اور نہ اس پر زور دے سکے۔ پھر فرمایا اے خولہ! اسے گن کر ادا کر دو۔ کیونکہ جس مقروض کے پاس سے قرض خواہ خوش ہو کر جائے گا اس کے لئے زمین کے جانور اور سمندروں کی مچھلیاں دعا کریں گی۔ اور جس مقروض کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال ہے اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کے بدلہ میں اس کے لئے ایک گناہ لکھتے ہیں[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا جب صبح ہو تو تم صدقہ کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ ہم انہیں تقسیم کریں گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا یہ نکیل لے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے۔ چنانچہ وہ آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اونٹوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ داخل ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا تم ہمارے پاس کیوں آ گئے؟ پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔ جب حضرت ابوبکرؓ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دی اور فرمایا تم اپنا بدلہ لے لو۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ بالکل نہیں لے گا۔ آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (کہ امیر تنبیہ کرنے کے لئے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ (ان حضرات میں اللہ کا خوف بہت زیادہ تھا) حضرت عمرؓ نے کہا آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کر لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام سے کہا تم میرے پاس ایک اونٹ، اس کا کجاوہ اور ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ۔ چنانچہ یہ سب کچھ اس آدمی کو دے کر اسے راضی کیا[2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی ورواہ احمد نحوہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا باسناد جید قوی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۲۰)
[2] اخرجہ البیہقی کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۲۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان (کھجور کے ایک درخت کے بارے میں) جھگڑا ہو گیا. حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ ہم آپس کے فیصلے کے لئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابت کو اپنا ثالث بنا لیا چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت زیدؓ کے پاس گئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں (اور امیر المومنین ہو کر میں خود آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ فیصلہ کروانے والے خود ثالث کے گھر آیا کرتے ہیں. جب دونوں حضرات حضرت زیدؓ کے پاس اندر داخل ہوئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بستر کے سرہانے بٹھانا چاہا اور یوں کہا اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیں. حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا یہ پہلا ظلم ہے جو آپ نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھوں گا. حضرت اُبیؓ نے اپنا دعویٰ پیش کیا جس کا حضرت عمرؓ نے انکار کیا. حضرت زیدؓ نے حضرت اُبیؓ سے کہا (قاعدہ کے مطابق انکار کرنے پر مُدعیٰ علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) آپ امیر المومنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں اور میں امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ درخواست نہیں کر سکتا. حضرت عمرؓ نے (اس رعایت کو قبول نہ کیا بلکہ) قسم کھائی اور انہوں نے قسم کھا کر کہا حضرت زیدؓ صحیح قاضی تب بن سکتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک عمرؓ اور ایک عام مسلمان برابر ہو۔[1] ابن عساکر نے اسی قصہ کو شعبی سے نقل کیا اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کے ایک درخت کے کاٹنے میں حضرت اُبی بن کعب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہو گیا۔ اس پر حضرت اُبیؓ رو پڑے اور فرمایا اے عمرؓ! کیا تمہاری خلافت میں ایسا ہو رہا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ آپس کے فیصلے کے لئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں. حضرت اُبیؓ نے کہا حضرت زیدؓ کو ثالث بنا لیتے ہیں. حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی پسند ہیں. چنانچہ دونوں حضرات گئے اور حضرت زیدؓ کے پاس اندر داخل ہوئے آگے پیچھے جیسی حدیث ذکر کی ہے۔[2]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ایک

---

[1] اخرجہ ابن عساکر وسعید بن منصور والبیہقی [2] کمافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۷۴، وج ۴ ص ۱۸۱)

گھر مدینہ منورہ کی مسجد (نبوی) کے بالکل ساتھ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے فرمایا آپ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں حضرت عباسؓ نے انکار کر دیا حضرت عمرؓ نے کہا آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کر دیں۔ وہ یہ بھی نہ مانے پھر حضرت عمرؓ نے کہا آپ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کر دیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا لیکن حضرت عباس پھر بھی تیار نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا پھر کسی کو آپ ثالث مقرر کر لیں جو ہمارا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔ حضرت ابی نے حضرت عمرؓ سے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں؟ انہوں نے کہا حضورؐ کی حدیث میں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ حدیث کیا ہے؟ حضرت ابی نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کریں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عباس کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباس نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا[1]۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا گھر لے کر مسجد (نبوی) میں شامل کر دیں۔ حضرت عباس نے انہیں گھر دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تو یہ گھر ضرور لوں گا۔ حضرت عباس نے کہا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات حضرت ابی کے پاس آئے اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت ابی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کریں۔ وہ زمین ایک آدمی کی تھی۔ حضرت سلیمان نے اس سے وہ زمین خریدی۔ جب اسے قیمت ادا کرنے لگے تو اس آدمی نے کہا جو قیمت تم مجھے دے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے یا جو زمین

---

[1] اخرجہ عبد الرزاق۔

تم مجھ سے لے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے؟ حضرت سلیمان نے فرمایا جو زمین میں تم سے لے رہا ہوں وہ زیادہ بہتر ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا تو پھر میں اس قیمت پر راضی نہیں ہوں۔ پھر حضرت سلیمان نے اسے پہلے سے زیادہ قیمت دے کر خریدا۔ اس آدمی نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ دو تین مرتبہ اسی طرح کیا (ایک قیمت مُقرّر کر کے پھر اس سے زیادہ کا مطالبہ کر دیتا) آخر حضرت سلیمان نے اس پر یہ شرط لگائی کہ تم جتنی قیمت کہہ رہے ہو میں اُتنے میں خریدتا ہوں لیکن تم بعد میں یہ نہ پوچھنا کہ زمین اور قیمت میں سے کونسی چیز بہتر ہے۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی قیمت پر خریدنے لگے تو اس نے بارہ ہزار قنطار سونا قیمت لگائی۔ (ایک قِنطار چار ہزار دینار کو کہتے ہیں) حضرت سلیمان کو یہ قیمت بہت زیادہ معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اگر تم اسے یہ قیمت اپنے پاس سے دے رہے ہو تو پھر تو تم جانو اور اگر تم ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے دے رہے ہو تو پھر اسے اتنا دو کہ وہ راضی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سلیمان نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت اُبَی نے فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عبّاس اپنے گھر کے زیادہ حقدار ہیں اگر ان کا گھر مسجد میں شامل کرنا ہی ہے تو پھر وہ جس طرح راضی ہوں انہیں راضی کیا جائے اس پر حضرت عبّاس نے کہا جب آپ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو میں اب یہ گھر مسلمانوں کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔[1]

حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرّحمٰن نے اور ان کے ساتھ ابو سِرْوَعَہ عُقبہ بن حارث نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس گئے

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق ایضاً کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۲۶۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳) وابن عساکر عن سالم ابی النضر مطولا جدا وسندہ صحیح الا ان سالما لم یدرک عمر واخرجاہ ایضا والبیہقی ویعقوب بن سفیان عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مختصرا وسندہ حسن کما فی الکنز (ج ۷ ص ۶۶) واخرجہ الحاکم وابن عساکر من طریق اسلم من وجہ آخر مطولا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۶۵) وفی حدیثہ حذیفۃ بدل اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہما۔

اور ان سے کہا (سزا دے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ مَیں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزا دے کر) پاک کر دوں گا۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات عمرو کے پاس جا چکے ہیں۔ پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سَر مُونڈ دوں گا تاکہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سَر نہ مُونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سَر بھی مُونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ مَیں نے اپنے بھائی کا سَر اپنے ہاتھ سے مُونڈا۔ پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اس قصّہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ عبدالرحمٰن کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اُونٹ پر سوار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیرِ الٰہی غالب آگئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہُوا (بلکہ طبعی موت مرے ہیں)[1]

حضرت حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں ایک عورت کا خاوند غائب تھا۔ اس کے پاس کسی کی آمد و رفت تھی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اس سے کھٹک ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بلانے کے لیئے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ اس آدمی نے اس عورت سے کہا حضرت عمرؓ کے پاس چلو حضرت عمرؓ تمہیں بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا ہائے میری ہلاکت۔ مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ۔ وہ گھر سے چلی (وہ حاملہ تھی) ابھی وہ راستہ ہی میں تھی کہ وہ گھبرا گئی اور جس سے اُسے درد زِہ شروع ہو گیا۔ وہ ایک گھر میں چلی گئی جہاں اس کا بچّہ پیدا ہُوا۔ بچّہ دو دفعہ رویا اور مَر گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ سے مشورہ کیا (کہ میرے ڈر کی وجہ سے وہ عورت گھبرا گئی اور اس وجہ سے بچّہ قبل از وقت پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ بچّہ مَر گیا تو کیا اس بچّہ کے یوں مَر جانے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز شرعاً لازم آتی ہے؟) بعض صحابہؓ نے کہا آپ پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی قال فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۲۲) وسندہ صحیح واخرجہ ابن سعد عن اسلم عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بطولہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۲۰)

آپ مسلمانوں کے والی ہیں اور (اس وجہ سے) آپ کے ذمہ ہے کہ آپ ان کو ادب سکھائیں کوئی کمی دیکھیں تو انہیں بلا کر انہیں تنبیہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا اگر ان لوگوں نے یہ بات بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے کہی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے آپ کو خوش کرنے کے لئے یہ بات کہی ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچہ کی دِیَت یعنی خون بہا آپ کو دینا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کے بلانے کی وجہ سے وہ عورت گھبرائی ہے۔ اس لئے یوں بچے کے قبل از وقت پیدا ہو جانے کا سبب آپ ہی ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس بچہ کا خون بہا سارے قریش سے وصول کریں۔ اس لئے کہ یہ قتل ان سے خطا کے طور پر صادر ہوا ہے[1]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں جب سارے گورنر آجاتے تو (عام مسلمانوں کو جمع کرکے) فرماتے:

"اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لئے نہیں بھیجے ہیں کہ وہ تمہاری کھال اُدھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں بلکہ میں نے تو صرف اس لئے ان کو بھیجا ہے تاکہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مالِ غنیمت تقسیم کریں۔ لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے (اور اپنی بات بتائے)"

(چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو) صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے فلاں گورنر نے مجھے (ظلماً) سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے (اس گورنر سے) کہا تم نے اسے کیوں مارا؟ (اور اس آدمی سے کہا) اُٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اگر آپ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۳۰۰)

کہ جو بھی آپ کے بعد آئے گا اُسے یہ اختیار کرنا پڑے گا (حالانکہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوانا ہر امیر کے بس میں نہیں ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا جب مَیں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی ذاتِ اقدس سے بدلہ دلوانے کے لئے تیار رہتے ہوئے دیکھا ہے تو مَیں (اپنے گورنر سے) کیوں نہ بدلہ دلواؤں؟ حضرت عَمرؓو نے کہا آپ ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں. حضرت عمرؓ نے کہا اچھا چلو تم اسے راضی کرلو. چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلہ دو دینار کے حساب سے دو سو دینار اس آدمی کو بدلہ میں دیئے [1]

حضرت اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں مصر سے ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے. میں آپ کی پناہ لینا چاہتا ہوں. حضرت عمرؓ نے کہا ہاں تم میری مضبوط پناہ میں ہو. تو اس نے کہا مَیں نے حضرت عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے بیٹے (محمّد) سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو مَیں ان سے آگے نکل گیا تو وہ مجھے کوڑے مارنے لگے اور کہنے لگے مَیں بڑے اور کریم لوگوں کی اولاد ہوں. اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عَمرو کو خط لکھا کہ وہ خود بھی (مصر سے مدینہ منوّرہ) آئیں اور اپنے ساتھ اپنے اس بیٹے کو بھی لائیں چنانچہ حضرت عَمرو (مدینہ) آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا وہ (شکایت کرنے والا) مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور اسے مارو. وہ مصری کوڑے مارے جا رہا تھا اور حضرت عمرؓ فرماتے جا رہے تھے کمینوں کے بیٹے کو مارو. حضرت اَنس کہتے ہیں اس مصری نے حضرت عَمرو کے بیٹے کو خوب پیٹا اور ہم چاہتے تھے کہ وہ انہیں خوب پیٹے. اور اس نے مارنا تب چھوڑا جب ہمیں بھی تقاضا ہوگیا کہ وہ اب اور نہ مارے. یعنی اس نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی. پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری سے فرمایا اب حضرت عَمرو کی چندیا پر بھی مار (حضرت عمرؓ کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ حضرت عَمرو کو اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنی چاہیئے تھی جس سے اس میں کسی پر بھی ظلم کرنے کی جُرأت پیدا نہ ہوتی) اس مصری نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو ان کے بیٹے نے مارا تھا اور مَیں نے ان سے بدلہ لے لیا ہے (اس لئے مَیں حضرت عَمرو کو نہیں ماروں گا) اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عَمرو سے فرمایا کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے؟ حالانکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے. حضرت عَمرو نے کہا مجھے اس قصہ کا بالکل پتہ نہیں

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۱) واخرجہ ایضا ابن راہویہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۹)

چلا اور نہ یہ مصری میرے پاس شکایت لے کر آیا (ورنہ میں اپنے بیٹے کو خود سزا دیتا)[1]

حضرت یزید بن ابی منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ بحرین میں ان کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابن جارود یا ابن ابی جارود کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا نام اُدرَیاس تھا اس نے مسلمانوں کے دشمن کے ساتھ خفیہ خط وکتابت کر رکھی تھی۔ اور ان دشمنوں کے ساتھ مل جانے کا اس کا ارادہ بھی تھا اور اس کے ان جرائم پر گواہ بھی موجود تھے اس پر اس گورنر نے اسے قتل کر دیا۔ وہ شخص قتل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا اے عمرؓ! میں مظلوم ہوں میری مدد کو آئیں۔ اے عمرؓ! میں مظلوم ہوں میری مدد کو آئیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اس گورنر کو خط لکھا کہ میرے پاس آؤ۔ چنانچہ وہ آگئے۔ حضرت عمرؓ ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس اندر آئے تو حضرت عمرؓ نے وہ چھوٹا نیزہ اس کے جبڑوں پر مارنا چاہا (لیکن مارا نہیں کہ حضرت جارود نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس آدمی کو قتل کیا تھا اس لئے چھوڑ دیا) اور حضرت عمرؓ کہتے جا رہے تھے اے اُدرَیاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں۔ اے اُدرَیاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں اور حضرت جارود کہنے لگے اے امیر المومنین! اس نے مسلمانوں کی خفیہ باتیں دشمن کو لکھی تھیں اور دشمن سے جا ملنے کا اس نے ارادہ بھی کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف بُرائی کے ارادہ پر ہی تم نے اسے قتل کر دیا۔ ہم میں ایسا کون ہے جس کے دل میں ایسے بُرے ارادے نہیں آتے؟ اگر گورنر کو قتل کرکے مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں ضرور قتل کر دیتا۔[2]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے باہر نکلے اور آپ کہہ رہے تھے یا لبیکاہ میں مدد کو حاضر ہوں۔ میں مدد کو حاضر ہوں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ انہیں کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ ان کے مقرر کردہ ایک امیر کی طرف سے قاصد یہ خبر لایا ہے کہ ان کے علاقہ میں مسلمانوں کے راستہ میں ایک نہر پڑتی تھی جسے پار کرنے کے لئے مسلمانوں کو کوئی کشتی نہ مل سکی تو ان کے امیر نے کہا کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو نہر کی گہرائی معلوم کرنا جانتا ہو۔ چنانچہ ان کے پاس

---

[1] اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۲۰) [2] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۹۸)

ایک بوڑھے کو لایا گیا اس بوڑھے نے کہا مجھے سردی سے ڈر لگتا ہے اور وہ موسم سردی کا تھا لیکن اس امیر نے انہیں مجبور کر کے اس نہر میں داخل کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس پر سردی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا اور وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ اے عمرؓ! میری مدد کو آؤ اور وہ بوڑھا ڈوب گیا اس بوڑھے کی فریاد کے جواب میں حضرت عمرؓ کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے یا لبیکاہ کہتے ہوئے نکلے تھے) چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا جس پر وہ مدینہ منورہ آگئے۔ ان کو آئے ہوئے کئی دن ہو گئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور یہ حضرت عمرؓ کی عادت شریفہ تھی کہ جب ان کو کسی پر غصہ آتا تھا تو اس سے اعراض فرما لیتے تھے۔ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر اس امیر کو کہا جس آدمی کو تم نے مار ڈالا اس کا کیا بنا؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ ہمیں نہر پار کرنے کیلئے کوئی بھی چیز نہیں مل رہی تھی۔ ہم تو صرف یہ چاہتے تھے کہ یہ پتہ چل جائے کہ نہر کے پانی کی گہرائی کتنی ہے؟ پھر بعد میں ہم نے اللہ کے فضل سے فلاں فلاں علاقے فتح کیئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جو کچھ (فتوحات کی خبر وغیرہ) لے کر آئے ہو مجھے ایک مسلمان اس سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ تم اس کے رشتہ داروں کو خون بہا دو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔ آئندہ تمہیں کبھی نہ دیکھوں[1]

حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جہاد میں) ایک آدمی تھا (اس لڑائی میں) مسلمانوں کو بڑا مال غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اسے مال غنیمت میں سے اس کا حصہ تو دیا لیکن پورا نہ دیا۔ اس نے کہا لوں گا تو پورا لوں گا نہیں تو نہیں لوں گا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ اپنے بال جمع کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا (وہاں جا کر) اس نے اپنی جیب سے بال نکالے اور حضرت عمرؓ کے سینہ پر دے مارے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا۔ اس نے اپنا سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ کو یہ خط لکھا:

"سلام علیک! اما بعد! فلاں بن فلاں نے مجھے اپنا سارا قصہ اس اس طرح سنایا۔ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں اگر یہ کام (اس کے ساتھ) آپ نے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۷ص ۲۹۹)

بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے کیا ہے تو آپ اس کے لیئے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے اور اگر یہ کام (اس کے ساتھ آپ نے تنہائی میں کیا ہے تو آپ اس کے لیئے تنہائی میں بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے۔"

چنانچہ جب حضرت ابوموسیٰ کو یہ خط ملا تو وہ بدلہ دینے کے لیئے (اس آدمی کے سامنے) بیٹھ گئے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے ان کو اللہ کے لیئے معاف کر دیا[1]

حضرت جزمازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

" اما بعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گئے ہو۔ لہٰذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آجائیں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کریں۔"

چنانچہ حضرت فیروز (خط ملتے ہی مدینہ) آگئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی (وہ اندر جانے لگے تو) ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا جس سے ان کا راستہ تنگ ہو گیا انہوں نے اس قریشی کی ناک پر (اس زور سے) تھپڑ مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نوجوان سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا حضرت فیروز نے۔ اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فیروز کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ اندر آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے فیروز! یہ کیا ہے؟ حضرت فیروز نے کہا اے امیرالمومنین! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے (جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے) بات یہ ہوئی۔ آپ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا۔ اسے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا اور (اجازت مانگنے پر) آپ نے مجھے تو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپ نے اسے اجازت دی۔ اس نے (قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت) مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۹۹)

ہوئے اندر داخل ہونا چاہا (اس پر مجھے غصہ آگیا) اس لئے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوگئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔ حضرت فیروز نے پوچھا کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں ضرور دینا پڑے گا۔ حضرت فیروز گھٹنوں کے بل بدلہ دینے کے لئے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا اے نوجوان! ذرا ٹھہرنا میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنی ہے۔ ایک دن صبح کے وقت میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جھوٹے نبی اَسْوَد عَنْسِی کو آج رات قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دَیلمی نے قتل کیا ہے۔ جب تم نے ان کے بارے میں حضورؐ کی یہ حدیث سُن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اس نوجوان نے کہا جب آپ نے ان کے بارے میں مجھے حضورؐ کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت فیروز نے کہا میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کر دیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر (اللہ کی پکڑ سے) بچ جاؤں گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت فیروز نے کہا میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے قریشی! تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔[1]

حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں ایک باندی نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی خدمت میں آکر کہا میرے آقا نے پہلے مجھ پر تہمت لگائی۔ پھر مجھے آگ پر بٹھا دیا جس سے میری شرمگاہ جل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے آقا نے تم کو وہ بُرا کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم نے کسی بُرائی کا اس کے سامنے اقرار کیا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ (چنانچہ وہ آدمی آگیا)، جب حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو دیکھا تو فرمایا کیا تم انسانوں کو وہ عذاب دیتے ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ اس آدمی نے کہا اے امیرالمومنین! مجھے اس پر شُبہ ہوا تھا حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم نے اسے وہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا کیا اس باندی نے تمہارے سامنے اس جرم کا اعتراف کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں حضرت

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۸۳)

عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے اس کے غلام کو اور والد سے اس کے بیٹے کو بدلہ نہیں دلوایا جائے گا تو میں تجھ سے اس باندی کو بدلہ دلواتا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو سو کوڑے مارے اور اس باندی سے فرمایا تو جا۔ تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی آزاد کردہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے آگ میں جلایا گیا یا جس کی شکل آگ سے جلا کر بگاڑی گئی وہ آزاد ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا آزاد کردہ ہے۔[1]

حضرت مکحول کہتے ہیں حضرت عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک دیہاتی کو بلایا تاکہ وہ بَیتُ المُقدَس کے پاس ان کی سواری کو پکڑ کر کھڑا رہے۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عُبادہ نے اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اس نے ان کے خلاف حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مدد طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اسے کہا کہ میری سواری پکڑ کر کھڑا رہے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مجھ میں ذرا تیزی ہے اس لئے میں نے اسے مار دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ بدلہ دینے کے لئے بیٹھ جائیں۔ حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کیا آپ اپنے غلام کو اپنے بھائی سے بدلہ دلوا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بدلہ دلوانے کا ارادہ چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرتِ عُبادہ اسے اس زخم کے بدلہ میں مُقرّرہ رقم دیں۔[2]

حضرت سُوَید بن غَفلَہ رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مُلک شام تشریف لے گئے تو اہلِ کتاب میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا سر زخمی تھا اور اس کی پٹائی ہو چکی تھی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ میری جو حالت دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ ایک مسلمان نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور حضرت صُہَیب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے کہا جاؤ اور دیکھو کس نے اس کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ حضرت صہیبؓ نے جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت عَوف بن مالک اَشجعی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کیا ہے۔ حضرت صہیب نے ان سے کہا امیر المومنین کو تم پر بہت زیادہ غصہ آیا ہوا ہے۔ تم حضرت مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ حضرت عمرؓ سے تمہارے بارے میں بات کریں (اور وہ

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۹۹) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۰۳)

تمہارے لیئے ان سے سفارش کریں) کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ حضرت عمرؓ تمہیں دیکھتے ہی فوراً سزا دینے لگ جائیں گے. چنانچہ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پوچھا صہیب کہاں ہیں؟ کیا تم اس آدمی کو لے آئے ہو؟ حضرت صہیب نے کہا جی ہاں. حضرت عوف جا کر حضرت معاذ کو اپنا سارا قصہ بتا چکے تھے اور حضرت معاذ اس وقت وہاں آئے ہوئے تھے. چنانچہ حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! وہ مارنے والے عوف بن مالک (جیسے قابلِ اعتماد انسان) ہیں. آپ ان کی بات سُن لیں اور انہیں سزا دینے میں جلدی نہ کریں. اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عوف سے کہا تمہیں اس آدمی کے ساتھ کیا بات پیش آئی. انہوں نے کہا اے امیر المومنین! مَیں نے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت گدھے پر سوار ہے یہ پیچھے سے اس گدھے کو ہانک رہا ہے. اتنے میں اس نے اس عورت کو گرانے کے لیئے اسے لکڑی سے چوکا مارا لیکن وہ نہ گری. پھر اس نے اسے ہاتھ سے دھکا دیا. جس سے وہ عورت گر گئی اور یہ اس کے اوپر چڑھ گیا (اور اس کی عصمت لوٹ لی. مَیں یہ منظر برداشت نہ کر سکا اور میں نے اس کے سر پر مار دیا) حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تم اس عورت کو لاؤ تاکہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے. حضرت عوف اس عورت کے پاس گئے تو اس کے باپ اور خاوند نے ان سے کہا تم نے ہماری عورت کے ساتھ کیا کرنا چاہا؟ تم نے تو (یہ سارا واقعہ سُنا کر) ہمیں رسوا کر دیا. لیکن اس عورت نے کہا نہیں. مَیں تو ان کے ساتھ (حضرت عمرؓ کو خود بتلانے) ضرور جاؤں گی. تو اس کے والد اور خاوند نے کہا (تم ٹھہرو) ہم جا کر تمہاری طرف سے ساری بات پہنچا آتے ہیں. چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور بالکل ویسا ہی قصہ بتایا جیسا حضرت عوف نے بتایا تھا. چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم دینے پر اس یہودی کو سُولی دی گئی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا (اے یہودیو!) ہم نے تم سے اس پر صلح نہیں کی تھی (کہ تم ہماری عورتوں کے ساتھ زنا کرو اور ہم کچھ نہ کہیں) پھر فرمایا اے لوگو! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی امان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو لیکن ان میں سے جو کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے گا اس کے لیئے کوئی امان نہیں ہو گی. حضرت سُوید کہتے ہیں یہ پہلا یہودی ہے جسے مَیں نے اسلام میں سُولی چڑھتے ہوئے دیکھا[1]

---

[1] اخرجہ ابو عبید والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۹) واخرجہ الطبرانی عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مختصراً قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۳) ورجالہ رجال الصحیح انتہیٰ.

حضرت عبدالملک بن یعلی لیثیؒ کہتے ہیں حضرت بُکیر بن شَدّاخ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ان صحابہؓ میں سے ہیں جو بچپن سے ہی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب یہ بالغ ہوئے تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے گھر آتا جاتا تھا لیکن اب میں بالغ ہو گیا ہوں۔ حضورؐ نے (خوش ہوکر) یہ دعا دی اے اللہ! اس کی بات کو سچا کر دے اور اسے کامیابی نصیب فرما۔ جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا زمانۂ خلافت آیا تو ایک یہودی مقتول پایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بہت بڑا حادثہ سمجھا اور آپ گھبرا گئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے تو کیا میرے زمانۂ خلافت میں لوگوں کو یوں اچانک قتل کیا جائے گا۔ جس آدمی کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہے میں اسے اللہ کی یاد دلا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھے ضرور بتائے۔ اس پر حضرت بکیر بن شَدّاخ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اکبر۔ تم نے اس کے قتل کا اقرار کر لیا ہے تو اب ایسی وجہ بتاؤ جس سے تم سزا سے بچ سکو۔ انہوں نے کہا ہاں میں بتاتا ہوں۔ فلاں مسلمان اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے گیا اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال میرے ذمہ کر گیا۔ میں اس کے گھر گیا تو میں نے اس یہودی کو وہاں پایا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

وَاَشْعَثَ غَرَّهُ الْاِسْلَامُ حَتّٰی　　　خَلَوْتُ بِعِرْسِهٖ لَیْلَ التَّمَامِ

اشعث (اس عورت کے خاوند کا نام ہے) کو تو اسلام نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے۔ (وہ اسلامی جذبہ سے گھر چھوڑ کر خدا کے راستہ میں گیا ہوا ہے اور میں نے اس دھوکہ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ) میں نے ساری رات اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی میں گزاری ہے۔

اَبِیْتُ عَلٰی تَرَائِبِهَا وَیُمْسِیْ　　　عَلٰی جَرْدَاءَ لَاحِقَةِ الْحِزَامِ

میں تو ساری رات اس کی بیوی کے سینہ پر گزار رہا ہوں اور وہ خود چھوٹے بالوں والی اونٹنی کی پشت پر شام گزارتا ہے جس کا تنگ بندھا ہوا ہے۔

كَاَنَّ مَجَامِعَ الرَّبَلَاتِ مِنْهَا　　　فِئَامٌ یَنْهَضُوْنَ اِلٰی فِئَامِ

(عربوں کو عورت کا موٹا ہونا اور مرد کا دبلا ہونا پسند تھا اس لئے کہہ رہا ہے کہ اس کی بیوی اتنی موٹی ہے کہ) اس کے رانوں کے ملنے کی جگہ یعنی سرین تہہ بہ تہہ ہے وہاں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت بکیرؓ کی بات کو سچا مان لیا اور اس یہودی کے خون کو معاف

کر دیا (اور ان سے بدلہ یا خون بہا نہ لیا) اور حضرت بُکیر کے ساتھ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہوا کہ بغیر گواہ کے ان کی بات سچی مان لی گئی۔[1]

حضرت قاسم بن ابی بزّہ کہتے ہیں شام میں ایک مسلمان نے ایک ذمّی کافر کو قتل کر دیا حضرت ابو عُبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ قصہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ یوں ذمّیوں کو قتل کرنا اگر اس مسلمان کی مستقل عادت بن گئی ہے پھر تو اسے آگے کر کے اس کی گردن اُڑا دو اور اگر وہ طیش میں آکر ایک ایسا کر بیٹھا ہے تو اس پر چار ہزار کی دِیت کا جرمانہ لگا دو۔[2]

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا تھا اس کے امیر کو یہ خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور خود کو محفوظ کر لیتا ہے تو پھر اس سے تمہارا ساتھی (فارسی میں) کہتا ہے مَتَرْس یعنی مت ڈرو (یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے) پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔[3] حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آگیا اور پھر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو (یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر) میں اس مسلمان کو ضرور قتل کروں گا۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تُستَر کا محاصرہ کیا (آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آکر تُستَر کے حاکم) ہُرمُزان نے اپنے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اُترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مرجانے

---

[1] اخرجہ ابن مندہ و ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۷، ص ۱۳) واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن الشعبی بمعناہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۵۲) [2] اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی کذافی کنز العمال (ج ۷، ص ۲۹۸) [3] اخرجہ مالک [4] عند ابن صاعد واللالکائی کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۸)

والے کی طرح؟ حضرت عمرؓ نے کہا لَا بَاسَ یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو۔ بات کرو۔ ہُرمُزان نے کہا اے قوم عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے بلکہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا ہے اس وقت سے ہم میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) پوچھا (اے انس!) تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے نا اُمید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی (اس لیئے آپ اس کو قتل نہ کریں) حضرت عمرؓ نے کہا میں حضرت بَرَاء بن مالک اور حضرت مَجزَأَۃ بن ثَور رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما (جیسے بہادر صحابہؓ) کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ (اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے) حضرت انسؓ کہتے ہیں جب مجھے خطرہ ہُوا کہ حضرت عمرؓ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے تو میں نے ان سے کہا آپ اسے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اس سے لَا بَاسَ تم مت ڈرو اور بات کرو کہہ چکے ہیں (اور لَا بَاسَ کہنے سے جان کی اَمان مل جاتی ہے لہٰذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد (میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں) حضرت عمرؓ نے کہا تم اپنے اس دعویٰ (کہ لَا بَاسَ کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے) کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔ چنانچہ میں گیا مجھے حضرت زُبَیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ ملے۔ میں ان کو لے کر آیا انہوں نے میری بات کی تصدیق کی۔ جس پر حضرت عمرؓ ہُرمُزان کے قتل سے رُک گئے اور ہُرمُزان مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لیئے بَیتُ المال میں سے وظیفہ مُقرّر کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی حَدرَد اَسلَمی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما فرماتے ہیں جب ہم حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے ساتھ (دمشق کی بستی) جابیہ پہنچے تو آپ نے ایک بوڑھے ذِمّی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۶) واخرجہ ایضا الشافعی بمعناہ مختصراً کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۸) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۶) ایضا من طریق جبیر بن حیۃ بسیاق آخر بطولہ وذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۸۷) مطولاً جداً۔

مانگ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے) کسی نے کہا یہ ذِمّی آدمی ہے جو کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ذِمّہ جو جزیہ تھا وہ معاف کر دیا اور فرمایا پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا (جسے وہ دیتا رہا) اب جب وہ کمزور ہو گیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے اس کے لئے بیتُ المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا وہ بوڑھا عیالدار تھا۔[1] ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بوڑھے ذِمّی پر گزر ہوا۔ جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اے ذِمّی!) ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔ پھر آپ نے اس کے لئے بیتُ المال میں سے بقدرِ گزارہ وظیفہ جاری کر دیا۔[2]

حضرت یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذِمّی نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اُٹھا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا ارے میاں تم بھی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے (کھانے کا اور سامان ہے نہیں) یہ سُن کر حضرت عمرؓ واپس آگئے اور یہ حکم دیا کہ اس ذِمّی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔[3]

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے حق کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے؟) اس یہودی نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر والواقدی [2] عند ابی عبید و ابن زنجویہ والعقیلی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۰۲ و ۳۰۱)
[3] اخرجہ ابو عبید کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۹)

کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں[1]

حضرت ایاس بن سلمہؒ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا انہیں اپنے سفرِ حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا)[2]

حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت ابو الفرات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ نے اس سے فرمایا میں نے ایک دفعہ تمہارا کان مروڑا تھا لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔ چنانچہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا زور سے مروڑ۔ دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے۔ اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا[3]

حضرت نافع بن عبد الحارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دار الندوہ تشریف لے گئے (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجدِ حرام میں شامل کر دی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکا دی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا۔ آپ نے اسے اڑا دیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپ نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ آپ نے کہا آج مجھ سے ایک کام ہو گیا ہے تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو

---

[1] اخرجہ مالک کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۵۵) [2] اخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۳۲) [3] اخرجہ السمان فی الموافقۃ کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری (ج ۲ ص ۱۱۱)

آج میں اس گھر میں داخل ہوا. میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکادی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا. مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کر کے کہیں چادر کو خراب نہ کر دے. اس لئے میں نے اسے اڑا دیا. وہ اُڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ بیٹھا وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار ڈالا. اب میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اُڑا دیا وہ اُڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آگیا جہاں اسے موت آگئی یعنی میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں. یہ سُن کر میں نے حضرت عثمان سے کہا آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ امیر المومنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟ انہوں نے کہا میری بھی یہی رائے ہے. چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا[1]

حضرت علی مُرتَضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا عدل وانصاف

حضرت کُلَیب رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے پاس اِصْبہان سے مال آیا آپ نے اسے سات حصّوں میں تقسیم کیا. اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی. آپ نے اس کے سات ٹکڑے کیئے اور ہر حصّہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا پھر لشکر کے ساتوں حصّوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی تاکہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے[2]

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لئے آئیں ان میں سے ایک عَرَبی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کُرّ (تقریباً ۳ ۶ من) غلّہ اور چالیس درہم دیئے جائیں. اس آزاد شُدہ باندی کو تو جو ملا وہ اسے لے کر چلی گئی لیکن عَرَبی عورت نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس کو جتنا دیا مجھے بھی اتنا ہی دیا حالانکہ میں عَرَبی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے. اس پر حضرت علی نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولادِ اسماعیل عَلَیہِ السَّلَام کو اولادِ اسحاق عَلَیہِ السَّلَام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی[3]

---

[1] اخرجہ الامام الشافعی فی مسندہ (ص ۱۴۰) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۴۸) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۱۶) واخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۴۹) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۴۹) عن عیسیٰ بن عبداللہ الہاشمی۔

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جعدہ بن ہبیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر کہا اے امیر المومنین! آپ کے پاس دو آدمی آئیں گے۔ ان میں سے ایک کو تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے یا یوں کہا اپنے اہل وعیال اور مال و دولت سے بھی زیادہ محبت ہے اور دوسرے کا بس چلے تو آپ کو ذبح کر دے۔ اس لئے آپ دوسرے کے خلاف پہلے کے حق میں فیصلہ کریں۔ اس پر حضرت علی نے حضرت جعدہ کے سینہ پر مکہ مارا اور فرمایا اگر یہ فیصلے اپنے آپ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن یہ فیصلے تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے ہیں (اس لئے میں تو حق کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اب وہ فیصلہ جس کے حق میں چاہے ہو جائے[1]

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ آپ نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ بڑھا لینے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد کی طرح ہوتا ہے لہٰذا جس جگہ کا کوئی مالک نہیں ہے وہاں پہلے آکر جو قبضہ کرے گا وہ جگہ اس دن اسی کی ہوگی ہاں وہ خود اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے تو اس کی مرضی ہے[2] ایک یہودی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصہ جلد اول صفحہ ۳۰۷ پر صحابہ کرامؓ کے ان اخلاق و اعمال کے قصوں میں گزر چکا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خیبر کے متعلق لمبی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر سال اہل خیبر کے پاس جا کر درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں اور بیلوں پر لگے ہوئے انگوروں کا اندازہ لگاتے کہ یہ کتنے ہیں؟ پھر جتنے پھل کا ان کو اندازہ ہوتا اس کے آدھے پھل کی ان پر ذمہ داری ڈال دیتے کہ اتنے کا آدھا پھل تمہیں دینا ہوگا۔ خیبر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اندازہ لگانے میں سختی کرنے کی شکایت کی اور

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۶) [2] اخرجہ ابوعبید فی الاموال کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۷۶)

وہ لوگ ان کو رشوت دینے لگے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! مجھے حرام کھلاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس آدمی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ بُرے لگتے ہو لیکن تمہاری نفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھے تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے پر مجھے آمادہ نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں نے کہا اسی انصاف کی برکت سے زمین آسمان قائم ہیں[1]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ایک لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ لشکر کے امیر نے حکم دیا کہ کوئی بھی اپنی سواری چرانے کے لئے لے کر باہر نہ جائے۔ ایک آدمی کو امیر کے اس حکم کا پتہ نہ چلا وہ اپنی سواری لے کر چلا گیا جس پر امیر نے اسے مارا۔ وہ امیر کے پاس سے واپس آ کر کہنے لگا جو سلوک آج میرے ساتھ ہوا ہے ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مقدادؓ اس آدمی کے پاس سے واپس گزرے تو اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے اپنا قصہ سنایا۔ اس پر حضرت مقدادؓ نے تلوار گلے میں ڈالی اور اس کے ساتھ چل پڑے اور امیر کے پاس پہنچ کر اس سے کہا (آپ نے اسے بلاوجہ مارا ہے اس لئے) آپ اسے اپنی جان سے بدلہ دلوائیں وہ امیر بدلہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس پر اس آدمی نے امیر کو معاف کر دیا۔ حضرت مقدادؓ یہ کہتے ہوئے واپس آئے میں انشاء اللہ اس حال میں مروں گا کہ اسلام غالب ہو گا (کہ کمزور کو طاقتور سے بدلہ دلوایا جا رہا ہو گا)[2]

حضرات خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک پرندہ درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو (پرندے کو مخاطب کر کے) کہنے لگے اے پرندے! تمہیں خوشخبری ہو (تم کس قدر مزے میں ہو) اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح ہوتا۔ تم درختوں پر بیٹھتے ہو۔ پھل کھاتے ہو۔ پھر اُڑ جاتے ہو اور (قیامت کے دن) نہ تمہارا حساب ہو گا

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۹۹) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۶)

اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں راستہ کے کنارے کا ایک درخت ہوتا، میرے پاس سے کوئی اُونٹ گزرتا مجھے پکڑ کر اپنے مُنہ میں ڈال لیتا پھر وہ مجھے چباتا اور جلدی سے نگل لیتا اور پھر مجھے مینگنی بنا کر نکال دیتا اور میں انسان نہ ہوتا[1] حضرت ضحاک بن مُزاحم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک چڑیا کو دیکھا تو فرمانے لگے اے چڑیا! تجھے خوشخبری ہو۔ تو پھل کھاتی ہے اور درختوں پر اُڑتی پھرتی ہے اور نہ تجھے حساب دینا پڑے گا اور نہ تجھے عذاب ہوگا۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں کوئی دُنبہ ہوتا، میرے گھر والے مجھے کھلا پلا کر موٹا کرتے اور جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو وہ مجھے ذبح کرتے اور میرا کچھ حصہ بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر بَیْتُ الخَلاء میں پھینک دیتے اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا[2] امام احمد نے کتابِ زُہد میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا اے کاش! میں کسی مومن بندے کے پہلو میں کوئی بال ہوتا[3]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش میں اپنے گھر والوں کا دُنبہ ہوتا۔ وہ مجھے کچھ عرصہ تک کھلا پلا کر موٹا کرتے رہتے۔ جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو ان کا محبوب دوست ان کو ملنے آتا وہ (اس کی مہمانی کے لئے) مجھے ذبح کرتے اور (میرے) کچھ حصہ کو بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر نکال دیتے اور میں انسان نہ ہوتا[4]

حضرت عامر بن رَبیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور فرمایا اے کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جَنتی اور کاش میں بالکل بھولا بسرا ہوتا[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا اگر آسمان سے کوئی مُنادِی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب جنت میں جاؤ گے تو مجھے (اپنے اَعمال کی وجہ سے) ڈر ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا اور اگر کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ہناد والبیہقی [2] عند ابن فتحویہ فی الوجل [3] کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۶۱) [4] اخرجہ ہناد وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲) [5] عند ابن المبارک وابن سعد وابن ابی شیبۃ و مسدد وابن عساکر۔

اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے (اللہ کے فضل سے) اُمید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا (ایمان اسی خوف و اُمید کے درمیان کی حالت کا نام ہے) [1]

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہما فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے ابوموسیٰؓ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رہ کر جو عمل کیئے ہیں وہ عمل تو تمہارے لیئے صحیح سالم اور ٹھیک رہیں۔ (کہ ان کا اچھا بدلہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملے) اور تم نے حضورؐ کے بعد (خصوصًا امارت کے زمانہ میں) جو عمل کیئے ہیں ان سے تم برابر سرابر پر چھوٹ جاؤ۔ اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی نیکی پر تمہیں ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر تمہاری پکڑ ہو۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا اے امیر المومنین! نہیں (بعد والے زمانہ کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹنے کے لیئے میں تیار نہیں ہوں بلکہ مجھے تو اس زمانہ کے اچھے اعمال پر بڑے ثواب کی اُمید ہے کیونکہ) اللہ کی قسم! جب میں بصرہ آیا تھا تو بصرہ والوں میں بدسلوکی اور اُجڈ پن عام تھا۔ پھر میں نے ان کو قرآن اور سنّت سکھایا۔ ان کو ساتھ لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ ان تمام اعمال کی وجہ سے مجھے اللہ کے فضل کی اُمید ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ حضورؐ کے بعد والے زمانہ (خصوصًا خلافت کے زمانہ) کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں اور اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر سزا۔ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رہ کر میں نے جو عمل کیئے ہیں وہ میرے لیئے صحیح سالم رہیں (ان کا اچھا بدلہ ملے) [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزہ سے حملہ ہوا اور آپ زخمی ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کو خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ کئی شہروں کو آباد کیا۔ نفاق کو ختم کیا اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کے لیئے روزی کی خوب فراوانی کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! کیا امارت کے بارے میں تم میری تعریف کر رہے ہو؟ میں نے کہا میں تو دوسرے

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۳) [2] عند ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۱)

کاموں میں بھی آپ کی تعریف کرتا ہوں. حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ امارت میں جیسا داخل ہوا تھا اس میں سے ویسا ہی نکل آؤں نہ کسی اچھے عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی بُرے عمل پر سزا[1] ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث ایک اور سند سے نقل کی ہے. اس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو. آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے لمبے عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور پھر آپ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے تو آپ نے مسلمانوں کو خوب قوت پہنچائی اور امانت صحیح طور سے ادا کی. حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے تو اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب مجھے مل جائے تو اس وقت میرے سامنے آخرت کا جو دہشت ناک منظر ہے اس سے بچنے کے لئے میں وہ سب کچھ یہ جاننے سے پہلے ہی فدیہ میں دے دوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ تم نے مسلمانوں کے امیر بننے کا بھی ذکر کیا ہے تو اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ امارت برابر سرابر رہے نہ ثواب ملے اور نہ سزا. اور تم نے حضورؐ کی صحبت کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ ہے اُمید کی چیز[2] اور ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ. جب بیٹھ گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا اپنی بات دوبارہ کہو. انہوں نے دوبارہ کہی تو فرمایا اللہ سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن کیا تم اللہ کے سامنے ان تمام باتوں کی گواہی دے دو گے؟ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا جی ہاں. اس سے حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور ان کو یہ بات بہت پسند آئی[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو. میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر. اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں. زمین پر رکھ دو. چنانچہ

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲) واخرجہ الطبرانی من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما فی حدیث طویل وابو یعلی کذلک عن ابی رافع کما فی المجمع (ج ۹ ص ۷۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بنحوہ [2] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۲۵۶) من طریق آخر عنہ [3] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۲۵۷) من حدیث عبد اللہ بن عبید بن عمیر مطولا.

میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی، اور حضرت مِسْوَر کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لیئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں [1]

کیا امیر کسی کی ملامت سے ڈرے؟

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے لیئے اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا بہتر ہے یا اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اُسے تو اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیئے اور جو اجتماعی ذمہ داری سے فارغ ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ البتہ اپنے امیر کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ رکھے [2]

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲)، [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۴)

حضرات خُلفاءِ کرام کا دیگر خُلفاء و اُمَراء کو وصیّت کرنا

حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُما کو وصیّت کرنا

حضرت اَغَر۔ اَغَر بنی مالک رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہُ عَنہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو خلیفہ بنانا چاہا تو انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا:

"میں تمہیں ایک ایسے کام کی طرف بلانے لگا ہوں کہ جو بھی اس کی ذمہ داری اُٹھائے گا یہ کام اسے تھکا دے گا۔ لہٰذا اے عمرؓ! اللہ کی اطاعت کے ذریعہ تم اس سے ڈرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اللہ سے ڈرنے والا ہی (ہر خوف سے) امن میں ہوتا ہے اور (ہر شر اور مصیبت سے) محفوظ ہوتا ہے۔ پھر اس امرِ خلافت کا حساب اللہ کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور اس کام کا مستحق صرف وہی ہے جو اس کا حق ادا کر سکے اور جو دوسروں کو حق کا حکم دے اور خود باطل پر عمل کرے اور نیکی کا حکم کرے اور خود برائی پر عمل کرے اس کی کوئی اُمید پوری نہ ہو سکے گی اور اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے (وہ اعمال آخرت میں اس کے کام نہ آئیں گے) لہٰذا اگر تم پر مسلمانوں کی خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جائے تو پھر تم اپنے ہاتھوں کو ان کے خون سے دور رکھ سکو اور اپنے پیٹ کو ان کے مال سے خالی رکھ سکو اور ان کی آبروریزی سے اپنی زبان کو بچا سکو تو ضرور ایسے کرنا اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے[1]"

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت نامہ لکھوایا:

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۹۸) والاغر لم یدرک ابابکر رضی اللہ عنہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی وقال الحافظ المنذری فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵) ورواتہ ثقات الا ان فیہ انقطاعا انتہی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

" یہ ابوبکر صدیق رضؓ کی طرف سے وصیت نامہ ہے (اور وہ یہ وصیت نامہ اس وقت کر رہے ہیں) جبکہ ان کا اس دنیا میں آخری وقت آگیا ہے اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور ان کی آخرت شروع ہو رہی ہے جس میں وہ داخل ہو رہے ہیں اور یہ موت کا وقت ایسا ہے کہ جس وقت کافر بھی غیب پر ایمان لے آتا ہے اور فاسق و فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے. میں نے اپنے بعد عمر بن خطّاب کو خلیفہ بنا دیا ہے. اگر وہ عدل و انصاف سے کام لیں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے. اور اگر وہ ظلم کریں اور بدل جائیں تو (اس کا وبال ان پر ہی ہو گا اور ان کو خلیفہ بنانے سے) میرا ارادہ خیر کا ہی تھا اور مجھے غیب کا علم نہیں. ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ظلم کا انجام کیا ہو گا اور وہ کس بُرے ٹھکانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں؟"

پھر انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو زبانی یہ وصیت فرمائی:

"اے عمرؓ! کچھ لوگ تم سے بُغض رکھتے ہیں اور کچھ تم سے محبت کرتے ہیں پُرانے زمانے سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ خیر کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور شر کو پسند کیا جاتا ہے. حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں. حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا لیکن خلافت کو تمہاری ضرورت ہے. کیونکہ تم نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہو. اور تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضورؐ ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے. بعض دفعہ حضورؐ کی طرف سے ہمیں جو ملتا تھا ہم اسے استعمال کرتے اور پھر اس میں سے جو بچ جاتا وہ ہم حضورؐ کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے (یعنی حضورؐ اپنے گھر والوں کو پہلے نہ دیتے بلکہ ان پر ترجیح دیتے ہوئے پہلے ہمیں دیتے) اور پھر تم نے مجھے بھی دیکھا ہے اور میرے ساتھ بھی رہے ہو اور میں نے اپنے سے پہلے والے کی یعنی حضورؐ کی اِتباع کی ہے. اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے کہ میں سو رہا ہوں اور خواب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں یا کسی وہم کے طور پر تمہارے سامنے یہ شہادتیں دے رہا ہوں اور میں نے (سوچ سمجھ کر) جو راستہ اختیار کیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹا ہوں.

اے عمرؓ! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتے ہیں اور دن میں کچھ حقوق اللہ کے ایسے ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے ہیں (یعنی انسان دن میں انسانوں پر محنت کرے اور مسلمانوں کے اجتماعی کام میں لگا رہے اور رات کو کچھ وقت اللہ کی عبادت ذکر و تلاوت اور دعا میں مشغول رہے. دن و رات کی یہ ترتیب اللہ نے مُقرّر فرمائی ہے) اور قیامت کے دن صرف حق کے اِتباع کرنے کی وجہ سے ہی اَعمال کا ترازو بھاری ہوگا اور جس ترازو میں صرف حق ہی ہو اس کا بھاری ہونا ضروری ہے اور قیامت کے دن صرف باطل کے اِتباع کرنے کی وجہ سے ہی ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں صرف باطل ہی ہو اس کا ہلکا ہونا ضروری ہے. سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے اپنے نفس سے ڈراتا ہوں. پھر لوگوں سے ڈراتا ہوں. کیونکہ لوگوں کی نگاہیں (لالچ کی وجہ سے) جھانکنے لگ گئی ہیں اور ان کی نفسیاتی خواہشات پھول گئی ہیں. یعنی زور پکڑ چکی ہیں لیکن جب ان خرابیوں کی وجہ سے انہیں ذِلت اُٹھانی پڑے گی تو اس وقت وہ حیران و پریشان ہوں گے. کیونکہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک وہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے. یہ میری وصیت ہے. میری طرف سے تمہیں سلام ہو" [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط، حضرت زید بن زُبَید بن حارث اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے یہ فرمایا:

"اے عمرؓ! اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (انسانوں کے ذِمّہ) دن میں کچھ ایسے عمل ہیں جن کو وہ رات کو قبول نہیں کرتے ہیں اور ایسے ہی اللہ کی طرف سے (انسانوں کے ذِمّہ) رات میں کچھ عمل ایسے ہیں جن کو وہ دن میں قبول نہیں کرتے اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ نفل قبول نہیں فرماتے. دنیا میں حق کا اِتباع کرنے اور حق کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن اَعمال کا ترازو بھاری ہوگا.

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ٣ ص ١٤٦)

کل جس ترازو میں حق رکھا جائے اسے بھاری ہونا ہی چاہیئے اور دُنیا میں باطل کا اتباع کرنے اور باطل کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن ترازو ہلکا ہوگا اور کل جس ترازو میں باطل رکھا جائے اسے ہلکا ہونا ہی چاہیئے' اور اللہ تعالیٰ نے جہاں جنت والوں کا ذکر کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے سب سے اچھے اَعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے بُرے اَعمال سے دَرگذر فرمایا ہے۔ میں جب بھی جنت والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں مجھے یہ ڈر ہے کہ شائد میں ان میں شامل نہ ہوسکوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں دوزخ والوں کو ذکر کیا ہے وہاں ان کو سب سے بُرے اَعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ان کے اچھے اَعمال کو ان پر رَد کردیا ہے یعنی ان کو قبول نہیں فرمایا۔ مَیں جب بھی دوزخ والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر فرمائی ہے اور عذاب کی آیت بھی۔ لہذا بندے کو رحمت کا شوق اور عذاب کا ڈر ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے غلط اُمیدیں نہ باندھے (کہ عمل تو اچھے نہ کرے اور اُمید جنت کی رکھے) اور اس کی رحمت سے نااُمید بھی نہ ہو' اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اگر تم نے میری یہ وصیت یاد رکھی (اور اس پر اچھی طرح عمل کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اور تمہیں موت آکر رہے گی اور اگر تم نے میری وصیت ضائع کردی (اور اس پر عمل نہ کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ بُری نہیں لگے گی اور وہ موت تمہیں پکڑ کر چھوڑے گی۔ تم اس سے بچ نہیں سکتے [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرامؓ کو وصیت کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہم کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام بھیجنے کے لئے لشکروں کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا (چنانچہ لشکر جمع ہوگئے اور) ان

[1] عند ابن المبارک وابن ابی شیبۃ وہناد وابن جریر وابی نعیم فی الحلیۃ کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۶۳)

کے مقرر کردہ امیروں میں سے سب سے پہلے حضرت عمروبن عاص رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو حکم دیا کہ فلسطین جانے کے ارادے سے وہ ایلہ شہر سے گزریں اور حضرت عمروؓ کا لشکر جو مدینہ سے چلا تھا اس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں حضرات مہاجرین اور انصار کی بڑی تعداد تھی۔ (جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ان کو رخصت کرنے کے لیئے) حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرو بن عاص کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور ان کو ہدایات دیتے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے

"اے عمروؓ! اپنے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے وہ کام چھپ کر کرو یا سب کے سامنے' اور اللہ سے شرم کرنا کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے تمام کاموں کو دیکھتا ہے اور تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) ان لوگوں سے آگے کر دیا ہے جو تم سے زیادہ پرانے ہیں اور تم سے پہلے اسلام لائے ہیں، اور اسلام اور مسلمانوں کے لیئے تم سے زیادہ مفید ہیں۔ تم آخرت کے لیئے کام کرنے والے بنو اور تم جو کام بھی کرو اللہ کی رضا کی نیت سے کرو اور جو مسلمان تمہارے ساتھ جا رہے ہیں تم ان کے ساتھ والد کی طرح شفقت کا معاملہ کرنا۔ لوگوں کی اندر کی باتوں کو ہرگز نہ کھولنا بلکہ ان کے ظاہری اعمال پر اکتفاء کر لینا اور اپنے کام میں پوری محنت کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے وقت جم کر لڑنا۔ اور بزدل نہ بننا (اور مالِ غنیمت میں اگر خیانت ہونے لگے تو اس) خیانت کو جلدی سے آگے بڑھ کر روک دینا۔ اور اس پر سزا دینا اور جب تم اپنے ساتھیوں میں بیان کرو تو مختصر کرنا تم اپنے آپ کو ٹھیک رکھو تو تمہارے سارے امور تمہارے ساتھ ٹھیک چلیں گے" [1]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمروؓ اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کو خط لکھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک قبیلہ قضاعہ کے آدھے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے صدقات وصول کرنے کے لیئے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو رخصت کرنے کے لیئے ان کے ساتھ باہر آئے تھے اور ان دونوں کو ایک ہی وصیت فرمائی تھی کہ:

"ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۳) واخرجہ ایضا ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۲۹) بنحوہ

اس کے لیئے (ہر مشکل اور پریشانی اور سختی سے) نکلنے کا راستہ ضرور بنا دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے روزی ملنے کا گمان بھی نہ ہو گا اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔ اللہ کے بندے جن اعمال کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں ان میں سب سے بہترین اللہ کا ڈر ہے۔ تم اس وقت اللہ کے راستوں میں سے ایک راستہ میں ہو۔ تمہارے اس کام میں حق کی کسی بات پر چشم پوشی کرنے کی اور کسی کام میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس کام میں تمہارے دین کی درستگی ہے اور تمہارے کام کی ہر طرح حفاظت ہے اس کام سے غفلت برتنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا سست نہ پڑنا اور کوتاہی نہ کرنا۔[1]

حضرت مُطّلب بن سائب بن ابی وَداعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لیئے تمہارے پاس چلے جائیں۔ جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان کے ساتھ اچھی طرح رہنا۔ اور ان پر بڑے بننے کی کوشش نہ کرنا چونکہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) حضرت خالد بن ولید اور دیگر حضرات سے آگے کر دیا ہے اس لیئے تم ان (کے مشورہ) کے بغیر کسی کام میں فیصلہ نہ کرنا اور ان سب سے مشورہ لیتے رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا"۔[2]

حضرت عبدالحمید بن جعفر اپنے والد جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"قبیلہ بَلِی، قبیلہ عُذرہ اور قبیلہ قُضاعہ کی دوسری شاخوں کے جن لوگوں کے پاس سے تم گزرو اور وہاں جو عرب آباد ہیں میں نے تم کو ان سب کا امیر بنایا ہے۔ ان سب کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی دعوت دینا اور اس کی خوب ترغیب دینا۔ لہٰذا ان میں سے جو تمہارے ساتھ چل پڑے اسے سواری اور توشہ دینا اور ان کا آپس میں جوڑ قائم رکھنا ہر قبیلہ کو الگ رکھنا اور ہر قبیلہ کو اس کے درجہ پر رکھنا"۔[3]

---

[1] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۲۹) و اخرجہ ایضا ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۳۲) عن القاسم نحوہ [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۳) [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۳) واخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۲۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت شُرَحبِیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ کو وصیّت کرنا

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو امارت سے معزول کیا تو انہوں نے حضرت شُرَحبیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن سعید کے بارے میں یہ وصیت فرمائی اور شُرَحبیل بھی (حضرت ابوبکرؓ کے) ایک امیر تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا :

" حضرت خالد بن سعید کا ہمیشہ خیال رکھنا، ان کا اپنے اوپر اسی طرح حق پہچاننا جس طرح ان کے امیر ہونے کی صورت میں تم ان سے اپنے حق کے پہچاننے کو پسند کرتے اور تم ان کا اسلام میں مرتبہ پہچان ہی چکے ہو اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت وہ حضورؐ کی طرف سے (فلاں قبیلے کے) گورنر تھے اور میں نے بھی ان کو امیر بنایا تھا۔ پھر میں نے ان کو اس ذمہ داری سے ہٹانا مناسب سمجھا اور غالباً یہی دینی اعتبار سے ان کے لئے زیادہ بہتر ہو گا۔ میں کسی کی امارت پر رشک نہیں کرتا۔ میں نے ان کو لشکروں کے امیروں کے بارے میں اختیار دیا تھا (کہ وہ جس امیر کو چاہیں اپنے لئے پسند کر لیں) انہوں نے دوسرے امیروں کو اور اپنے چچازاد بھائی کو چھوڑ کر تمہیں اختیار کیا ہے۔ جب تمہیں کوئی ایسا کام پیش آئے جس میں کسی متقی اور خیر خواہ آدمی کی رائے کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے حضرت ابوعُبَیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل سے مشورہ لینا اور ان دو کے بعد تیسرے حضرت خالد بن سعید ہوں کیونکہ تمہیں ان تینوں حضرات کے پاس خیر خواہی اور خیر ہی ملے گی اور ان حضرات سے مشورہ چھوڑ کر صرف اپنی رائے پر عمل نہ کرنا اور ان سے کچھ بھی نہ چھپانا۔"[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۷۰) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو وصیت کرنا

حضرت حارث بن فُضَیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو لشکر کا جھنڈا دیا یعنی ان کو لشکر کا امیر بنایا تو ان سے فرمایا:

"اے یزید! تم جوان ہو۔ ایک نیک عمل کی وجہ سے تمہارا ذکر خیر ہوتا ہے جو لوگوں نے تمہیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ ایک انفرادی عمل ہے جو تم نے تنہائی میں کیا تھا اور میں نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ میں تمہیں (امیر بناکر) آزماؤں اور تمہیں گھر والوں سے نکال کر باہر بھیجوں اور دیکھوں کہ تم کیسے ہو؟ اور تمہاری امارت کیسی ہے؟ بہرحال میں تمہیں آزمانے لگا ہوں۔ اگر تم نے (امارت کو) اچھی طرح سنبھالا تو تمہیں ترقی دوں گا اور اگر تم ٹھیک طرح نہ سنبھال سکے تو میں تمہیں معزول کر دوں گا۔ حضرت خالد بن سعید والے کام کا میں نے تم کو ذمہ دار بنا دیا ہے۔"

پھر اس سفر میں حضرت یزید نے جو کچھ کرنا تھا اس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ہدایات دیں اور یوں فرمایا۔

"میں تمہیں حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تم جانتے ہو کہ اسلام میں ان کا بڑا مقام ہے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ ہر اُمّت کا ایک امین ہوا کرتا ہے اور اس اُمّت کے امین حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جرّاح ہیں۔ ان کے فضائل اور دینی سبقت کا لحاظ رکھنا اور ایسے ہی حضرت معاذ بن جبل کا بھی خیال رکھنا۔ تم جانتے ہی ہو کہ وہ حضورؐ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) حضرت معاذؓ بن جبل عُلماء کے آگے ایک اُونچی جگہ پر چلتے ہوئے آئیں گے یعنی اس دن علمی فضیلت کی وجہ سے ان کی ایک امتیازی شان ہوگی۔ ان دونوں کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرنا اور یہ دونوں بھی تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں ہرگز کوئی کمی نہیں کریں گے۔"

حضرت یزید نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! جیسے آپ نے مجھے ان دونوں کے بارے میں تاکید فرمائی ہے ایسے ہی ان دونوں کو میرے بارے میں تاکید فرمادیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں ان دونوں کو تمہارے بارے میں ضرور تاکید کروں گا۔ حضرت یزید نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور اسلام کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔[1]

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ملکِ شام بھیجا تو یوں فرمایا:

"اے یزید! تمہارے بہت سے رشتہ دار ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تم امیر بنانے میں ان رشتہ داروں کو دوسروں پر ترجیح دے دو۔ مجھے تم سے سب سے زیادہ اسی بات کا ڈر ہے لیکن غور سے سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنا اور پھر اس نے ذاتی میلان کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی نفل عبادت قبول فرمائیں گے اور نہ فرض بلکہ اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جس نے ذاتی تعلق کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو اپنے بھائی کا مال دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا فرمایا اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں تاکہ وہ اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آجائیں۔ اب جو اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آچکا ہے اس کو جو ناحق بے عزت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا فرمایا اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو جائے گا۔"[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۲)۔ [2] اخرجہ احمد والحاکم ومنصور بن شعبۃ البغدادی فی الاربعین وقال حسن المتن غریب الاسناد قال ابن کثیر لیس ہذا الحدیث فی شیء من الکتب الستۃ وکانہم اعرضوا عنہ لجہالۃ شیخ بقیۃ قال والذی یقع فی القلب صحۃ ہذا الحدیث فان الصدیق رضی اللہ عنہ کذلک نعل ولی علی المسلمین خیرہم بعدہ کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۳)، وقال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۳۲) رواہ احمد وفیہ رجل لم یسم انتہی۔

"میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت و احترام کی حفاظت کرے اور جو انصار دارِ ہجرت اور دار ایمان یعنی مدینہ منورہ میں مہاجرین سے پہلے سے رہتے تھے ان کے بارے میں بھی ایسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے نیک آدمیوں سے قبول کرتا رہے اور ان کے بُروں کو معاف کرتا رہے اور میں اسے شہریوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار لوگوں سے (فرض زکوٰۃ وصدقات کا) مال جمع کرنے والے (اور امیر کو لاکر دینے والے) اور دشمن کے غصہ کا سبب بننے والے ہیں ایسے شہریوں سے صرف (ضرورت سے) زائد مال ان کی رضامندی سے لیا جائے اور میں اسے دیہاتیوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں۔ وہ خلیفہ ایسے دیہاتیوں کے جانوروں میں صرف کم عمر کے جانور لے اور ان سے لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کردے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ان دیہاتیوں کے لیئے جو عہد اور ذمہ داری خلیفہ پر عائد ہوتی ہے وہ اسے پوری طرح سے ادا کرے اور ان دیہاتیوں کے بعد والے علاقہ میں جو (دشمن اور کافر) رہتے ہیں ان سے یہ خلیفہ جنگ کرے اور ان دیہاتیوں کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلف نہ بنائے۔[1]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میرے بعد جو اس امرِ خلافت کا والی بنے اسے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے بعد بہت سے دُور اور نزدیک کے لوگ اس سے خلافت لینا چاہیں گے (میرے بعد والے زمانہ میں لوگوں میں امارت کی طلب پیدا ہو جائے گی میرے زمانہ میں لوگوں میں یہ امارت کی طلب بالکل نہیں ہے اس لیئے) میں تو لوگوں سے اس بات پر بہت جھگڑتا ہوں کہ وہ کسی اور کو خلیفہ بنا کر مجھے اس سے نجات دے دیں (اور میں صرف اس وجہ سے خلیفہ بنا ہوا ہوں کہ مجھے اپنے سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے امرِ خلافت کو سنبھالنے والا کوئی نظر نہیں آتا) اگر میرے علم میں کوئی آدمی ایسا ہو جو

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ابو عبید فی الاموال و ابو یعلی والنسائی و ابن حبان والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۳۹)

اس امرِ خلافت کو مجھ سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے سنبھال سکے تو (میں ایک لمحہ کے لیئے خلیفہ نہ بنوں بلکہ اسے ہی بنا دوں کیونکہ) ایسے آدمی کی موجودگی میں خلیفہ بننے سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ آگے کر کے میری گردن اُڑا دی جائے۔[۱]

حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا حضرت ابو عُبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کو وصیّت کرنا

حضرت صالح بن کَیسان رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کہتے ہیں خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلا خط جو حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جس میں انہوں نے حضرت ابو عُبَیدہؓ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کا امیر بنایا اس میں یہ مضمون تھا:

"میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نُور کی طرف لے آیا۔ میں نے تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں ان کو تم پورا کرو اور مالِ غنیمت کی اُمید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ کسی جگہ پڑاؤ کرنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کے لیئے مناسب جگہ تلاش کر لو اور یہ بھی معلوم کر لو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیسا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو (تھوڑے آدمی نہ بھیجو) اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ سے آزما رہے ہیں۔ اپنی آنکھیں دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹا لو۔ اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا (کی محبت) تمہیں ہلاک نہ کر دے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکت کی جگہیں دیکھ چکے ہو۔"[۲]

---

[۱] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۷) وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۷)[۲] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۹۲)

حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو وصیّت کرنا ،

حضرت محمّدؒ اور حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور ان کو یہ وصیت فرمائی :

"اے سعد! اپنے قبیلہ بنو وُہَیب کے سعد! تم اللہ سے اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ لوگ تمہیں رسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ماموں اور صحابی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتے بلکہ بُرائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے علاوہ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں۔ اللہ ان سب کے ربّ ہیں اور وہ سب اس کے بندے ہیں۔ جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں لیکن یہ بندے اللہ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ تم نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بعثت سے لے کر ہم سے جُدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کام کو غور سے دیکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے یہ میری تمہیں خاص نصیحت ہے۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

جب حضرت عمرؓ نے ان کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بلا کر فرمایا :

"میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم میری وصیت یاد رکھو تم ایسے کام کے لیئے آگے جا رہے ہو جو سخت دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے۔ حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کے لیئے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی ہے۔ بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے۔ ہر مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا اس

طرح تمہیں اللہ کا خوف حاصل ہو گا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے ایک اللہ کی اطاعت سے دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے جس کو دنیا سے نفرت ہو اور آخرت سے محبت ہو وہی آدمی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جسے دنیا سے محبت اور آخرت سے نفرت ہو وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ظاہر۔ ایک ظاہری حقیقت یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے بُرا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں (کہ حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے۔ لوگ چاہے بُرا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے) اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو (بلکہ اسے اپنے لئے اچھی چیز سمجھو) کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی محبت اللہ سے مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ جب بندہ سے محبت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں (محبت یا نفرت کا) جو جذبہ ہے تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لیئے وہی سمجھ لو۔[1]

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا حضرت عُتبہ بن غَزوان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو وَصیّت کرنا

حضرت عُمیر بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عُتبہ بن غَزوان رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تو ان سے فرمایا:

---

[1] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۹۲) من طریق سیف۔

"اے عُتبہ! میں نے تمہیں ہند کی زمین کا گورنر بنا دیا ہے (چونکہ بصرہ خلیج کے ساحل پر واقع ہے اور یہ خلیج ہند کی زمین تک پہنچ جاتی ہے اس وجہ سے بصرہ کو ہند کی زمین کہہ دیا) اور یہ دشمن کی سخت جگہوں میں سے ایک سخت جگہ ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِرد گرد کے علاقہ سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور وہاں والوں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔ میں نے حضرت عَلاءِ بن حَضرمی کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لئے حضرت عَرفجہ بن ہَرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ دشمن سے سخت جنگ کرنے والے اور اس کے خلاف زبردست تدبیریں کرنے والے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے قریب کرنا۔ پھر (بصرہ والوں کو) اللہ کی طرف دعوت دینا۔ جو تمہاری دعوت کو قبول کرلے تم اس سے اس کے اسلام کو قبول کرلینا اور جو (اسلام کی دعوت سے) انکار کرے تو اسے ذلیل اور چھوٹا بن کر جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسے بھی نہ مانے تو پھر تلوار لے کر اس سے لڑنا اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتنا اور جس کام کی ذمہ داری تمہیں دی گئی اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے بچتے رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تمہیں تکبّر کی طرف نہ لے جائے۔ کیونکہ تکبّر تمہاری آخرت خراب کر دے گا۔ تم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہے ہو تم ذلیل تھے حضور کی وجہ سے تمہیں عزّت ملی ہے۔ تم کمزور تھے۔ حضورؐ کی وجہ سے تمہیں طاقت ملی ہے اور اب تم لوگوں پر امیر اور ان کے بادشاہ بن گئے ہو۔ جو تم کہو گے اسے سُنا جائے گا اور جو تم حکم دو گے اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ اَمارت بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ اَمارت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو اپنے درجہ سے اُونچا نہ سمجھنے لگ جاؤ اور نیچے والوں پر تم اکڑنے نہ لگ جاؤ۔ اس نعمت سے ایسے بچو جیسے تم گناہوں سے بچتے ہو اور مجھے نعمتِ اَمارت اور گناہ میں سے نعمتِ اَمارت کے نقصان کا تم پر زیادہ خطرہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ تمہیں دھوکہ دے گی (اور تمہیں تکبّر اور تحقیرِ مسلم میں مُبتلا کر دے گی)، اور پھر تم ایسے کر دو گے کہ سیدھے جہنّم میں چلے جاؤ گے۔ میں تمہیں اور اپنے آپ کو اَمارت کے ان نقصانات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں (یعنی مجھے اور تمہیں اللہ اَمارت کے شر سے بچا کر رکھے) لوگ اللہ کی طرف تیزی سے چلے (خوب دین کا کام کیا) جب (دین کا کام کرنے کے نتیجہ میں)

دنیا ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے ہی اپنا مقصد بنا لیا۔ لہٰذا تم اللہ کو ہی مقصد بنانا۔ دنیا کو نہ بنانا اور ظالموں کے گرنے کی جگہ یعنی دوزخ سے ڈرتے رہنا۔[1]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین میں تھے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ خط لکھا:

"تم حضرت عُتبہ بن غزوان کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے تم کو ان کے کام کا ذمہ دار بنایا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہو جو ان مہاجرین اوّلین میں سے ہے جن کے لئے اللہ کی طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ میں نے ان کو امارت سے اس لئے نہیں ہٹایا کہ وہ پاکدامن، قوی اور سخت لڑائی لڑنے والے نہیں تھے (بلکہ یہ تمام خوبیاں ان میں ہیں) بلکہ میں نے ان کو اس لئے ہٹایا ہے کہ میرے خیال میں تم اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے ان سے زیادہ مفید رہو گے۔ لہٰذا تم ان کا حق پہچاننا۔ تم سے پہلے میں نے ایک آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ اگر اللہ چاہیں گے تو تم وہاں کے امیر بن سکو گے اور اگر اللہ یہ چاہیں کہ عُتبہ ہی امیر رہے (اور تمہیں موت آجائے) تو پھر ایسا ہی ہو گا کیونکہ پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ ربّ العالمین ہی کے لئے ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ ہی آسمان سے کوئی فیصلہ اتارتے ہیں اور پھر اپنی صفتِ حفاظت سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں (اسے ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ وہ فیصلہ پورا ہو کر رہتا ہے) اور تم تو صرف اس کام کو دیکھو جس کے لئے تم پیدا کیے گئے ہو۔ اس کے لئے پوری محنت و کوشش کرو اور اس کے علاوہ اور تمام کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور آخرت ہمیشہ

---

[1] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۱۵۰) ورواہ علی بن محمد المدائنی ایضاً نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۷ ص ۴۸)

رہنے والی ہے تم دنیا کی ان نعمتوں میں مشغول ہو کر جو کہ ختم ہونے والی ہیں آخرت کے اس عذاب سے غافل نہ ہو جانا جو باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے غصہ سے بھاگ کر اللہ کی طرف آجاؤ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اس کے حکم اور علم میں پوری فضیلت جمع فرمادیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے اس کی اطاعت کرنے پر مدد اور اس کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں"۔[1]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو وصیّت کرنا

حضرت ضَبّہ بن مِحصن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"امّا بعد! بعض دفعہ لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہو جایا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو (اگر سارا دن حُدودِ شرعیّہ قائم نہ کرسکو تو) دن میں ایک گھڑی ہی حُدود قائم کرو لیکن روزانہ ضرور قائم کرو۔ جب دو کام ایسے پیش آجائیں کہ ان میں سے ایک اللہ کے لئے ہو اور دوسرا دنیا کے لئے تو دنیا والے کام پر اللہ والے کو ترجیح دینا کیونکہ دنیا تو ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی اور بدکاروں کو ڈراتے رہو اور ان کو ایک جگہ نہ رہنے دو بلکہ انہیں بکھیر دو (ورنہ اکٹھے ہو کر بدکاری کے منصوبے بناتے رہیں گے) بیمار مسلمان کی عیادت کرو اور ان کے جنازے میں شرکت کرو اور اپنا دروازہ کھلا رکھو اور مسلمانوں کے کام خود کرو کیونکہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اللہ نے تم پر ان سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اور تمہارے گھر والوں نے لباس، کھانے اور سواری میں ایک خاص طرز اختیار کر لیا ہے جو عام

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۸۰)

مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اے عبداللہ! تم اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کہ تم اس جانور کی طرح سے ہو جاؤ جس کا سرسبز وادی پر گزر ہوا اور اسے زیادہ سے زیادہ گھاس کھا کر موٹا ہو جانے کے علاوہ اور کوئی فکر نہ تھا۔ وہ زیادہ کھا کر موٹا تو ہو گیا لیکن اسی میں مر گیا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ امیر جب ٹیڑھا ہو جائے گا تو اس کے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدبخت ہو جائے"۔[1]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اما بعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کونسا کام کرو اور کونسا نہ کرو اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو کیونکہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے)"۔[2]

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا وصیت کرنا

حضرت علاء بن فضل کی والدہ کہتی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک کاغذ ملا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی۔

یہ عثمانؓ کی وصیت ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عثمان بن عفان

---

[1] اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۹)، واخرجہ ابن ابی شیبۃ وابونعیم فی الحلیۃ عن سعید بن ابی بردۃ مختصراً کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی شہادت پر عثمان زندہ رہا اسی پر مرے گا اور اسی پر انشاء اللہ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔[1]

نظام الملک نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔

غِنَی النَّفْسِ یُغْنِی النَّفْسَ حَتّٰی یُجِلَّہَا وَاِنْ غَضَّہَا حَتّٰی یَضُرَّ بِہَا الْفَقْرُ

دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتّٰی کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے اگرچہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے۔

وَمَا عُسْرَۃٌ فَاصْبِرْ لَہَا اِنْ لَقِیْتَہَا بِکَائِنَۃٍ اِلَّا سَیَتْبَعُہَا یُسْرٌ

اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اس پر صبر کرو کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ یُقَاسِ الدَّھْرَ لَمْ یَعْرِفِ الْاَسٰی وَفِیْ غِیَرِ الْاَیَّامِ مَا وَعَدَ الدَّھْرُ

جو زمانہ کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ زمانے کے حوادث ہی پر اللہ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔[2]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ سخت ہو گیا تو آپ نے لوگوں کی طرف جھانک کر فرمایا اے اللہ کے بندو! راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ رہے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھا ہوا ہے۔ اپنی تلوار گلے میں ڈالی ہوئی ہے۔ ان سے آگے حضرات مہاجرین و انصار کی ایک جماعت ہے جن میں حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ ان حضرات نے باغیوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور پھر یہ سب حضرت عثمان بن عفان کے پاس ان کے گھر گئے تو ان سے حضرت علیؓ نے عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ!

---

[1] اخرجہ الفضائلی الرازی عن العلاء بن الفضل [2] کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری (ج ۲ ص ۱۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی بلندی اور مضبوطی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے ماننے والوں کو ساتھ لے کر نہ ماننے والوں کو مارنا شروع کر دیا اور اللہ کی قسم! اب مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان سے جنگ کریں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"جو آدمی اپنے اوپر اللہ کا حق مانتا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میرا اس پر حق ہے اس کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے کسی کا ایک سینگی بھر بھی خون نہ بہائے اور نہ اپنا خون بہائے۔"

حضرت علیؓ نے اپنی بات دوبارہ عرض کی حضرت عثمانؓ نے وہی جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے دروازے سے نکلتے ہوئے یہ فرمارہے تھے۔ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے اپنا سارا زور لگا لیا ہے پھر حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا اے ابوالحسن! آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا امام کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ میں اس حال میں تم لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکتا میں تو اکیلے نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ وہ اکیلے نماز پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ پیچھے سے ان کے بیٹے نے آکر خبر دی۔ اے اباجان! اللہ کی قسم! وہ باغی لوگ ان کے گھر میں زبردستی گھس گئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ تو ان کو قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! شہید ہو کر حضرت عثمانؓ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے کہا جنت میں اللہ کا قرب خاص پائیں گے۔ پھر انہوں نے پوچھا اے ابوالحسن! یہ قاتل لوگ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! دوزخ میں جائیں گے۔[1]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور صاحب ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس ان کے گھر گئے۔ دونوں نے حضرت عثمانؓ سے حج کی اجازت مانگی انہوں نے حج کی اجازت دے دی۔ ان دونوں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ اگر یہ باغی غالب آگئے تو ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مسلمانوں کی عام جماعت کا ساتھ

---

[1] اخرجہ ابو احمد کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (ج ۲ ص ۱۲۸)

دینا۔ انہوں نے پوچھا اگر غالب آکر یہ باغی ہی مسلمانوں کی جماعت بنالیں تو پھر ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا مسلمانوں کی عام جماعت کا ہی ساتھ دینا وہ جماعت جس کی بھی ہو۔ راوی کہتے ہیں ہم باہر نکلنے لگے تو ہمیں گھر کے دروازے پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے ہوئے ملے جو حضرت عثمانؓ کے پاس جا رہے تھے تو ہم ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں کہ یہ حضرت عثمانؓ سے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو سلام کر کے کہا اے امیرالمومنین! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اے میرے بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اسے وجود میں لے آئیں۔"

چنانچہ حضرت حسن بھی اور ہم بھی حضرت عثمانؓ کے پاس سے باہر آگئے تو ہمیں سامنے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آتے ہوئے ملے وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جا رہے تھے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں یہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے جا کر حضرت عثمانؓ کو سلام کیا اور عرض کیا اے امیرالمومنین! میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا۔ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور ان کی پوری طرح فرمانبرداری کی۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا اور میں ان کا اپنے اوپر دوہرا حق سمجھتا تھا۔ ایک والد ہونے کی وجہ سے اور ایک خلیفہ ہونے کی وجہ سے اور اب میں آپ کا پوری طرح فرمانبردار ہوں۔ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں میں اسے انشاء اللہ پورا کروں گا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے آل عمرؓ! اللہ تعالیٰ تمہیں دگنی جزائے خیر عطا فرمائے مجھے کسی کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کسی کا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر میں محصور تھا۔ ہمارے ایک آدمی کو (باغیوں کی طرف سے) تیر مارا گیا۔ اس پر میں نے کہا اے امیرالمومنین! چونکہ انہوں نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے اس لئے اب ان سے جنگ کرنا ہمارے لیے جائز ہو گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

---

[1] اخرجہ ابواحمد کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ (ج ۲ ص ۱۶۹)

"اے ابوہریرہ! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اپنی تلوار پھینک دو. وہ لوگ تو میری جان لینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنی جان دے کر دوسرے مسلمانوں کی جان بچانا چاہتا ہوں۔"

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں (حضرت عثمان کے اس فرمان پر) میں نے اپنی تلوار پھینک دی اور اب تک مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟[۱]

حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا اپنے امیروں کو وصیت کرنا

حضرت مُہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا۔ اسے یہ خط لکھا:

"امابعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس جلدی واپس آجاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہوسکیں گے بلکہ جن سے الگ رہے گا ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہوسکیں گے (جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا بلکہ الگ رہے گا تو اسے سُنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا اس طرح سارا دارومدار سنانے والوں پر آجائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہو سکتے ہو جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ) پھر ان کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا اور اچھی چیز کو بُرا اور بُری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات

---

[۱] اخرجہ ابو عمر کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (ج ۲ ص ۱۲۹)

سچی ہے یا جھوٹی۔ لہٰذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہو سکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکے گا) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا لہٰذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے۔ یا تو تم سخی آدمی ہو گے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہو گا اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبیعت رکھتے ہو تو پھر تو لوگ چند دن تمہارے پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ اس صورت میں بھی تمہیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور یہ ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا (لہٰذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے) لہٰذا میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی باتیں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی انشاء اللہ۔[1]

حضرت مُدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک امیر کو یہ خط لکھا:

"ٹھہرو اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آگیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کیے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا کہ اسے

---

[1] اخرجہ الدینوری و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۸)

(ایک دفعہ پھر دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے (تاکہ وہ نیک عمل کر کے آئے اور یہ جگہ میدانِ حشر ہے)۔[1]

قبیلۂ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے عُکبَرا شہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذِمّی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا:

"عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں۔ لہٰذا ان کے ذِمّہ جو حق ہے وہ ان سے پورا وصول کرنا"۔

پھر مجھ سے فرمایا شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:

"مَیں نے صبح تم کو جو کہا تھا وہ ان لوگوں کو سُنانے کے لیئے کہا تھا۔ رقم کی وصولی کے لیئے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ (دھوپ میں) کھڑا کرنا اور ان سے (شرعی حق کے بغیر اپنے لیئے) بکری اور گائے نہ لینا۔ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے عَفْو لیں اور جانتے ہو کہ عَفْو کسے کہتے ہیں؟ جسے وہ آسانی سے دے سکے (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو)"۔[2]

اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اور ان کے کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا اور پیسوں کی وصولی کے لیئے کسی کو (دھوپ میں) کھڑا نہ کرنا۔ اس امیر نے کہا پھر تو میں جیسا آپ کے پاس سے جا رہا ہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آجاؤں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) چاہے تم جیسے جا رہے ہو ویسے ہی واپس آجاؤ۔ تیرا ناس ہو! ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال ہی لیں۔[3]

---

[1] اخرجہ الدینوری وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۸) [2] اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۶) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۰۵) ایضا

رعایا کا اپنے امام کو نصیحت کرنا

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ میں سے ہیں انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمرؓ! میں آپ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں ضرور وصیت کرو (امیر کو غلطی پر مُتنَبِّہ نہ کرنا خیانت ہے اور بھرے مجمع میں مُتنَبِّہ کرنا گستاخی ہے اور تنہائی میں مُتوجّہ کرنا نصیحت ہے)

"میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں اور آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل کرے۔ ایک ہی معاملہ میں دو متضاد فیصلے نہ کرنا ورنہ آپ کے کام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو حق سے ہٹنا پڑے گا۔ دلیل والے پہلو کو اختیار کریں اس طرح آپ کو کامیابی حاصل ہوگی اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھوں آپ کی رعایا کی اصلاح کرے گا اور دور و نزدیک کے جن مسلمانوں کا اللہ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے ان کی طرف اپنی توجہ پوری رکھیں اور ان کے فیصلے خود کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے پسند کرتے ہیں وہ تمام مسلمانوں کیلئے پسند کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ناپسند سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے ناپسند سمجھیں اور حق تک پہنچنے کے لئے مشکلات میں گھس جائیں (اور ان سے نہ گھبرائیں) اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں"

حضرت عمرؓ نے کہا یہ کام کون کر سکتا ہے؟ حضرت سعید نے کہا آپ جیسے کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمت کا ذمہ دار بنایا ہے اور (وہ ایسے بہادر ہیں کہ) ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہو سکا۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۹۰)

حضرت عبداللہ بن بُرَیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک وفد کے آنے پر لوگوں کو جمع فرمانا چاہا تو اپنے اجازت دینے والے حضرت ابن اُرقم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا حضرت محمد صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کو خاص طور سے دیکھو اور انہیں دوسرے لوگوں سے پہلے اندر آنے کی اجازت دو۔ پھر ان کے بعد والے لوگوں (یعنی حضرات تابعینؒ) کو اجازت دو۔ چنانچہ یہ حضرات اندر آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے صفیں بنالیں۔ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو دیکھا تو انہیں ایک صاحب بھاری بھر کم نظر آئے جنہوں نے مُنَقَّش چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے تین مرتبہ کہا تم مجھے کچھ بات کہو۔ انہوں نے بھی تین مرتبہ یہ کہا۔ نہیں، آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے (کچھ ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے) فرمایا اوہو، آپ کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان حاضرین پر نظر ڈالی تو انہیں ایک اَشعری نظر آئے جن کا رنگ سفید، جسم ہلکا، قد چھوٹا اور حال کمزور تھا حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ آپ مجھ سے کچھ بات کریں۔ اس اَشعری نے کہا نہیں۔ آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کچھ بات کریں۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ پہلے کچھ بات شروع کریں۔ بعد میں ہم بھی کچھ کہہ لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہو، آپ بھی کھڑے ہو جائیں (میں تو بکریاں چرانے والا انسان ہوں) بکریاں چرانے والے (کی بات) سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ (چنانچہ وہ چلے گئے) حضرت عمرؓ نے پھر نظر ڈالی تو انہیں ایک سفید اور ہلکے جسم والا آدمی نظر آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اشارہ سے بلایا۔ وہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا آپ مجھے کچھ کہیں۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خوب اللہ سے ڈرایا اور پھر کہا:

"آپ کو اس اُمّت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو اس اُمّت کے جن اُمور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے ان میں اور اپنی رعایا کے بارے میں خصوصاً اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ (قیامت کے دن) آپ سے (ان سب کا) حساب لیا جائے گا اور آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو امین بنایا گیا ہے لہٰذا آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ امانت کی اس ذمہ داری کو پورے اہتمام سے ادا کریں اور آپ کو آپ کے اعمال کے مطابق (اللہ کی طرف سے)

اجر دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا جب سے میں خلیفہ بنا ہوں۔ تمہارے علاوہ کسی نے بھی مجھے ایسی صاف اور صحیح بات نہیں کہی ہے تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں رَبیع بن زیاد ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت مُہاجر بن زیاد کے بھائی؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت (ابوموسیٰ) اَشعری رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا اور ان سے فرمایا کہ رَبیع بن زیاد کو اہتمام سے دیکھنا اگر یہ اپنی بات میں سچّا نکلا (اس پر خود بھی عمل کیا) تو وہ اس امارت کی ذمّہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا اس لئے انہیں (بوقتِ ضرورت کسی جماعت کا) امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور ان کے کام کرنے کے طریقے کو مجھے اس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود ان کو امیر بنایا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کی تھی اور فرمایا تھا:

"مجھے اپنے بعد تم پر سب سے زیادہ خوف اس منافق کا ہے جو باتیں کرنے کا خوب ماہر ہو (یعنی دل تو کھوٹا ہو لیکن زبان سے بڑی اچھی باتیں خوب بناتا ہو)[1]

حضرت محمد بن سُوقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت نُعیم بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

"ابو عُبَیدہ بن جَرّاح اور مُعاذ بن جَبَل کی طرف سے عمر بن خطّاب کے نام سلامٌ عَلَیْکَ! اَمّا بعد! ہم تو شروع سے ہی آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو اپنے نفس کی اِصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب تو آپ پر کالے اور گورے یعنی عَرَب وعَجَم تمام افرادِ اُمّت کی ذمّہ داری ڈال دی گئی ہے۔ آپ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے اور کم مرتبہ والے، دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصّہ ملنا چاہیئے۔ اے عمرؓ! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل (خوف کے مارے) خشک ہو جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام (انسانوں کی) دلیلیں

[1] اخرجہ ابن راہویہ والحارث ومسدد وابو یعلی وصحح کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۳۶)

ذلیل ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہو گا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہو گی سب اس کی رحمت کی اُمید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس اُمّت کا آخر زمانہ میں اتنا بُرا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا آپ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں کیونکہ ہم نے یہ خط صرف آپ کی خیر خواہی کے جذبے سے لکھا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ۔"

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو یہ خط لکھا:

"عمر بن خطّاب کی طرف سے ابوعُبَیدہ اور مُعاذ کے نام۔ سَلَامٌ عَلَیْکُمَا! امّا بعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھ پر کالے اور گورے یعنی عَرب و عَجم تمام افراد اُمّت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصّہ ملنا چاہیئے۔ آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمرؓ! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کی مدد سے ہی عمرؓ صحیح چل سکتا ہے اور غلط سے بچ سکتا ہے اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے ہیں جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام اُمّتیں ڈرائی گئی ہیں اور بہت پہلے سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن رات میں وقتِ مُقرّر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دُور کو نزدیک کر رہا ہے اور ہر نئے کو پرانا کر رہا ہے اور ہر وعدہ کو لا رہا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جنّت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ اس اُمّت کا آخر زمانہ میں اتنا بُرا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن لیکن نہ تو آپ ان بُرے لوگوں میں سے

ہیں اور نہ یہ وہ بُرا زمانہ ہے اور یہ تو اس زمانہ میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہو گا لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا۔ آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا ہے میں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھوں اور یہ کہ آپ دونوں نے یہ خط صرف میری خیرخواہی کے جذبہ سے لکھا ہے آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں کیونکہ میں آپ دونوں (کی نصیحتوں) کا محتاج ہوں، آپ لوگوں سے مُستغنی نہیں ہو سکتا وَالسَّلامُ عَلَیکُمَا "[1]

حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا وَصیّت کرنا

حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ اُردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جتنے مسلمان وہاں تھے ان کو بلا کر ان سے فرمایا:

" میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے اسے مان لیا تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور وہ یہ ہے کہ نماز قائم کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو (نیکی کی) تاکید کرتے رہو اور اپنے امیروں کے ساتھ خیرخواہی کرو اور ان کو دھوکہ مت دو اور دنیا تمہیں (آخرت سے) غافل نہ کرنے پائے۔ کیونکہ اگر انسان کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے تو بھی اسے (ایک نہ ایک دن) اس ٹھکانے یعنی موت کی طرف آنا پڑے گا۔ جیسے تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے مرنا طے کر دیا ہے لہٰذا وہ سب ضرور مریں گے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۸) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ و ہناد بمثلہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹) والطبرانی کما فی المجمع (ج ۵ ص ۲۱۴) وقال ورجالہ ثقات الی ہذا الصحیفۃ۔

جو اپنے ربّ کی سب سے زیادہ اطاعت کرے اور اپنی آخرت کے لیئے سب سے زیادہ عمل کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ! اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو (میری جگہ) نماز پڑھاؤ۔"

اس کے بعد حضرت ابوعُبَیدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

"اے لوگو! تم اللہ کے آگے اپنے گناہوں سے توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے (قیامت کے دن) اللہ سے ملے گا تو اللہ کے ذمّہ اس کا حق ہو گا کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دیں اور جس کے ذمّہ قرضہ ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کی وجہ سے بندھا رہے گا (کہ جب تک اسے ادا نہیں کرے گا اللہ کے ہاں اسے چھوٹ نہیں ملے گی) اور جس کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع تعلّق کر رکھا ہو اسے چاہیئے کہ وہ اس سے مل کر صلح کرلے۔ اے مسلمانو! تمہیں ایک ایسے آدمی کی موت کا صدمہ پہنچا ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ ان سے زیادہ نیک دل، ان سے زیادہ شر و فساد سے دور رہنے والا، ان سے زیادہ عوام سے محبّت کرنے والا اور ان سے زیادہ خیرخواہی کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا لہٰذا ان کے لیئے نزولِ رحمت کی دُعا کرو اور ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرو۔"[1]



---

[1] کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری (ج ۲ ص ۳۱۷)

حضرات خُلفاء و اُمراء کی طرزِ زندگی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرزِ زندگی

حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مُسیّب وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم سے مَرْوِی ہے لیکن ان کی حدیثیں آپس میں مل گئی ہیں۔ بہرحال یہ حضرات فرماتے ہیں ہجرت کے گیارہویں سال ۱۲۔ ربیع الاوّل کو پیر کے دن حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہوا۔ اسی دن لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کا قیام اپنی بیوی حضرت حبیبہ بنتِ خارجہ بن زید بن ابی زُہیر کے ہاں سُنح محلہ میں تھا جو کہ قبیلہ بنوحارث بن خزرج میں سے تھیں۔ اپنے لیئے بالوں کا ایک خیمہ ڈال رکھا تھا۔ اس میں انہوں نے کوئی اضافہ نہیں کیا یہاں تک کہ اپنے مدینہ والے گھر منتقل ہو گئے۔ بیعت کے بعد چھ ماہ تک سُنح ہی ٹھہرے رہے۔ اکثر صبح پیدل مدینہ منورہ جاتے کبھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے اور ان کے جسم پر ایک لُنگی اور گیروے رنگ سے رنگی ہوئی ایک چادر ہوتی۔ چنانچہ مدینہ آتے اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتے۔ جب عشاء کی نماز پڑھا لیتے تو سُنح اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے۔ جب حضرت ابوبکر خود (مدینہ میں) ہوتے تو خود لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ جب خود نہ ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے۔ جمعہ کے دن، دن کے شروع میں سُنح ہی رہتے۔ اپنے سر اور داڑھی پر مہندی لگاتے۔ پھر جمعہ کے وقت تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جمعہ پڑھاتے۔ حضرت ابوبکرؓ تاجر آدمی تھے، روزانہ صبح بازار جا کر خرید و فروخت کرتے۔ ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی ان کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا۔ اپنے محلہ والوں کی بکریوں کا بھی دودھ نکال دیا کرتے۔ جب یہ خلیفہ بنے تو محلہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سُن کر فرمایا نہیں، میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لیئے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اُٹھائی ہے یہ مجھے اُن اخلاقِ کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلہ والوں کا دودھ نکالا کرتے اور بعض

دفعہ ازراہِ مذاق محلّہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے۔ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہرحال جیسے وہ کہتی ویسے یہ کرتے۔ چنانچہ سُنح محلّہ میں چھ ماہ ایسے ہی ٹھہرے رہے پھر مدینہ آگئے اور وہاں مستقل قیام کر لیا پھر اپنی خلافت کے بارے میں غور کیا تو فرمایا اللہ کی قسم! تجارت میں لگے رہنے سے تو لوگوں کے کام ٹھیک طرح سے نہیں ہو سکیں گے۔ ان کے کام تو تب ہی ٹھیک ہو سکیں گے جب کہ میں تجارت سے فارغ ہو کر مسلمانوں کے کام میں پورے طور سے لگ جاؤں اور ان کی دیکھ بھال کروں لیکن میرے اہل وعیال کے لئے گزارہ کے قابل خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے تجارت چھوڑ دی اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے روزانہ اتنا وظیفہ لینے لگے جس سے ان کا اور ان کے اہل وعیال کا ایک دن کا گزارہ ہو جائے اور اس وظیفہ سے حج اور عمرہ بھی کر سکیں۔ چنانچہ شوریٰ والوں نے ان کی ان تمام ضرورتوں کے لئے سالانہ چھ ہزار درہم مُقرّر کیے۔ جب ان کے اِنتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا ہمارے پاس مسلمانوں کے بیت المال میں سے جو کچھ (بچا ہوا) ہے وہ واپس کر دو کیونکہ میں اس مال سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتا اور میں مسلمانوں کا جتنا مال استعمال کر چکا ہوں اس کے بدلے میں میں نے اپنی فلاں علاقے والی زمین مسلمانوں (کے بیت المال) کو دے دی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور ایک دودھ والی اونٹنی اور تلواروں کو تیز کرنے والا غلام اور ایک چادر جس کی قیمت پانچ درہم تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سب چیزیں دی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال گئے (کہ ان کی طرح کون کر سکے گا کہ ساری زندگی اپنا سارا مال اور ساری جان اسلام پر لگائی اور جب مجبوری میں لینا پڑا تو کم سے کم لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ بھی واپس کر گئے) اور حضرت ابوبکرؓ نے سنہ ۱۱ھ میں حضرت عمر بن خطّاب کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ پھر رجب سنہ ۱۲ھ میں خود عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔ چاشت کے وقت مکّہ مکرمہ داخل ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے (حضرت ابوبکرؓ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کچھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن سے وہ باتیں کر رہے تھے۔ کسی نے ان کو بتایا کہ یہ آپ کے بیٹے آگئے ہیں تو وہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابوبکرؓ اونٹنی بٹھائے بغیر جلدی سے اونٹنی سے نیچے اُتر گئے اور کہنے لگے اے اباجان! آپ کھڑے نہ ہوں۔ پھر ان سے مل کر ان سے چمٹ گئے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بڑے میاں یعنی

حضرت ابوقحافہؓ حضرت ابوبکرؓ کے آنے کی خوشی میں رو پڑے۔ مکّہ کے ذمّہ دار اور سردار حضرات حضرت عتّاب بن اُسید، حضرت سہیل بن عَمرو، حضرت عکرِمہ بن ابی جہل، حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم ملنے آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو سلام کیا اور یوں کہا سَلَامٌ عَلَیْکَ اے خلیفۂ رسول اللہؐ اور سب نے ان سے مصافحہ کیا پھر جب انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تذکرہ شروع کیا تو حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ پھر ان سب نے حضرت ابوقحافہؓ کو سلام کیا۔ حضرت ابوقحافہؓ نے (حضرت ابوبکرؓ کا نام لے کر) کہا اے عتیق! یہ لوگ مکّہ کے سردار ہیں۔ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے رہنا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے اباجان! اللہ کی مدد سے ہی انسان نیکی کر سکتا ہے اور بُرائی سے بچ سکتا ہے اور مجھ پر (خلافت کے) بہت بڑے کام کی ذمّہ داری ڈال دی گئی ہے جسے ادا کرنے کی مجھ میں بالکل طاقت نہیں ہے۔ ہاں اللہ مدد فرمائے تو پھر یہ ذمّہ داری ادا ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ گھر گئے اور غسل کیا اور باہر آئے۔ آپ کے ساتھی آپ کے پیچھے چلنے لگے۔ آپ نے ان کو ہٹا دیا اور فرمایا آرام سے چلو (میرے پیچھے بھیڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) راستہ میں لوگ حضرت ابوبکرؓ کو ملتے ان کے ساتھ چلتے اور ان سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعزیت کرتے اور حضرت ابوبکرؓ روتے جا رہے تھے یہاں تک کہ بیت اللہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپ نے طواف کے لئے اِضطباع کیا (یعنی دائیں کندھے کے نیچے سے اِحرام کی چادر نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دیئے) پھر حجرِ اسود کا بوسہ لے کر سات چکر لگائے پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر واپس آ گئے۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو گھر سے باہر آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر دارُالنَّدوہ کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا کوئی آدمی ایسا ہے جو کسی ظلم کی شکایت لایا ہو یا کسی حق کا مطالبہ کر رہا ہو؟ اس پر کوئی نہ آیا تو لوگوں نے اپنے امیر (حضرت عتّاب بن اُسید) کی تعریف کی۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے۔ پھر لوگوں نے ان کو رخصت کیا اور یہ مدینہ منوّرہ کو واپس ہو گئے۔ ۱۲ھ میں لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے خود حج کیا اور صرف حج کا احرام باندھا جسے اِفراد کہا جاتا ہے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۳۱) قال ابن کثیر ہذا سیاق حسن ولہ شواہد من وجوہ اخر ومثل ہذا تقبلہ النفوس وتلقاہ بالقبول۔

حضرت عُمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا قِصّہ

حضرت عَنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ وہاں ایک سال رہے لیکن اس عرصہ میں ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کاتب سے فرمایا۔ عمیرؓ کو خط لکھو۔ اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے۔ (خط کا مضمون یہ تھا)

"جونہی میرا یہ خط تمہیں ملے میرے پاس آجاؤ اور میرا خط پڑھتے ہی تم وہ سارا مال ساتھ لے کر آؤ جو تم نے مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے جمع کر رکھا ہے"

(خط پڑھتے ہی حضرت عُمیرؓ چل پڑے اور) حضرت عمیرؓ نے اپنا چمڑے کا تھیلا لیا اور اس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھا اور اپنا چمڑے کا لوٹا (غالباً تھیلے سے باندھ کر) لٹکا لیا اور اپنی لاٹھی لی اور حمص سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو رنگ بدلہ ہوا تھا، چہرہ غبار آلود تھا اور بال لمبے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئے اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یا امیر المومنین! ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت عُمیرؓ نے کہا آپ میرا کیا حال دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں صحت مند پاک خون والا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جس کی باگ پکڑ کر میں اسے کھینچ کر لایا ہوں۔ حضرت عمرؓ سمجھے کہ یہ بہت سا مال لائے ہوں گے اس لئے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا میرے ساتھ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھتا ہوں۔ پیالہ میں کھا بھی لیتا ہوں اور اسی میں اپنا سر اور اپنے کپڑے دھو لیتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں اور میری ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن سامنے آجائے تو اسی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! دنیا میرے اس سامان کے پیچھے ہے (یعنی میری ساری ضروریات اسی سامان سے پوری ہو جاتی ہیں) پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا تم وہاں سے پیدل چل کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تمہارا وہاں (تعلق والا) کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کے لئے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا وہاں والوں نے مجھے سواری دی نہیں اور میں نے ان سے مانگی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ بُرے مسلمان ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو (کہ انہوں نے اپنے گورنر کا ذرا خیال نہیں کیا) حضرت عمیرؓ نے کہا اے عمرؓ! آپ اللہ سے ڈریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبت سے منع کیا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے (اور جو صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے) حضرت عمرؓ نے کہا میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا؟ اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے میں نے تم کو جس چیز کی وصولی کے لئے بھیجا تھا وہ کہاں ہے؟ اور وہاں تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کیا پوچھ رہے ہیں (میں سمجھ نہیں سکا) حضرت عمرؓ نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ! (سوال تو بالکل واضح ہے) حضرت عمیرؓ نے کہا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ نہ بتانے سے آپ غمگین ہو جائیں گے تو میں آپ کو نہ بتاتا۔ آپ نے مجھے وہاں بھیجا۔ وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور مسلمانوں سے مالِ غنیمت جمع کرنے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا۔ جب وہ جمع کر کے لے آئے تو میں نے وہ سارا مال صحیح مصرف پر خرچ کر دیا۔ اگر اس میں شرعاً آپ کا حصہ بھی ہوتا تو میں وہ آپ کے پاس ضرور لے کر آتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو کیا تم ہمارے پاس کچھ نہیں لائے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (یہ تو بہت اچھے گورنر ہیں کچھ لے کر نہیں آئے ہیں) عمیرؓ کے لئے (گورنری حمص کا) عہد نامہ پھر لکھ دو۔ حضرت عمیرؓ نے کہا اب میں نہ آپ کی طرف سے گورنر بننے کے لئے تیار ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی اور کی طرف سے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں (اس گورنری میں خرابی سے) بچ نہ سکا۔ میں نے ایک نصرانی سے (امارت کے زعم میں) کہا تھا اے فلانے! اللہ تجھے رسوا کرے (اور ذمی کو تکلیف پہنچانا بُرا کام ہے) اے عمرؓ! آپ نے مجھے گورنر بنا کر ایسی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اے عمرؓ! میری زندگی کے سب سے بُرے دن وہ ہیں جن میں میں آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا (اور دُنیا سے چلا نہیں گیا) پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنے گھر واپس آگئے۔ ان کا گھر مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب حضرت عمیرؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے (یہ شخص سے ضرور مال لے کر آئے ہیں جسے اپنے ساتھ میرے پاس نہیں لائے بلکہ سیدھے اپنے گھر بھیج دیا ہے) حارث نامی ایک آدمی کو سو دینار دے کر حضرت عمرؓ نے کہا یہ دینار لے جاؤ۔ جا کر عمیرؓ کے ہاں اجنبی مہمان بن کر ٹھہرو۔ اگر ان کے گھر میں فراوانی دیکھو تو ایسے ہی میرے پاس واپس آجاؤ اور اگر تنگی کی سخت حالت دیکھو تو انہیں یہ سو دینار دے دینا۔ حضرت حارث گئے وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عمیرؓ دیوار کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھے اپنی قمیض سے جوئیں

نکال رہے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضرت عمیرؓ کو سلام کیا۔ حضرت عمیرؓ نے (سلام کا جواب دیا اور) کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ آجاؤ ہمارے مہمان بن جاؤ۔ چنانچہ وہ سواری سے اُتر کر ان کے ہاں ٹھہر گئے پھر حضرت عمیرؓ نے ان سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ سے حضرت عمیرؓ نے پوچھا آپ نے امیرالمومنین کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا اچھے حال میں تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا مسلمانوں کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا وہ بھی ٹھیک تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا کیا امیرالمومنین شرعی حدود قائم نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے سے ایک گناہ کبیرہ ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حدِ شرعی قائم کی تھی اور اسے کوڑے لگائے تھے جس سے اس کا انتقال ہو گیا تھا (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد طبعی موت سے ان کا انتقال ہوا) حضرت عمیر نے کہا اے اللہ! عمرؓ کی مدد فرما جہاں تک میں جانتا ہوں وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عمیرؓ کے ہاں تین دن مہمان رہے۔ ان کے ہاں صرف جَو کی ایک روٹی ہوتی تھی جسے وہ حضرت حارث کو کھلا دیا کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ آخر جب فاقہ بہت زیادہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت حارث سے کہا تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو فاقہ پر فاقے آ گئے اگر تم مناسب سمجھو تو کہیں اور چلے جاؤ۔ اس پر حضرت حارث نے وہ دینار نکال کر ان کو دیئے اور کہا امیرالمومنین نے یہ دینار آپ کے لئے بھیجے ہیں آپ انہیں اپنے کام میں لائیں۔ بس دینار دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور انہوں نے کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں واپس لے جاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا واپس نہ کرو لے لو۔ آپ کو ضرورت پڑ گئی تو اس میں خرچ کر لینا ورنہ مناسب جگہ خرچ کر دینا (ضرورتمندوں کو دے دینا) حضرت عمیرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں میں ان کو رکھ لوں۔ اس پر ان کی بیوی نے اپنی قمیص کے نیچے کا دامن پھاڑ کر انہیں ایک ٹکڑا دیا جس میں انہوں نے وہ دینار رکھ لیئے اور فوراً گھر سے باہر گئے اور شہداء اور فقراء میں سب تقسیم کر دیئے اور گھر واپس آ گئے۔ حضرت عمرؓ کے قاصد یعنی حضرت حارث کا خیال تھا کہ حضرت عمیرؓ ان کو بھی ان دیناروں میں سے کچھ دیں گے (لیکن ان کو کچھ نہ دیا) اور ان سے کہا امیرالمومنین کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ حضرت حارث حضرت عمرؓ کے پاس واپس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت حارث نے کہا میں نے بڑا سخت حال دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا انہوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حضرت حارث نے کہا مجھے پتہ نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت

عمیرؓ کو خط لکھا کہ جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے ملتے ہی خط رکھنے سے پہلے ہی میری طرف چلے آؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے جو مرضی آئی کیا۔ آپ ان دیناروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم نے ان کا کیا کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا میں نے ان کو اپنے لئے اگلے جہان میں بھیج دیا ہے (یعنی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں) حضرت عمرؓ نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور حکم دیا کہ حضرت عمیرؓ کو ایک وَسق (یعنی پانچ من دس سیر) غلہ اور دو کپڑے دیئے جائیں۔ حضرت عمیرؓ نے کہا غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں گھر میں دو صاع (یعنی سات سیر) جَو چھوڑ کر آیا ہوں اور ان دو صاع کے کھانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اور رزق پہنچا دیں گے۔ چنانچہ غلہ تو لیا نہیں۔ البتہ دونوں کپڑے لے لیئے اور یوں کہا فلانی امّ فلاں کے پاس کپڑے نہیں ہیں (اسے دے دوں گا) اور اپنے گھر واپس آگئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ جب حضرت عمرؓ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا اور ان کے لیئے خوب دعائے رحمت و مغفرت کی۔ پھر (ان کو دفن کرنے) حضرت عمرؓ پیدل (مدینہ کے قبرستان) جنّتُ البقیع گئے اور آپ کے ساتھ اور لوگ بھی پیدل چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو اور تمنا ظاہر کرے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے امیرالمومنین! میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو اور میں اس سے خرید خرید کر اتنے اتنے غلام اللہ کے لیئے آزاد کر دوں۔ دوسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو جسے میں اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ تیسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اتنی جسمانی طاقت مل جائے کہ میں خود زمزم سے ڈول نکال نکال کر بیت اللہ کے حاجیوں کو زمزم پلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس عمیرؓ بن سعد جیسا آدمی ہو جسے میں مسلمانوں کے مختلف کاموں میں اطمینان سے لگا سکوں[1]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۷) عن عبدالملک بن ہارون بن عنترۃ عن ابیہ عن جدہ واخرجہ الطبرانی ایضاً مثلہ عن عمیر بن سعد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۴) وفیہ عبدالملک بن ابراہیم بن عنترۃ وھو متروک انتہی ہکذا وقع عند الہیثمی والذی یظہر ان الصواب عبدالملک بن ہارون بن عنترۃ کما فی کتب اسماء الرجال وقد اخرجہ ابن عساکر من طریق محمد بن مزاحم بطولہ بمعناہ مع زیادات کما فی الکنز (ج ۷، ص ۹۰)

حضرت سعید بن عامر بن حذیم جُمَحی رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت خالد بن مَعدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جُمَحی رضی اللہ عنہ کو حِمص پر ہمارا گورنر بنایا۔ جب حضرت عمرؓ بن خطّاب حِمص تشریف لائے تو فرمایا اے حِمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ اس پر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنے گورنر کی شکایتیں کیں چونکہ حِمص والے بھی اپنے گورنر کی ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے حِمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ ہمارے پاس گھر سے باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واقعی یہ تو بہت بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سُنتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن گھر میں ہی رہتے ہیں ہمارے پاس باہر آتے ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا کبھی کبھی ان کو موت جیسی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حِمص والوں کو اور ان کے گورنر کو ایک جگہ جمع کیا اور یہ دعا مانگی اے اللہ! سعید بن عامر کے بارے میں (اچھا ہونے کا) میرا جو اندازہ تھا آج اسے غلط نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حِمص والوں سے فرمایا تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ گھر سے ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت سعید نے کہا اللہ کی قسم! اس کی وجہ بتانا مجھے پسند نہیں تھی لیکن اب میں مجبوراً بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کا کوئی خادم نہیں ہے اس لئے میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر اس انتظار میں بیٹھتا ہوں کہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے پھر میں روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے گھر سے باہر ان لوگوں کے پاس آتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سُنتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا (اے سعید!) آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا اس کی وجہ بتانا بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دن اور رات کو تقسیم کیا ہے دن ان لوگوں کو دیا ہے اور رات اللہ تعالیٰ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن یہ ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے

فرمایا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا نہ تو میرے پاس کوئی خادم ہے جو میرے کپڑے دھودے اور نہ میرے پاس اور کپڑے ہیں جنہیں پہن کر میں باہر آسکوں۔ اس لیئے میں اپنے کپڑے دھوتا ہوں پھر ان کے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ جب سوکھ جاتے ہیں تو وہ موٹے ہونے کی وجہ سے سخت ہوجاتے ہیں اس لیئے میں ان کو رگڑ رگڑ کر نرم کرتا ہوں۔ سارا دن اسی میں گزر جاتا ہے پھر انہیں پہن کر شام کو ان لوگوں کے پاس باہر آتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا حضرت خُبَیب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت میں مکہ میں موجود تھا۔ پہلے قریش نے ان کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹا پھر ان کو سولی پر لٹکایا اور کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ مُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہوں (تمہاری جگہ ان کو سولی دے دی جائے) حضرت خُبَیبؓ نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل وعیال میں ہوں اور (اس کے بدلہ میں) حضرت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک کانٹا چُبھے اور پھر (حضورؐ کی محبت کے جوش میں آکر) زور سے پکارا یا مُحَمَّد! جب بھی مجھے وہ دن یاد آتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ میں نے اس حالت میں ان کی مدد نہیں کی اور میں اس وقت مُشرک تھا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تھا تو میرے دل میں زور سے یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے بس اس خیال سے مجھے بے ہوشی کا وہ دَورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ جوابات سُن کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری فراست کو غلط نہیں ہونے دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ہزار دینار بھیجے اور فرمایا انہیں اپنے کام میں لے آؤ۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہمیں آپ کی خدمت سے بے نیاز کر دیا۔ حضرت سعید نے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو؟ کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا جاکر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہوگئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے

کہا کیا آپ ہمارے لئے کوئی خادم نہیں خرید لیتے ؟ اس مال کا کیا ہُوا، حضرت سعید نے کہا وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا [1]

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت ثَعلبہ بن ابی مالک قُرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ مروان کی جگہ مدینہ کے گورنر تھے ایک دن لکڑیوں کا گٹھڑ اُٹھائے ہوئے بازار میں آئے اور بطور مزاح فرمایا اے ابن ابی مالک! امیر کے لیئے راستہ کشادہ کردو۔ میں نے ان سے کہا یہ راستہ تو امیر کے لیئے کافی ہے۔ انہوں نے کہا ارے امیر کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ بھی ہے۔ اس لیئے ان کے لیئے یہ راستہ کافی نہیں ہے۔ اس لیئے امیر کے لیئے راستہ کشادہ کردو [2]



---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۵) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۵)

باب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح اللہ کے راستہ میں اور اللہ کی رضامندی کی جگہوں میں مال کو اور اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت کو خرچ کیا کرتے تھے اور یہ خرچ کرنا ان کو کس طرح اپنے اوپر خرچ کرنے سے زیادہ محبوب تھا چنانچہ یہ حضرات فاقہ کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کرنے کی ترغیب دینا

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ دن کے شروع حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پاؤں اور دھاریدار اونی چادریں اور عبا پہنے ہوئے تھے اور تلواریں گردنوں میں لٹکا رکھی تھیں۔ ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ مضر کے تھے بلکہ سارے ہی لوگ مضر کے تھے۔ ان کے فاقہ کی حالت دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے (کہ شاید وہاں ان کے لئے کچھ مل جائے لیکن وہاں بھی کچھ نہ ملا یا آپ نماز کی تیاری کرنے گئے ہوں گے) پھر باہر تشریف لا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے پہلے اذان دی (ظہر یا جمعہ کی نماز تھی) پھر اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر بیان فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: یَاۤ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ سے لے کر آیت کے آخر اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا تک۔

(سورت نساء آیت: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدائے تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں اور سورۃ حشر میں ہے:

اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ - (سورت حشر آیت : ۱۸)

ترجمہ : اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے۔" آدمی کو چاہیئے کہ اپنے دینار، درہم، کپڑے، ایک صاع گندم اور ایک صاع کھجور میں سے کچھ ضرور صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اسے ہی صدقہ کر دے (یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ ہو صرف وہی صدقہ کرے بلکہ جس کے پاس تھوڑا ہے وہ بھی اس میں سے خرچ کرے) راوی کہتے ہیں چنانچہ ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آئے (وہ اتنی وزنی تھی کہ) ان کا ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہونے لگا بلکہ عاجز ہو ہی گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا (اور لوگ بہت سامان لائے) حتیٰ کہ میں نے غلّہ اور کپڑے (اور درہم و دینار) کے دو بڑے ڈھیر دیکھے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرۂ انور (خوشی سے) ایسا چمک رہا ہے کہ گویا کہ آپ کے چہرے پر سونے کا پانی پھیرا ہوا ہے (اس کام کی فضیلت سناتے ہوئے) حضورؐ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا اجر ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے اجر ملے گا اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہو گا اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر گناہ اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ کم نہیں ہو گا۔[1] اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ترغیب دینے کی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بدھ کے دن قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر انہوں نے مزید حدیث ذکر کی۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا زمانۂ جاہلیت میں تم لوگ اللہ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے لیکن اس زمانہ میں تم میں یہ خوبیاں تھیں کہ تم یتیموں کا بوجھ اٹھاتے تھے، اپنا مال دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور مسافروں کی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی

---

[1] اخرجہ مسلم والنسائی وغیرہما کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۵۳)

دولت عطا فرما کر اور اپنے نبی کو بھیج کر تم پر بہت بڑا احسان کیا تو اب تم اپنے مال سنبھال کر رکھنے لگ گئے ہو (حالانکہ مسلمان ہونے کے بعد اور زیادہ خرچ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ اسلام تو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے) لہٰذا انسان جو کچھ کھاتا ہے اس پر اُجر ملتا ہے بلکہ درندے اور پرندے جو کچھ (باغوں کھیتوں وغیرہ میں سے) کھاجاتے ہیں اس پر بھی اسے اُجر ملتا ہے (بس یہ فضیلت سُننے کی دیر تھی کہ) وہ حضرات انصار ایک دم (اپنے باغوں کو) واپس گئے اور ہر ایک نے اپنے باغ کی دیوار میں تیس تیس دروازے کھول دیئے[1] (تاکہ ہر ایک آئے اور کھائے)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند فرمایا ہے لہٰذا اسلام میں سخاوت اور حُسنِ اخلاق کے ساتھ اچھی زندگی گزارو۔ غور سے سُنو! سخاوت جنت کا ایک درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جُھکی ہوئی ہیں لہٰذا تم میں سے جو آدمی سخی ہو گا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہو گا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔ غور سے سُنو! کنجوسی دوزخ کا ایک درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں لہٰذا تم میں سے جو آدمی کنجوس ہو گا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہوگا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں پہنچا دیں گے۔ پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا تم لوگ اللہ کی وجہ سے سخاوت کو اختیار کرو۔ اللہ کی وجہ سے سخاوت کو اختیار کرو۔"[2]

---

[1] اخرجہ الحاکم وصححہ کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵۶) [2] اخرجہ ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۳۱۰)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا مال خرچ کرنے کا شوق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ اسے کچھ عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ میری طرف سے کوئی چیز اُدھار پر خرید لو۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں وہ اُدھار ادا کر دوں گا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو دوسروں کو دینے کا بہت زیادہ شوق تھا) اس پر حضرت عمرؓ نے (از راہِ شفقت) کہا یا رسول اللہ! آپ اسے پہلے دے چکے ہیں (اب مزید دینے کے لئے کیوں اس کا اُدھار اپنے ذمہ لے رہے ہیں) جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس کا اللہ نے آپ کو مکلّف نہیں بنایا۔ آپ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں اس پر حضورؐ مسکرائے۔ انصاری کی اس بات پر خوشی اور مسکراہٹ کے آثار حضورؐ کے چہرے پر نظر آنے لگے اور حضورؐ نے فرمایا اسی کا مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضورؐ سے مانگا حضورؐ نے اسے دے دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے آکر حضورؐ سے مانگا حضورؐ نے اس سے وعدہ فرمالیا (کیونکہ دینے کے لئے حضورؐ کے پاس کچھ تھا نہیں) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (از راہِ شفقت) عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ سے

---

[1] اخرجہ الترمذی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۶) واخرجہ ایضا البزار وابن جریر والخرائطی فی مکارم الاخلاق و سعید بن منصور کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۲) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۴۲) رواہ البزار وفیہ اسحاق بن ابراہیم الحنینی وقد ضعفہ الجمہور ووثقہ ابن حبان وقال یخطئ ۔

فلاں نے مانگا آپ نے اسے دیا پھر فلاں نے مانگا آپ نے اسے بھی دیا (پھر دینے کو کچھ نہ رہا) پھر فلاں نے مانگا آپ نے اس سے دینے کا وعدہ فرما لیا۔ پھر فلاں نے مانگا آپ نے اس سے بھی وعدہ فرما لیا (مطلب یہ تھا کہ آپ کے پاس ہوا کرے تو ضرور دیا کریں اور نہ ہوا کرے تو انکار فرما دیا کریں اس سے آئندہ دینے کا وعدہ نہ کیا کریں) ایسا معلوم ہوا کہ حضورؐ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس کھجور کے چند ڈھیر ہیں۔ آپ نے پوچھا اے بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کے مہمانوں کے لئے یہ انتظام کیا ہے (کہ جب بھی وہ آئیں تو ان کے کھلانے کا سامان پہلے سے موجود ہو) آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ دوزخ کی آگ کا دھواں تم تک پہنچ جائے؟ (یعنی اگر تم ان کے خرچ کرنے سے پہلے ہی مر گئے تو پھر ان کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا) اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھو[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین پرندے ہدیہ میں آئے۔ آپ نے ایک پرندہ اپنی خادمہ کو دیا۔ اگلے دن وہ پرندہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ اگلے دن کے لئے کچھ نہ رکھا کرو۔ جب اگلا دن آئے گا تو اس دن کی روزی بھی اللہ پہنچائے گا (لہٰذا آج جو کچھ پاس ہے وہ سارا ہی آج خرچ کر دیا کرو[3] آنے والے دنوں کے لئے ذخیرہ کر کے رکھنا جائز ہے لیکن جو کچھ پاس ہے اسے فوراً خرچ کر دینا اور آئندہ کے لئے اللہ پر توکل کرنا درجۂ کمال ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ہمارے پاس اس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے (میں اسے کہاں خرچ کروں؟) لوگوں نے کہا اے امیر المومنین!

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۱) [2] اخرجہ البزار باسناد حسن والطبرانی واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۹) عن عبداللہ نحوہ ورواہ ابو یعلی والطبرانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بنحوہ باسناد حسن کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۴) [3] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۴۱) ورجالہ ثقات۔

آپ ہمارے اجتماعی کاموں میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو اپنے اہل وعیال کو دیکھنے کی اور اپنے پیشہ اور کاروبار میں لگنے کی فرصت نہیں ملتی اس لئے یہ مال آپ لے لیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا آپ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا لوگوں نے آپ کو مشورہ دے (تو دیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ اپنے دل کی بات کہیں۔ اس پر میں نے کہا آپ اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہیں؟ (آپ کو یقین ہے کہ یہ مال آپ کا نہیں ہے تو پھر آپ کیوں لوگوں سے مشورہ لے کر اور مسلمانوں کا یہ مال خود لے کر اپنے یقین کو گمان میں بدل رہے ہیں؟) حضرت عمرؓ نے کہا آپ جو کہہ رہے ہیں آپ کو اس کی دلیل دینی ہوگی۔ میں نے کہا ہاں میں اس کی دلیل ضرور دوں گا۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو لوگوں سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس زکوٰۃ لینے گئے تھے تو انہوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ دونوں میں کچھ بات ہوئی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا تھا میرے ساتھ حضورؐ کے پاس چلو تاکہ ہم حضورؐ کو بتائیں کہ حضرت عباس نے ایسے کیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی خدمت میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت پر گرانی ہے تو ہم واپس آگئے۔ اگلے دن ہم پھر آپ کی خدمت میں گئے تو آپ ہشاش بشاش تھے۔ آپ نے حضورؐ کو بتایا کہ حضرت عباس نے اس طرح کیا ہے اس پر حضورؐ نے آپ کو کہا تھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے؟ اور ہم نے حضورؐ کو بتایا کہ ہم پہلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپ کی طبیعت پر گرانی تھی اور اگلے دن حاضر ہوئے تو آپ ہشاش بشاش تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تم پہلے دن جب میرے پاس آئے تھے تو میرے پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے اس وجہ سے تمہیں میری طبیعت پر گرانی نظر آئی اور اگلے دن جب تم میرے پاس آئے تو میں وہ دینار خرچ کر چکا تھا اس وجہ سے تم نے مجھے ہشاش بشاش پایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا (اے علیؓ!) تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم تم نے پہلے مجھے کہا اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہو؟ اور پھر مجھے یہ سارا قصہ سنایا میں ان دونوں باتوں پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔[1]

---

[1] اخرجہ احمد عن ابی البختری واخرجہ ایضا ابو یعلی والدورقی والبیہقی وابو داؤد وفیہ ارسال بین ابی البختری وعلی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۹) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۳۸۲) عن ابی البختری (بقیہ صہ پر)

حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا آپ نے اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا لیکن اس میں سے کچھ مال بچ گیا۔ آپ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ اسے آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لئے رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالکل خاموش تھے انہوں نے کچھ نہ کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن! کیا ہوا آپ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگوں نے اپنی رائے بتا تو دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں آپ کو بھی اپنا مشورہ ضرور دینا ہو گا۔ حضرت علیؓ نے کہا اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں خرچ کرنے کی جگہیں بتا کر) اس مال کی تقسیم (بتانے) سے فارغ ہو چکے ہیں (آپ کو یہ بچا ہوا مال بھی وہاں ہی خرچ کرنا چاہیئے) پھر حضرت علیؓ نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بحرین سے مال آیا تھا (حضورؐ نے اسے تقسیم کرنا شروع کیا لیکن) ابھی آپ اس کی تقسیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رات آگئی (تو آپ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور) ساری نمازیں مسجد میں پڑھائیں (یعنی سارا دن مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کرتے رہے گھر نہ گئے) میں نے دیکھا کہ جب تک آپ نے یہ سارا مال تقسیم نہیں کر لیا آپ کے چہرے پر پریشانی اور فکر کے آثار رہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب تو یہ بقیہ مال آپ کو ہی تقسیم کرنا ہو گا چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے تقسیم کیا۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں مجھے اس میں سے آٹھ سو درہم ملے[1]

حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدلا ہوا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ کسی درد کی وجہ سے نہ ہو۔ میں نے کہا یا رسولَ اللہ! آپ کو کیا ہوا؟ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے آپ نے فرمایا ان سات دینار کی وجہ سے جو کل ہمارے پاس آئے ہیں اور آج شام ہو گئی ہے اور وہ ابھی تک بستر کے کنارے پر پڑے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ سات دینار ہمارے پاس آئے اور ہم ابھی تک ان کو خرچ نہیں کر سکے[2]

(بقیہ از صفحہ) قال قال عمر فذکر بمعناہ وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۸) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح وکذلک ابویعلی والبزار الا ان ابا البختری لم یسمع من علی ولا عمر فہو مرسل صحیح انتہی۔

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۹) وفیہ الحجاج بن ارطاۃ وہو مدلس [2] اخرجہ احمد وابویعلی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۸) رجال ہما رجال الصحیح۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوائے ہوئے تھے۔ جب آپ زیادہ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ سونا علیؓ کے پاس بھجوا دو۔ اس کے بعد آپ بیہوش ہو گئے تو حضرت عائشہؓ آپ کے سنبھالنے میں ایسی مشغول ہوئیں کہ وہ دینار بھجوا نہ سکیں۔ یہ بات حضورؐ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمائی لیکن ہر مرتبہ آپ فرمانے کے بعد بے ہوش ہو جاتے اور حضرت عائشہؓ آپ کے سنبھالنے میں مشغول ہو جاتیں اور وہ دینار نہ بھجوا پاتیں۔ آخر حضورؐ نے وہ دینار خود حضرت علیؓ کو بھجوائے اور انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ پیر کی رات کو شام کے وقت حضورؐ پر نزاع کی کیفیت طاری ہونے لگی تو حضرت عائشہؓ نے اپنا چراغ اپنے پڑوس کی ایک عورت کے پاس بھیجا (جو کہ حضورؐ کی زوجۂ محترمہ تھیں) اور ان سے کہا ہمارے اس چراغ میں اپنے گھی کے ڈبے میں سے کچھ گھی ڈال دو کیونکہ حضورؐ پر نزاع کی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ نے اپنے مَرَضُ الوَفَات میں مجھے حکم دیا کہ جو سونا ہمارے پاس ہے میں اسے صدقہ کر دوں (لیکن میں حضورؐ کی خدمت میں مشغول رہی اور صدقہ نہ کر سکی) پھر آپؐ کو افاقہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ بہت زیادہ بیمار ہو گئے ہیں اس لئے میں آپ کی خدمت میں ایسے لگی کہ بھول گئی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ سونا لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ حضورؐ کی خدمت میں سات یا نو دینار لائیں۔ ابو حازم راوی کو شک ہوا کہ دینار کتنے تھے؟ جب حضرت عائشہؓ لے آئیں تو حضورؐ نے فرمایا اگر محمد (عَلَیْہِ السَّلَام) کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی (یعنی اگر ان کا انتقال اس حال میں ہوتا) کہ یہ دینار ان کے پاس ہوتے تو محمد (عَلَیْہِ السَّلَام) کیا گمان کر سکتے؟ (یعنی ان کو بہت ندامت ہوتی) اگر محمد (عَلَیْہِ السَّلَام) کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی کہ یہ دینار ان کے پاس ہوتے تو یہ دینار محمد (عَلَیْہِ السَّلَام) کے بھروسے کو اللہ پر نہ رہنے دیتے۔[2]

حضرت عُبَیداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات محتج بہم فی الصحیح ورواہ ابن حبان فی صحیحہ من حدیث عائشۃ بمعناہ کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۸)، [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۴۰) رواہ احمد باسانید ورجال احدہا رجال الصحیح واخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۶) من حدیث عائشۃ بنحوہ۔

فرمایا اے میرے بھتیجے! میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا دستِ مبارک پکڑے ہوئے تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ مجھے اُحُد پہاڑ کے برابر سونا اور چاندی مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں اور مرتے وقت میرے پاس اس میں سے ایک قیراط (دینار کا بیسواں حصّہ) ہی بچا ہوا ہو (یعنی میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرے پاس دینار اور درہم میں سے کچھ بھی نہ ہو) میں نے کہا (آپ قیراط فرما رہے ہیں) یا قنطار (یعنی چار ہزار دینار) آپ نے فرمایا میں کم مقدار کہنا چاہتا ہوں اور تم زیادہ کہہ رہے ہو۔ میں آخرت چاہتا ہوں اور تم دنیا۔ ایک قیراط (یعنی قنطار نہیں بلکہ قیراط) یہ بات آپ نے مجھ سے تین بار فرمائی۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی) حضرت عثمانؓ نے ان کو اجازت دی (وہ اندر آگئے) ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اے کعب! حضرت عبدالرحمٰنؓ (بن عوف) کا انتقال ہوا ہے اور وہ بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت کعب نے کہا اگر وہ اس مال کے بارے میں اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا کرتے رہے ہیں تو ان کا مُؤاخذہ نہیں ہوگا۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر نے اپنی لاٹھی اٹھا کر حضرت کعب کو ماری اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس پہاڑ کے برابر مجھے سونا مل جائے اور میں اسے خرچ کر دوں اور وہ خرچ کرنا اللہ کے ہاں قبول بھی ہو جائے اور میں اپنے پیچھے چھ اُوقیہ یعنی دو سو چالیس درہم چھوڑ جاؤں۔ پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ حدیث حضورؐ سے سُنی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں سُنی ہے۔[2] حضرت غزوان بن ابی حاتم سے بھی یہ واقعہ بہت لمبا منقول ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے ابواسحاق! آپ ذرا یہ بتائیں کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے (اور وہ مال آدمی کے پاس ہو دوسروں پر خرچ نہ کیا ہو تو کیا) اس مال والے پر اس مال کے بارے میں جرمانے اور

---

[1] اخرجه البزار واخرجه الطبرانی نحوه قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۹) واسناد البزار حسن [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۹) رواه احمد وفیه ابن لهیعة وقد ضعفه غیر واحد ورواه ابو یعلی اهـ۔

سزا کا خطرہ ہے؟ حضرت کعبؓ نے کہا نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر وہ لاٹھی حضرت کعب کے دونوں کانوں کے درمیان سر پہ ماری اور پھر فرمایا اے یہودی عورت کے بیٹے! آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اس نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اب اس کے مال میں کسی کا کوئی حق باقی نہ رہا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (سورۃ حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ (سورۃ دھر آیت ۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ محض خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (سورۃ معارج آیت ۲۴ و ۲۵)

ترجمہ: اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ اس طرح کی اور آیات حضرت ابوذر ذکر کرتے رہے [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (اللہ کے راستہ میں) صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس دن میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں (نیکی میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن ہی بڑھ سکتا ہوں (یعنی میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش تو بہت مرتبہ کر چکا ہوں لیکن کبھی ان سے آگے بڑھ نہیں سکا آج بڑھ سکتا ہوں) چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے پوچھا تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں ان کے لئے بھی کچھ چھوڑ آیا ہوں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا ان کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا جتنا میں لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس (گھر میں) جو کچھ تھا وہ سب کچھ لے آئے حضورؐ نے ان سے پوچھا اے ابوبکرؓ! تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ان کے لئے اللہ و رسولؐ (کی رضامندی) چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا میں کبھی بھی کسی

---

[1] اخرجہ البیہقی عن غزوان بن ابی حاتم نحوہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۰)

چیز میں حضرت ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا[1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے مال والو! نیکیاں تو تم لے گئے ہو کہ تم لوگ صدقہ کرتے ہو، غلاموں کو آزاد کرتے ہو، حج کرتے ہو اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اور تم لوگ ہم پر رشک کرتے ہو اس آدمی نے کہا ہم لوگ آپ لوگوں پر رشک کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! کوئی آدمی تنگدستی کی حالت میں ایک درہم خرچ کرے وہ ہم مالداروں کے دس ہزار سے بہتر ہے کیونکہ ہم بہت زیادہ میں سے تھوڑا سا دے رہے ہیں[2]

حضرت عُبیداللہ بن محمد بن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سائل امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑا ہوا حضرت علیؓ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔ وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا امی جان کہہ رہی ہیں وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لئے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں چنانچہ انہوں نے چھ درہم حضرت علیؓ کو بھجوا دیئے جو حضرت علیؓ نے اس سائل کو دے دیئے راوی کہتے ہیں حضرت علیؓ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ اونٹ کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علیؓ نے کہا اسے یہاں باندھ دو۔ البتہ اس کی قیمت کچھ عرصہ کے بعد دیں گے وہ آدمی اونٹ وہاں باندھ کر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا میرا۔ اس آدمی نے کہا کیا آپ اسے بیچیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے کہا کتنے میں؟ حضرت علیؓ نے کہا دو سو درہم میں۔ اس نے کہا میں نے اس قیمت میں یہ اونٹ خرید لیا اور حضرت علیؓ کو

---

[1] اخرجہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح والدارمی والحاکم والبیہقی وابونعیم فی الحلیۃ وغیرہم کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۴۷) [2] اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۰)

دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا۔ حضرت علیؓ نے جس آدمی سے اونٹ اُدھار خرید ا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (سورہ انعام آیت ۱۶۰)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے۔[1]

حضرت اُبَی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا۔ جب اس نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے تو میں نے دیکھا کہ ان جانوروں میں اس پر صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے میں نے کہا تم ایک سالہ اونٹنی دے دو۔ کیونکہ زکوٰۃ تم پر اتنی ہی بنتی ہے۔ اس آدمی نے کہا یہ کم عمر اونٹنی نہ تو دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ البتہ یہ اُونٹنی جوان اور خوب موٹی تازی ہے تم اسے لے لو۔ میں نے کہا جس جانور کے لینے کا مجھے حکم نہیں ملا میں اسے نہیں لے سکتا ہوں۔ البتہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمہارے قریب ہی ہیں اگر تم مناسب سمجھو تو تم مجھے جو دینا چاہتے ہو وہ خود جا کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کر دو، اگر وہ قبول فرمائیں گے تو میں بھی قبول کر لوں گا، اگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تو پھر میں نہیں لے سکتا۔ اس نے کہا چلو ایسے کر لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ اونٹنی بھی لے لی جو مجھے پیش کی تھی۔ پھر ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے اس نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! آپ کا قاصد مجھ سے میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے آیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو حضورؐ (میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے) آئے اور نہ حضورؐ کا قاصد۔ چنانچہ آپؐ کے قاصد کے سامنے میں نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے آپؐ کے قاصد نے بتایا کہ مجھ پر زکوٰۃ میں صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہے جو کہ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ اس لیئے میں نے آپ کے قاصد کے سامنے ایک جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لے لیکن انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یا رسُولَ اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں تو حضورؐ نے اس سے فرمایا واجب تو تم پر وہی ایک سالہ اُونٹنی ہے تم اپنی مرضی

---

[1] اخرجہ العسکری کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۱)

سے اس سے بہتر جانور دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے ہم اسے قبول کرتے ہیں اس نے (خوشی میں) دوبارہ کہا یا رسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے میں آپ کے پاس لے آیا ہوں آپ اسے لے لیں. چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لینے کا حکم فرما دیا اور اس کے لیئے اس کے جانوروں میں برکت کی دعا فرمائی[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی کوئی عورت نہیں دیکھی. البتہ ان دونوں کی سخاوت کا طریقہ الگ الگ تھا. حضرت عائشہؓ تھوڑی تھوڑی چیز جمع کرتی رہتیں جب کافی چیزیں جمع ہو جاتیں تو پھر ان کو تقسیم فرما دیتیں. اور حضرت اسماءؓ تو اگلے دن کے لیئے کوئی چیز نہ رکھتیں یعنی جو کچھ تھوڑا بہت آتا اسی دن تقسیم کر دیتیں[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت سخی، نوجوان اور بہت خوبصورت تھے اور اپنی قوم کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے تھے. وہ کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے. چنانچہ وہ قرض لیتے رہے (اور دوسروں پر خرچ کرتے رہے) یہاں تک کہ سارا مال قرضہ میں گھر گیا. اس پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور حضورؐ سے عرض کیا کہ وہ قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ میرا قرض معاف کر دیں. (چنانچہ حضورؐ نے ان کی سفارش فرمائی) لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا. اگر یہ قرض خواہ کسی کے کہنے کی وجہ سے کسی کا قرضہ معاف کرنے والے ہوتے تو حضورؐ کی وجہ سے ضرور معاف کر دیتے آخر حضورؐ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لیئے ان کا سارا مال بیچ دیا یہاں تک کہ حضرت معاذؓ وہاں سے خالی ہاتھ اُٹھے ان کے پاس کوئی چیز نہ بچی. جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا تاکہ ان کے نقصان کی تلافی ہو سکے. حضرت معاذ یمن میں گورنر بن کر ٹھہرے رہے اور وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے مال سے یعنی زکوٰۃ کے مال سے تجارت کی. چنانچہ یہ یمن میں ٹھہر کر تجارت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس مال جمع ہو گیا اور اتنے عرصہ میں حضورؐ کا بھی انتقال ہو گیا. جب یہ (مدینہ) واپس آئے تو

---

[1] اخرجہ احمد وابوداؤد وابویعلی وابن خزیمۃ وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۹) [2] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۴۳)

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا اس آدمی یعنی حضرت معاذؓ کے پاس قاصد بھیجیں اور جتنے مال سے ان کا گزر اوقات ہو سکے اتنا مال ان کے پاس رہنے دیں باقی سارا مال ان سے لے لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا حضورؐ نے ان کو (یمن) بھیجا ہی اس لیئے تھا تاکہ ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے لہٰذا میں تو ان سے از خود کچھ نہیں لوں گا، ہاں اگر یہ خود کچھ دیں تو لے لوں گا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی بات نہ مانی تو حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے پاس خود چلے گئے۔ ان سے اپنی اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا حضورؐ نے مجھے تو اپنے نقصان کی تلافی کے لیئے ہی بھیجا تھا لہٰذا میں تو آپ کی بات ماننے کے لیئے تیار نہیں ہوں (زکوٰۃ کا مال لے کر انہوں نے تجارت کی تھی اس سے جو نفع ہوا وہ انہوں نے رکھ لیا اور اصل زکوٰۃ کا مال واپس کر دیا۔ اس لیئے یہ نفع ان کا ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ اجتماعی مال اس نفع کا ذریعہ بنا ہے اس لیئے سارا نفع نہ رکھیں بلکہ بقدرِ ضرورت رکھ کر باقی نفع بیت المال میں جمع کرا دیں یہ فضیلت کی بات تھی کچھ عرصہ کے بعد) حضرت معاذؓ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت معاذؓ نے کہا میں نے آپ کی بات مان لی جیسے آپ کہہ رہے ہیں میں ویسے کر لیتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت زیادہ پانی میں ہوں اور ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں اور اے عمرؓ! پھر آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا۔ پھر حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا (اور اپنا سارا مال لا کر ان کو دے دیا) اور قسم کھا کر ان سے کہا کہ انہوں نے ان سے کچھ نہیں چھپایا چنانچہ اپنا کوڑا بھی سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں تم سے یہ مال نہیں لوں گا میں نے تم کو یہ ہدیہ کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب حضرت معاذؓ کا یہ مال لینا ٹھیک ہے کیونکہ انہوں نے تو یہ سارا مال بیت المال کو دے دیا جس سے یہ مال ان کے لیئے حلال اور پاکیزہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ہدیہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ ملک شام چلے گئے[1]

حضرت ابن کعبؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک جوان، نہایت خوبصورت، بہت سخی آدمی تھے۔ اپنی قوم کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابن راہویہ عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۶)

جو آدمی بھی ان سے کوئی چیز مانگتا وہ فوراً اسے دے دیتے اسی وجہ سے کہ وہ (قرضہ لے کر دوسروں کو دے دیتے) ان پر اتنا قرضہ ہو گیا کہ ان کا سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ آگے پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے اسی سخاوت کی وجہ سے بہت سا قرضہ اٹھا لیا (چونکہ سارا دوسروں پر خرچ کر دیتے تھے اس لیئے قرض ادا کرنے کے لیئے ان کے پاس کچھ تھا نہیں) آخر قرض خواہ ان کے پیچھے پڑ گئے تو یہ ان سے چھپ کر کئی دن اپنے گھر بیٹھے رہے (تھک ہار کر) ان کے قرض خواہ مدد لینے کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے قاصد بھیج کر حضرت معاذؓ کو بلایا حضرت معاذؓ حضورؐ کے پاس آئے تو وہ قرض خواہ بھی ان کے ساتھ آگئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں ان سے ہمارا حق دلوا دیں۔ حضورؐ نے (قرض معاف کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے) فرمایا جو معاذؓ کا قرضہ معاف کرے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ یہ دعا سن کر کچھ قرض خواہوں نے قرضہ معاف کر دیا لیکن باقی قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! ان (کا قرضہ ادا کرنے) کے لیئے تم صبر سے کام لو۔ یعنی سارا مال بھی دینا پڑے تو تم دے دو اور صبر سے کام لو۔ آخر حضورؐ نے حضرت معاذؓ کا سارا مال لے کر ان کے قرض خواہوں کو دے دیا۔ انہوں نے آپس میں تقسیم کیا تو ہر ایک کو اس کے سات حصوں میں سے پانچ حصے ملے۔ اس پر ان قرض خواہوں نے حضورؐ سے کہا (ہمارا باقی قرضہ ادا کرنے کے لیئے) انہیں (غلام بنا کر) بیچ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اب انہیں چھوڑ دو۔ اب ان سے باقی قرضہ وصول کرنے کے لیئے تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس کے بعد حضرت معاذ بنو سلمہ کے ہاں چلے گئے۔ وہاں ان سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمن! چونکہ تم بالکل فقیر ہو گئے ہو اس لیئے تم جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگ لو۔ انہوں نے کہا میں حضورؐ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت معاذؓ کچھ دن اسی طرح رہے پھر حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۱) من طریق عبدالرزاق باسنادہ واخرجہ الحاکم عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ فذکرہ مختصرا قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔

ان کو بُلا کر یمن بھیج دیا اور فرمایا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کی تلافی کر دے اور تمہارے قرض کرا دا کروا دے چنانچہ حضرت مُعاذؓ یمن چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ اس سال حضرت مُعاذؓ بھی حج کے لیئے آئے۔ آٹھ ذی الحجہ کو دونوں کی حج پر ملاقات ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں تعزیت کی پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے اور پھر حضرت عمرؓ نے حضرت مُعاذ کے پاس چند غلام دیکھے۔[1]

حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا اور حضورؐ نے (اپنی زندگی میں) حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ وہاں مکہ میں حضرت عمرؓ کی حضرت مُعاذؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مُعاذ کے ساتھ بہت سے غلام تھے حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت مُعاذؓ نے کہا یہ تو یمن والوں نے مجھے ہدیہ کیئے ہیں اور یہ حضرت ابوبکرؓ کے لیئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تمہارے لیئے میری رائے یہ ہے کہ تم ان سب غلاموں کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے جاؤ۔ راوی کہتے ہیں حضرت مُعاذؓ کی اگلے دن حضرت عمرؓ سے پھر ملاقات ہوئی تو حضرت مُعاذؓ نے ان سے کہا اے ابن الخطّاب! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آگ میں کودنا چاہتا ہوں اور آپ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس لیئے اب تو میری یہی رائے ہے کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ ان غلاموں کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا یہ غلام تو مجھے ہدیہ میں ملے ہیں اور یہ غلام آپ کے لیئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہم تمہارے ہدیہ کی تمہارے لیئے منظوری دیتے ہیں اور پھر حضرت مُعاذؓ وہاں سے نماز کے لیئے باہر نکلے (اور انہوں نے نماز پڑھائی) تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت مُعاذؓ نے پوچھا تم کس لیئے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے لیئے۔ اس پر حضرت مُعاذؓ نے کہا اب تو تم لوگ بھی اللہ کے ہو گئے

---

[1] اخرجہ الحاکم ایضاً فذکر نحو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہکذا اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۳) عن جابر رضی اللہ عنہ بنحوہ۔

ہو اور یہ کہہ کر ان سب کو آزاد کر دیا۔[1]

اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی، نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں، رشتہ داروں، غلاموں کے آزاد کرانے، جہاد فی سبیل اللہ میں اور مہمانوں پر خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھالے اور اپنے دوست کو کھلا دے لیکن اسے اپنے لئے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ ان کے لئے جلولاء (خراسان کے راستہ میں ایک شہر ہے ۱۶ھ میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا) کے قیدیوں میں سے ایک باندی خرید لیں (چنانچہ انہوں نے ایک باندی خرید کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی وہ حضرت عمرؓ کو بہت اچھی لگی) حضرت عمرؓ نے اس باندی کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورت آل عمران آیت ۹۲)

ترجمہ: "تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔" اور اس باندی کو آزاد کر دیا۔[3]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک باندی تھی جب وہ (اپنے اخلاق و عادات اور حسن و جمال کی وجہ سے) انہیں زیادہ پسند آنے لگی تو اسے آزاد کر کے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے اس کی شادی کر دی۔ پھر اس کا لڑکا پیدا ہوا تو حضرت

---

[1] اخرجہ الحاکم من طریق ابی وائل قال الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۲) ووافقہ الذہبی صحیح علی شرط الصحیحین ولم یخرجاہ [2] اخرجہ الائمۃ الستۃ کذا فی نصب الرایۃ (ج ۳ ص ۴۷۶) [3] اخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۴)

نافع کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اس بچے کو اُٹھا کر اس کا بوسہ لیتے اور کہتے واہ واہ! فلانی کی کتنی اچھی خوشبو اس میں سے آرہی ہے ان کی مراد وہی آزاد کردہ باندی تھی[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ والی آیت یاد آئی (آیت کا ترجمہ دو حدیث پہلے گزر چکا ہے) تو میں نے ان تمام چیزوں میں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کونسی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی رُومی باندی مَرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لئے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کے لئے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلّق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا[2]

حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ پھر میں نے اس کی شادی نافع سے کر دی۔ چنانچہ اب وہ نافع کی اولاد کی ماں ہے[3]

ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو اسے فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قُرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادتِ شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اَعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمرؓ ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان کے ساتھی ان سے کہتے اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپ کو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عمدہ اُونٹ پر جا رہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اُتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۳) [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۲۶) رواہ البزار وفیہ من لم اعرفہ اھ [3] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۶۱) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۵) من طریق مجاہد وغیرہ۔

اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کے ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کر دو۔[1] ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اونٹنی پر جا رہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا اِخْ اِخْ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجاوہ اُتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اُتارنے کو جو فرما رہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جا سکتی ہے؟ (یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کر دیا جائے کیونکہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کر دینا چاہیئے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لیئے دوسری اونٹنی خرید لی جائے) میں نے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو اسے بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جُوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جا کر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنے قربانی کے اونٹوں میں شامل کر دیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے تاکہ کل قیامت کو کام آئے) ابو نعیمؒ کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لیئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔

جانور آزاد ہے۔ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔[2]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۴)، [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۴)، واخرجہ الطبرانی مختصراً کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۴۷) واخرجہ ابن سعد عن نافع مختصراً (ج ۴ ص ۱۳۲)

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جُحفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے۔ انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا بس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صَفِیّہ بنت ابی عُبَید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سُبحان اللہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اُٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لئے تیار کی ہے (اس لئے اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامانِ سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے (اپنا نام لے کر) کہا عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آرہی ہے (اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دنی ہے)[1] ابنِ سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا۔ آپ یہ مچھلی کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں[2]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور انہیں اپنے باغوں میں سے سب سے زیادہ محبوب بَیرُحا باغ تھا جو کہ بالکل مسجدِ نبوی کے سامنے تھا اس کا پانی بہت عمدہ تھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (سورت آلِ عمران آیت ۹۲) آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ، تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے اور مجھے اپنے سارے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب بَیرُحا باغ ہے، میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیکی پر

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۷) [2] اخرجہ ایضا من طریق عمر ابن سعد بنحوہ واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۲) عن حبیب بن ابی مرزوق مع زیادۃ بمعناہ۔

مجھے جنت عطا فرمائیں گے اور اس کے اجر کو میرے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے جو مجھے قیامت کے دن کام آئے گا۔ یارسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرما دیں۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ! یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ یہ بڑے نفع والا مال ہے[1] بخاری میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ایسے ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک گھوڑی لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا نام شبلہ تھا اور انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز اس گھوڑی سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور عرض کیا کہ یہ گھوڑی اللہ کے لئے صدقہ ہے حضورؐ نے اسے قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سواری کے لئے دے دی (حضرت زید بن حارثہ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان کی صدقہ کی ہوئی گھوڑی ان کے ہی بیٹے کو مل گئی۔ یوں صدقہ کی ہوئی چیز اپنے ہی گھر واپس آگئی) حضورؐ نے اس ناگواری کا اثر ان کے چہرے میں محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے اس صدقہ کو قبول کر چکے ہیں (لہٰذا اب یہ گھوڑی جسے بھی مل جائے تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی)[2] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مال میں تین شریک ہوتے ہیں ایک تو تقدیر ہے جو مال کے ہلاک ہونے اور جانوروں کے مر جانے کی صورت میں تیرا مال لے جاتی ہے اور تجھ سے پوچھتی بھی نہیں ہے کہ وہ تیرا عمدہ مال لے جائے یا گھٹیا۔ دوسرا شریک وارث ہے جو اس کا انتظار کر رہا ہے کہ تو (قبر میں) سر رکھے یعنی تو مر جائے اور وہ تیرا مال لے جائے۔ وہ تیرا مال بھی لے جائے گا اور تو اس کی نگاہ میں بُرا بھی ہوگا اور تیسرا شریک تو خود ہے۔ لہٰذا تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تم ان تینوں شریکوں میں سے سب سے کمزور شریک نہ بنو (یعنی تم ان دونوں سے زیادہ مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر لو) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

---

[1] اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۴۰)، [2] اخرجہ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن المنذر وابن ابی حاتم و اخرجہ ابن جریر عن عمرو بن دینار مثلہ و عبدالرزاق وابن جریر عن ایوب بمعناہ کما فی الدر المنثور (ج ۲ ص ۵۰)،

غور سے سُنو! یہ اونٹ مجھے اپنے مال میں سے بہت اچھا لگتا ہے اس لیئے میں نے چاہا کہ میں اسے اپنے (کام آنے کے) لیئے آگے (آخرت میں) بھیج دوں [1]

اپنی ضرورت کے باوجود مال دوسروں پر خرچ کرنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک چادر لے کر آئی جو کہ بُنی ہوئی تھی اور اس کا کنارہ بھی اسی کے ساتھ بنا ہوا تھا. (یعنی وہ چادر کسی اور کپڑے سے کاٹ کر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ کنارے سمیت بطورِ چادر کے ہی وہ بُنی گئی تھی) اور اس عورت نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں یہ چادر اس لیئے لائی ہوں تاکہ آپ اسے پہن لیں۔ آپ نے اس عورت سے چادر لے لی اور چونکہ آپ کو اس چادر کی واقعی ضرورت تھی اس لیئے آپ نے اسے پہن لیا۔ آپ کے صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے حضورؐ پر وہ چادر دیکھی تو عرض کیا یا رسُولَ اللہ! یہ تو بہت اچھی چادر ہے، یہ تو آپ مجھے پہننے کو دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا بہت اچھا (اور یہ کہہ کر چادر اسے دے دی حالانکہ آپ کو خود اس کی ضرورت تھی) جب حضورؐ وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہؓ نے ان صاحب کو بہت ملامت کی اور یوں کہا تم نے اچھا نہیں کیا، تم خود دیکھ رہے ہو کہ حضورؐ کو خود اس چادر کی ضرورت تھی اسی وجہ سے حضورؐ نے اسے لے کر پہن لیا. پھر تم نے حضورؐ سے وہ چادر مانگ لی اور تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ سے جب بھی کوئی چیز مانگی جائے تو حضورؐ اس کا انکار نہیں فرماتے بلکہ دے دیتے ہیں۔ ان صحابی نے کہا میں نے تو صرف اس لیئے مانگی ہے کہ حضورؐ کے پہننے سے یہ چادر بابرکت ہو گئی ہے۔ میں حضورؐ سے لے کر اسے ہمیشہ اپنے ساتھ سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔ [2]

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیئے ایک دھاری دار اُونی کالے رنگ کا جوڑا بُن کر تیار کیا گیا اس کا کنارہ سفید رکھا گیا. حضورؐ اسے پہن کر اپنے صحابہؓ کے پاس باہر تشریف لائے آپ نے اپنی ران پر (از راہِ خوشی) ہاتھ مار کر فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں یہ جوڑا کتنا اچھا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ تو آپ مجھے دے دیں. آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) [2] اخرجہ ابن جریر۔

سے کوئی چیز مانگی جاتی تھی آپ اس کے جواب میں نہیں نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا! تم لے لو اور یہ کہہ کر وہ جوڑا اسے دے دیا اور اپنے پرانے دو کپڑے منگوا کر پہن لیئے اور پھر آپ نے اسی طرح کا جوڑا بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ جوڑا بننا شروع ہو گیا لیکن ابھی وہ بن ہی رہا تھا اور کھڈی پر چڑھا ہوا تھا کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے کا قصّہ

حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ساری رات دو صاع (ساڑھے سات سیر) کھجوروں کے عوض اپنی کمر پر رسی باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالتے رہے پھر ایک صاع کھجور لا کر اپنے گھر والوں کو دی تاکہ وہ اسے اپنے کام میں لائیں اور دوسرا صاع قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ کو بتلا دیا کہ یہ صاع محنت کر کے حاصل کیا ہے حضورؐ نے فرمایا اسے صدقہ کے مال میں رکھ دو (چونکہ یہ خود غریب اور محتاج تھے اور اس ایک صاع کھجور کی خود ان کو ضرورت تھی اس وجہ سے) منافقوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے بارے میں کہا اللہ تعالیٰ کو اس کے صاع کی کیا ضرورت تھی یہ تو خود اس صاع کا محتاج تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں : اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ (سورۃ توبہ آیت ۷۹)

ترجمہ: "یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوصاً) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت مزدوری کی آمدنی کے اور کچھ میسّر نہیں ہوتا یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا) کہ ان کے لیئے آخرت میں دردناک سزا ہو گی"۔[2]

حضرت ابوسلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اعلان فرمایا صدقہ کرو کیونکہ میں ایک جماعت بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں

---

[1] عند ابن جریر کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۴۲)، [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۳) رجالہ ثقات الا ان خالد بن یسار لم اجد من وثقہ ولا جرحہ انتہی۔

ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رَبّ کو اُدھار دے رہا ہوں (اللہ کو اُدھار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اب میں یہ مال ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتا ہوں اور آخرت میں اس کا بدلہ لوں گا) اور دو ہزار میں اپنے اہل وعیال کو دے رہا ہوں۔ حضورؐ نے (خوش ہو کر) ان کو دعا دی اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم دے رہے ہو اور اس میں بھی برکت دے جو تم (گھر والوں کے لئے) رکھ رہے ہو اور ایک انصاری نے رات بھر مزدوری کر کے دو صاع کھجوریں جمع کیں۔ انہوں نے خدمت میں آکر عرض کیا یارسُولَ اللہ! میں نے (مزدوری کر کے) دو صاع کھجوریں جمع کی ہیں ایک صاع میں اپنے رَبّ کو دے رہا ہوں اور ایک صاع میں اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ رہا ہوں۔ اس پر منافقوں نے (زیادہ دینے والے اور کم دینے والے) دونوں قسم کے حضرات میں عیب نکالنے شروع کر دیئے اور کہنے لگے عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے زیادہ خرچ کرنے والے تو صرف ریا اور دکھاوے کی وجہ سے اتنا خرچ کر رہے ہیں اور یہ غریب اور ضرورت مند آدمی جو ایک صاع کھجور دے رہا ہے اللہ اور رسولؐ کو اس کے صاع کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ والی آیت نازل فرمائی۔[1]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدِ ربّہٖ رضی اللہ عنہما جنہوں نے خواب میں (فرشتے کو اذان دیتے ہوئے) دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسُولَ اللہ! میرا یہ باغ صدقہ ہے میں اللہ اور اس کے رسُول کو دے رہا ہوں وہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ جب ان کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسُولَ اللہ! ہمارا گزارہ تو اسی باغ پر ہو رہا تھا (ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کر دیا) حضورؐ نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو پھر وہ باغ ان کے بیٹے (حضرت عبداللہ بن زید) کو وراثت میں مل گیا (اور وارث بن کر اس باغ کے مالک ہو گئے)۔[2]

---

[1] عند البزار قال البزار لم نسمع احداً اسنده من حدیث عمر بن ابی سلمۃ الا طالوت بن عباد وقال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۲) وفیہ عمر بن ابی سلمۃ وثقہ العجلی وابو خیثمۃ وابن حبان وضعفہ شعبۃ وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہیٰ

[2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۳۶) قال الذہبی فیہ ارسال۔

ایک انصاری کے خرچ کرنے کا قصّہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے بھوک نے پریشان کر رکھا ہے۔ حضورؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کے پاس آدمی بھیجا (کہ اگر کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں) انہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے دوسری ازواج کے پاس باری باری پیغام بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا آج رات کون اپنا مہمان بناتا ہے؟ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں تیار ہوں۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف بچوں کے لیئے کچھ کھانے کو ہے۔ اس انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دینا اور جب وہ کھانا مانگیں تو انہیں سُلا دینا اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس کے سامنے ایسے ظاہر کرنا کہ جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مہمان کھانا کھانے لگے تو تم کھڑی ہو کر (ٹھیک کرنے کے بہانے سے) چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ وہ سب کھانے کے لیئے بیٹھے لیکن صرف مہمان نے کھایا اور انصاری اور ان کی بیوی دونوں نے بھوکے ہی رات گزار دی۔ جب وہ صبح کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا تم دونوں نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اللہ کو بہت پسند آیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (سورت الحشر آیت ۹)

ترجمہ: "اور اپنے سے مقدّم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔"[1]

---

[1] اخرجه مسلم وغیره کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۴۷) واخرجه ایضا البخاری والنسائی وفی روایة لمسلم تسمیة ہذا الانصاری بابی طلحة کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۳۸) وفی روایة الطبرانی تسمیة ہذا الرجل الذی جاء بابی ہریرة کما ذکره الحافظ فی الفتح (ج ۸ ص ۴۴۶)

سات گھروں کا قصّہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بکری کی ایک سری سات گھروں میں گھومتی رہی ہر ایک دوسرے کو اپنے پر ترجیح دیتا رہا۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اس سری کی ضرورت تھی یہاں تک کہ سات گھروں کا چکر کاٹ کر آخر وہ سری اسی پہلے گھر میں واپس آگئی جہاں سے وہ چلی تھی۔[1]

اللہ تعالیٰ کو قرضِ حَسَنہ دینے والے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں آدمی کا کھجور کا ایک درخت ہے اور مجھے اپنی دیوار کی اصلاح کے لئے اس کی ضرورت ہے آپ اسے حکم فرما دیں کہ وہ یہ درخت مجھے دے دے تاکہ میں اپنی دیوار کو اس کے ذریعہ درست کر سکوں۔ حضور نے اس آدمی کو فرمایا تم کھجور کا یہ درخت اسے دے دو، تمہیں اس کے بدلے میں جنت میں کھجور کا درخت ملے گا اس آدمی نے انکار کر دیا (حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضورؐ اس آدمی سے کھجور کا یہ درخت جنت کے کھجور کے درخت کے بدلہ میں لے کر اس دوسرے آدمی کو دینا چاہتے ہیں تو) حضرت ابوالدحداح اس کھجور والے کے پاس گئے اور اس سے کہا تم میرے اس باغ کے بدلہ میں اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ بیچ دو۔ وہ راضی ہو گیا۔ پھر حضرت ابوالدحداح نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مَیں نے اپنا باغ دے کر کھجور کا وہ درخت خرید لیا ہے اور اب آپ کو دے رہا ہوں آپ اس آدمی کو وہ درخت دے دیں۔ حضورؐ نے (خوش ہو کر) کئی بار فرمایا ابوالدحداح کو جنت میں کھجور کے پھلدار اور بڑے بڑے درخت بہت سے ملیں گے۔ پھر انہوں نے اپنی بیوی کے پاس آکر کہا اے اُمّ دحداح! تم اس باغ سے باہر آجاؤ مَیں نے اسے جنت کے کھجور کے ایک درخت کے بدلہ میں بیچ دیا ہے۔ ان کی بیوی (بھی ان کی طرح جنت کی طالب تھیں اس لئے انہوں) نے کہا بڑے نفع کا سودا کیا یا اس جیسا جملہ کہا۔[2]

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۷۶) [2] اخرجہ احمد والبغوی والحاکم کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۵۹) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۴) رواہ احمد والطبرانی ورجالہما رجال الصحیح انتہیٰ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (سورۃ بقرہ آیت ۲۴۵)

ترجمہ: کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصّے کر دے تو حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابوالدحداح نے کہا آپ اپنا ہاتھ ذرا مجھے عنایت فرمائیں۔ آپ نے دستِ مبارک ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے (حضورؐ کا دستِ مبارک پکڑ کر) عرض کیا میرا ایک باغ ہے جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں میں نے اپنا وہ باغ اپنے رَبّ کو بطورِ قرض دے دیا۔ پھر وہاں سے چل کر اپنے باغ میں پہنچے۔ ان کی بیوی حضرت اُمِّ دحداح اور ان کے بچّے اس باغ میں تھے۔ انہوں نے آواز دی اے اُمِّ دحداح! ان کی بیوی نے کہا لبّیک۔ انہوں نے کہا باغ سے باہر آجاؤ کیونکہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے[1] اور اسی جلد کے صفحہ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رَبّ کو اُدھار دے رہا ہوں۔

لوگوں میں اسلام کا شوق پیدا کرنے کے لئے مال خرچ کرنا

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اسلام (میں داخل کرنے اور اس پر جمانے) کے لئے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضورؐ وہ چیز ضرور دے دیتے۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپ نے حکم دیا کہ اسے صدقہ کی بکریوں میں سے

---

[1] عند ابی یعلیٰ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۴) رواہ ابویعلیٰ والطبرانی ورجالہما ثقات ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح انتہیٰ واخرجہ البزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نحوہ باسناد ضعیف کما فی المجمع (ج ۳ ص ۱۱۳) واخرجہ ایضاً ابن مندۃ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۵۹) وابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۹۹) واخرجہ الطبرانی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بمعناہ باسناد ضعیف کما فی المجمع (ج ۳ ص ۱۱۳)

اتنی زیادہ بکریاں دی جائیں جو دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری وادی کو بھر دیں وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنا زیادہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر فاقہ کا کوئی ڈر ہی نہیں ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی آدمی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں صرف دنیا لینے کے ہی ارادے سے آتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی اس کا ایمان (حضورؐ کی صحبت اور حُسنِ تربیت اور آپ والی محنت کی برکت سے) اتنا مضبوط ہو جاتا کہ حضورؐ کا دین اس کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو جاتا[1] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عربی آدمی نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین مانگی آپ نے وہ زمین اس کے نام لکھ دی اس پر وہ مسلمان ہو گیا پھر اس نے اپنی قوم کو جا کر کہا تم اسلام لے آؤ میں تمہارے پاس اس آدمی کے ہاں سے آرہا ہوں جو اس آدمی کی طرح دل کھول کر دیتا ہے جسے فاقہ کا کوئی ڈر نہ ہو[2] صَفْوان بن اُمَیَّہ کے اسلام لانے کے قصے میں گزر چکا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چل پھر کر مالِ غنیمت دیکھ رہے تھے۔ صَفْوان بن اُمَیَّہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صَفْوان بن اُمَیَّہ نے بھی دیکھنا شروع کیا کہ جِعِرّانہ کی تمام گھاٹی جانوروں بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی ہے اور بڑی دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ حضورؐ بھی ان کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وَہب! (یہ صَفْوان کی کنیت ہے) کیا یہ (مالِ غنیمت سے بھری ہوئی) گھاٹی تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا یہ ساری گھاٹی تمہاری ہے اور اس میں جتنا مالِ غنیمت ہے وہ بھی تمہارا ہے یہ سن کر صَفْوان نے کہا اتنی بڑی سخاوت کی ہمت صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر وہیں مسلمان ہو گئے[3]

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۲) واخرجہ مسلم ایضا نحوہ عن انس رضی اللہ عنہ (ج ۲ ص ۲۵۳)
[2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳) وفیہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ العذری وقیل فیہ مجہول وبقیۃ رجالہ وثقوا انتہیٰ [3] اخرجہ الواقدی وابن عساکر عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۹۴)

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے ہجرت کے لئے) روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ساتھ اپنا سارا مال پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم جتنا بھی تھا سارا لے لیا اور لے کر حضورؐ کے ساتھ چلے گئے۔ پھر ہمارے دادا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ ہمارے گھر آئے ان کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو ابوبکرؓ تم لوگوں کو جانے کے صدمہ کے ساتھ مال کا صدمہ بھی پہنچا گئے ہیں یعنی خود تو وہ گئے ہی ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ مال بھی سارا لے گئے ہیں اور تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑا ہے میں نے کہا دادا جان! ہرگز نہیں۔ وہ تو ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں اور میں نے (چھوٹی چھوٹی) پتھریاں لے کر گھر کے اس طاق میں رکھ دیں جس میں حضرت ابوبکرؓ اپنا مال رکھا کرتے تھے (اس زمانے میں درہم و دینار چھوٹی پتھریوں کی طرح کے ہوتے تھے لہذا درہم و دینار کے سائز کی پتھریاں رکھی ہوں گی) پھر میں نے ان پتھریوں پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر میں نے اپنے دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا اے دادا جان! اپنا ہاتھ اس مال پر رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا (وہ یہ سمجھے کہ یہ درہم و دینار ہی ہیں) تو انہوں نے کہا کوئی بات نہیں اگر وہ تمہارے لئے اتنا مال چھوڑ گئے ہیں تو انہوں نے اچھا کیا اس سے تمہارا گزارہ ہو جائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن میں نے یہ کام بڑے میاں (دادا جان) کی تسلی کے لئے کیا تھا[1] اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے غزوۂ تبوک میں اپنا سارا مال جو کہ چار ہزار درہم تھا خرچ کیا تھا۔

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۹) واخرجہ احمد والطبرانی نحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۵۹) رجال احمد رجال الصحیح غیر ابن اسحاق وقد صرح بالسماع انتہی

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن خبّاب سُلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا اور جیشِ عُسرہ (غزوۂ تبوک میں جانے والے لشکر) پر خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمان بن عفّانؓ نے کہا کجاوے اور پالان سمیت سو اونٹ میرے ذمہ ہیں یعنی میں دوں گا۔ پھر حضورؐ منبر سے ایک سیڑھی نیچے تشریف لائے اور پھر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے پھر کہا کجاوے اور پالان سمیت اور سو اونٹ میرے ذمہ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ (حضرت عثمانؓ کے اتنا زیادہ خرچ کرنے پر بہت خوش ہیں اور خوشی کی وجہ سے) ہاتھ کو ایسے ہلا رہے ہیں جیسے تعجّب و حیرانی میں انسان ہلایا کرتا ہے۔ اس موقع پر عبدالصمد راوی نے سمجھانے کے لئے اپنا ہاتھ باہر نکال کر ہلا کر دکھایا اور حضورؐ فرما رہے ہیں اگر اتنا زیادہ خرچ کرنے کے بعد عثمانؓ کوئی بھی (نفل) عمل نہ کرے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے تین مرتبہ ترغیب دی اور حضرت عثمانؓ نے کجاوے اور پالان سمیت تین سو اونٹ اپنے ذمہ لیے حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب حضورؐ منبر پر یہ فرما رہے تھے اتنا خرچ کرنے کے بعد یا فرمایا آج کے بعد عثمانؓ کا کسی گناہ سے نقصان نہیں ہوگا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سَمُرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جَیشِ عُسرہ (یعنی غزوۂ تبوک کے لشکر) کو تیار کر رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے اور لا کر حضورؐ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ حضورؐ ان دیناروں کو اُلٹتے پلٹتے جا رہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے آج کے بعد عثمانؓ جو بھی (گناہِ صغیرہ یا خلافِ اولیٰ) کام کریں گے تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا۔ یہ بات آپ نے کئی مرتبہ فرمائی۔[2] ابو نُعیم نے یہی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۴) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۹) نحوہ [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۰۲) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۹) نحوہ عن عبدالرحمٰن وعن ابن عمر۔

مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! عثمانؓ کے اس کارنامے کو نہ بھولنا اور اس کے بعد عثمانؓ کوئی نیکی کا کام نہ کریں تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا۔

حضرت حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جَیشِ عُسرہ کی مدد کرنے کے لئے پیغام بھیجا تو حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار حضورؐ کے پاس بھیجے۔ لانے والے نے وہ دینار حضورؐ کے سامنے ڈال دیئے۔ حضورؐ اپنے سامنے ان دیناروں کو اوپر نیچے اُلٹنے پلٹنے لگے اور حضرت عثمانؓ کے لئے دعا کرنے لگے۔ اے عثمانؓ! اللہ تیری مغفرت فرمائے اور جو گناہ تم نے چھپ کر کیئے اور عَلَی الاِعلَان کیئے اور جو تم نے مخفی رکھے اور جو گناہ تم سے قیامت تک ہوں گے اللہ ان سب کو معاف فرمائے۔ اس عمل کے بعد عثمانؓ کوئی بھی نیک عمل نہ کریں تو کوئی پرواہ نہیں[1] (انسان جب مرتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ عثمانؓ سے مرتے دم تک جتنے گناہ ہوں اللہ انہیں معاف کرے)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جَیشِ عُسرہ کی تیاری کے لئے سامان دیا اور سات سو اُوقیہ سونا لا کر دیا اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا[2]۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ نے غزوۂ تبوک میں ہزار سواریاں دیں جن میں پچاس گھوڑے تھے[3]۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ تبوک میں حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے ساڑھے نو سو اونٹنیاں اور پچاس گھوڑے دیئے تھے یا یہ کہا نو سو ستر اونٹنیاں اور تیس گھوڑے دیئے تھے[4] اور یہ پہلے گزر چکا کہ غزوۂ تبوک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی لشکر کو ان کی ضرورت کا سامان دیا تھا یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ ایک تہائی لشکر کی ضرورت کی ہر چیز انہوں نے مہیا کی تھی۔

---

[1] عند ابی عدی والدارقطنی وابی نعیم وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲) [2] اخرجہ ابو یعلی والطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۵) وفیہ ابراہیم بن عمر بن ابان وہو ضعیف انتہی [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۹) [4] عند ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اور مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شور سُنا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا تجارتی قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آ رہا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں (اس قافلہ میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اُٹھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں پوری کوشش کروں گا کہ میں جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامانِ تجارت اور کجاووں کے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔[1] حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستہ میں صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستہ میں دیئے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔[2] حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا مال صدقہ کیا پھر بعد میں چالیس ہزار دینار صدقہ کیے پھر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ صدقہ کیے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔[3] حصہ اول صفحہ ۳۲۵ پر یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے غزوہ تبوک میں دو سو اُوقیہ صدقہ کیے۔

---

[1] اخرجہ احمد واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۸) عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ وابن سعد (ج ۳ ص ۹۳) عن حبیب بن ابی مرزوق بمعناہ قال فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۶۴) فی مسند احمد تفرد بہ عمارۃ بن زاذان الصیدلانی وھو ضعیف۔
[2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۹) وھکذا ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۶۴) عن معمر عن الزھری الا انہ قال حمل علی خمس مائۃ راحلۃ فی سبیل اللہ [3] اخرجہ ایضا ابن المبارک عن معمر کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۱۶)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے مدینہ میں کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ اس نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے زیادہ سواریاں اللہ کے راستہ میں دی ہوں۔ ایک مرتبہ دو دیہاتی آدمی مدینہ آکر یہ سوال کرنے لگے کہ کون اللہ کے راستہ میں سواری دے گا؟ لوگوں نے ان کو حضرت حکیم بن حزام کے بارے میں بتایا کہ وہ سواری کا انتظام کر دیں گے۔ وہ دونوں حضرت حکیم کے پاس ان کے گھر آگئے۔ حضرت حکیمؓ نے ان دونوں سے پوچھا کہ وہ دونوں کیا چاہتے ہیں؟ جو وہ چاہتے تھے وہ انہوں نے حضرت حکیمؓ کو بتایا۔ حضرت حکیمؓ نے ان دونوں سے کہا تم جلدی نہ کرو (کچھ دیر ٹھہرو) میں ابھی تم دونوں کے پاس باہر آتا ہوں (جب حضرت حکیمؓ باہر آئے تو) حضرت حکیمؓ وہ کپڑا پہنے ہوئے تھے جو مصر سے لایا گیا تھا اور جال کی طرح پتلا اور سستا تھا اور اس کی قیمت چار درہم تھی۔ ہاتھ میں لاٹھی پکڑی ہوئی تھی اور ان کے ساتھ ان کے غلام بھی باہر آئے (اور دونوں دیہاتیوں کو لے کر بازار کی طرف چل دیئے) چلتے چلتے جب وہ کسی کوڑے کرکٹ کے پاس سے گزرتے اور اس میں ان کو کپڑے کا کوئی ایسا ٹکڑا نظر آتا جو اللہ کے راستہ میں دیئے جانے والے اونٹوں کے سامان کی مرمت میں کام آسکتا ہو تو اسے اپنی لاٹھی کے کنارے سے اُٹھاتے اور اسے جھاڑتے پھر اپنے غلاموں سے کہتے اونٹوں کے سامان کی مرمت کے لئے اسے رکھ لو۔ حضرت حکیم اس طرح ایک کپڑا اٹھا رہے تھے کہ ان میں سے ایک دیہاتی نے اپنے ساتھی سے کہا تیرا ناس ہو۔ ان سے ہماری جان چھڑواؤ۔ اللہ کی قسم! ان کے پاس تو صرف کوڑے سے اُٹھائے ہوئے چیتھڑے ہی ہیں (یہ ہمیں سواری کے جانور کیسے دے سکیں گے؟) اس کے ساتھی نے کہا ارے میاں جلدی نہ کرو۔ ابھی ذرا اور دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت حکیم ان دونوں کو بازار لے گئے۔ وہاں انہیں دو موٹی تازی، خوب بڑی اور گابھن اونٹنیاں نظر آئیں انہوں نے ان دونوں کو خریدا اور ان کا سامان بھی خریدا۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا جس سامان کی مرمت کی ضرورت ہو اس کی مرمت کپڑے کے ان ٹکڑوں سے کر لو۔ پھر دونوں اونٹنیوں پر کھانا، گندم اور چربی رکھ دی اور ان دونوں دیہاتیوں کو خرچہ بھی دیا۔ پھر ان کو وہ دونوں اونٹنیاں دے دیں (جب اتنا کچھ حضرت حکیم نے دیا تو ایک دیہاتی نے

اپنے ساتھی سے کہا میں نے آج ان سے بہتر (یعنی) کوئی کپڑے کے ٹکڑے اُٹھانے والا نہیں دیکھا[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا۔ لوگوں نے حضرت حکیم رضؓ سے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاویہ نے (سستا خرید کر) آپ کو قیمت میں نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت حکیم رضؓ نے کہا (کوئی بات نہیں) اللہ کی قسم! میں نے بھی یہ گھر زمانۂ جاہلیت میں صرف ایک مشک شراب میں (سستے داموں) خریدا تھا (اس حساب سے مجھے تو بہت زیادہ قیمت مل گئی ہے) میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ اس کی ساری قیمت اللہ کے راستہ میں، مسکینوں کی امداد میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں ہی خرچ ہوگی۔ اب بتاؤ ہم دونوں میں سے کون گھاٹے میں رہا؟ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے وہ گھر ایک لاکھ میں بیچا تھا[2]

حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک زمین دو سو اونٹنیوں کے بدلہ میں بیچی۔ پھر ان میں سے سو اونٹنیاں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادیٔ قریٰ سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اونٹنی نہ بیچیں[3] حصہ اوّل صفحہ　　پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کی اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک سو اُوقیہ یعنی چار ہزار درہم دیئے اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوّے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی اور حضرت عباسؓ، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے حضورؐ کو بہت زیادہ مال لا کر دیا اور حصہ اوّل صفحہ ۳۹۲ پر گزر چکا ہے کہ ایک صحابی

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۳۸۴) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۴) رواہ الطبرانی باسنادین احمد ہما حسن انتہی [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۶)

نے ایک اونٹنی اللہ کے راستہ میں دی تھی اور حضرت قیس بن سلکع انصاری رضی اللہ عنہ نے جہاد میں بہت سا مال خرچ کیا تھا۔

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابی عورتوں کا مال خرچ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ازواج مطہرات سے) فرمایا کہ (میرے دنیا سے جانے کے بعد) تم میں سے سب سے جلدی مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد ازواج مطہرات آپس میں مقابلہ کیا کرتیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے (ہم تو ہاتھ کی لمبائی ہی سمجھتی رہیں لیکن ہاتھ کے لمبے ہونے سے حضورؐ کی مراد سخاوت اور زیادہ مال خرچ کرنا تھا اس وجہ سے) ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینبؓ نکلیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں اور (اس کی آمدنی) صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم جب اپنے میں سے کسی کے گھر جمع ہو جاتیں تو اپنے ہاتھ دیوار کے ساتھ لمبے کر کے ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے؟ ہم ایسا ہی کرتی رہیں یہاں تک کہ (سب سے پہلے) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ چھوٹے قد کی عورت تھیں اور ہم میں سب سے لمبی نہیں تھیں۔ حضرت زینبؓ کے سب سے پہلے وفات پانے سے ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے حضورؐ کی مراد (کثرت سے) صدقہ کرنا ہے۔ حضرت زینبؓ دستکاری اور ہاتھوں کے ہنر کی ماہر تھیں وہ کھال رنگا کرتیں اور کھال سیا کرتیں (پھر اسے فروخت کر دیتیں اور اس کی قیمت) اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا کرتیں۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینبؓ سوت کاتا کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں کو دے دیا کرتیں۔ وہ لوگ اس سوت سے سیا کرتے اور اپنے سفر میں دوسرے کاموں میں لاتے۔[2]

---

[1] اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۱۴) [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۸۹) ورجالہ وثقوا وفی بعضہم ضعف اھ۔

حصہ اوّل صفحہ ۳۳۵ پر یہ مضمون گزر چکا ہے کہ غزوۂ تبوک کی تیاری میں مسلمانوں کی مدد کے لئے عورتوں نے کنگن، بازو بند، پازیب، بالیاں اور انگوٹھیاں بھیجیں۔

فقراء، مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا

حضرت عمیر بن سلمہ دُؤلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کو ایک درخت کے سائے میں سو رہے تھے ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی اور لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی رہی (کہ ان میں سے کون میرا کام کرا سکتا ہے) اور دیکھتے دیکھتے وہ حضرت عمرؓ تک پہنچ گئی (انہیں دیکھ کر اسے یہ اطمینان ہوا کہ یہ آدمی میرا کام کرا دے گا) اس نے حضرت عمرؓ سے کہا میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بہت سے بچے ہیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ کو (ہمارے علاقہ میں) صدقات وصول کرنے بھیجا تھا (وہ صدقات وصول کرکے واپس آ گئے) اور انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ہماری ان سے سفارش کر دیں (شاید وہ آپ کی بات مان لیں)، تو حضرت عمرؓ نے (اپنے دربان) یَرْفا کو پکار کر کہا حضرت محمد بن مَسلَمہ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ اس عورت نے کہا میری ضرورت کے پورا ہونے کی زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں (اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا مخاطب آدمی خود امیر المومنین ہے)، حضرت عمرؓ نے کہا (میرے بلانے پر) انشاء اللہ وہ تمہارا کام کر دے گا۔ حضرت یَرْفا نے جا کر حضرت محمد بن مَسلَمہ سے کہا چلیں آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں، چنانچہ حضرت محمد بن مَسلَمہ آئے اور انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مَسلَمہ سے فرمایا اللہ کی قسم! میں تو تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا کہو گے؟ یہ سُن کر حضرت محمد بن مَسلَمہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اِتباع کیا۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو جو حکم دیتے حضورؐ اس پر عمل کرتے۔ حضورؐ صدقات (وصول کرکے)، اس کے حقدار مساکین کو دیا کرتے اور حضورؐ کا معمول یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضورؐ کا خلیفہ بنایا تو وہ بھی حضورؐ کے طریقہ پر ہی عمل کرتے رہے

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خلیفہ بنا دیا اور میں نے تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کبھی کمی نہیں کی۔ اب اگر میں تمہیں بھیجوں تو اس عورت کو اس سال کا اور گزشتہ سال کا اس کا حصّہ (صدقات میں سے) دے دینا اور مجھے معلوم نہیں شاید اب میں تمہیں (صدقات وصول کرنے) نہ بھیجوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اس عورت کو آٹا اور تیل دیا اور فرمایا یہ لے لو۔ پھر ہمارے پاس خیبر آجانا کیونکہ اب ہمارا خیبر جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ وہ عورت خیبر حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ نے دو اونٹ اور منگوائے اور اس عورت سے کہا یہ لے لو۔ حضرت محمدؓ کے تمہارے ہاں آنے تک یہ تمہارے لئے کافی ہو جائیں گے اور میں نے حضرت محمدؓ کو حکم کر دیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا اس سال کا اور گزشتہ سال کا حصّہ دے دیں[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ حضرت عمرؓ کو ایک جوان عورت ملی اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور وہ اللہ کی قسم (فقر و فاقہ کی وجہ سے) پائے بھی نہیں پکا سکتے (ملک عرب میں پائے مفت ملتے تھے پکایا نہیں کرتے تھے) نہ ان کے پاس کوئی کھیتی ہے اور نہ کوئی دودھ کا جانور اور مجھے ڈر ہے کہ قحط سالی سے کہیں وہ مر نہ جائیں اور میں حضرت خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہوں۔ میرے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ اس عورت کے پاس کھڑے (باتیں سنتے) رہے اور آگے نہیں گئے۔ پھر فرمایا خوش آمدید ہو قریبی رشتہ داری نکل آئی (یعنی تمہارے قبیلہ غفار کا ہمارے قبیلہ قریش سے قریبی رشتہ ہے یا تم ایک مشہور صحابی کے خاندان میں سے ہو) پھر حضرت عمرؓ وہاں سے گھر واپس گئے، ان کے گھر میں ایک خوب بوجھ اٹھانے والا اونٹ بندھا ہوا تھا دو بورے غلّہ سے بھر کر اس پر رکھ دیئے اور ان دونوں بوروں کے درمیان خرچے کے پیسے اور کپڑے رکھ دیئے اور پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کو پکڑا کر کہا یہ اونٹ لے جاؤ۔ انشاء اللہ ان چیزوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بہتر انتظام فرما دیں گے۔ ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس عورت کو بہت زیادہ

---

[1] اخرجہ ابو عبید فی الاموال کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۹)

دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تیری ماں تجھے گم کرے۔ اس عورت کا باپ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ حُدَیبیہ میں شریک ہوا تھا اور اللہ کی قسم! مَیں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک انہوں نے ایک قلعہ کا مُحاصَرہ کیئے رکھا۔ پھر انہوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ہم اس میں سے اپنے حصّے خوب وصول کر رہے ہیں (چونکہ یہ بہت زیادہ دینی فضائل والے خاندان کی عورت ہے اس وجہ سے میں نے اسے زیادہ دیا ہے)[1]

حضرت سعید بن عامر بن حِذیَم جُمَحِی رَضِیَ اللہُ عَنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت حسّان بن عَطِیّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مُلکِ شام کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت سعید بن عامر بن حِذیَم جُمَحِی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کو بھی ساتھ لے گئے جس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا اور وہ قریش قبیلہ کی تھی۔ تھوڑے ہی دِن گزرے تھے کہ فاقہ اور سخت تنگی کا دَور شروع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے وہ ہزار دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس گھر گئے اور اس سے کہا تم جو یہ دینار دیکھ رہی ہو یہ حضرت عمرؓ نے بھیجے ہیں۔ اس نے کہا میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ ہمارے لیئے سالن کا سامان اور غلّہ خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں آئندہ کام آئیں گے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت نہ بتا دوں؟ کہ ہم یہ مال ایک تاجر کو دے دیتے ہیں جو اس سے ہمارے لیئے تجارت کرتا رہے۔ ہم اس کا نفع کھاتے رہیں اور ہمارے اس سرمائے کی ذمّہ داری بھی اس پر ہوگی۔ ان کی بیوی نے کہا پھر تو یہ ٹھیک ہے چنانچہ انہوں نے سالن کا سامان اور غلّہ خریدا اور دو اونٹ اور دو غلام خریدے۔ غلاموں نے ان اونٹوں پر ضرورت کا سارا سامان اکٹھا کر لیا اور انہوں نے یہ سب کچھ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ہے آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور

---

[1] اخرجہ ابو عبید فی الاموال البخاری والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۷)

جو نفع ہوا ہے اس میں سے کچھ لے کر ہمارے لیئے کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔ حضرت سعیدؓ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ کہا یہ پھر خاموش رہے آخر اس نے تنگ آکر ان کو ستانا شروع کیا اس پر انہوں نے دن میں گھر آنا چھوڑ دیا صرف رات کو گھر آتے۔ ان کے گھر والوں میں ایک آدمی تھا جو ان کے ساتھ گھر آیا کرتا تھا۔ اس نے ان کی بیوی سے کہا تم کیا کر رہی ہو؟ تم ان کو بہت تکلیف پہنچا چکی ہو وہ تو سارا مال صدقہ کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعیدؓ کی بیوی کو سارے مال کے صدقہ کرنے پر اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگی۔ ایک دن حضرت سعیدؓ اپنی بیوی کے پاس گھر آئے اور اس سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو۔ میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں (اس دنیا سے چلے گئے ہیں) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند و سورج کی روشنی پر غالب آجائے اور جو دوپٹہ اُسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا اور مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لیئے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہو گئی۔[1]

ابو نعیمؒ نے ہی اسی واقعہ کو حضرت عبدالرحمن بن سابط جمحی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت سعید بن عامرؓ کو تنخواہ ملتی تو گھر والوں کے گزارے کا سامان خرید لیتے اور باقی کو صدقہ کر دیتے تو ان کی بیوی ان سے کہتی آپ کی باقی تنخواہ کہاں ہے؟ وہ کہتے میں نے وہ قرض دے دی ہے (ان کا یہ طرز عمل دیکھ کر کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے انہوں نے کہا آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے، آپ کے سسرال والوں کا آپ پر حق ہے تو حضرت سعیدؓ نے کہا میں نے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی ہے۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش کرنا نہیں چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آئے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے گی جیسے سورج چمکتا ہے، میں جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت سے پیچھے رہ جانے کے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۴)

لیئے بالکل تیار نہیں ہوں کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے تو فُقرا، مومنین جنت کی طرف ایسے تیزی سے جائیں گے جیسے کبوتر اپنے گھونسلے کی طرف تیزی سے پَر پھیلا کر اُترتا ہے۔ فرشتے ان سے کہیں گے ٹھہرو حساب دے کر جاؤ وہ کہیں گے ہمارے پاس حساب کے لئے کچھ ہے ہی نہیں، ہمیں دیا ہی کیا تھا جس کا ہم حساب دیں۔ اس پر ان کا رَبّ فرمائے گا میرے بندے ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر ان کے لیئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ لوگوں سے ستّر سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور اسی حصّہ دوم کے صفحہ پر ان ہی حضرت سعید بن عامرؓ کا یہ قصّہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو؟ کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ ان کی بیوی نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بُلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا جاکر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا کیا آپ ہمارے لیئے کوئی خادم نہیں خرید لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعیدؓ نے کہا وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے۔ ان کے لیئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو اس وقت ایک مسکین نے آکر سوال کیا، انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے وہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا) اس

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۵)

لیئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لاکر پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو۔ (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا (اور لاکر ان کی خدمت میں پیش کر دیا) اس مسکین نے پھر واپس آکر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔[1]

ابو نعیم نے ہی یہ قصہ ایک اور سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہوئے ان کا انگور کھانے کو دل چاہا۔ میں نے ان کے لیئے انگور کا ایک خوشہ ایک درہم میں خریدا اور لاکر میں نے وہ خوشہ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ آگے حدیث کا مضمون پچھلی حدیث کی طرح ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ وہ سائل بار بار آتا اور وہ ہر دفعہ اسے خوشہ دینے کا حکم فرما دیتے (اور ہم اسے دے دیتے اور پھر اس سے خرید کر لے آتے) یہاں تک کہ میں نے سائل کو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں کہا تیرا ناس ہو۔ تجھے شرم نہیں آتی (ہر دفعہ واپس آکر پھر مانگ لیتا ہے) چنانچہ میں نے اس سے ایک درہم میں خرید کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا (اور وہ سائل منع کر دینے سے پاس دفعہ نہ آیا) تو آخر انہوں نے وہ خوشہ کھا لیا۔[2]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہوں نے ایک کمرہ (مہمانوں سے) بات چیت کے لیئے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۷) [2] واخرجہ ایضا نحو السیاق الاول مختصرا ابن المبارک کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۸) والطبرانی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۴۷) وابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۱) قال الہیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر نعیم بن حماد وہو ثقۃ۔

خالی رکھا ہوا تھا. ایک آدمی اِن کے پاس سے مینڈھا لے کر گزرا. انہوں نے مینڈھے والے سے پوچھا کہ تم نے یہ مینڈھا کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا بارہ درہم میں. میں نے (دل میں) کہا کاش کہ میرے پاس بھی بارہ درہم ہوتے تو میں بھی ایک مینڈھا خرید کر (عید پر) قربان کرتا اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتا. جب میں ان کے پاس سے کھڑا ہو کر اپنے گھر آیا تو انہوں نے میرے پیچھے ایک تھیلی بھیجی جس میں پچاس درہم تھے. میں نے ان سے زیادہ برکت والے درہم کبھی نہیں دیکھے. انہوں نے مجھے وہ درہم ثواب کی نیت سے دیئے اور مجھے ان دنوں ان دراہم کی شدید ضرورت تھی [۱]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کا مال خرچ کرنا

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مُؤطّا میں نقل کیا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روزہ رکھا ہوا تھا. ان سے ایک مسکین نے سوال کیا. ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی. انہوں نے اپنی باندی سے کہا یہ روٹی اس مسکین کو دے دو. باندی نے ان سے کہا (اس روٹی کے علاوہ) آپ کی افطاری کے لیئے اور کچھ نہیں ہے. حضرت عائشہؓ نے کہا کوئی بات نہیں، تم پھر بھی اسے یہ روٹی دے دو. چنانچہ باندی کہتی ہے کہ میں نے اس مسکین کو وہ روٹی دے دی. جب شام ہوئی تو ایک ایسے گھر والے نے یا ایک ایسے آدمی نے جو کہ ہمیں ہدیہ نہیں دیا کرتا تھا ہمیں ایک ڈھکی ہوئی بکری اور اس کے ساتھ بہت سی روٹیاں ہدیہ میں بھیجیں. حضرت عائشہؓ نے مجھے بلا کر فرمایا اس میں سے کھاؤ یہ تمہاری (روٹی کی) ٹکیہ سے بہتر ہے. [۲]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانا مانگا. حضرت عائشہؓ کے سامنے انگور رکھے ہوئے تھے. انہوں نے ایک آدمی سے کہا انگور کا ایک دانہ لے کر اسے دے دو. وہ حضرت عائشہؓ کی طرف (یا اس دانے کی طرف) تعجب سے دیکھنے لگا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تمہیں

---

[۱] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۳) رجالہ رجال الصحیح [۲] اخرجہ مالک فی المؤطا (ص ۳۹۰) از بلغہ عن عائشۃؓ

تعجب ہو رہا ہے؟ اس دانے میں تمہیں کتنے ذرّے نظر آرہے ہیں؟ (یہ فرما کر انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ ترجمہ: سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا)

اپنے ہاتھ سے مسکین کو دینا

حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بینائی جاچکی تھی۔ انہوں نے اپنی نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک رسّی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسّی کو پکڑ کر (دروازے تک جاتے اور) خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جاکر مسکین کو دے آتے ہیں۔ وہ فرماتے میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بُری موت سے بچاتا ہے[1]

حضرت عُمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس ایک مانگنے والا آیا انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر ایک پیسہ رکھا اور خود جاکر روٹی کا وہ ٹکڑا اس کے ہاتھ پر رکھا۔ میں نے ان سے کہا اے ابوالاسقع! کیا آپ کے گھر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو آپ کی جگہ یہ کام کر دے؟ انہوں نے کہا آدمی تو ہے لیکن جب کوئی آدمی مسکین کو صدقہ دینے کے لیئے چل کر جائے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور جب جاکر وہ چیز اس مسکین کے ہاتھ میں رکھ دے تو ہر قدم کے بدلہ میں دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے پیالے میں سے کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سُنتے تو اپنے حصّہ کا گوشت اور روٹی جاکر اسے دے دیتے

---

[1] اخرجہ الطبرانی والحسن بن سفیان عن محمد بن عثمان کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۹۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵۶) وابن سعد (ج ۳ ص ۵۲) عن محمد بن عثمان عن ابیہ نحوہ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۵)

جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی میں گھر والے پیالہ ختم کر چکے ہوتے. اگر مجھے اس پیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا. پھر اسی حال میں حضرت ابن عمرؓ صبح روزہ رکھ لیتے.[1]

مانگنے والوں پر مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ کے اوپر نجران (یمن کا ایک شہر) کی بنی ہوئی ایک چادر تھی جس کا کنارہ موٹا تھا. آپ کے پیچھے سے ایک دیہاتی آیا. اس نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن مبارک پر اس موٹے کنارے کا نشان پڑ گیا اور اس نے کہا اے محمدؐ! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے ہمیں بھی دو. حضورؐ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا اور فرمایا اسے ضرور کچھ دو.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کو مسجد میں بیٹھے رہتے تھے. جب حضورؐ گھر جانے کے لئے کھڑے ہوتے تو ہم لوگ آپ کے گھر داخل ہونے تک کھڑے رہتے. چنانچہ ایک دن حضورؐ گھر جانے کے لئے کھڑے ہوئے. جب آپ مسجد کے درمیان میں پہنچے تو ایک دیہاتی آپ کے پاس پہنچا اور اس نے اس زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی اور اس نے کہا اے محمدؐ! مجھے دو اونٹ دیں کیونکہ یہ دو اونٹ نہ تو آپ اپنے مال میں سے دیں گے اور نہ اپنے والد کے مال میں سے. حضورؐ نے فرمایا نہیں میں تو اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں. جب تک تم مجھے اس کا بدلہ نہیں دو گے میں تمہیں اونٹ نہیں دوں گا. یہ بات حضورؐ نے تین مرتبہ فرمائی (پھر حضورؐ نے اسے معاف فرما دیا بلکہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ فرمایا) اور پھر ایک آدمی کو بلا کر کہا اسے دو اونٹ دے دو. ایک اونٹ جو کا اور دوسرا کھجور کا.[3]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۲) [2] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۳) واخرجہ ایضا الشیخان عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۸) [3] اخرجہ ابن جریر ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰) واخرجہ ایضا احمد وابوداؤد والنسائی الا الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۸)

حضرت نعمان بن مُقرّن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم قبیلہ مُزینہ کے چار سو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے. حضورؐ نے ہمیں اپنے دین کے احکام بتائے (جب ہم حضورؐ سے فارغ ہو کر واپس جانے لگے تو) ایک آدمی نے کہا یا رسولؐ اللہ! راستہ کے لئے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے. حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا انہیں راستہ کے لئے توشہ دے دو. حضرت عمرؓ نے کہا میرے پاس تو بس تھوڑی سی بچی ہوئی کھجوریں ہیں میرے خیال میں تو وہ کھجوریں ان کی ضرورت کچھ بھی پوری نہ کر سکیں گی. حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور انہیں راستہ کے لئے توشہ دے دو. چنانچہ حضرت عمرؓ ہمیں ایک بالا خانے میں لے گئے. وہاں ایک خاکستری جوان اونٹ جتنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں (یعنی بیٹھے ہوئے ایک اونٹ جتنا اونچا کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا) حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگ یہ کھجوریں لے لیں. ہمارے تمام قافلہ والوں نے اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لے لیں اور میں سب سے آخر میں لینے گیا میں نے دیکھا تو نظر آیا کہ (کھجوریں شروع میں جتنی تھیں اب بھی اتنی ہی ہیں) ان میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی حالانکہ اس ڈھیر میں سے چار سو آدمی کھجوریں لے چکے تھے. (یہ حضورؐ کے فرمان کی برکت تھی)[1]

حضرت دُکین بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چار سو چالیس آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (سفر کے لئے) کھانے کی کوئی چیز مانگنے گئے. حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ اور انہیں سفر کے لئے کچھ دو. حضرت عمرؓ نے کہا میرے پاس تو صرف اتنا ہے جس سے میرے اور میرے بچوں کے گرمی کے چار مہینے گزر سکیں (اس سے ان کا کام نہیں چل سکے گا) حضورؐ نے فرمایا نہیں، جاؤ اور جو ہے وہ انہیں دے دو. حضرت عمرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! بہت اچھا! جیسے آپ فرمائیں. میں تو آپ کی ہر بات سنوں گا اور مانوں گا. چنانچہ حضرت عمرؓ وہاں سے کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے. حضرت عمرؓ ہمیں اوپر اپنے ایک بالاخانے میں لے گئے اور اپنے نیفہ میں سے چابی نکال کر بالاخانے کا دروازہ کھولا تو بالاخانے میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے بچے کے برابر کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا. حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں. چنانچہ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے لئے کھجوریں اپنی

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۴) رجال احمد رجال الصحیح اھ۔

مرضی کے مطابق لیں۔ میں سب سے آخر میں لینے گیا تو میں نے دیکھا تو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ہم نے اس ڈھیر میں سے ایک بھی کھجور نہ لی ہو۔[1]

حضرت دُکین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چار سو سوار حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس کھانے کی کوئی چیز مانگنے آئے۔ پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا میرے پاس تو صرف چند صاع کھجوریں ہیں جو شاید مجھے اور میرے اہل و عیال کو گرمیوں کے لیئے کافی نہ ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ارے حضورؐ کی بات سُنو اور مانو۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا۔ میں حضورؐ کی بات سُنتا اور مانتا ہوں۔[2]

حضرت اُفلَح بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی بھی مانگنے والے کو واپس نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ کوڑھی آدمی بھی ان کے ساتھ ان کے پیالہ میں کھانا کھاتا تھا اور اس کی انگلیوں میں سے خون ٹپک رہا ہوتا تھا۔[3]

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا صَدَقہ کرنا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس اپنا صدقہ لائے اور چپکے سے حضورؐ کو دیا اور عرض کیا یارسُولَ اللّٰہ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضورؐ کو دیا اور عرض کیا یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لے لوں گا) حضورؐ نے فرمایا تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگا دیا (یعنی تم ابوبکرؓ سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو ادا دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابوبکرؓ کا جذبہ اعلیٰ و افضل ہے) جو تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے وہی تم دونوں کے صدقوں میں فرق ہے (قبول تو دونوں ہوئے لیکن ابوبکرؓ

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۴) رجالہما رجال الصحیح وروی ابوداؤد منہ طرفا انتہی۔

[2] اخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶۵) قال ابونعیم ہذا حدیث صحیح وہو احد دلائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۰)

کا صدقہ زیادہ اخلاص اور قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے)۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بیر رُومہ (مدینہ کے ایک کنویں کا نام) خرید کر مسلمانوں کے لیئے صدقہ کر دے؟ قیامت کے دن سخت پیاس کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلائیں گے. چنانچہ یہ فضیلت سن کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیئے صدقہ کر دیا۔[2]

حضرت بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کو یہاں کا پانی موافق نہ آیا بنو غفار کے ایک آدمی کا کنواں تھا جس کا نام رُومہ تھا وہ اس کنویں کے پانی کی ایک مشک ایک مُد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) میں بیچا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں والے سے فرمایا تم میرے ہاتھ یہ کنواں بیچ دو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت میں ایک چشمہ ملے گا. اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے اور میرے اہل وعیال کے لیئے اس کے علاوہ اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے اس لیئے میں نہیں دے سکتا. یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے وہ کنواں پینتیس ہزار درہم میں خرید لیا پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! جیسے آپ نے اس سے جنت کے چشمے کا وعدہ فرمایا تو کیا اگر میں اس کنویں کو خرید لوں تو مجھے بھی جنت میں وہ چشمہ ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں بالکل ملے گا. حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیئے صدقہ کر دیا ہے۔[3]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سُعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم صدقہ کیئے. پھر اس دن ان کو مسجد میں جانے سے صرف اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سیا (لاکھ درہم سب دوسروں کو دے دیئے، اپنے پر کچھ نہ لگایا)[4] اور حصہ دوم صفحہ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲) قال ابن کثیر اسنادہ جید ویعد من المرسلات کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۴۸)

[2] اخرجہ ابن عدی وابن عساکر [3] عند الطبرانی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۱) [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۸)

مال چار ہزار (درہم) صدقہ کیئے پھر چالیس ہزار صدقہ کیئے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیئے۔

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی (ان سے غزوۂ بنو قریظہ یا غزوۂ تبوک کے وقت غلطی سرزد ہوئی تھی) تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑنا چاہتا ہوں جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے اور میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو لبابہ! تہائی مال کا صدقہ تمہارے لیئے کافی ہے۔ چنانچہ میں نے تہائی مال صدقہ کر دیا[1]

حضرت نعمان بن حُمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ماموں کے ساتھ مدائن شہر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ کھجور کے پتّوں سے کچھ بنا رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک درہم کے کھجور کے پتّے خریدتا ہوں پھر ان کا کچھ بنا کر تین درہم میں بیچ دیتا ہوں اور پھر ایک درہم کے دوبارہ پتّے خریدتا ہوں اور ایک درہم اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دیتا ہوں اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔ اگر (امیرالمومنین) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی مجھے اس سے روکیں گے تو میں نہیں رُکوں گا (حضرت سلمان حضرت عمرؓ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے)[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہدیہ دینا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو (سخت بھوک کی) مشقت اٹھانی پڑی (جس کی وجہ سے) میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار اور منافقوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب حضورؐ نے بھی یہ بات دیکھی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لیئے رزق بھیج دیں گے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ اور رسولؐ کی بات ضرور پوری ہوگی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے چودہ اونٹنیاں کھانے کے سامان سے لدی ہوئی خریدیں اور ان میں سے نو اونٹنیاں حضورؐ

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۳۲) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۴)

کی خدمت میں بھیج دیں۔ جب حضورؐ نے یہ اونٹنیاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا یہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو ہدیہ میں بھیجی ہیں۔ اس پر حضورؐ اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ کے چہرے پر محسوس ہونے لگے اور منافقوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپ نے دعا کے لیئے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمانؓ کے لیئے ایسی زبردست دعا کی کہ میں نے حضورؐ کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی کے لیئے ایسی دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! عثمانؓ کو (یہ اور یہ) عطا فرما اور عثمانؓ کے ساتھ (ایسا اور ایسا) معاملہ فرما۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک مہینہ یا ایک ہفتہ یا جتنا اللہ چاہیں اس وقت تک مسلمانوں کے کسی ایک گھرانہ کی ضروریات زندگی پوری کروں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں حج پر حج کروں اور ایک دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے) کا طباق (خرید کر) اللہ کی نسبت پر تعلق رکھنے والے اپنے بھائی کو ہدیہ کر دوں یہ مجھے ایک دینار اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے (حالانکہ ایک دینار ایک دانق سے بہت زیادہ ہوتا ہے)[2]

کھانا کھلانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کر لوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کر دوں (حالانکہ ایک غلام کی قیمت ایک صاع کھانے سے بہت زیادہ ہے)[3]

حضرت عبدالواحد بن ایمن اپنے والد حضرت ایمن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں کچھ مہمان آئے۔ حضرت جابر ان کے لیئے روٹی اور سرکہ لے کر آئے اور فرمایا کھاؤ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرکہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۵) رواہ الطبرانی وفیہ سعید بن محمد الوراق وہو ضعیف واخرجہ ابن عساکر عن ابی مسعود نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۸) [3] اخرجہ البخاری فی الادب وابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۵)

بہترین سالن ہے۔ مہمانوں کے سامنے جو کچھ پیش کیا جائے وہ اسے حقیر سمجھیں اس سے یہ مہمان تباہ و برباد ہو جائیں گے اور میزبان کے گھر میں جو کچھ ہے اسے مہمانوں کے سامنے پیش کرنے میں حقارت سمجھے تو اس سے یہ میزبان تباہ و برباد ہو جائے گا[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے انہوں نے (اپنی باندی سے) کہا اے باندی! ہمارے ساتھیوں کے لئے کچھ لاؤ چاہے روٹی کے ٹکڑے ہی ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں[2]

حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مہمان کے لئے کھانے میں) تکلف کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ لوگوں کے لئے ضرور تکلف کرتا اور پھر روٹی اور نمک لے آئے (گھر میں اور کچھ تھا نہیں) میرے ساتھی نے کہا اگر نمک کے ساتھ پودینہ ہو جائے (تو بہتر ہے چونکہ حضرت سلمانؓ کے پاس پودینہ خریدنے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے اس لئے) انہوں نے اپنا لوٹا بیچ کر گروی رکھوایا اور اس کے بدلہ میں پودینہ لے کر آئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں دی ہوئی روزی پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر دی ہوئی روزی پر قناعت کرتے تو میرا لوٹا گروی رکھا ہوا نہ ہوتا[3] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم مہمان کے لئے اس چیز کا تکلف کریں جو ہمارے پاس نہ ہو۔

---

[1] اخرجہ البیہقی فی الشعب کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶) واخرجہ احمد والطبرانی عن عبداللہ بن عبید بن عمیر بنحوہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۸۰) رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط وابو یعلی الا انہ قال وکفی بالمرء شرا ان یحتقر ما قرب الیہ وفی اسناد ابی یعلی ابو طالب القاص ولم اعرفہ وبقیۃ رجال ابی یعلی وثقوا وفیہم الصحیح باختصار انتہی [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید عن حمید الطویل کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵۲) وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۷) بعد ما ذکرہ عن الطبرانی واسنادہ جید اھ واخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۸۴) بنحوہ [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۹) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن منصور الطوسی وہو ثقۃ۔

حضرت حمزہ بن صُہیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ (لوگوں کو) بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے صُہیب! تم بہت زیادہ کھانا کھلاتے ہو حالانکہ یہ مال کی فضول خرچی ہے۔ حضرت صہیب نے کہا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔ حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے میں لوگوں کو خوب کھانا کھلاتا ہوں۔

حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کھانا کھلانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ گھر میں بیٹھا ہوا تھا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرے پاس سے گزرے تو آپ نے مجھے اشارہ کیا میں اُٹھ کر آپ کے پاس چلا گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر ہم دونوں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی ایک زوجۂ محترمہ کے حجرے تک پہنچ گئے اور خود حجرے میں تشریف لے گئے اور پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اندر پردہ والے حصہ میں داخل ہو گیا (بظاہر حضورؐ کی زوجۂ محترمہ ان سے پردہ میں تھیں اور یہ حجرے کے اس پردہ والے حصہ میں چلے گئے تھے جہاں عام لوگ اجازت سے ہی اندر آ سکتے تھے)، پھر آپ نے فرمایا دوپہر کا کھانا ہے؟ گھر والوں نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ روٹی کی تین ٹکیاں آپ کے پاس لائی گئیں جن کو (ایک اونچی جگہ پر یا) کھجور کے پتوں کے دسترخوان پر رکھ دیا گیا۔ حضورؐ نے ایک ٹکیہ اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی اور دوسری ٹکیہ اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دی پھر تیسری ٹکیہ اُٹھا کر اس کے دو حصّے کیے اور پھر آدھی ٹکیہ اپنے سامنے رکھی اور آدھی میرے سامنے۔ پھر (گھر والوں سے) فرمایا کوئی سالن ہے؟ تو گھر والوں نے کہا اور تو کچھ ہے نہیں۔ بس تھوڑا سا سرکہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہی سرکہ لے آؤ دیکھو سرکہ تو بہترین سالن ہے [1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی لے کر آ رہے ہیں جس پر آٹا، گھی اور شہد ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹنی کو بٹھاؤ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ نے اونٹنی بٹھا دی۔ پھر آپ نے پتھر کی ایک ہانڈی منگوائی

---

[1] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۸۲) واخرجہ ایضا اصحاب السنن کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۵)

اور اس میں کچھ گھی، شہد اور آٹا ڈالا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ پک گیا۔ پھر آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا کھاؤ اور آپ نے خود بھی اس میں سے کھایا پھر آپ نے فرمایا اسے اہل فارس خَبِیص کہتے ہیں[1]

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اتنا بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اُٹھاتے تھے اور اس کو غَرّاء کہا جاتا تھا۔ جب چاشت کا وقت ہو جاتا اور صحابہ کرام چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس میں ثرید بنی ہوئی ہوتی۔ سب اس پر جمع ہو جاتے جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو حضورؐ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے (چنانچہ ایک مرتبہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے تو) ایک دیہاتی نے کہا یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے متواضع غلام اور سخی آدمی بنایا ہے (اور اس طرح بیٹھنا تواضع کے زیادہ قریب ہے) اور مجھے متکبر اور جان بوجھ کر حق سے ضد رکھنے والا نہیں بنایا پھر آپ نے فرمایا پیالے کے کناروں سے کھاؤ، درمیان کو چھوڑ دو۔ اس پر برکت نازل ہوتی ہے[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے۔ میرے والد رات دیر تک حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے باتیں کرتے رہتے تھے، چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں چلے گئے اور جاتے وقت کہہ گئے اے عبدالرحمٰن! اپنے مہمانوں کو کھانا وغیرہ کھلا کر فارغ ہو جانا (اور میرا انتظار نہ کرنا) جب شام ہو گئی تو ہم مہمانوں کے لئے کھانا لے آئے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک صاحب خانہ یعنی حضرت ابوبکرؓ آکر ہمارے ساتھ کھانا نہ کھائیں (اس وقت تک ہم بھی نہیں کھائیں گے)، میں نے کہا وہ بہت غصہ والے آدمی ہیں اگر آپ لوگ نہیں کھائیں گے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھ سے سخت ناراض ہوں گے۔ وہ لوگ پھر بھی نہ مانے۔ جب حضرت ابوبکرؓ آئے تو سب سے پہلے انہوں نے مہمانوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ لوگ اپنے مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو ان سے ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا میں نے عبدالرحمٰن کو نہیں کہا تھا (کہ مہمانوں سے فارغ ہو جانا)؟ اس پر میں ان سے چھپ گیا۔ انہوں نے کہا اے عبدالرحمٰن! میں اور زیادہ چھپ گیا۔ انہوں نے کہا او غنثر!

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۰) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۸) رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ ورجال الصغیر والاوسط ثقات [2] اخرجہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ (ص ۳۶۱)

یعنی اے بے وقوف! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو ضرور میرے پاس آؤ۔ چنانچہ میں آگیا اور میں نے کہا میرا کوئی قصور نہیں ہے، یہ آپ کے مہمان ہیں آپ ان سے پوچھ لیں۔ میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آجاتے وہ کھانا نہیں کھاتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان مہمانوں سے کہا آپ لوگوں کو کیا ہوا۔ آپ لوگ ہماری مہمانی کیوں نہیں قبول کرتے؟ اللہ کی قسم! آج رات میں کھانا ہی نہیں کھاؤں گا (غصہ میں حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی) اس پر مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے (مہمانوں نے بھی قسم کھالی) حضرت ابوبکرؓ نے کہا آج رات جیسا شر تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ لوگوں کا بھلا ہو! آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ لوگ ہماری مہمانی قبول نہیں کرتے ہیں؟ پھر (جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت ابوبکرؓ نے کہا پہلی قسم یعنی میری قسم تو شیطان کی طرف سے تھی، آؤ اپنی مہمانی کھاؤ۔ چنانچہ کھانا لایا گیا اور آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تو مہمانوں نے بھی کھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے مہمانوں کی قسم تو پوری ہو گئی لیکن میری قسم پوری نہ ہو سکی اور رات کا سارا واقعہ حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا بلکہ تم ان سے زیادہ قسم پوری کرنے والے ہو اور ان سے زیادہ اچھے ہو۔ راوی کہتے ہیں مجھ تک یہ بات نہیں پہنچی کہ حضرت ابوبکرؓ نے (قسم پوری نہ ہونے کا) کفارہ دیا یا نہیں (حضرت ابوبکرؓ نے کفارہ ضرور دیا ہو گا کیونکہ اس صورت میں کفارہ بالاتفاق لازم آتا ہے)[1]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا سواری اور مال برداری کے اونٹوں میں ایک اندھی اونٹنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ اونٹنی کسی کو دے دو۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ میں نے کہا وہ تو اندھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ اسے اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے (ان کے ساتھ پھرتی رہے گی) میں نے کہا وہ زمین سے (گھاس وغیرہ) کیسے کھائے گی؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے؟ (یہ اس وجہ سے پوچھا کہ جزیہ کا جانور مالدار اور فقیر دونوں کھا سکتے ہیں اور صدقہ کا جانور صرف

[1] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۸۶)

فقیر ہی کھا سکتا ہے) میں نے کہا نہیں۔ وہ تو جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے تو اسے کھانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہا (میں ویسے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) اس پر جزیہ کے جانوروں کی نشانی لگی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے ذبح کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس نو چوڑے پیالے تھے (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرَات چونکہ نو تھیں اس وجہ سے ان کی تعداد کے مطابق پیالے بھی نو بنا رکھے تھے تاکہ ان سب کو چیز ہدیہ میں بھیجی جا سکے) جب بھی حضرت عمرؓ کے پاس کوئی پھل یا کوئی نادر اور پسندیدہ میوہ آتا تو اسے ان پیالوں میں ڈال کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرَات کے پاس بھیج دیتے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سب سے آخر میں بھیجتے تاکہ اگر کمی آئے تو حضرت حفصہؓ کے حصہ میں آئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس اونٹنی کا گوشت ان پیالوں میں ڈالا اور پھر حضورؐ کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرَات کے پاس بھیج دیا اور اونٹنی کا جو گوشت بچ گیا اسے پکانے کا حکم دیا۔ جب وہ پک گیا تو حضرات مہاجرین و انصار کو بلا کر انہیں کھلا دیا۔[1]

حضرت طلحہ بن عُبَیْدُاللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا کھانا کھلانا

حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت طلحہ بن عُبَیْدُاللہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور (اس کی خوشی میں) لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے طلحہ! تم بڑے فَیَّاض اور بہت سخی آدمی ہو۔[2]

حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا کھانا کھلانا

حضرت ابو ہُرَیْرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غریبوں مسکینوں کے حق میں سب سے اچھے آدمی تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور

---

[1] اخرجہ مالک کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۶) [2] اخرجہ الحسن بن سفیان وابو نعیم فی المعرفۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۶۷)

جو کچھ گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ تو گھی کی خالی کپی ہمارے پاس لے آتے جس میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ وہ اسے پھاڑ دیتے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے۔[1]

حضرت صُہَیب رُومی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا کھانا کھلانا

حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ کے لیئے کچھ کھانا تیار کیا۔ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ کچھ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا اور میں نے آپ کو اشارہ کیا (کہ کھانے کے لیئے تشریف لے چلیں)، تو حضورؐ نے مجھے اشارہ کرکے پوچھا کہ یہ لوگ بھی (کھانے کے لیئے ساتھ چلیں)، میں نے کہا نہیں۔ حُضورؐ خاموش ہوگئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ حُضورؐ نے جب دوبارہ مجھے دیکھا تو میں نے حُضورؐ کو اشارہ کیا تو حُضورؐ نے فرمایا اور یہ لوگ بھی۔ میں نے کہا نہیں۔ حُضورؐ نے اس طرح دو یا تین مرتبہ فرمایا تو میں نے کہا اچھا۔ یہ لوگ بھی (آجائیں) وہ تھوڑا سا کھانا تھا جسے میں نے حُضورؐ کے لیئے تیار کیا تھا۔ چنانچہ حُضورؐ بھی تشریف لائے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے اور ان سب نے کھایا (اللہ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ) کھانا پھر بھی بچ گیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف غریبوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے (اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ جاتے) اس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہوگیا تھا تو ان کی بیوی نے ان کے لیئے کھجوروں کا کوئی شربت تیار کیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں اور حضرت ابوبکر بن حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کھانا تب کھاتے جب ان کے دسترخوان پر کوئی یتیم ہوتا۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی دوپہر کا یا رات

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۱) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵۴) [3] اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۲۹۸)

کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لئے یتیم کے بغیر کھانا شروع کر دیا) حضرت ابن عمرؓ کے لئے میٹھے ستو تیار کیے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یتیم آگیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لئے ستو (کا پیالہ) پکڑا ہوا تھا تو وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو۔ میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو تو انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ ضرور اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمرؓ جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستہ میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمرؓ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کے راستہ میں نہ بیٹھو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد سے گھر آگئے (انہیں راستہ میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تاکہ وہ کھانے کے لئے آجائیں) آدمی ان کو بلانے گئے لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمرؓ بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا[1]

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی) نے کہا تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں جاؤ اور ان کی خدمت کرو (چنانچہ میں ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلاتے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس

---

[1] اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۲۹۸) ایضاً واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۲) بنحوہ۔

آ کر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جُحْفَہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لئے آ گئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک ننگا لڑکا بھی آ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلایا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل مل کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور اس لڑکے کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بٹھا لیا۔[1]

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آ جاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالہ میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اُونٹ تھا جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے۔ کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستو اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔[2]

حضرت مَعْن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلاتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے نہ بلاتے تو حضرت ابن عمرؓ فرماتے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا کھانا کھلانا

حضرت سلیمان بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ ابو نعیم (ج ۴ ص ۱۹) فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۲) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹)
[3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹)

کے زمانۂ خلافت میں حج کیا۔ ان کے ساتھ بصرہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی جن میں مُنتصِر بن حارث ضَبّی بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی ایسے ممتاز اور پسندیدہ صحابی سے نہ مل لیں جو ہمیں حدیثیں سنائے اس وقت تک ہم لوگ (بصرہ) واپس نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تو ہمیں بتایا گیا کہ ممتاز صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مکہ کے نشیبی حصہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ بہت بڑی مقدار میں سامان لے کر لوگ جا رہے ہیں۔ تین سو اونٹوں کا قافلہ ہے جن میں سو اونٹ تو سواری کے لئے ہے اور دو سو اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا ہے۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کیا یہ سارا انہی کا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان ہیں (اور یہاں نقشہ اور ہی طرح کا نظر آ رہا تھا) لوگوں نے بتایا کہ (یہ سارا سامان ہے تو ان کا ہی لیکن اپنے پر خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کے لئے ہے) یہ سو اونٹ تو ان کے مسلمان بھائیوں کے لئے ہیں جن کو یہ سواری کے لئے دیں گے اور ان دو سو اونٹوں کا سامان ان کے پاس مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کے لئے ہے۔ یہ سن کر ہمیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا تم تعجب نہ کرو حضرت عبداللہ بن عمروؓ مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان (کی مہمانی بھی کرتے ہیں اور جاتے وقت اسے) زادِ راہ دینا اپنے ذمہ مستقل حق سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا وہ اس وقت مسجد حرام میں ہیں چنانچہ ہم انہیں ڈھونڈنے گئے تو دیکھا کہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، چھوٹے قد کے ہیں، آنکھوں میں نمی ہے۔ دو چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور سر پر عمامہ باندھا ہوا ہے اور ان پر قمیص نہیں ہے اور اپنے دونوں جوتے بائیں طرف لٹکائے ہوئے ہیں [1]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) عن سلیمان بن الربیع بمعناہ مع زیادۃ۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضورؐ نے دریافت فرمایا اے ابوثابت! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کیے تھے تو میرا دل چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں. چنانچہ حضورؐ نے اسے نوش فرمایا اور حضرت سعدؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے گھر آنے کی) دعوت دی (جب حضورؐ ان کے گھر تشریف لے آئے تو) وہ حضورؐ کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے لائے جنہیں حضورؐ نے نوش فرمایا پھر دودھ کا ایک پیالہ لائے جسے حضورؐ نے پی لیا اور پھر ان کے لیئے یہ دعا فرمائی تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں اور فرشتے تمہارے لیئے دعائے رحمت کریں۔ اے اللہ! سعد بن عبادہؓ کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما [2] دوسری لمبی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہؓ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کے سامنے کچھ تل اور کچھ کھجوریں پیش کیں [3]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعہ پر کھڑے ہوئے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہؓ کے ہاں آجائے۔ پھر میں نے (ان کے انتقال کے بعد) ان کے بیٹے کو اسی طرح اعلان کرتے ہوئے دیکھا (پھر ان دونوں باپ بیٹے کے انتقال کے بعد) ایک دن میں مدینہ کے راستہ پر جا رہا تھا اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عالیہ محلہ میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہؓ کے قلعہ پر کیا کوئی آدمی

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۴۰) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶) [3] اخرجہ ابن عساکر ایضا من وجہ آخر عن انس مطولا بمعناہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶)

کھانے پر بلانے کے لیئے اعلان کر رہا ہے؟ مَیں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب وہ بات نہ رہی) [1]

حضرت ابوشعیب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا کھانا کھلانا

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. انصار میں ایک آدمی تھے جن کو ابوشعیب رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔ ان کا ایک غلام گوشت بنانے کا ماہر تھا انہوں نے اس غلام سے کہا تم میرے لیئے کھانا تیار کرو۔ مَیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور مزید چار آدمیوں کو بلانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے حضورؐ کو مع چار اور آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی۔ حضورؐ چار اور آدمیوں کو ساتھ لے کر چلے تو ایک آدمی خود ہی ان حضرات کے پیچھے پیچھے آنے لگا۔ حضورؐ نے حضرت ابوشعیبؓ سے فرمایا تم نے ہم پانچ آدمیوں کو دعوت دی تھی یہ آدمی از خود ہمارے پیچھے آرہا ہے اب اگر تم چاہو تو اسے بھی اجازت دے دو ورنہ رہنے دو۔ حضرت ابوشعیبؓ نے کہا نہیں اسے بھی اجازت ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا تو حضور کے چہرۂ مبارک پر بھوک کے آثار محسوس کیئے تو اپنے غلام سے کہا تمہارا بھلا ہو تم ہمارے لیئے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے [2]

ایک درزی کا کھانا کھلانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک درزی نے کھانا تیار کر کے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کھانے کے لیئے بلایا۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ اس دعوت میں چلا گیا تو اس نے حضورؐ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں مَیں نے دیکھا کہ حضورؐ پیالہ کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ اس دن سے مجھے بھی کدو بہت مرغوب ہو گیا ہے [3]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۲) [2] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۷۶) [3] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۸۰) واللفظ لہ ۔ والبخاری ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ اتنے میں ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی (جو صحابہؓ سے ٹوٹ نہ سکی) صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ خندق میں ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میں خود اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ مبارک پر (بھوک کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا کیونکہ تین دن سے ہم لوگوں نے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ پھر آپؐ نے کدال لے کر اس زور سے اس چٹان پر ماری کہ وہ ریت کے ڈھیر کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (آپ نے اجازت دے دی) میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا میں نے حضورؐ کی شدید بھوک کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ جس کے بعد میں رہ نہیں سکا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ جَو اور بکری کا ایک بچہ ہے۔ میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور اس کا گوشت تیار کیا۔ اس نے جَو پیس کر اس کا آٹا گوندھا۔ پھر ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا۔ اتنے میں آٹا بھی خمیر ہو کر روٹی پکنے کے قابل ہو گیا اور ہانڈی بھی چولہے پر پکنے والی ہو گئی۔ پھر میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے یا رسول اللہ! آپ تشریف لے چلیں اور ایک دو اور آدمی بھی ساتھ ہو جائیں۔ حضورؐ نے پوچھا کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا بڑا عمدہ کھانا ہے اور بہت زیادہ ہے اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں آ نہ جاؤں نہ وہ ہانڈی چولہے سے اتارے اور نہ روٹی تنور سے نکالے۔ پھر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو (کھانے کے لئے چلو) چنانچہ مہاجرین اور انصار کھڑے ہو کر حضورؐ کے ساتھ چل پڑے۔ میں جب گھر پہنچا تو میں نے بیوی سے کہا تیرا بھلا ہو حضورؐ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار اور دوسرے حضرات کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا کیا تم سے حضورؐ نے پوچھا تھا (کہ کھانا کتنا ہے؟) میں نے کہا ہاں (پھر حضورؐ سب کو لا رہے ہیں تو اب وہ ہی سب کے کھانے کا انتظام کریں گے جب حضورؐ ان کے گھر پہنچ گئے تو صحابہؓ سے) حضورؐ نے فرمایا اندر آ جاؤ اور بھیڑ نہ کرو اور حضورؐ روٹی کے ٹکڑے کر کے اس پر گوشت رکھ کر صحابہؓ کو دیتے جاتے۔ حضورؐ جب ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لیتے

تو انہیں ڈھانک دیتے۔ اسی طرح آپ صحابہؓ کو گوشت ہانڈی سے نکال کر اور روٹی توڑ توڑ کر دیتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا اور (میری بیوی سے) حضورؐ نے فرمایا اب تم بھی کھالو اور دوسروں کے گھروں میں بھی بھیج دو۔ کیونکہ تمام لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے[1]
امام بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث اس سے زیادہ مکمل طور پر نقل کی ہے اس میں مضمون اس طرح سے ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی مقدار کا علم ہوا تو تمام مسلمانوں کو کہا اٹھو اور جابر کے ہاں چلو۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ اعلان سن کر اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے کتنی شرم آئی اور میں نے دل میں کہا کہ میں نے تو صرف ایک صاع جَو اور ایک بکری کے بچے سے کھانے کا انتظام کیا ہے اور حضورؐ ہمارے ہاں اتنی ساری مخلوق کو لے کر آرہے ہیں۔ پھر میں نے گھر جا کر بیوی سے کہا آج تو تم رسوا ہو گئی ہو کیونکہ حضورؐ تمام خندق والوں کو لے کر آرہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا تم سے حضورؐ نے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میری بیوی نے کہا اب تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانیں (ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں) بیوی کی اس بات سے میری بڑی پریشانی دور ہو گئی۔ پھر حضورؐ گھر تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم کام کرتی رہو اور گوشت میرے حوالے کرو۔ حضورؐ روٹی کا ثرید بنا کر اس پر گوشت ڈالتے جاتے اور اسے بھی ڈھانک دیتے اور اسے بھی (یعنی روٹیوں اور گوشت دونوں کو ڈھانک دیتے) آپ اسی طرح لوگوں کے سامنے رکھتے رہے یہاں تک کہ تمام حضرات سیر ہو گئے اور تنور اور ہانڈی اب بھی پورے بھرے ہوئے تھے۔ پھر حضورؐ نے میری بیوی سے فرمایا اب تم خود بھی کھاؤ اور دوسرے گھروں میں بھی بھیجو۔ چنانچہ وہ خود بھی کھاتی رہی اور سارا دن گھروں میں بھیجتی رہی
ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو اور زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے مجھے بتایا کہ کھانا کھانے والوں کی تعداد آٹھ سو تھی یا فرمایا تین سو تھی[2]

امام بخاری نے ایک اور سند سے اسی طرح کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے لہٰذا تم سب جلدی سے چلو اور حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ البخاری وتفرد بہ [2] کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۹۷)

(مجھ سے) فرمایا جب تک میں آ نہ جاؤں تم اپنی ہانڈی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹیاں پکانا شروع کرنا۔ چنانچہ میں (خندق سے) گھر آیا اور (تھوڑی ہی دیر بعد) حضورؐ بھی تشریف لے آئے۔ آپ لوگوں سے آگے آگے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ گھر پہنچ کر میں نے بیوی کو بتلایا کہ حضورؐ سب خندق والوں کو لا رہے ہیں اس نے مجھے بہت کچھ کہا کہ آج تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور سب تمہیں برا کہیں گے (کہ کھانا تو تھوڑا سا ہے اور کھانے والے بہت زیادہ ہیں جب سب کو کھانا نہیں ملے گا تو رسوائی اور شرمندگی ہوگی) میں نے اس سے کہا تم نے جو کہا تھا میں نے ویسے ہی کیا۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر میری بیوی نے حضورؐ کے سامنے آٹا رکھا حضورؐ نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ہماری ہانڈی کے پاس تشریف لے گئے اور اس میں بھی لعاب مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا ایک اور روٹی پکانے والی کو بلا لو تاکہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے پیالے بھر بھر کر دیتی جاؤ لیکن اسے چولہے سے مت اتارنا (پچھلی حدیث میں یہ گزرا ہے کہ حضورؐ ہانڈی سے گوشت نکال رہے تھے اس لیئے بظاہر یہ بھی حضورؐ کے ساتھ نکال رہی ہوں گی) یہ کھانے کے لیئے آنے والے ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ حضرات کھانا کھا کر واپس چلے گئے اور کھانا بچا ہوا تھا اور ہماری ہانڈی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور آٹے کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک مرتبہ کھانا تیار کیا اور مجھ سے کہا جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیئے بلا لاؤ۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر چپکے سے عرض کیا کہ میری والدہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کے ساتھ پچاس آدمی کھڑے ہو کر چل پڑے (آپ ہمارے گھر تشریف لے آئے) اور آپ دروازے پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا دس دس کو اندر بھیجتے جاؤ۔ چنانچہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ گیا۔ (دس کا اس لیئے فرمایا کہ اندر اس سے زیادہ کے بیٹھنے کی جگہ نہ ہوگی) [2]

---

[1] واخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۷۸) عن جابر نحوہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۸) رجالہ وثقوا۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سنا، بہت کمزور ہو رہی تھی اور صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ کمزوری بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ پھر انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں اور اپنی اوڑھنی کے ایک حصہ میں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اوڑھنی کا باقی حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ میں یہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے آپ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ آپ کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان لوگوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا کھانے کے لئے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں (یہ تمام باتیں حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بتائی تھیں) آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا چلو اٹھو پھر آپ (ان تمام صحابہؓ کو لے کر) چل پڑے۔ میں ان حضرات کے آگے آگے چل رہا تھا۔ میں نے جلدی سے گھر پہنچ کر حضرت ابوطلحہؓ کو بتایا (کہ حضورؐ صحابہؓ کو ساتھ لے کر کھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں) حضرت ابوطلحہؓ نے کہا اے ام سلیم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا (جب حضورؐ کو پتہ ہے کہ ہمارے پاس کتنا کھانا ہے اور پھر اتنے سارے لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں تو اب تو) اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانیں (ہمیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے آگے بڑھ کر حضورؐ کا راستہ ہی میں استقبال کیا۔ پھر حضورؐ حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا اے ام سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ جَو کی روٹیاں لے آئیں۔ حضورؐ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا تو ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر حضرت ام سلیمؓ نے ان پر کپی سے گھی نچوڑ کر سالن بنا دیا۔ پھر حضورؐ اس کھانے پر تھوڑی دیر کچھ پڑھتے رہے (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب انہوں نے خوب سیر ہو کر کھا لیا اور باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا اب اور دس

آدمیوں کو اجازت دے دو۔ انہوں نے دس کو اجازت دے دی۔ جب ان دس آدمیوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھا لیا اور باہر چلے گئے تو آپؐ نے فرمایا اب اور دس آدمیوں کو اجازت دے دو۔ اس طرح سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ ان حضرات کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرات سو کے قریب تھے [۱]

حضرت اَشعث بن قَیس کِندی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا کھانا کھلانا

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت اَشعث رضی اللہ عنہ (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد مُرتد ہو گئے تھے اور بعد میں پھر مسلمان ہو گئے تھے اور ان) کو قید کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے ان کی بیڑیاں کھول دیں (اور انہیں اسلام لے آنے کی وجہ سے آزاد کر دیا) اور اپنی بہن سے ان کی شادی کر دی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر اونٹوں کے بازار میں داخل ہو گئے اور جس اونٹ یا اونٹنی پر نظر پڑتی اس کی کونچیں کاٹ ڈالتے۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ اَشعث تو کافر ہو گیا۔ جب یہ فارغ ہوئے تو اپنی تلوار پھینک کر فرمایا اللہ کی قسم! میں نے کفر اختیار نہیں کیا لیکن اس شخص نے یعنی حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنی بہن سے میری شادی کی ہے۔ اگر ہم اپنے علاقہ میں ہوتے تو ہمارا ولیمہ کچھ اور طرح کا ہوتا یعنی بہت اچھا ہوتا۔ اے مدینہ والو! تم ان تمام اونٹوں کو ذبح کر کے کھا لو اور اے اونٹوں والو! آؤ اور اپنے اونٹوں کی قیمت لے لو [۲]

حضرت ابُو بَرزہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا کھانا کھلانا

حضرت حسن بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح و شام ثرید کا ایک بڑا پیالہ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے لئے تیار کیا جاتا تھا [۳]

[۱] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۷۸)، واخرجہ ایضا البخاری عن انس بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۹ ص ۱۰۵) والامام احمد وابویعلی والبغوی کما بسط طرق احادیثہم والفاظہم فی البدایۃ واخرجہ الطبرانی ایضا کما فی المجمع (ج ۸ ص ۳۰۶) وقال رواہ ابویعلی والطبرانی وزاد وہم زہاء مائۃ ورجالہما رجال الصحیح [۲] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۱)، والمجمع (ج ۹ ص ۴۱۵) قال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح غیر عبدالمؤمن بن علی وہو ثقۃ [۳] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۵)

مدینہ طیبہ میں آنے والے مہمانوں کی مہمانی کا بیان

حضرت طلحہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی آدمی مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا اور مدینہ میں اس کا کوئی جاننے والا ہوتا تو وہ اس کا مہمان بن جاتا اور اگر کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ حضرات اہل صفہ کے ساتھ ٹھہر جاتا۔ چنانچہ میں بھی صفہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور میں نے وہاں ایک آدمی کے ساتھ جوڑی بنالی۔ حضورؐ کی طرف سے روزانہ دو آدمیوں کو ایک مُد یعنی چودہ چھٹانک کھجوریں ملا کرتی تھیں (اس طرح فی کس سات چھٹانک کھجوریں ملا کرتیں) ایک دن حضورؐ نے نماز سے سلام پھیرا۔ تو ہم اہل صفہ میں سے ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا ڈالے اور ہماری چادریں پھٹ گئیں۔ یہ سن کر حضورؐ منبر کی طرف چلے اور اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ کو اپنی قوم قریش کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں ان کا تذکرہ فرمایا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر اور میرے ساتھی پر دس سے زیادہ راتیں ایسی گزریں کہ ہمارے پاس پیلو کے پھل کے علاوہ کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ پھر ہم ہجرت کر کے اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آئے۔ ان کے ہاں عام غذا کھجور ہے اور وہی زیادہ کھائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کھجوریں کھلا کر ہی ہمارے ساتھ غمخواری کا معاملہ کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روٹی اور گوشت ہوتا تو میں تمہیں ضرور کھلاتا (آج تم تنگی سے گزارا کر رہے ہو) لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم کعبہ کے پردوں جیسے قیمتی کپڑے پہنو گے اور صبح اور شام تمہارے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے۔[1]

حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مدینہ منورہ) حاضر ہوئے وہاں کا دستور یہ تھا کہ جس آنے والے کا وہاں کوئی جاننے والا ہوتا وہ اس کا مہمان بن جاتا اور اس کے ہاں ٹھہر جاتا اور جس کا کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ صفہ میں ٹھہر

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷۴) واخرجہ ایضا الطبرانی والبزار بنحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۲) رجال البزار رجال الصحیح غیر محمد بن عثمان العقیلی وہو ثقۃ انتہی واخرجہ ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۱) واحمد والحاکم وابن حبان کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۳۱)

جاتا۔ چونکہ میرا کوئی جاننے والا نہیں تھا اس لئے میں صُفّہ میں ٹھہر گیا (صُفّہ میں اور حضرات مہاجرین بھی تھے) ایک دفعہ جمعہ کے دن ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسُولَ اللہ! کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا ڈالے۔ حُضُورؐ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو زندہ رہا اس کے سامنے صبح اور شام کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے جیسے کعبہ پر پردے ڈالے جاتے ہیں ایسے قیمتی کپڑے تم پہنو گے [1]

حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہؓ سے فرماتے ہر آدمی کے پاس جتنے کھانے کا انتظام ہے اتنے مہمان اپنے ساتھ لے جائے۔ چنانچہ کوئی آدمی ایک مہمان لے جاتا کوئی دو اور کوئی تین اور جتنے مہمان بچ جاتے ان کو حُضُورؐ اپنے ساتھ لے جاتے [2]

حضرت محمد بن سیرِیْن رحمۃ اللہ عَلَیْہِ کہتے ہیں جب شام ہو جاتی تو حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اصحابِ صُفّہ کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرما دیتے۔ کوئی ایک آدمی لے جاتا کوئی دو اور کوئی تین۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی دس مہمان لے جاتا اور حضرت سَعْد بن عُبَادہ رضی اللہ عنہ ہر رات اپنے گھر اَسّی مہمان لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے [3]

حضرت ابُوہُرَیْرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا میرے پاس سے گزر ہُوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوہر! میں نے عرض کیا لَبَّیْکَ یارسُولَ اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ اہلِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ اہلِ صُفّہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل وعیال تھے اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب حُضُورؐ کے پاس صدقہ آتا تو وہ سارا ان کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو اسے خود بھی استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں اپنے ساتھ شریک فرما لیتے اور ہدیہ میں سے کچھ ان کے پاس بھی بھیج دیتے [4]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اہلِ صُفّہ میں سے تھا جب شام ہوتی تو ہم لوگ حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دروازے پر حاضر ہو جاتے۔ آپ صحابۂ کرامؓ کو فرماتے تو ہر آدمی اپنے

---

[1] اخرجہ الطبرانی وفیہ المقدام بن داؤد وہو ضعیف وقد وثق وبقیۃ رجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۳) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۱۵۱) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۱) واخرجہ ایضا ابن ابی الدنیا و ابن عساکر بنحوہ مختصرا کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۹۰) [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۸) صحیح متفق علیہ۔

ساتھ ہم میں سے ایک آدمی اپنے گھر لے جاتا۔ آخر میں اہلِ صُفّہ میں سے دس یا کم وبیش آدمی بچ جاتے۔ پھر حضورؐ کا رات کا کھانا آتا تو ہم (باقی بچ جانے والے) حضورؐ کے ساتھ کھانا کھاتے جب ہم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو حضورؐ فرماتے جاؤ مسجدِ (نبوی) میں سو جاؤ۔ ایک دن حضورؐ میرے پاس سے گزرے۔ میں چہرے کے بل سو رہا تھا آپ نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا اے جُندُب! یہ کیسے لیٹے ہو؟ اس طرح تو شیطان لیٹتا ہے [1]

حضرت طِخْفَہ بن قَیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہؓ سے (اہلِ صُفّہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے بارے میں) فرمایا کوئی ایک آدمی لے گیا اور کوئی دو۔ آخر میں ہم پانچ آدمی بچ گئے۔ میرے علاوہ چار آدمی اور تھے حضورؐ نے ہم سے فرمایا چلو۔ چنانچہ ہم حضورؐ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! ہمیں کھلاؤ اور پلاؤ تو حضرت عائشہؓ گندم کا گوشت والا دلیا لے آئیں ہم نے وہ کھا لیا تو پھر کھجور کا حلوہ لے آئیں جس کا رنگ فاختہ جیسا تھا ہم نے وہ بھی کھا لیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہؓ! ہمیں کچھ پلاؤ تو حضرت عائشہؓ دودھ کا ایک چھوٹا پیالہ لے آئیں۔ ہم نے وہ دودھ بھی پی لیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہاں ہی رات گزار لو اور اگر چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔ ہم نے کہا ہم مسجد جانا چاہتے ہیں (چنانچہ ہم لوگ مسجد جا کر سو گئے) میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے پاؤں سے ہلایا اور کہا کہ اس طرح لیٹنا تو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے۔ [2]

حضرت جَہْجَاہ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ (مدینہ منورہ) آیا ہمارا ارادہ اسلام لانے کا تھا۔ ہم لوگوں نے مغرب کی نماز حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ پڑھی سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے (اور اسے اپنے گھر کھانے کے لیئے لے جائے چنانچہ تمام لوگوں کو صحابہؓ لے گئے) اور مسجد میں میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ چونکہ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لیئے مجھے کوئی نہ لے گیا اور حضورؐ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرے لیئے ایک بکری کا دودھ نکال کر لائے میں وہ دودھ سارا پی گیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ سات بکریوں کا دودھ نکال کر لائے اور میں وہ سارا پی گیا۔ پھر حضورؐ پتھر کی ایک ہنڈیا میں سالن لائے میں وہ بھی سارا کھا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت

---

[1] اخرجہ ایضاً (ج ۱ ص ۳۵۲) [2] اخرجہ ابونعیم ایضاً (ج ۱ ص ۳۴۷)

اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہا نے کہا (یہ آدمی تو سب کچھ کھا پی گیا۔ حضورؐ بھوکے رہ گئے اس لیئے) جو آج رات حضورؐ کے بھوکا رہ جانے کا ذریعہ بنا ہے اللہ اسے بھوکا رکھے۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُمّ اَیمن! خاموش رہو۔ اس نے اپنی روزی کھائی ہے اور ہماری روزی اللہ کے ذمّہ ہے۔ صبح کو حضورؐ کے صحابہؓ اور یہ باہر سے آئے ہوئے مہمان سب اکٹھے ہو گئے اور ہر مہمان کے پاس رات جو کھانا لایا گیا وہ بتانے لگا۔ میں نے کہا مجھے سات بکریوں کا دودھ لاکر دیا گیا میں وہ سارا پی گیا۔ پھر ایک ہنڈیا میں سالن لایا گیا میں وہ بھی سارا کھا گیا۔ ان سب نے پھر حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی (نماز کے بعد) پھر حضورؐ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑلے (اور اپنے گھر لے جاکر کھانا کھلادے) آج بھی مسجد میں میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لیئے مجھے کوئی نہ لے گیا۔ چنانچہ حضورؐ مجھے لے گئے اور مجھے ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا۔ آج میں اسی سے سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بھر گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُمّ اَیمن نے کہا یا رسولَ اللہ! کیا یہ ہمارا کل والا مہمان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہی ہے لیکن آج رات اس نے مؤمن کی آنت میں کھایا ہے اور اس سے پہلے یہ کافر کی آنت میں کھاتا تھا۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے (یعنی مومن کو زیادہ کھانے پینے کا فکر اور شوق نہیں ہوتا اور کافر کو ہوتا ہے) [1]

حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اہلِ صُفّہ میں تھے۔ رمضان کا مہینہ آگیا ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جب ہم افطار کر لیتے تو جن لوگوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت کی ہوئی تھی وہ لوگ آتے اور ان میں سے ہر آدمی ہم میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ ایک رات ہمیں لینے کوئی نہ آیا پھر صبح ہوگئی۔ پھر اگلی رات آگئی اور ہمیں لینے کوئی نہ آیا پھر ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت حضورؐ کو بتائی حضورؐ نے اپنی اَزواجِ مُطہّرات میں سے ہر ایک کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھ کر آئے کہ ان کے پاس کچھ ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے قسم کھا کر یہی جواب بھیجا کہ اس کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان اَصحابِ صُفّہ سے فرمایا

---

[1] اخرجہ الطبرانی وابو نعیم وکذا فی الکنز (ج ۱ص ۹۳) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۵۳) والبزار وابو یعلی کما فی المجمع (ج ۵ ص ۳۱) وقال فیہ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی وہو ضعیف۔

تم سب جمع ہو جاؤ۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ تیری رحمت تیرے ہی قبضہ میں ہے تیرے علاوہ کوئی اور اس کا مالک نہیں ہے۔ ابھی آپ نے یہ دعا مانگی ہی تھی کہ ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی (آپ نے اسے اجازت دی) تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر آیا۔ حضورؐ کے فرمانے پر وہ بکری ہمارے سامنے رکھ دی گئی۔ ہم نے اس میں سے کھایا اور خوب سیر ہو گئے تو حضورؐ نے ہم سے فرمایا ہم نے اللہ سے اس کا فضل اور اس کی رحمت مانگی تھی تو یہ کھانا اللہ کا فضل ہے اور اللہ نے اپنی رحمت ہمارے لئے ذخیرہ کر کے (آخرت کے لئے) رکھ لی ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَصحابِ صُفّہ غریب فقیر لوگ تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ (اَصحابِ صُفّہ میں سے) تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہے وہ پانچویں یا چھٹے کو لے جائے۔ چنانچہ حضورؐ خود دس آدمیوں کو لے گئے اور (میرے والد) حضرت ابوبکرؓ تین آدمی گھر لے آئے اور گھر میں خود میں تھا اور میرے والد اور والدہ تھیں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ بھی کہا تھا کہ اور میری بیوی تھی اور مزید ایک خادم تھا جو ہمارے اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کے گھروں میں کام کرتا تھا (گھر کے افراد کل چار یا پانچ تھے۔ حضورؐ نے تو فرمایا تھا کہ چار ہوں تو ایک یا دو لے جانا لیکن حضرت ابوبکرؓ شوق میں تین آدمی لے آئے) خود حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور پھر عشاء تک وہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر نماز عشاء کے بعد اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ حضورؐ نے کھانا کھا لیا۔ رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ گھر آئے (وہ سمجھے کہ مہمانوں نے کھانا کھا لیا ہو گا) ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ اپنے مہمانوں کے پاس کیوں نہیں آئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم نے ان مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے کہا ہم نے تو ان سے کہا تھا کہ کھانا کھا لو لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب ابوبکرؓ آئیں گے تب کھائیں گے۔ ہم نے بہت زور لگایا لیکن بالکل نہ مانے اور ہم پر غالب آ گئے۔ میں یہ سن کر اندر جا کر چھپ گیا (کہ مجھ سے ناراض ہوں گے) حضرت ابوبکرؓ نے مجھے ناراض ہوتے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۰)

ہوئے کہا او بیوقوف! (تم نے ان کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟) اور مجھے خوب بُرا بھلا کہا (پھر حضرت ابوبکرؓ نے غصّہ میں قسم کھالی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے) اور حضرت ابوبکرؓ نے مہمانوں سے کہا تم کھانا کھاؤ میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا (اس پر مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ اگر ابوبکرؓ نہیں کھائیں گے تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کا غصّہ ٹھنڈا ہوا۔ انہوں نے اپنی قسم توڑی اور مہمانوں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اس پر) حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں ہم کھانا کھا رہے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اُٹھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا یہاں تک کہ سب مہمان سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے تو اپنی بیوی سے کہا اے قبیلہ بنو فراس والی خاتون! (دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے) بیوی نے کہا کوئی بات نہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا ہو گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور کہا میری (نہ کھانے کی) قسم تو شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ اور کھایا پھر وہ اُٹھا کر یہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ ہم مسلمانوں کا ایک قوم سے معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گئی تھی، اس وجہ سے ہم مسلمانوں نے ان کی طرف بھیجنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا جس میں بارہ آدمیوں کو ذمہ دار بنا کر ہر ایک کے ساتھ بہت سے مسلمان کر دیئے تھے۔ ذمہ داروں کی تعداد تو معلوم ہے کہ بارہ تھے لیکن ہر ایک کے ساتھ کتنے مسلمان تھے یہ تعداد اللہ ہی جانتے ہیں بہرحال اس سارے لشکر نے اس کھانے میں سے کھایا تھا۔ بعض راویوں نے بارہ ذمہ دار بنانے کے بجائے بارہ جماعتیں بنانے کا تذکرہ کیا ہے [1]

حضرت یحییٰ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غزوہ میں جاتے اور ایک سال ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سعد مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں گئے ہوئے تھے ان کے پیچھے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے مسلمان مہمان آ گئے۔ حضرت سعد کو وہاں لشکر میں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا اگر قیس میرا بیٹا ہوا تو وہ (میرے غلام نسطاس سے) کہے گا اے نسطاس! چابیاں لاؤ تاکہ میں حضورؐ کے لیئے ان کی ضرورت کی چیزیں (اپنے والد کے گودام میں سے) نکال لوں۔ اس

---

[1] اخرجہ البخاری وقد رواہ فی مواضع اخر من صحیحہ ورواہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۲)

پر نسطاس کہے گا اپنے والد کی طرف سے اجازت کی کوئی تحریر لاؤ تو میرا بیٹا قیس مار کر اس کی ناک توڑ دے گا اور اس سے زبردستی چابیاں لے کر حضورؐ کی ضرورت کا سامان نکال لے گا۔ چنانچہ پیچھے مدینہ میں ایسے ہی ہوا اور حضرت قیس نے حضورؐ کو سو وسق (تقریباً پانچ سو پچیس من) لاکر دیئے [1]

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک سال قحط پڑا تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا اور اسے اپنا مہمان بنا لیتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا (اسے حضورؐ اپنے ہاں لے آئے) حضورؐ کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا۔ وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضورؐ کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ حضورؐ ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا۔ اس پر میں نے حضورؐ سے عرض کیا اے اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیونکہ یہ حضورؐ کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضورؐ کے لئے کچھ نہیں چھوڑتا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اسے پھر حضورؐ ایک رات ساتھ لے کر آئے اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا یہ وہی آدمی ہے؟ (جو پہلے سارا کھانا کھا لیا کرتا تھا) حضورؐ نے فرمایا (ہاں یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اب مسلمان ہو گیا ہے) کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے [2]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں) سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے (رمادہ کے معنی ہلاکت ہیں یا راکھ۔ یعنی ہلاکت کا سال یا وہ سال جس میں لوگوں کے رنگ قحط کی وجہ سے راکھ جیسے ہو گئے تھے) تو ہر طرف سے عرب پہنچ کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں میں حضرت یزید بن اخت نمر، حضرت مسور بن مخرمہ حضرت عبدالرحمن بن عبدٍ قاری اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ شام کو یہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی ساری کارگزاری سناتے۔

---

[1] اخرجہ الدارقطنی فی کتاب الاسخیاء کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۵۳) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲) رواہ الطبرانی بتمامہ وروی احمد آخرہ ورجال الطبرانی رجال الصحیح انتہی۔

ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے ایک کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثَنِیَّةُ الوَدَاع کے شروع سے لے کر راتج قلعہ، بنو حارثہ، بنو عبد الاشہل بقیع اور بنو قریظہ تک ٹھہرے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ بنو سلمہ کے علاقہ میں بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ بہرحال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمرؓ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔ چنانچہ اگلی رات گنتی کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ گھرانے جو یہاں نہیں آتے ہیں ان کی اور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو۔ ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ پھر چند راتیں اور گزریں تو لوگ اور زیادہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے فرمانے پر دوبارہ گنا تو جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرما دیا۔ جب خوب بارش ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک کی قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنے والے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زادِ راہ اور دیہات تک جانے کے لیے سواریاں بھی دیں اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمرؓ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں ان میں سے دو تہائی لوگ مر گئے ہوں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کی بہت ساری دیگیں تھیں پکانے والے لوگ صبح تہجد میں اٹھ کر ان دیگوں میں کرکور (ایک قسم کا دلیا) پکاتے پھر صبح یہ دلیا بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی چلی جاتی۔ پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطور سالن کے ڈال دیا جاتا (چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے) اس لئے تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا۔ قحط سالی کے اس تمام عرصے میں حضرت عمرؓ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (بارش بھیج کر) انسانوں کو زندگی عطا فرمائی[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۶)

حضرت فراس دَیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے جو اونٹ بھیجے تھے ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ بیس اونٹ ذبح کر کے اپنے دسترخوان پر (لوگوں کو) کھلاتے تھے[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے تو وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے گھر کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے اِرد گرد بچے رو رہے تھے اور ایک دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھی ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے دروازے کے قریب آکر کہا اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ دیگچی آگ پر کیسے رکھی ہوئی ہے؟ اس عورت نے کہا بچوں کو بہلانے کے لیئے پانی بھر کر رکھی ہوئی ہے تاکہ بچے سو جائیں اور میں نے بچوں کو کہہ رکھا ہے کہ اس میں کچھ ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ رونے لگے پھر جس گھر میں صدقے کا مال رکھا ہُوا تھا وہاں آئے اور ایک بورا لے کر اس میں کچھ آٹا، چربی، گھی، کھجوریں، کچھ کپڑے اور درہم ڈالے یہاں تک کہ وہ بورا بھر گیا پھر کہا اے اسلم! یہ بورا اُٹھا کر میرے اوپر رکھ دو۔ مَیں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اُٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا اے اسلم! تیری ماں مرے! مَیں ہی اسے اُٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خود ہی اسے اُٹھا کر اس عورت کے گھر لائے اور دیگچی لے کر اس میں آٹا اور چربی اور کھجوریں ڈالیں پھر (آگ پر اسے رکھ کر) خود ہی اسے اپنے ہاتھ سے ہلانے لگ گئے اور دیگچی کے نیچے (آگ کو) پھونک مارنے لگ گئے۔ میں کتنی دیر دیکھتا رہا کہ دھواں حضرت عمرؓ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے کھانا پک گیا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر ان بچوں کو کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ بچوں کا پیٹ بھر گیا۔ پھر گھر سے باہر آکر گھٹنوں کے بَل تواضع سے بیٹھ گئے لیکن مجھ پر ایسا رُعب طاری ہُوا کہ میں ڈر کے مارے ان سے بات نہ کر سکا۔ حضرت عمرؓ ایسے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے کھیل کود میں لگ کر ہنسنے لگے تو حضرت عمرؓ اُٹھے اور کہنے لگے اے اسلم! تم جانتے ہو میں بچوں کے سامنے کیوں بیٹھا؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۷)

دیکھے بغیر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا جی خوش ہو گیا[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حَرّۂ وَاقِم (مدینہ کے ایک علاقہ کا نام ہے) کی طرف نکلا۔ جب ہم صِرار مقام پر پہنچے تو ہمیں آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو حضرت عمرؓ نے کہا اے اسلم! یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے یہیں ٹھہر گیا ہے چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس کے بچے بھی ہیں آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[2]

کھانا تقسیم کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (دُومَۃُ الجَندَل مقام کے بادشاہ) اُکَیدِر نے حلوے کا بھرا ہوا ایک گھڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ ان میں سے ہر ایک کو حلوے کا ٹکڑا دیتے جا رہے تھے چنانچہ حضرت جابرؓ کو بھی ایک ٹکڑا دیا۔ پھر ان کے پاس واپس آ کر ان کو ایک اور ٹکڑا دیا۔ حضرت جابر نے عرض کیا آپ مجھے ایک دفعہ تو دے چکے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ دوسرا ٹکڑا حضرت عبداللہؓ کی بیٹیوں یعنی تمہاری بہنوں کے لئے دیا ہے[3]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دُومَۃُ الجَندَل کے بادشاہ اُکَیدِر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلوے کا ایک گھڑا ہدیہ میں بھیجا جسے تم نے دیکھا تھا اور اللہ کی قسم! اس دن خود حضورؐ کو اور آپ کے گھر والوں کو اس گھڑے کی ضرورت تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ایک آدمی سے فرمایا تو وہ اس گھڑے کو لے کر حضورؐ کے صحابہؓ کے پاس گیا۔ وہ جس آدمی کے پاس پہنچتا وہ گھڑے میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے حلوہ نکال لیتا اور پھر اسے کھا لیتا چنانچہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہاتھ ڈالا (اور اس میں سے دو مرتبہ لیا) اور عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگوں نے تو ایک مرتبہ لیا ہے اور میں نے دو مرتبہ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) تم خود بھی کھا لو اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاؤ[4]

---

[1] اخرجہ الدینوری و ابن شاذان و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۵) [2] ذکرہ البدایۃ (ج ۷ ص ۱۳۶) و اخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۲۰) بمعناہ مع زیادات [3] اخرجہ احمد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۷) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۴۴) وفیہ علی بن زید وفیہ ضعف ومع ذلک محدیثہ حسن [4] عند ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں کھجوریں تقسیم فرمائیں اور ہر ایک کو سات سات کھجوریں دیں اور مجھے بھی آپ نے سات کھجوریں دیں جن میں ایک بغیر گٹھلی والی گھٹیا کھجور بھی تھی جو مجھے ان تمام کھجوروں سے زیادہ اچھی لگی کیونکہ وہ سخت تھی۔ اس لیئے اس کے چبانے میں دیر لگی اور میں اسے کافی دیر تک چباتا رہا[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کھجوریں لائی گئیں۔ آپ انہیں صحابہؓ میں تقسیم فرمانے لگے اور آپ اس طرح بیٹھ کر وہ کھجوریں جلدی جلدی کھا رہے تھے جیسے کہ ابھی اُٹھنے والے ہوں (کسی ضروری کام سے کہیں جانا ہوگا اس لیئے اطمینان سے بیٹھ کر نہ کھائیں)[2]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمادہ والے سال میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو شدید قحط سالی کی وجہ سے بڑی مشقت اُٹھانی پڑی چنانچہ انہوں نے مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے نافرمان کی طرف جو عاص کے بیٹے ہیں سلام ہو۔ امّا بعد! اے عمرو! میری جان کی قسم! جب تم خود اور تمہارے ساتھی سیر ہو کر کھا رہے ہو تو پھر تمہیں اس کی کیا پرواہ کہ میں اور میرے ساتھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہماری مدد کرو! ہماری مدد کرو!" (چونکہ حضرت عمرؓ کا لہجہ تنبیہ اور عتاب کا ہے۔ اس لیئے حضرت عمرو کو نافرمان سے خطاب کیا اور اپنی جان کی قسم کھانے کا اہل عرب میں عام رواج تھا لیکن اس سے قسم مراد نہیں ہوتی تھی بلکہ تاکید مقصود ہوتی تھی)

حضرت عمرؓ اپنے آخری جملے کو بار بار دہراتے رہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے جواب میں یہ مضمون لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی خدمت میں عمرو بن عاص کی طرف سے۔ امّا بعد! میں مدد کے لیئے حاضر ہوں! میں مدد کے لیئے حاضر ہوں! میں آپ کی خدمت میں غلہ کا اتنا بڑا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ آپ کے پاس مدینہ میں ہوگا اور اس کا آخری اونٹ میرے پاس مصر میں ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"

---

[1] اخرجہ البخاری [2] عند مسلم (ج ۲ ص ۱۸۰)

چنانچہ حضرت عمروؓ نے بہت بڑا قافلہ بھیجا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں تھا اور آخری مصر میں اور اونٹ کے پیچھے اونٹ چل رہا تھا۔ جب یہ قافلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے خوب دل کھول کر لوگوں میں تقسیم کیا اور یہ طے کیا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے سارے غلہ کے دیا جائے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لوگوں میں سامان تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ ان حضرات نے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلّہ کے دیا تاکہ وہ غلّہ بھی استعمال کریں اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں اور اس کی چربی کا سالن بنالیں اور اس کی کھال سے جوتے بنالیں اور جس بوری میں غلہ ہے اسے اپنی ضرورت میں لحاف وغیرہ بنا کر استعمال کرلیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خوب وسعت عطا فرمائی۔ اس کے بعد راوی نے مزید لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ تک غلہ پہنچانے کے لئے دریائے نیل سے بحر قلزم تک ایک نہر کھودی گئی۔[1] حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمادہ والے (قحط کے) سال میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ پھر اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت اسلمؒ کہتے ہیں جب اس قافلہ کا پہلا حصہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا یہ اونٹ لے کر تم نجد چلے جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں میں سے جتنوں کو تم میرے پاس سواری پر لا سکو ان کو میرے پاس لے آؤ اور جن کو نہ لا سکو ان میں ہر گھر کو ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلّہ کے دے دو اور ان سے کہہ دو کہ دو چادریں تو پہن لیں اور اونٹ کو ذبح کر کے اس کی چربی کو پگھلا کر تیل بنالیں اور گوشت کو کاٹ کر خشک کرلیں اور اس کی کھال سے جوتی بنالیں اور پھر کچھ گوشت، کچھ چربی اور مٹھی بھر آٹا لے کر اسے پکالیں اور اسے کھالیں۔ اس طرح گزارہ کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے مزید روزی کا انتظام فرمادیں لیکن حضرت زبیرؓ نے اس کام کے لئے جانے سے معذرت کردی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم کو پھر موت تک اتنے بڑے ثواب والے کام کا موقع نہیں مل سکے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک اور آدمی غالباً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا لیکن انہوں نے بھی جانے سے انکار کردیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا (وہ جانے کے لئے تیار ہوگئے)

---

[1] اخرجہ ابن عبدالحکم۔

اور چلے گئے۔ آگے انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعُبیدہ رضؓ کو ہزار دینار دیئے جو انہوں نے واپس کر دیئے لیکن حضرت عمرؓ کے کچھ کہنے پر آخر حضرت ابوعُبیدہ رضؓ نے قبول کر لیئے [۱] حضرات انصار کے اکرام اور خدمت کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار میں اور بنو ظفر میں غلہ تقسیم فرمایا۔

جوڑے پہنانا اور ان کی تقسیم

حضرت حِبّان بن جَزی سُلَمی اپنے والد حضرت جَزی سُلَمی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس (صحابی) قیدی کو لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے (جسے ان کی قوم نے قید کر رکھا تھا) حضرت جَزی وہاں حضورؐ کے ہاں مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے ان کو دو چادریں پہنانے کا ارادہ فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم عائشہؓ کے پاس جاؤ جو چادریں ان کے پاس ہیں ان میں سے وہ تم کو دو چادریں دے دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سرسبز و شاداب رکھے! آپ کے پاس جو چادریں ہیں ان میں سے دو چادریں پسند کر کے مجھے دے دیں کیونکہ حضورؐ نے ان میں سے دو چادریں مجھے دینے کا حکم فرمایا ہے حضرت عائشہؓ نے پہلو کی لمبی مسواک بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ اور یہ لے لو اور عرب عورتیں نظر نہیں آتی تھیں (کیونکہ وہ پردہ کرتی تھیں اور اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے مسواک سے اشارہ کیا) [۲]

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے جوڑے آئے جو انہوں نے لوگوں کو پہنا دیئے۔ شام کو لوگ وہ جوڑے پہن کر آئے اس وقت حضرت عمرؓ قبرِ اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ کر ان کو سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور لوگوں کو پھلاندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر آپ غمگین اور پریشان ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! تم لوگوں کو جوڑے پہنا کر مجھے خوشی

---

[۱] اخرجہ ایضا ابن خزیمۃ وابو عبیدۃ والحاکم والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۶) وسیاتی [۲] اخرجہ ابونعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۲)

نہیں ہوئی (کیونکہ حضورؐ کے نواسوں کو تو پہنا نہیں سکا) لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ نے اپنی رعایا کو جوڑے پہنا کر اچھا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ یہ دو لڑکے لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آرہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں ہے۔ یہ جوڑے ان دونوں سے بڑے ہیں اور یہ دونوں ان جوڑوں سے چھوٹے ہیں (اس وجہ سے ان کو جوڑے نہیں دیئے) پھر انہوں نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لیئے جلدی سے دو جوڑے بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے دو جوڑے بھیجے جو حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کو پہنا دیئے[1] اور انصار کے اکرام کے باب میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کرنے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ گزر چکا ہے اور عورتوں کے جنگ کرنے کے باب میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُمِّ عُمارہ رضی اللہ عنہا کو اس لیئے ایک بڑی چادر دی تھی کہ انہوں نے جنگ اُحُد کے دن جنگ کی تھی۔

حضرت محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت شفاء بنت عبد اللہ عَدَوِیَّہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ وہ فرماتی ہیں میں صبح کے وقت حضرت عمرؓ کے ہاں گئی تو مجھے ان کے دروازے پر حضرت عاتکہ بنت اَسید بن ابی العیص رضی اللہ عنہا ملیں۔ پھر ہم دونوں اندر گئیں۔ وہاں ہم نے کچھ دیر بات کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چادر منگوا کر حضرت عاتکہ کو دی۔ پھر ایک اور چادر منگوائی جو پہلی سے کم درجہ کی تھی وہ مجھے دی۔ میں نے کہا اے عمرؓ! میں ان سے پہلے اسلام لائی ہوں اور میں آپ کی چچا زاد بہن ہوں اور یہ نہیں ہیں اور آپ نے مجھے پیغام بھیج کر بلایا ہے اور یہ خود آئی ہیں (ان تمام باتوں کی وجہ سے بڑھیا چادر مجھے ملنی چاہیئے) حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے یہ چادر تمہارے لیئے ہی اٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں اکٹھی ہوئیں تو مجھے یہ یاد آیا کہ ان کی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے رشتہ داری تم سے زیادہ قریب کی ہے (اور حضورؐ کی رشتہ داری میری رشتہ داری سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اس لیئے میں نے انہیں بڑھیا چادر دی[2]

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۰۶) [2] اخرجہ زبیر بن بکار کذا فی الاصابہ (ج ۴ ص ۳۵۶)

حضرت اَصْبَغ بن نُبَاتَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ایک کام ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اللہ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اگر آپ میرا وہ کام کر دیں گے تو میں اللہ کی بھی تعریف کروں گا اور آپ کا بھی شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے وہ کام نہ کیا تو بھی میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور سمجھوں گا کہ یہ کام آپ کے بس میں نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم اپنا کام زمین پر لکھ کر مجھے بتا دو کیونکہ زبان سے مانگنے کی ذلت میں تمہارے چہرے پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے زمین پر لکھا کہ میں ضرورت مند ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ایک جوڑا میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ جوڑا حضرت علیؓ نے اس آدمی کو دے دیا۔ اس آدمی نے لے کر وہ جوڑا پہن لیا۔ پھر وہ حضرت علیؓ کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

كَسَوْتَنِيْ حُلَّةً تَبْلٰى مَحَاسِنُهَا　　فَسَوْفَ أَكْسُوْكَ مِنْ حُسْنِ الثَّنَا حُلَلاً

آپ نے تو مجھے ایک ایسا جوڑا پہنایا ہے جس کی خوبیاں پرانی ہو کر ختم ہو جائیں گی اور میں آپ کو عمدہ تعریف کے (ایسے) جوڑے پہناؤں گا (جن کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی)

إِنْ نِلْتَ حُسْنَ ثَنَائِيْ نِلْتَ مَكْرُمَةً　　وَلَسْتَ تَبْغِيْ بِمَا قَدْ قُلْتُهُ بَدَلاً

آپ کو میری عمدہ تعریف سے بڑی عزت حاصل ہو گی اور میں نے جو کچھ کہا ہے آپ اس کے بدلہ میں کچھ نہیں چاہتے ہیں۔

إِنَّ الثَّنَاءَ لَيُحْيِيْ ذِكْرَ صَاحِبِهٖ　　كَالْغَيْثِ يُحْيِيْ نَدَاهُ السَّهْلَ وَالْجَبَلَا

تعریف تعریف والے کے تذکرے کو اس طرح زندہ رکھتی ہے جس طرح بارش کی تری میدانی اور پہاڑی علاقوں کو زندہ کرتی ہے۔

لَا تَزْهَدِ الدَّهْرَ فِيْ خَيْرٍ تُوَفَّقُهٗ　　فَكُلُّ عَبْدٍ سَيُجْزٰى بِالَّذِيْ عَمِلَا

جس خیر کے کام کی اللہ تمہیں توفیق دے تم زندگی بھر اسے کرتے رہو اور بے رغبتی سے اسے مت چھوڑو کیونکہ ہر بندے کو اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

(یہ اشعار سن کر) حضرت علیؓ نے فرمایا میرے پاس دینار لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس سو اشرفیاں لائی گئیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں اس آدمی کو دے دیں۔ حضرت اَصْبَغ کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ اسے ایک جوڑا اور سو دینار دے رہے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے

کے مطابق معاملہ کرو اور اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ ہے [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباسؓ نے اس سے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں. حضرت ابن عباس نے کہا تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے ساتھ احسان کریں۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک کپڑا دیا اور فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ [2]



---

[1] اخرجہ ابن عساکر وابو موسیٰ المدینی فی کتاب استدعاء اللباس کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۴)، [2] اخرجہ الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۴۷)

مجاہدین کو کھانا کھلانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس کے امیر حضرت قیس بن سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہما تھے سفر میں ان حضرات پر فاقہ آیا تو حضرت قیس نے اپنے ساتھیوں کے لئے نو اونٹ ذبح کر دیئے۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے حضورؐ کو یہ قصہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا سخاوت تو اس گھرانہ کی خاص صفت ہے [1] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نو اونٹ ذبح کرنے لگے تو حضرت ابوعُبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت قیس کے پاس آئے اور ان سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اونٹ ذبح نہ کریں (اس سے اونٹ کم ہو جائیں گے اور سفر میں دقت ہوگی) لیکن پھر بھی انہوں نے ذبح کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا ارے یہ تو سخی گھر کا آدمی ہے اور یہ غزوۂ خبط کا واقعہ ہے جس میں صحابہؓ نے خبط یعنی درختوں کے پتے کھائے تھے [2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت قیس بن سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ گزرے۔ اس وقت ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمارے لئے سات اونٹ ذبح کئے (پھر ہم نے سفر کیا) اور سمندر کے کنارے ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ہمیں ایک بہت بڑی مچھلی ملی۔ ہم تین دن تک اس کا گوشت کھاتے رہے۔ ہم نے اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق بہت ساری چربی نکالی اور اپنے مشکیزوں اور بوریوں میں بھر لی اور ہم وہاں سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے اور آپ کو یہ قصہ سنایا اور یہ بھی ساتھیوں نے کہا اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ مچھلی کا گوشت حضورؐ کی خدمت میں پہنچنے تک خراب نہیں ہوگا تو ہم اپنے ساتھ ضرور لاتے [3]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف

---

[1] اخرجہ ابوبکر فی الغیلانیات وابن عساکر [2] عند ابن ابی الدنیا وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۶۰) [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۷) وفیہ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث قال عبدالملک بن شعیب بن اللیث ثقۃ مامون وضعفہ احمد وغیرہ وابو حمزۃ الخولانی لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔

لے گئے تو ان کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس لشکروں کے امیر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت بلالؓ نے کہا اے عمرؓ! اے عمرؓ! حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ عمرؓ حاضر ہے (کہو کیا کہتے ہو؟) حضرت بلالؓ نے کہا آپ ان لوگوں کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں لیکن آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے اور دائیں بائیں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کو اچھی طرح دیکھیں کیونکہ اللہ کی قسم! یہ سب جتنے آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں یہ صرف پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے اور جب تک یہ لوگ مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ (اپنے لشکر کے) ہر مسلمان کو دو مُد (پونے دو سیر) گندم اور اس کے مناسب مقدار میں سرکہ اور تیل دیا کریں گے اس وقت تک میں اس جگہ سے نہیں اُٹھوں گا۔ سب نے کہا اے امیر المومنین! ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ذمّہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال میں بڑی کثرت اور وسعت عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا پھر ٹھیک ہے (اب میں مجلس سے اُٹھتا ہوں اور آپ لوگ جا سکتے ہیں[1])

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خرچ اَخراجات کی کیا صورت تھی؟

حضرت عبداللہ ہوزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حَلَب میں میری ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا اے بلالؓ! آپ ذرا مجھے یہ بتائیں کہ حُضورؐ کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا حُضورؐ کے پاس کچھ ہوتا تو تھا نہیں۔ آپ کی بِعثت کے وقت سے لے کر آپ کی وفات تک یہ خدمت میرے سپرد رہی جس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اسے ضرورت مند سمجھتے تو آپ ارشاد فرما دیتے میں جا کر کہیں سے قرض لے کر چادر اور کھانے کی کوئی چیز خرید لاتا اور چادر اسے پہنا دیتا اور کھانا کھلا دیتا۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے سامنے سے آتا ہوا ملا اس نے کہا اے بلالؓ! مجھے خوب وسعت حاصل ہے۔ تم کسی سے قرض نہ لیا کرو، جب ضرورت ہو مجھ سے ہی لیا کرو۔ میں

---

[1] اخرجہ ابو عبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۸) واخرجہ الطبرانی ایضا عن قیس نحوہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۱۴) ورجالہ رجال الصحیح خلا عبداللہ بن احمد وہو ثقۃ مامون۔

نے اسی سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے کے لیئے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا او حبشی! میں نے کہا میں حاضر ہوں (کیا کہتے ہو؟) وہ بڑی ترش روئی کے ساتھ پیش آیا اور بہت بُرا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ اس نے کہا چار دن باقی ہیں۔ اگر تو نے اس مُدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے اس کے عوض غلام بنالوں گا۔ میں نے تم کو یہ قرضہ جو دیا ہے وہ تمہاری یا تمہارے ساتھی کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا ہے بلکہ اس لیئے دیا ہے تاکہ تم میرے غلام بن جاؤ پھر تم پہلے جس طرح بکریاں چرایا کرتے تھے اسی طرح تمہیں بکریاں چرانے میں لگا دوں۔ (یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا) اور ایسی باتیں سُن کر لوگوں کے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ سب میرے دل میں بھی پیدا ہوئے۔ پھر میں نے جا کر اذان دی۔ جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضورؐ بھی اپنے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اندر حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ میں نے اندر جا کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جس مشرک کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا رہتا ہوں آج اس نے آ کر مجھے بہت بُرا بھلا کہا ہے اور اس وقت نہ آپ کے پاس اس کے قرضے کی ادائیگی کا فوری انتظام ہے اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے ضرور رسوا کرے گا اس لیئے آپ مجھے اجازت دے دیں میں ان مسلمان قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں چلا جاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسُولؐ کو اتنا دے دیں گے جس سے میرا یہ قرضہ ادا ہو سکے تو پھر میں آ جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں اپنے گھر آیا اور اپنی تلوار، تھیلا، نیزہ اور جُوتی اپنے سرہانے رکھ کر مشرق کی طرف منہ کر کے صبح کے انتظار میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر نیند آتی۔ پھر فکر کی وجہ سے میری آنکھ کھل جاتی لیکن جب میں دیکھتا کہ ابھی رات باقی ہے تو میں دوبارہ سو جاتا۔ جب صبح کاذب ہو گئی تو میں نے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک صاحب نے آ کر آواز دی اے بلالؓ! حضورؐ کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں فوراً چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی بیٹھی ہیں میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تمہارا گزر بیٹھی ہوئی چار اونٹنیوں پر نہیں ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ سامان سمیت تمہارے حوالے ہیں تم یہ لے لو اور اپنا قرضہ ادا کر دو میں نے دیکھا تو ان

پر کپڑے اور غلّہ لدا ہوا تھا جو فدک کے رئیس نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ میں بھیجا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹنیاں لیں اور ان کا سارا سامان اُتارا اور ان کے سامنے چارہ ڈالا۔ پھر میں نے فجر کی اذان دی۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں بقیع چلا گیا اور وہاں جاکر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ جس کا بھی اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذمہ قرضہ ہے وہ آجائے۔ چنانچہ وہ کپڑے اور غلّہ خریداروں کے سامنے پیش کرتا اور اسے بیچ کر قرضہ ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضورؐ پر روئے زمین میں کچھ بھی قرضہ باقی نہ رہا بلکہ دو یا ڈیڑھ اُوقیہ چاندی بچ گئی۔ یعنی اسّی یا ساٹھ درہم۔ اسی میں دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا پھر میں مسجد گیا تو آپ وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا جو کام تمہارے ذمہ تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ کے ذمہ جتنا قرض تھا وہ سب اللہ نے اُتروا دیا اب کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ بچا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دو دینار بچے ہیں (قرض ادا کرنے کے بعد دو یا ڈیڑھ اُوقیہ چاندی بچی تھی لیکن وہاں سے مسجد تک آتے آتے حضرت بلالؓ لوگوں کو دیتے چلے آئے ہوں گے اس لیے جب مسجد میں پہنچے تو صرف دو دینار باقی رہ گئے) آپ نے فرمایا انہیں بھی تقسیم کردو تاکہ مجھے راحت حاصل ہو۔ جب تک تم انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچا دیتے میں اس وقت تک اپنے کسی گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس دن ہمارے پاس کوئی نہیں آیا (اور وہ خرچ نہ ہوسکے) تو حضورؐ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور اگلا دن بھی سارا مسجد میں ہی گزارا شام کو دو سوار آئے میں ان دونوں کو لے گیا اور ان دونوں کو کپڑے پہنائے اور غلّہ بھی دیا۔ جب آپ عشاء سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا جو تمہارے پاس بچا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے خرچ کرنے کی صورت بنا کر آپ کی راحت کی صورت پیدا کردی ہے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا اللّٰہُ اَکْبَر اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو موت آجائے اور یہ بچا ہوا سامان آپ کے پاس ہی ہو۔ پھر وہاں سے آپ چلے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ اپنی اَزْوَاجِ مُطَہَّرات میں سے ایک ایک اہلیہ محترمہ کے پاس گئے اور ہر ایک کو الگ الگ سلام کیا اور پھر جس گھر میں رات گزارنی تھی وہاں تشریف لے گئے۔ یہ تھی حضورؐ کے خرچ اخراجات کی صورت جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا[1]

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۵) واخرجہ الطبرانی ایضا عن عبد اللہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۹)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خود مال تقسیم کرنے کا اور تقسیم کرنے کی صُورت کا بیان

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں خوب جانتی ہوں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وصال تک کی مبارک زندگی میں (آپ کے گھر میں) سب سے زیادہ مال کب آیا؟ ایک مرتبہ رات کے پہلے حصہ میں آپ کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں آٹھ سو درہم اور ایک پرچہ تھا وہ تھیلی آپ نے میرے پاس بھیج دی۔ اس رات میری باری تھی آپ عشاء کے بعد گھر واپس تشریف لائے اور حجرہ شریف میں اپنی نماز کی جگہ میں نماز شروع کر دی۔ میں نے آپ کے لیئے اور اپنے لیئے بستر بچھایا ہوا تھا۔ میں آپ کا انتظار کرنے لگی لیکن آپ بہت دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد آپ اپنی نماز کی جگہ سے باہر تشریف لائے اور پھر وہیں واپس چلے گئے اور نماز شروع کر دی۔ اسی طرح بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ آپ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھائی اور پھر گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا وہ تھیلی کہاں ہے جس نے آج ساری رات مجھے پریشان کیئے رکھا؟ چنانچہ وہ تھیلی منگوائی اور اس میں جو کچھ تھا وہ سب تقسیم فرما دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات آپ نے ایسا کام کیا جو آپ کبھی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نماز پڑھتا تھا تو پھر مجھے اس تھیلی کا خیال آ جاتا۔ میں جا کر اسے دیکھتا اور پھر واپس آکر نماز شروع کر دیتا (ساری رات اس وجہ سے نہ سو سکا کہ اتنا زیادہ مال میرے پاس ہے تو میں کیسے سو جاؤں۔ جب مال تقسیم ہو گیا تب مجھے چین آیا[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں اسّی ہزار بھیجے۔ آپ کے پاس اس سے زیادہ مال نہ اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ اسّی ہزار چٹائی پر پھیلا دیئے گئے۔ اس کے بعد نماز کے لیئے اذان ہو گئی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ اس مال کے پاس

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ص ۳۲۵) رواہ الطبرانی باسانید وبعضہا جید۔

جھک کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ آنے لگے اور حضورؐ ان کو دینے لگے اس دن نہ آپ گن کر دے رہے تھے اور نہ تول کر بلکہ مٹھیاں بھر کر دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں نے جنگِ بدر کے دن اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا بھی دیا تھا کیونکہ اس دن عقیل کے پاس کچھ مال نہیں تھا اس لئے آپ مجھے اس مال میں سے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا لے لو۔ چنانچہ حضرت عباس پر کالے رنگ کی مُنقّش چادر تھی۔ انہوں نے اسے بچھایا اور خوب لپ بھر کر اس میں مال ڈالا پھر اُٹھا کر لے جانے لگے تو اُٹھا نہ سکے تو انہوں نے سر اُٹھا کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! یہ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ اس پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم نے جتنا مال لیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر دو اور جتنا اُٹھا سکتے ہو اتنا لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جتنا مال اُٹھا سکتے تھے اتنا لے گئے اور جاتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو وعدے فرمائے تھے ان میں سے ایک تو اللہ نے پورا فرما دیا اور دوسرے وعدے کا مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے: قُلْ لِمَنْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ۔

(سورت انفال آیت ۷۰)

ترجمہ: "آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا تو جو کچھ (فدیہ میں) تم سے لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا۔" اور واقعی یہ مال اس مال سے بہتر ہے جو (بدر کے موقع پر) مجھ سے (فدیہ میں) لیا گیا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کا کیا کریں گے؟ [1]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۲۹) عن حمید بن ہلال عن ابی بردۃ قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ وقال الذہبی علی شرط مسلم واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹) عن حمید بن ہلال بمعناہ ولم یذکرا ابا بردۃ ولا ابا موسیٰ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور سب کو برابر برابر دینا

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیت المال (مدینہ کے محلہ) سُنح میں تھا جو کہ لوگوں میں مشہور و معروف تھا اور کوئی آدمی اس کا پہرہ نہیں دیا کرتا تھا تو ان سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا آپ بیت المال کے پہرے کے لئے کسی کو مقرر نہیں فرماتے؟ انہوں نے فرمایا بیت المال کے بارے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے (اس لئے پہرہ دار مقرر کرنے کی ضرورت نہیں) میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا اسے تالا لگا ہوا ہے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ جو کچھ اس بیت المال میں آتا وہ سارا لوگوں کو دے دیتے۔ یہاں تک کہ بیت المال میں کچھ نہ بچتا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ سُنح محلہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تو انہوں نے وہاں اس گھر میں اپنا بیت المال بھی منتقل کر لیا جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس قبلیہ وادیوں کی کانوں سے اور قبیلہ جُہینہ کی کانوں سے بہت مال آیا کرتا تھا اور ان کے زمانہ خلافت میں قبیلہ بنو سُلیم کی کان بھی کھل گئی تھی وہاں سے بھی زکوٰۃ کا مال آنے لگ گیا تھا۔ یہ سب کچھ بیت المال میں رکھا جاتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ سونے چاندی کے ٹکڑے کروا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ہر سو آدمیوں کو ایک مقدار دیا کرتے تھے (جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیتے) تمام لوگوں میں وہ مال برابر تقسیم فرماتے۔ آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو برابر حصہ ملا کرتا تھا اور بعض دفعہ اس مال سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیا کرتے۔ ایک سال گرم اونی چادریں خریدی تھیں جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں انہوں نے یہ چادریں تقسیم کی تھیں جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور وہ دفن ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے مقرر کردہ بیت المال کے نگرانوں کو بلایا اور ان کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کے بیت المال میں گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات بھی تھے۔ ان حضرات نے جا کر بیت المال کو کھولا تو اس میں نہ کوئی دینار ملا اور نہ کوئی درہم۔ البتہ مال رکھنے کا ایک موٹا کھردرا کپڑا ملا اسے جھاڑا تو اس میں سے ایک درہم ملا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات

سے نے حضرت ابوبکرؓ کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مدینہ منوّرہ میں درہم و دینار تولنے والا ایک آدمی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تولنے کا کام کیا کرتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آتا تھا وہ اسے بھی تولتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آیا اس کی کل مقدار کتنی ہوگی؟ اس نے کہا دو لاکھ[1]

حضرت اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور سب کو برابر حصہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ اہلِ بدر اور دوسرے لوگوں کو برابر رکھ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا دنیا تو گزارے کی چیز ہے اور بہترین گزارے کی چیز وہ ہے جو درمیانی درجہ کی ہو (لہٰذا اس دنیا میں تو میں نے سب کو برابر رکھا ہے) اور اہلِ بدر کو دوسرے لوگوں پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اثر اجر و ثواب میں ظاہر ہوگا (کہ آخرت میں ان کا اجر و ثواب برابر نہیں ہوگا بلکہ اہلِ بدر کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہوگا)[2] حضرت ابن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (سب میں مال برابر تقسیم نہ کریں بلکہ) مال کی تقسیم میں لوگوں میں درجات مقرر کریں (اور جس کے دینی فضائل جتنے زیادہ ہوں اس کو اتنا زیادہ مال دیں) اس پر انہوں نے فرمایا لوگوں کے دینی فضائل کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) عطا فرمائیں گے۔ دنیاوی ضروریات میں سب کے درمیان برابری کرنا ہی بہتر ہے[3] حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں میں مال برابر تقسیم کیا تو ان سے بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! اگر آپ حضرات مہاجرین اور انصار کو دوسروں پر فضیلت دیں (اور ان کو دوسروں سے زیادہ دیں) تو یہ زیادہ اچھا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ مال زیادہ دے کر ان کے دینی فضائل ان سے خرید لوں (یہ ہرگز مناسب نہیں ہے) مال کی تقسیم میں ان سب کو برابر رکھنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ حضرت غُفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے تو ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۱) [2] اخرجہ احمد فی الزہد [3] عند ابی عبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۰۱)

نے کہا حضرات مہاجرینِ اوّلین اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کو زیادہ دیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا میں ان سے ان کے اسلام میں پہل کرنے کی نیکی کو (دنیا کے بدلے میں) خرید لوں؟ (نہیں۔ ایسے نہیں ہو سکتا) چنانچہ انہوں نے مال تقسیم کیا اور سب کو برابر دیا۔[1]

حضرت عُفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو گیا تو بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس آدمی کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذمہ قرضہ ہو یا حضورؐ نے اسے کچھ دینے کا وعدہ فرما رکھا ہو وہ کھڑا ہو کر لے لے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تھا اگر میرے پاس بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں تین مرتبہ اتنا دوں گا اور دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر اشارہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اٹھو اور خود اپنے ہاتھ سے لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ لپ بھر کر لیا اسے گنا گیا تو وہ پانچ سو درہم تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا انہیں مزید ایک ہزار گن کر دے دو (تاکہ تین لپیں ہو جائیں) اس کے بعد لوگوں میں دس دس درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تو وہ وعدے پورے ہو رہے ہیں جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں سے کئے تھے۔ اگلے سال اس سے بھی زیادہ مال آیا تو لوگوں میں بیس بیس درہم تقسیم کئے اور پھر بھی کچھ مال بچ گیا تو غلاموں میں پانچ پانچ درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تمہارے غلام تمہاری خدمت کرتے ہیں اور تمہارے کام کرتے ہیں اس لئے ہم نے ان کو بھی کچھ دے دیا ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا اگر آپ حضرات مہاجرین و انصار کو دوسروں سے زیادہ دیں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ یہ پرانے ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاں ان حضرات کا خاص مقام تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی ان کو دیں گے۔ یہ مال و متاع تو بس گزارے کی چیز ہے اسے برابر تقسیم کرنا کم زیادہ دینے سے بہتر ہے۔ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسی اصول پر عمل فرمایا۔ آگے اسی طرح کی حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی (صفحہ ۲۹۲ پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف اور برابر تقسیم کرنا گزر چکا ہے۔ اس میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عربی عورت اور ایک آزاد کردہ باندی کو برابر دیا۔ اس پر اس عربی عورت نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس کو جتنا دیا ہے مجھے بھی اتنا ہی دیا ہے حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے حضرت علیؓ

---

[1] عند البیہقی (ج ۶ ص ۳۴۸)

نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کو اولادِ اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی [1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور پرانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو زیادہ دینا

حضرت غُفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کرتے ہیں اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور اللہ نے ان کے لیئے فتوحات کے بڑے دروازے کھولے اور ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے بھی زیادہ مال آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اس مال کی تقسیم میں حضرت ابوبکرؓ کی اور رائے تھی اور میری اور رائے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے (حالتِ کفر میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور جس نے حضورؐ کا ساتھ دے کر (کافروں سے) جنگ کی ان دونوں کو میں برابر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے حضرات مہاجرین و انصار کو دوسروں سے زیادہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو صحابہؓ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے لیئے پانچ پانچ ہزار مقرر کیئے اور جو بدری صحابہؓ سے پہلے اسلام لائے (لیکن جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکے) ان کے لیئے چار چار ہزار مقرر کیئے اور حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ باقی تمام ازواجِ مطہرات کے لیئے بارہ بارہ ہزار مقرر کیئے اور ان دونوں کے لیئے چھ چھ ہزار مقرر کیئے (کیونکہ باقی تمام ازواجِ مطہرات تو ہمیشہ آزاد ہی رہیں کبھی باندی نہ بننا پڑا اور ان دونوں کو کچھ تھوڑے سے عرصے کے لیئے باندی بننا پڑا تھا) ان دونوں نے چھ چھ ہزار لینے سے انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے باقی ازواجِ مطہرات کے لیئے بارہ بارہ ہزار اس لیئے مقرر کیئے ہیں کہ ان سب نے ہجرت کی ہے (اور آپ دونوں نے نہیں کی ہے) ان دونوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ان کے لیئے ہجرت کی وجہ سے مقرر نہیں کیئے ہیں بلکہ ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ البیہقی ایضا و ابن ابی شیبۃ والبزار والحسن بن سفیان کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۱۷)

سے تعلق کی وجہ سے اتنے مقرر کیئے ہیں اور ہمارا بھی حضورؐ سے ان جیسا ہی تعلق ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کی بات کو منظور فرما لیا اور تمام اَزواجِ مطہرات کو برابر کر دیا (یعنی ان دونوں کے لیئے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کر دیئے) اور حضرت عبّاس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص رشتہ داری تھی اس وجہ سے ان کے لیئے بارہ ہزار مقرر کیئے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیئے چار ہزار اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیئے پانچ پانچ ہزار مقرر کیئے۔ حضورؐ (کے نواسہ ہونے) کی رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو ان کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے برابر دیا اور (اپنے بیٹے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیئے تین ہزار مقرر کیئے۔ انہوں نے عرض کیا اَباجان! آپ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لیئے چار ہزار مقرر کیئے ہیں اور میرے لیئے تین ہزار۔ حالانکہ ان کے والد (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو آپ کو حاصل نہ ہو اور خود ان کو بھی ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو مجھے حاصل نہ ہو (لہٰذا مجھے بھی ان کے برابر دیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں (اسے اور اس کے والد کو ایسی فضیلت حاصل ہے جو تجھے اور تیرے والد کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ) اس کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضورؐ کے محبوب تھے اور وہ خود تم سے زیادہ حضورؐ کے محبوب تھے اور جو مہاجرین جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے بیٹوں کے لیئے دو دو ہزار مقرر کیئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما گزرے تو فرمایا انہیں ایک ہزار اور دے دو تو حضرت محمد بن عبداللہ (بن جحش) رضی اللہ عنہما نے عرض کیا آپ انہیں ہم سے زیادہ کیوں دینے لگے ہیں؟ جو فضیلت ہمارے والدوں کو حاصل ہے وہی ان کے والد کو حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے ان کے لیئے دو ہزار تو (ان کے والد) حضرت ابوسلمہؓ کی وجہ سے مقرر کیئے ہیں اور مزید ایک ہزار ان کو (ان کی والدہ) حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے دینا چاہتا ہوں (کیونکہ وہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بن گئی تھیں) اگر حضرت اُمِّ سلمہؓ جیسی تیری بھی ماں ہے تو تمہیں بھی ایک ہزار اور دے دوں گا۔ حضرت عثمان بن عبیداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے لیئے آٹھ سو مقرر کیئے۔ یہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور حضرت نَضر بن اَنس رضی اللہ عنہما کے لیئے دو ہزار مقرر کیئے تو حضرت عمرؓ سے حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپ کے پاس اسی جیسے حضرت (عثمان بن عبیداللہؓ) بن عثمانؓ آئے تو اس کے لیئے آپ نے آٹھ سو مقرر کیئے اور آپ کے پاس انصار کا ایک لڑکا یعنی حضرت

نَضر بن اَنَس آیا اس کے لیئے آپ نے دو ہزار مقرّر کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس لڑکے یعنی حضرت نَضر کے والد سے میری مُلاقات جنگِ اُحُد کے دن ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے حُضور صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں پوچھا مَیں نے کہا میرا تو خیال یہی ہے کہ حُضورؐ کو (نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ) شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے بازو چڑھائے اور اپنی تلوار سونت لی اور کہا اگر حُضورؐ کو شہید کر دیا گیا ہے تو کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں، ان پر تو موت طاری نہیں ہو سکتی (اور ہم جو کچھ کر رہے تھے وہ اللہ کی وجہ سے کر رہے تھے) یہ کہہ کر انہوں نے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور یہ یعنی حضرت عثمان بن عبید اللہؓ کے والد حضرت عبید اللہؓ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے۔ تو تم چاہتے ہو کہ میں دونوں کو برابر کر دوں؟ حضرت عمرؓ نے زندگی بھر اسی اصول پر عمل کیا آگے اور مضمون ذکر کیا جس میں سے کچھ مضمون عنقریب آگے آئے گا[1]

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابنِ مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں رکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکے ان کو چار ہزار والوں میں لکھا۔ ان میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ بن عبد الاَسد مخزومی، حضرت اُسامہ بن زیدؓ، حضرت محمد بن عبد اللہ بن جَحش اَسَدی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابن عمرؓ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہٰذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابنِ عمرؓ نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابنِ عوفؓ سے کہا ابن عمرؓ کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبد اللہؓ نے کہا میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! مَیں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے[2]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والبزار والبیہقی واللفظ للبزار کما فی المجمع (ج ۶ ص ۴) وقال وفیہ ابو معشر نجیح ضعیف یعتبر بحدیثہ اھ [2] عند البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۰) واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۵)

لوگوں کے لیئے وظیفہ مُقرّر کیا تو حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کے لیئے دو ہزار وظیفہ مُقرّر کیا۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے تو حضرت عمرؓ نے اس کے لیئے اس سے کم وظیفہ مُقرّر کیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ نے اس انصاری کے لیئے میرے بھتیجے سے زیادہ وظیفہ مُقرّر کیا ہے اور یوں اس انصاری کو میرے بھتیجے پر فضیلت دے دی؟ (حالانکہ میرا بھتیجا تو مہاجرین میں سے ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ میں نے اس انصاری کے والد (حضرت حنظلہؓ) کو دیکھا ہے کہ وہ جنگِ اُحُد کے دن اپنی تلوار سے ہی اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور تلوار دائیں بائیں اُوپر نیچے اس طرح تیزی سے ہلا رہے تھے جیسے اُونٹ اپنی دُم ہلاتا ہے (ان کے پاس بچاؤ کے لیئے ڈھال بھی نہ تھی تلوار سے ہی ڈھال کا کام لے رہے تھے)[1]

حضرت ناشرہ بن سُمَی یَزَنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جابیہ کے دن مَیں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس مال کا خزانچی اور اسے تقسیم کرنے والا بنایا ہے بلکہ اصل میں تو خود اللہ تعالیٰ ہی تقسیم فرمانے والے ہیں (اب مال تقسیم کرنے میں میرے ذہن میں یہ ترتیب ہے کہ) میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزواجِ مُطہّرات سے تقسیم شروع کروں گا اور پھر ان کے بعد لوگوں میں جو زیادہ بزرگ ہیں ان کو دوں گا چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت جُوَیریَہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہنّ کے علاوہ باقی تمام اَزواجِ مُطہّرات کے لیئے دس دس ہزار مُقرّر کیئے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا حضورؐ ہم اَزواجِ مُطہّرات کے درمیان ہر چیز میں برابری کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام اَزواجِ مُطہّرات کا وظیفہ ایک جیسا کر دیا۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد میں اپنے مہاجرین اَوّلین ساتھیوں کو دوں گا کیونکہ ہمیں اپنے گھروں سے ظلماً اور زبردستی نکالا گیا۔ پھر ان کے بعد جو زیادہ بزرگ ہوں گے ان کو دوں گا۔ چنانچہ مہاجرین میں سے جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے ان کے لیئے پانچ ہزار مُقرّر کیئے اور جو انصاری جنگِ بدر میں شریک ہوئے ان کے لیئے چار ہزار مُقرّر کیئے اور جنگِ اُحُد میں شریک ہونے والوں کے لیئے تین ہزار مُقرّر کیئے اور فرمایا جس نے پہلے ہجرت کی اسے پہلے دوں گا اور جس نے بعد میں ہجرت کی اسے بعد میں دوں گا (لہٰذا جسے بعد میں ملے وہ

---

[1] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۹)

دینے والے کو ملامت نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو اس بات پر ملامت کرے کہ اس نے اپنی سواری کیوں بٹھائے رکھی (اور جلدی ہجرت کیوں نہیں کی) اور میں تمہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے اسباب بتانا چاہتا ہوں. میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ مال صرف کمزور مہاجرین کو دیں لیکن انہوں نے طاقتور، باحیثیت اور زیادہ باتیں کرنے والوں کو سارا مال دے دیا اس لیئے میں نے انہیں ہٹا کر ان کی جگہ حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا ہے. اس پر حضرت ابو عَمرو بن حَفص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اے عُمر بن خَطّاب! آپ نے معزول کرنے کا جو سبب بتایا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے. آپ نے اس شخص کو معزول کیا ہے جسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امیر بنایا تھا اور آپ نے اس تلوار کو نیام میں رکھ دیا جسے حضورؐ نے سونتا تھا اور آپ نے وہ جھنڈا اُتار دیا جسے حضورؐ نے گاڑا تھا اور آپ کے دل میں چچازاد بھائی سے حسد پیدا ہو گیا ہے. حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہاری ان سے قریبی رشتہ داری ہے اور ابھی تم نو عمر ہو اور اپنے چچازاد بھائی کی خاطر ناراض ہو رہے ہو۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو وظیفے دینے کے لیئے رجسٹر بنانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا آٹھ لاکھ درہم. پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا بھلا ہو کیا یہ پاکیزہ مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں. حضرت عمرؓ نے یہ ساری رات جاگ کر گزاری. جب فجر کی اذان ہو گئی تو ان سے ان کی بیوی نے کہا آپ آج رات کیوں نہیں سوئے؟ حضرت عمرؓ نے کہا عمر بن خطاب کیسے سو سکتا ہے جبکہ اس کے پاس لوگوں کے لیئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اگر عمرؓ کو اس حال میں موت آ جائے کہ یہ مال اس

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳) رواہ احمد ورجالہ ثقات اھ واخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۴۹) عن ناشرۃ بن سمی الیزنی نحوہ للانہ لم یذکر معذرۃ عزل خالد د مابعدہ۔

کے پاس رکھا ہوا ہو اور اس نے اسے صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا ہو تو وہ کیسے اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ جمع ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا آج رات لوگوں کے لئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اس مال کے تقسیم کرنے کے بارے میں ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ آپ لوگ بھی مجھے اس بارے میں مشورہ دیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں لوگوں میں ناپ کر تقسیم کروں۔ ان حضرات نے کہا اے امیر المومنین! ایسا نہ کریں کیونکہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور آنے والا مال بتدریج زیادہ ہوتا جائے گا (اس لئے یہ یاد رکھنا مشکل ہوگا کہ کس کو دیا ہے اور کس کو نہیں دیا ہے) بلکہ آپ ایک رجسٹر میں لوگوں کے نام لکھ لیں اور اس کے مطابق لوگوں کو مال دیتے رہیں پھر جب بھی لوگوں کی تعداد بڑھی اور مال کی مقدار بھی زیادہ ہوئی تو آپ اس رجسٹر کے مطابق لوگوں کو دیتے رہنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اچھا چلو رجسٹر بنا لیتے ہیں لیکن) اس کا مشورہ دو کہ کس سے دینا شروع کروں۔ ان حضرات نے کہا اے امیر المومنین! آپ اپنے آپ سے شروع کریں کیونکہ آپ ہی خلیفہ اور متولی ہیں اور ان میں سے بعض حضرات نے کہا امیر المومنین ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ ایسے نہیں۔ بلکہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کروں گا پھر جو حضورؐ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں اُن کو دوں گا پھر ان کے بعد جو رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسی ترتیب پر رجسٹر بنوایا۔ پہلے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نام لکھوائے اور ان سب کو دیا۔ پھر بنو عبد شمس کو دیا پھر بنو نوفل بن عبد مناف کو دیا۔ بنو عبد شمس کو پہلے اس لئے دیا کیونکہ عبد شمس ہاشم کے ماں جائے بھائی تھے (اور نوفل نہیں تھا اس لئے عبد شمس زیادہ قریبی ہوا)[1]

حضرت جُبیر بن حُویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نے مسلمانوں سے رجسٹر بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ رجسٹر نہ بنائیں بلکہ) ہر سال جتنا مال اکٹھا ہو جایا کرے وہ سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کچھ نہ بچایا کریں۔ حضرت عثمان بن عفان

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۶) والبیہقی (ج ۶ ص ۳۵۰) کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۵)

رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بہت زیادہ مال آرہا ہے جو تمام لوگوں کو دیا جاسکتا ہے اگر لینے والوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا جائے گا تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کس نے لیا اور کس نے نہیں لیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس طرح تقسیم کا معاملہ بے قابو ہو جائے گا۔ حضرت ولید بن ہشام بن مُغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں شام گیا ہوں۔ میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا ہے انہوں نے رجسٹر بھی بنائے ہوئے ہیں اور اپنی فوج بھی باقاعدہ مُرتّب و مُنظّم بنا رکھی ہے۔ آپ بھی رجسٹر بنالیں اور باقاعدہ فوج تیار کریں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ولیدؒ کی اس رائے کو قبول فرمالیا اور حضرت عَقیل بن ابی طالب، حضرت مخرمہ بن نوفل اور حضرت جُبَیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہم کو حضرت عمرؓ نے بلا کر ان سے فرمایا رجسٹر میں لوگوں کے نام ان کے درجوں کے مطابق لکھ دو۔ یہ تینوں حضرات قریش کے نسب کو اچھی طرح جانتے تھے چنانچہ انہوں نے رجسٹر میں نام لکھنے شروع کیئے۔ پہلے بنو ہاشمؓ کا نام لکھا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ انہوں نے خلافت کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کیا۔ جب حضرت عمرؓ نے رجسٹر دیکھا تو فرمایا اللہ کی قسم! دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ ترتیب یہی ہوتی لیکن تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے شروع کرو اور جو رشتہ میں حضورؐ سے جتنا زیادہ قریب ہو اس کا نام اتنا پہلے لکھو۔ بس اس رشتہ داری کے لحاظ سے تم لوگ نام لکھتے جاؤ اس میں جہاں عمر کا نام آجائے وہاں اس کا بھی نام لکھ دو۔[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب تینوں حضرات نے بنو ہاشم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم اور پھر حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کے نام رجسٹر میں لکھے اور اس پر حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تو حضرت عمرؓ کی قوم) بنو عدی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو کہ آپ ابوبکرؓ کے خلیفہ ہیں اور ابوبکرؓ حضورؐ کے خلیفہ ہیں۔ بنو عدی نے کہا اچھا یونہی سہی لیکن آپ اپنا نام وہاں ہی رہنے دیں جہاں ان تینوں حضرات نے لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واہ واہ اے بنو عدی! تم یہ چاہتے ہو کہ میری پیٹھ پر سوار ہو کر (دوسروں سے پہلے) کھالو اور لیں میں اپنی نیکیاں، تم لوگوں کی وجہ سے برباد کر دوں۔ نہیں، اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو گا (بلکہ حضورؐ کی رشتہ داری

---

[1] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۲) والطبری (ج ۳ ص ۲۷۸) من طریقہ کذا فی الکنز الجدید (ج ۴ ص ۳۶۳)

کو بنیاد بنا کر مال تقسیم کیا جائے گا) چاہے تمہارے نام لکھنے کی باری رجسٹر میں سب سے اخیر میں آئے۔ میرے دو ساتھی (یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایک راستے پر چلے ہیں۔ اگر میں ان کا راستہ چھوڑ دوں گا تو میں ان دونوں کی منزل پر نہیں پہنچ سکوں گا (آخرت میں وہ دونوں کہیں اور ہوں گے اور میں کہیں اور) اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں جو عزت ملی ہے اور آخرت میں ہمیں اپنے اعمال پر اللہ سے ثواب ملنے کی جو اُمید ہے یہ سب کچھ حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی برکت سے ہے، وہی ہمارے لئے باعثِ شرف ہیں۔ آپ کی قوم تمام عرب میں سب سے زیادہ عزت والی ہے پھر آپ کے بعد جو رشتہ میں آپ سے جتنا زیادہ قریب ہے وہ اتنی ہی زیادہ عزت والا ہے اور حضورؐ ہی کی برکت سے آج تمام عربوں کو عزت ملی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کسی کا رشتہ بہت سی پشتوں کے بعد آپ سے ملے اور اس ملنے میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلام تک چند پشتیں باقی رہ جائیں تو بھی اسی کی رعایت کی جائے گی لیکن اس خاندانی شرافت اور حضورؐ کے رشتہ کی وجہ سے اس دنیاوی اعزاز کے باوجود اللہ کی قسم! اگر عجمی لوگ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر آئیں اور ہم نیک اعمال کے بغیر پہنچیں تو وہ عجمی لوگ ہم سے زیادہ حضورؐ کے قریب ہوں گے لہٰذا کوئی بھی آدمی صرف رشتہ داری پر نگاہ نہ رکھے بلکہ اللہ کے ہاں جو اُجور و درجات ہیں انہیں حاصل کرنے کے لئے نیک عمل کرے کیونکہ جو اپنے اعمال میں پیچھے رہ گیا وہ اپنے نسب کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔[1]

مال کی تقسیم میں حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی رائے کی طرف رجوع کرنا

حضرت غُفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مال آیا پھر آگے لمبی حدیث بیان کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف

---

[1] عند ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۲۱۲) والطبری من طریقہ (ج ۳ ص ۲۷۸)

لائے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ جب عمرؓ کا انتقال ہو جائے گا (یا یوں کہا جب امیر المومنین کا انتقال ہو جائے گا) تو ہم فلاں کو کھڑا کر کے اس سے ایک دم اچانک بیعت ہو جائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کی (بیعت) خلافت بھی تو اچانک ہی ہوئی تھی۔ ہاں اللہ کی قسم یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی (بیعت) خلافت اچانک ہی ہوئی تھی لیکن اب ہمیں حضرت ابوبکرؓ جیسا آدمی کہاں سے مل سکتا ہے جس کا احترام اور جس کی اطاعت ہم اس طرح کرتے ہوں جس طرح ابوبکرؓ کی کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ مال تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جائے اور میری رائے یہ تھی کہ دینی فضائل کے لحاظ سے مسلمانوں کو مال کم یا زیادہ دیا جائے (اور میں نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسی پر عمل کیا لیکن اب) اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کروں گا (اور سب کو برابر مال دوں گا) ان کی رائے میری رائے سے بہتر تھی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مال دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تو بیت المال میں تھوڑا سا مال بچ گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں سے کہا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ہوتے تو کیا تم ان کا اکرام کرتے؟ سب نے کہا جی ہاں کرتے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میں اکرام کا ان سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میں تمہارے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چچا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے (حضرت عباسؓ کو یہ بچا ہوا مال دینے کے بارے میں) بات کی۔ سب نے راضی ہو کر وہ مال حضرت عباسؓ کو دے دیا [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک زنانہ عطر دان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کے ساتھی اسے دیکھنے لگے کہ یہ کسے دیا جائے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا آپ لوگ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ عطر دان حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوا دوں کیونکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان سے بہت محبت تھی؟ سب نے کہا جی ہاں اجازت ہے۔ چنانچہ جب وہ عطر دان

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶) وفیہ ابو معشر نجیح ضعیف یعتبر بحدیثہ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۰)

حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے کھولا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد (حضرت عمرؓ) ابن خطاب پر کتنی زیادہ فتوحات ہو رہی ہیں؟ اے اللہ! مجھے حضرت عمرؓ کے عطایا کے لیئے اگلے سال تک زندہ نہ رکھیو۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات وصول کرنے کا عامل بنا کر ایک علاقہ میں بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو حضرت ابوبکرؓ انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے انسؓ! کیا تم ہمارے پاس (صدقات کے جانور) لائے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ جانور تو ہمارے پاس لے آؤ اور (جو) مال (تم لائے ہو وہ) تمہارا ہے۔ میں نے کہا وہ مال تو بہت زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چاہے بہت زیادہ ہو وہ تمہارا ہے اور وہ چار ہزار تھے۔ چنانچہ میں نے وہ مال لے لیا اور اس طرح میں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عُبَید بن عُمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے عطایا لے رہے تھے (عطایا وہ مال ہے جس کی نہ مقدار مقرر ہو اور نہ اس کے دینے کا وقت) کہ اتنے میں حضرت عمرؓ نے اپنا سر اٹھایا تو ان کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کے چہرے پر تلوار کے زخم کا نشان تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نشان کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک غزوہ میں گیا تھا وہاں اسے دشمن کی تلوار سے یہ زخم لگا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے ایک ہزار گن کر دے دو۔ چنانچہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کو تھوڑی دیر الٹتے پلٹتے رہے اس کے بعد فرمایا اسے ایک ہزار درہم اور گن کر دے دو۔ چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم اور دے دیئے گئے۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے چار مرتبہ فرمائی اور ہر مرتبہ اسے ایک ہزار دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ کی اس کثرت عطا سے اس آدمی کو ایسی شرم آئی کہ وہ باہر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کیوں چلا گیا؟) تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ کثرت عطاء کی وجہ سے شرما

---

[1] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶) رجالہ رجال الصحیح [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۸)

کر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو جب تک ایک درہم باقی رہتا میں اسے دیتا ہی رہتا کیونکہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جسے اللہ کے راستہ میں تلوار کا ایسا وار لگا ہے جس سے اس کے چہرے پر کالا نشان پڑ گیا ہے [1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سال تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا۔ اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آگیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) صبح صبح آکر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں [2]

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کرنا

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (بیت المال کے خزانچی) حضرت عبداللہ بن اَرقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہر مہینہ ایک مرتبہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو (اس کے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا) نہیں۔ ہر ہفتہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا روزانہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر دیا کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ بیت المال میں کچھ مال رہنے دیں تو اچھا ہے مسلمانوں کو اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس میں کام آجائے گا یا بیرون والے کسی وقت مدد مانگ لیتے ہیں تو ان کو دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا تمہاری زبان پر یہ شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھلا رہا ہے اور

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۳۵۵) [2] اخرجہ ابو عبید فی الاموال کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۰)

اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لیئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تیار کیا ہوا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسولؐ کی ماننا ہے)[1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے مال آیا۔ حضرت عمرؓ اسے تقسیم فرمانے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ہو سکتا ہے کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو ان ضرورتوں کے لیئے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تمہیں مارے! یہ بات تمہاری زبان سے شیطان نے کہلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مجھے بتایا ہے۔ اللہ کی قسم! کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لیئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ نہیں (میں مال جمع کر کے نہیں رکھ سکتا بلکہ) میں تو مسلمانوں (کی ضرورتوں) کے لیئے وہ کچھ تیار کر کے رکھوں گا جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تیار کیا تھا (اور وہ ہے اللہ و رسولؐ کی اطاعت اور تقویٰ، اور تقویٰ مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ مال دوسروں پر خرچ کرنا ہے)[2]

حضرت سَلَمُہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سارا مال لایا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں پر کوئی ناگہانی مصیبت آجاتی ہے یا اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس کے لیئے اس مال میں سے کچھ بچا کر آپ بیت المال میں رکھ لیں تو بہت اچھا ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جو شیطان ہی سامنے لا سکتا ہے۔ اللہ نے مجھے اس کا جواب سمجھایا ہے اور اس کے فتنہ سے بچا لیا ہے۔ آئندہ سال (کی ضروریات) کے ڈر سے میں اس سال اللہ کی نافرمانی کروں۔ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لیئے اللہ کا تقویٰ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورت طلاق آیت ۲ و ۳)

ترجمہ "اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۷) عن یحیٰی بن سعید عن ابیہ [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۵)

نہیں ہوتا۔ البتہ شیطان کی یہ بات میرے بعد والوں کے لئے فتنہ بن جائے گی [۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اما بعد! میں یہ چاہتا ہوں کہ سال میں ایک دن ایسا بھی ہو کہ بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہ رہے اور اس میں سے سارا مال نکال کر تقسیم کر دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات کھل کر آجائے کہ میں نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے۔" [۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ لوگوں کو ان کے عطایا اور ان کے مقررہ وظیفے سب دے دو۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا ہم سب کچھ دے چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت سا مال بچا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا یہ مالِ غنیمت مسلمانوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ یہ عمرؓ یا اس کی آل اولاد کا نہیں ہے اس لئے اسے بھی مسلمانوں میں ہی تقسیم کر دو [۳]

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن نباج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا۔

هٰذَا جَنَايَ وَخِيَارُهُ فِيهِ وَكُلُّ جَانٍ يَدُهُ إِلَىٰ فِيهِ

یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے وہ انہی میں ہیں (میں نے انہیں نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا یعنی میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے۔

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا (جب لوگ آگئے تو) حضرت علیؓ نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا

---

[۱] عند ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۹۱) [۲] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۸) و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۱۷) [۳] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۵)

اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرما رہے تھے اے سونے ! اے چاندی ! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو۔ (اور لوگوں سے کہہ رہے تھے) لے لو، لے لو اور یونہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نبّاج سے فرمایا اس بیت المال میں پانی چھڑک دو (اس نے پانی چھڑک دیا) پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی [1]

حضرت مُجمِّع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال (کا سارا مال تقسیم کرکے اس) میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ اس لئے کیا کرتے تاکہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے [2]

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا میں نے تمہارے مالِ غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چودھری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا مال اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

أَفْلَحَ مَنْ كَانَتْ لَهُ قَوْصَرَهْ ... يَأْكُلُ مِنْهَا كُلَّ يَوْمٍ مَرَّهْ

وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لئے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے)

حضرت عَنتَرہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں، سوئے، دھاگے اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا۔ البتہ اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن فرصت نہ ملتی تو پھر وہ مال بیت المال میں رات بھر رہ جاتا لیکن اگلے دن صبح صبح جاکر اسے تقسیم کر دیتے اور فرمایا کرتے اے دنیا ! مجھے دھوکہ نہ دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۱) [2] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۴۹) عن مجمع التیمی نحوہ۔

اور یہ شعر پڑھا کرتے ؛

هٰذَا جَنَایَ وَخِیَارُهٗ فِیْهِ وَكُلُّ جَانٍ یَدُهٗ اِلٰی فِیْهِ

یہ میرے چُنے ہوئے پھل ہیں اور جو عمدہ پھل تھے وہ ان ہی میں ہیں (میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا ۔

حضرت عنترہؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تھوڑی دیر میں ان کا غلام قنبر آیا اور اس نے کہا اے امیرالمومنین ! آپ (سارا ہی تقسیم کر دیتے ہیں اور) کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتے حالانکہ اس مال میں آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے ۔ اس لیئے میں نے آپ کے لیئے کچھ بہت عمدہ مال چھپا کر رکھا ہے ۔ حضرت علیؓ نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ قنبر نے کہا آپ چل کر خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کیا ہے ؟ چنانچہ حضرت علیؓ چلے اور قنبر ان کو ایک کمرے میں لے گیا وہاں ایک بڑا برتن رکھا ہُوا تھا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہُوا تھا اور وہ سونے چاندی کے برتنوں سے بھرا ہُوا تھا ۔ جب حضرت علیؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا تیری ماں تجھے گم کرے ! تم میرے گھر میں بہت بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو ۔ پھر حضرت علیؓ نے تول تول کر ہر قوم کے سردار کو اس کے حصہ کے مطابق دینا شروع کیا اور پھر یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے ۔

هٰذَا جَنَایَ وَخِیَارُهٗ فِیْهِ وَكُلُّ جَانٍ یَدُهٗ اِلٰی فِیْهِ

اور فرمایا (اے دنیا !) مجھے دھوکہ مت دے ، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے [1]

مسلمانوں کے مالی حقوق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس مال کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیئے جمع ہو جاؤ اور غور کرو کہ یہ مال کن

---

[1] اخرجه ابو عبید کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۷) واخرج احمد فی الزهد ومسدد عن مجمع نحو ما تقدم عن ابی نعیم فی الحلیة کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۷)

لوگوں میں تقسیم کیا جائے (جب مطلوبہ حضرات جمع ہو گئے تو) فرمایا میں نے آپ لوگوں کو اس لئے جمع کیا ہے تاکہ اس مال کے بارے میں مشورہ کر لیا جائے اور غور کر لیا جائے کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی چند آیتیں پڑھی ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔

(۱) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ.

(سورت حشر آیت ۷، ۸)

ترجمہ: "جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مالِ فئے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جُدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ مال صرف انہی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الاية۔

(سورت حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین)

کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں، جو اُن کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدّم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بُخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ مال صرف ان ہی لوگوں کے لیئے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ الآیۃ۔ (سورت حشر آیت ۱۰)

اور ان لوگوں کا (بھی اس مالِ فیئے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی)، جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رَبّ! آپ بڑے شفیق (اور) رحیم ہیں"۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! اس مال میں ہر مسلمان کا حق معلوم ہوتا ہے چاہے وہ عدن میں بکریاں چرارہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے مال دیا جائے یا نہ دیا جائے[1] حضرت مالک بن اوس بن حَدثان رضی اللہ عنہ اسی قصّہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت آخر تک پڑھی۔

(۴) اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (سورت توبہ آیت ۶۰)

ترجمہ: صدقات توصرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مُقرّر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، بڑی حکمت والے ہیں اور فرمایا یہ زکوٰۃ و صدقات تو ان ہی لوگوں کے لیئے ہیں (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی۔

(۵) وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔

(سورت انفال آیت ۴۱)

ترجمہ: اور اس بات کو جان لو کہ جو شیئ (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۱)

کا حکم یہ ہے کہ ان کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت والوں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ دونوں جماعتیں (مومنین و کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا اور اللہ (ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" پھر فرمایا یہ مال غنیمت ان ہی لوگوں کے لئے ہے (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ۔ جس کا ترجمہ ① میں گزر چکا ہے اور فرمایا یہ مہاجرین لوگ ہیں پھر یہ آیت آخر تک پڑھی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ جس کا ترجمہ ② میں گزر گیا ہے اور فرمایا اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے وہ انصار ہیں پھر یہ آیت آخر تک پڑھی وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ جس کا ترجمہ ③ میں گزر گیا ہے اور فرمایا اس آیت میں تو سب لوگ آگئے لہٰذا ہر مسلمان کا اس مال میں حق ہے۔ البتہ تمہارے غلاموں کا اس مال میں کوئی حق نہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاءاللہ ہر مسلمان کو اس کا حق پہنچ جائے گا یہاں تک کہ حمیر وادی (جو کہ یمن میں ہے) کے بالائی حصہ کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچ کر رہے گا اور اس مال کو حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر ذرہ برابر پسینہ نہیں آئے گا یعنی اس کے لئے اسے کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔[1]

حضرت طلحہ بن عُبَیْدُ اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سُعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں حضرت طلحہ بن عُبیدُ اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت پر گرانی محسوس کی۔ میں نے ان سے کہا آپ کو کیا ہوا؟ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم تو مسلمان مرد کی بہت اچھی بیوی ہو۔ میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے

[1] اخرجہ البیہقی ایضا (ج ۶ ص ۳۵۲) واخرجہ ایضا ابن جریر عن مالک بن اوس نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۴۰)

اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں؟ میں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ اپنی قوم کو بلالیں اور یہ مال ان میں تقسیم کر دیں۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اے لڑکے! میری قوم کو میرے پاس لے آؤ (چنانچہ ان کی قوم والے آگئے تو سارا مال ان میں تقسیم کر دیا) میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا خزانچی نے کہا چار لاکھ۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی تو یہ رقم ایک رات ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات اس مال کے ڈر سے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کر دی۔[2]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سُعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے وہ مجھے بڑے غمگین نظر آئے۔ میں نے کہا کیا بات ہے مجھے آپ کا چہرہ بڑا پریشان نظر آرہا ہے۔ کیا ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! تمہاری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی ہے۔ تم تو بہت اچھی بیوی ہو میں اس وجہ سے غمگین و پریشان ہوں کہ میرے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ آدمی بھیج کر اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کو بلالیں اور ان میں یہ مال تقسیم کر دیں چنانچہ انہوں نے بلا کر ان میں سارا مال تقسیم کر دیا پھر میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا ہے۔ اس نے بتایا چار لاکھ۔ ان کی روزانہ آمدن ایک ہزار وافی تھی (ایک وافی ایک درہم اور چار دانق کا ہوتا ہے اور ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں لہذا ہزار وافی کے ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم اور چار دانق ہوئے) اسی سخاوت کی وجہ سے انہیں طلحۂ فیاض کہا جاتا تھا یعنی بہت زیادہ سخی۔[3]

حضرت زُبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی باسناد حسن عن طلحۃ بن یحیٰی عن جدتہ سعدی رضی اللہ عنہا کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۶) وقال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۴۸) رجالہ ثقات واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۷) وابو نعیم ج ۱ ص ۸۸) بنحوہ [2] اخرجہ ابو نعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۷) اطول منہ [3] اخرجہ الحاکم (ایضا (ج ۳ ص ۳۷۸)

کے ہزار غلام تھے جو انہیں کما کر مال دیا کرتے تھے۔ وہ روزانہ شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا[1]

حضرت مُغیث بن سُمَیّ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں کما کر مال دیا کرتے تھے۔ وہ ان غلاموں کی آمدن میں سے ایک درہم بھی گھر نہیں لے جاتے تھے (بلکہ ساری آمدن دوسروں میں تقسیم کر دیتے تھے)[2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگِ جمل کے دن (میرے والد) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! آج جو بھی قتل ہو گا اسے فریق مخالف ظالم سمجھے گا اور وہ خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھے گا اور مجھے ایسا نظر آ رہا ہے کہ میں بھی آج ظلماً قتل ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے قرضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچے گا؟ اے میرے بیٹے! ہمارا مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر حضرت زبیرؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا ایک تہائی (وُرثاء کے علاوہ) دوسروں کو دے دیا جائے اور اس ایک تہائی کا ایک تہائی (یعنی بچے ہوئے مال کا نواں حصّہ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اولاد کو دے دیا جائے (کیونکہ حضرت عبداللہ کے بچے بڑے تھے بلکہ ان کی شادیاں بھی ہو چکی تھیں) چنانچہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت خُبَیب اور حضرت عَبّاد (عمر میں یا مال کے حصّہ میں) حضرت زبیرؓ کے بعض بیٹوں کے برابر تھے اور خود حضرت زبیرؓ کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت زبیرؓ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر میرے قرض کی ادائیگی میں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد لے لینا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں سمجھ نہ سکا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کون ہے؟ اس لئے میں نے پوچھا اَبا جان! آپ کے مولیٰ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کہتے ہیں جب بھی مجھے ان کے قرضے کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو میں کہتا اے زبیرؓ کے مولیٰ! زبیرؓ کا قرضہ ادا کرا دیں۔ اللہ تعالیٰ فوراً اس

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۰) [2] واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۹) عن مغیث مثلہ واخرجہ یعقوب بن سفیان نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۴۶)

کا انتظام فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ اس دن شہید ہو گئے انہوں نے ترکہ میں کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا۔ البتہ چند زمینیں، مدینہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔ ان چند زمینوں میں سے ایک زمین (مدینہ سے چند میل دور) غابہ کی تھی۔ حضرت زبیرؓ پر اتنا قرضہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس جو آدمی اپنا مال بطور امانت رکھوانے آتا اس سے فرماتے میرے پاس امانت نہ رکھواؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لئے مجھے قرض دے دو (جب ضرورت ہو لے لینا اور لوگوں سے لے کر دوسروں پر خرچ کر دیتے) حضرت زبیرؓ نہ کبھی امیر بنے اور نہ کبھی خراج زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کی ذمہ داری لی۔ البتہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر اور حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے (اور ان غزوات سے جو مال غنیمت ملا اس سے ان کی اتنی جائیداد ہو گئی تھی)، بہرحال میں نے اپنے والد کے قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا۔ ایک دن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! میرے بھائی (حضرت زبیرؓ) پر کتنا قرض ہے؟ میں نے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ (جتنا بتایا اس میں تو سچے ہیں) حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہارا سارا مال اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہو گا۔ میں نے کہا اگر بائیس لاکھ قرض ہو تو پھر؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں تو تم اسے ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اگر تمہیں قرضہ کی ادائیگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے مدد لے لینا حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے اس کی قیمت لگوائی تو سولہ لاکھ قیمت لگی (میں نے اس زمین کے سولہ حصے بنائے تھے ایک حصہ کی قیمت ایک لاکھ لگی)، پھر میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ کوئی حق ہو وہ ہمیں غابہ میں آ کر مل لے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے حضرت زبیرؓ کے ذمہ چار لاکھ درہم تھے انہوں نے مجھ سے آ کر کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری خاطر یہ قرضہ چھوڑ دیتا ہوں! میں نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میرا قرضہ آخر میں ادا کر دینا! میں نے کہا نہیں، آپ ابھی لے لیں۔ انہوں نے کہا اچھا پھر مجھے اس زمین میں سے میرے قرضے کے بقدر ٹکڑا دے دو۔ میں نے کہا یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کی زمین ہے۔ چنانچہ غابہ کی زمین (اور حضرت زبیرؓ کے گھروں) کو بیچ بیچ کر میں قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا اور غابہ کی زمین (کے سولہ حصوں) میں سے ساڑھے چار حصے بچ گئے۔ میں

بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (کے زمانۂ خلافت میں ان) کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت عمرو بن عثمان، حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی تھے حضرت معاویہؓ نے مجھ سے فرمایا تم نے غابہ کی زمین کی کیا قیمت لگائی؟ میں نے کہا (اس کے سولہ حصے کئے تھے اور) ہر حصہ ایک لاکھ کا بنا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ میں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ حضرت منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت عمر بن عثمانؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت ابن زمعہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ میں نے کہا ڈیڑھ۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے اسے خرید لیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب میں حضرت زبیرؓ کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو حضرت زبیرؓ کی اولاد (یعنی میرے بہن بھائیوں) نے کہا اب میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے درمیان میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک میں چار سال موسم حج میں یہ اعلان نہیں کر لیتا کہ جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ کوئی قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آجائے ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ میں ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا رہا جب چار سال گزر گئے تو پھر میں نے ان کے درمیان میراث تقسیم کی۔ حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی۔ وہ تہائی مال دینے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے۔ لہٰذا ان کا سارا مال پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا[1] البدایۃ میں علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ ورثاء میں جو مال تقسیم ہوا وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ تھا اور ایک تہائی کی جو وصیت کی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ تھا۔ لہٰذا یہ میراث اور ایک تہائی مل کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا اور پہلے جو قرضہ ادا کیا گیا وہ بائیس لاکھ تھا۔ اس حساب سے قرض ایک تہائی اور میراث مل کر کل مال پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا۔ یہ تفصیل ہم نے اس لیئے بتائی ہے کہ بخاری میں جو مال کی تفصیل ہے اس میں اشکال ہے اس لیئے اس کی تفصیل بتانا مناسب نظر آیا[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ام بکر بنت مسور رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ البخاری [2] کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۲۵۰)

نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زُہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزْواجِ مُطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ رقم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے۔ پھر مال لے جانے والے نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم اَزْواجِ مُطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر حضرت عائشہؓ نے دعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے سَلْسَبِیل چشمے سے پلائے[1]

حضرت جعفر بن بُرقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کیئے[2] (ایک روایت یہ ہے کہ تیس ہزار باندیاں آزاد کیں)

حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح حضرت مُعاذ بن جبل اور حضرت حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کا مال تقسیم کرنا

حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا یہ حضرت ابوعُبیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں تھوڑی دیر کے لیئے کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام اس تھیلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیرالمومنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابوعُبیدہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے اور ان پر رحم فرمائے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۱۰) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی لیس بمتصل اھ وقد اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۸) وابن سعد (ج ۳ ص ۹۴) عن المسور بن مخرمۃ بنحوہ الا ان فی روایۃ ابی نعیم لن یحنو علیکم بعدی الا الصالحون [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۰۸) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۹)

پھر فرمایا اے باندی! ادھر آؤ ۔ یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ، یہ پانچ دینار فلاں کے پاس اور یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے سارے دینار ختم کر دیئے ۔ اس غلام نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو ساری بات بتائی ۔حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار تیار کر کے حضرت معاذ بن جبلؓ کے لیئے رکھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس غلام سے فرمایا یہ دینار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں ۔چنانچہ وہ غلام دینار لے کر حضرت معاذؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں ۔حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے ۔پھر فرمایا اے باندی! اِدھر آؤ ! فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ، فلاں کے گھر میں اتنے اور فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ۔ اتنے میں ان کی بیوی آگئی اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیں تھیلی میں صرف دو دینار بچے ہوئے تھے ۔حضرت معاذؓ نے وہ دو دینار ان کی طرف لڑھکائے غلام نے واپس آکر حضرت معاذؓ کی تقسیم کا سارا قِصّہ سنایا ۔اس سے حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور (دوسروں پر سارا مال خرچ کرنے میں) یہ سب ایک جیسے مزاج کے ہیں [1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ الطبرانی ورواتہ الی مالک الدار ثقات مشہورون ومالک الدار لا اعرفہ کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۷) وقال الہیثمی (ج ۳ ص ۱۲۵) رواہ الطبرانی فی الکبیر ومالک الدار لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی قلت ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۴۸۴) وقال مالک بن عیاض مولی عمر وہو الذی یقال لہ مالک الدار لہ ادراک وسمع من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ روی عن الشیخین ومعاذ وابی عبیدۃ، روی عنہ ابناہ عون وعبداللہ وابو صالح السمان وذکرہ ابن سعد فی الطبقۃ الاولیٰ من التابعین فی اہل المدینۃ وقال کان معروفا وقال علی بن المدینی کان مالک الدار خازنا لعمر انتہی وقال فی الاصابۃ وروینا فی فوائد داؤد بن عمر والضبی جمع البغوی من طریق عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع المخزومی عن مالک الدار فذکر القصۃ ۔ اھ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۷) عن مالک الدار فذکر مثلہ واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۰۰) عن معن بن عیسیٰ قال عرضنا علی مالک بن انس ۔ فذکرہ مختصرا۔

اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ ایک صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر درہموں سے بھر جائے اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ تو دوسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ لوگوں نے کہا اتنی بڑی تمناؤں کے بعد اور تمنا کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عُبَیدہؓ بن جرّاحؓ، حضرت معاذ بن جَبَلؓ اور حضرت حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے آدمیوں سے بھرا ہوا ہو اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مختلف کاموں میں استعمال کروں (کام کے آدمیوں کی زیادہ ضرورت ہے) پھر حضرت عمرؓ نے (ان سب لوگوں کی موجودگی میں) کچھ مال حضرت حُذَیفہؓ کے پاس بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں۔ جب حضرت حُذَیفہؓ کے پاس وہ مال پہنچا تو انہوں نے سارا تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ کے پاس کچھ مال بھیجا انہوں نے بھی اسے تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت ابو عُبَیدہؓ کے پاس کچھ مال بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں (انہوں نے بھی سارا تقسیم کر دیا) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تم سے پہلے کہہ دیا تھا کہ یہ تینوں کام کے آدمی ہیں اور ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ مال دوسروں پر خرچ کرتے ہیں[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مال تقسیم کرنا

حضرت مَیمُون بن مِہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار درہم آئے انہوں نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی سارے تقسیم کر دیئے۔ حضرت نافع رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک لاکھ بھیجے۔ سال گزرنے سے پہلے ہی انہوں نے سارے خرچ

[1] اخرجہ البخاری فی التاریخ الصغیر (ص ۲۹) عن زید بن اسلم۔

کردیئے اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہا ۔ حضرت ایوب بن وائل راسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ مُنوّرہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک پڑوسی نے یہ قصّہ سنایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھالر والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لیئے ایک درہم کا چارہ اُدھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لیئے میں بڑا حیران ہُوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ اُدھار خرید رہے ہیں اس لیئے) میں ان کی باندی کے پاس گیا اور مَیں نے اس سے کہا مَیں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ سچ بتانا۔ کیا حضرت ابو عبدالرّحمٰن (یہ حضرت ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت مُعاویہؓ کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں آئی ہے۔ میں نے کہا مَیں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا اُدھار چارہ خرید رہے تھے (تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ اُدھار کیوں خرید رہے تھے؟) اس باندی نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی پھر گھر واپس آئے چنانچہ مَیں نے (بازار میں جاکر) اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے؟ (حضرت ابن عمرؓ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمرؓ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لیئے) آج اپنی سواری کے لیئے وہ ایک درہم کا اُدھار چارہ خرید رہے تھے[1]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا تو ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا۔ (اب اپنے پاس تو دینے کے لیئے کچھ بچا نہیں تھا اس لیئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۶)

آدمی سے اُدھار لے کر ان صاحب کو دیئے۔ حضرت میمُون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں (ہاں اپنے اُوپر خرچ نہیں کرتے[1] اور خواہ مخواہ نہیں دیتے)

حضرت اَشعَث بن قَیس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ کِندہ کے ایک آدمی پر میرا قرض تھا۔ میں اس کے پاس (قرضہ وصول کرنے کے لیئے) فجر سے پہلے آخر رات میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں حضرت اَشعَث بن قَیس رضی اللہ عنہ کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے وہیں نماز پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو امام نے ہر آدمی کے سامنے کپڑوں کا ایک جوڑا، جُوتی کا ایک جوڑا اور پانچ سو درہم رکھے۔ میں نے کہا میں اس مسجد والوں میں سے نہیں ہوں (لہٰذا مجھے نہ دو) پھر میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ (یہ لوگوں کو کیوں دے رہے ہیں؟) لوگوں نے بتایا حضرت اَشعَث بن قَیس مکہ مکرمہ سے آئے ہیں (اس خوشی میں وہ ہر نمازی کو دے رہے ہیں[2])

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کا مال تقسیم کرنا

حضرت اُمّ ذَرّہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ آئے۔ انہوں نے اسی وقت وہ سارے تقسیم کر دیئے۔ اس دن ان کا روزہ تھا۔ میں نے ان سے کہا آپ نے اتنا خرچ کیا ہے تو کیا آپ اپنے لیئے اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ افطار کے لیئے ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں؟ انہوں نے کہا (مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ میرا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵۵) وفیہ ابو اسرائیل الملائی وقد اختلف فیہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

روزہ ہے) اگر تو مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں گوشت منگا لیتی [1]

اُمّ المؤمنین حضرت سَودہ بنت زَمعَۃ رَضِیَ اللہُ عَنہا کا مال تقسیم کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سَودہ رضی اللہ عنہا کے پاس درہموں سے بھرا ہوا تھیلا بھیجا۔ حضرت سَودہؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے بتایا یہ درہم ہیں تو (حیران ہو کر تعجب سے) فرمایا ارے کھجوروں کی طرح تھیلے میں درہم (یعنی اتنے بڑے تھیلے میں تو کھجوریں ڈالی جاتی ہیں درہم تو تھوڑے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بہت زیادہ درہم بھیج دیئے ہیں) اور پھر انہوں نے وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے [2]

اُمّ المؤمنین حضرت زَینَب بنتِ جَحش رَضِیَ اللہُ عَنہا کا مال تقسیم کرنا

حضرت بَرَّہ بنت رافع رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں جب حضرت عمرؓ نے لوگوں میں عطایا تقسیم کیں تو حضرت زینب بنت جَحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ جب وہ مال ان کے پاس پہنچا تو فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی مغفرت فرمائے۔ میری دوسری بہنیں اس مال کو مجھ سے زیادہ اچھے طریقے سے تقسیم کر سکتی ہیں (اس لیئے ان کے پاس لے جاؤ) لانے والوں نے کہا یہ سارا مال آپ کا ہی ہے۔ فرمانے لگیں سبحان اللہ! اور ایک کپڑے سے پردہ کر لیا اور فرمایا اچھا رکھ دو اور اس پر کپڑا ڈال دو۔ پھر مجھ سے فرمایا اس کپڑے میں ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر کر بنو فلاں کو اور بنو فلاں کو دے آؤ۔ یہ سب ان کے رشتہ دار تھے اور یتیم تھے یُوں ہی تقسیم فرماتی رہیں یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑے سے درہم بچ گئے تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے اُمّ المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اللہ کی قسم! اس مال میں ہمارا بھی تو حق ہے فرمایا اچھا کپڑے کے

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۵۰) [2] اخرجہ ابن سعد بسند صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۳۹)

نیچے جتنے درہم ہیں وہ سب تمہارے۔ ہمیں کپڑے کے نیچے پچاسی درہم ملے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر حضرت زینبؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے حضرت عمرؓ کی عطا نہ ملے۔ چنانچہ (ان کی دعا قبول ہوگئی اور) ان کا انتقال ہوگیا[1]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار تھا اور وہ بھی انہوں نے صرف ایک سال لیا اور لینے کے بعد یہ دعا فرمائی اے اللہ! آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہی ہے (آئندہ سال سے پہلے ہی مجھے اٹھالے) پھر اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں میں سارا تقسیم کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ انہوں نے سارا مال خرچ کر دیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ ایسی (بلند مرتبہ) خاتون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر سلام بھجوایا اور کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے سارا مال تقسیم کر دیا ہے یہ میں ایک ہزار اور بھیج رہا ہوں اسے آپ اپنے پاس رکھیں (ایک دم خرچ نہ کردیں) لیکن جب یہ ایک ہزار درہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی پہلے کی طرح تقسیم کر دیا[2]

دودھ پیتے بچوں کے لئے وظیفہ مقرر کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے عیدگاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ ہم دونوں اس قافلہ کا چوروں سے پہرہ دیں؟ (انہوں نے کہا ٹھیک ہے) چنانچہ یہ دونوں حضرات رات بھر قافلہ کا پہرہ بھی دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کا خیال کر اور پھر حضرت عمرؓ اپنی جگہ واپس آگئے۔ پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو حضرت عمرؓ نے جا کر دوبارہ اس کی ماں کو وہی بات کہی اور اپنی جگہ واپس آگئے۔ جب آخر رات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بچے کے رونے کی آواز سنی تو جا کر اس کی ماں سے کہا تیرا بھلا ہو! میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں بری ماں ہے، کیا بات ہے کہ تیرا بیٹا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۰۰) [2] عند ابن سعد ایضا کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۱۴)

آج ساری رات آرام نہ کر سکا؟ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! آج رات تو (بار بار آ آکر) تم نے مجھے تنگ کر دیا۔ میں بہلا پھسلا کر اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے کہا کیونکہ حضرت عمرؓ صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس عورت نے کہا اتنے مہینے کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تیرا بھلا ہو! اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر (پھر آپ وہاں سے واپس آئے) اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے، زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن لوگوں کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا عمرؓ کے لئے ہلاکت ہو! اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے (کہ عمرؓ نے اصول یہ بنایا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا اس وجہ سے نہ معلوم کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑایا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے اور تمام علاقوں میں بھی (اپنے گورنروں کو) یہ لکھوا بھیجا کہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے[1]

بیت المال میں سے اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کے مال کو (یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے) اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اس سے لیتا ہوں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے: مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ

(سورۃ نساء آیت ۶)

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۷) ابو عبید وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۷)

ترجمہ : اور جو شخص مُستَغنِیْ ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے[1]

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اجتماعی مال میں سے مجھے صرف اتنا لینا جائز ہے جتنا میں اپنی ذاتی کمائی میں سے خرچ کرتا (یہ نہیں کہ بیت المال میں بے احتیاطی اور فضول خرچی کروں)[2]

حضرت عمران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت پیش آتی تو بیت المال کے نگران کے پاس آتے اور اس سے اُدھار لے لیتے۔ بعض دفعہ آپ تنگ دست ہوتے (اور قرض واپس کرنے کا وقت آجاتا) تو بیت المال کا نگران آکر ان سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کرتا اور ان کے پیچھے پڑ جاتا۔ آخر حضرت عمرؓ قرض کی ادائیگی کی کہیں سے کوئی صورت بناتے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ کو وظیفہ ملتا تو اس سے قرض ادا کرتے[3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ زمانۂ خلافت میں بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک تجارتی قافلہ مُلکِ شام بھیجنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے چار ہزار قرض لینے کے لیئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس قاصد سے کہا جاکر امیرالمومنین سے کہہ دو کہ وہ اب بیت المال سے چار ہزار اُدھار لے لیں، بعد میں بیت المال میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا تم نے ہی کہا تھا کہ عمرؓ چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے۔ اگر (میں بیت المال سے اُدھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلہ کی واپسی سے پہلے میں مرجاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیرالمومنین نے چار ہزار لیئے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اس لیئے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور میں ان کے بدلے قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔ نہیں، میں بیت المال سے بالکل نہیں لوں گا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے اُدھار لوں تاکہ اگر میں مرجاؤں تو

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۸) [2] عند ابن سعد ایضا کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۸) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۸)

وہ میرے مال میں سے اپنا اُدھار وصول کرلے[1]

حضرت بَراء بن مَعرُور رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ ان کے لیئے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپّی موجود تھی (انہوں نے خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ) مسجد جاکر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے علاج کے لیئے شہد کی ضرورت ہے اور شہد بیت المال میں موجود ہے۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اسے لے لوں ورنہ وہ میرے لیئے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ کہیں سے مال آیا تو ان کی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت حَفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع پہنچی۔ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا اے امیرالمؤمنین! اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اس لیئے اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے میری بٹیا! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ تو مسلمانوں کا مالِ غنیمت ہے، تم اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو، جاؤ تشریف لے جاؤ! چنانچہ حضرت حَفصہؓ کھڑی ہوئیں اور چادر کا دامن گھسیٹتی ہوئی واپس چلی گئیں[3]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن اَرقم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیرالمؤمنین! ہمارے پاس جَلُولاء شہر کے (مالِ غنیمت کے) کچھ زیورات اور کچھ چاندی کے برتن ہیں آپ دیکھ لیں جس دن آپ فارغ ہوں اس دن آپ ان زیورات اور برتنوں کو دیکھ لیں اور پھر ان کے بارے میں آپ جو ارشاد فرمائیں ہم ویسے کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جس دن تم مجھے فارغ دیکھو یاد کرا دینا چنانچہ ایک دن حضرت عبداللہ بن اَرقم نے آکر عرض کیا آج آپ فارغ نظر آرہے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ میرے سامنے چمڑے کا دسترخوان بچھا کر اس پر وہ زیورات اور چاندی کے برتن ڈال دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن اَرقم نے دسترخوان بچھا کر وہ سارا مال اس

---

[1] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۱۹۹) واخرجہ ایضا ابو عبیدۃ فی الاموال وابن عساکر عن ابراہیم نحوہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۸) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۸) [3] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۲)

پر وہ زیورات اور چاندی کے برتن ڈال دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن اَرقمؓ نے دسترخوان بچھا کر وہ سارا مال اس پر ڈال دیا۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے اللہ! آپ نے اس مال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے اور یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۱۴)

ترجمہ: "خوش نما معلوم ہوتی (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر، سونے اور چاندی کے نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔" اور (اے اللہ!) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے
لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ۔ (سورت حدید : آیت ۲۳)

ترجمہ: "تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔" (اے اللہ!) جن مرغوب چیزوں کی محبت ہمارے دلوں میں بھلی اور خوشنما کر دی گئی ہے ان سے خوش ہونے کو چھوڑنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمیں ان چیزوں کو حق میں صحیح جگہ خرچ کرنے والا بنا اور میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنے میں ایک صاحب حضرت عمرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن بُہَیَّہ کو اٹھا کر لائے (بُہَیَّہ حضرت عمرؓ کی باندی تھیں جن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تھے بعض حضرات اس باندی کا نام لُہَیَّہ بتلاتے ہیں) اس بچے نے کہا ابا جان! مجھے ایک انگوٹھی دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جا۔ اپنی ماں کے پاس جا! وہ تجھے ستو پلائے گی۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے اپنے اس بیٹے کو کچھ نہیں دیا۔[1]

حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرسکوں۔ ان کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہما نے کہا میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لائیے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۲)

فرمایا نہیں۔ تم سے نہیں تلوانا۔ انہوں نے کہا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی (یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھوں کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اور یوں تو اپنی کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی کو دیکھا جو کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ تو (ان کے بیٹے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آپ کی بیٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ میری کونسی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ اتنی کمزور کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا آپ کی وجہ سے کیونکہ آپ اسے کچھ نہیں دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے آدمی! اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتا۔ (خود کما کر) تم اپنی اولاد پر خوب خرچ کرو (میں بیت المال میں سے نہیں دُوں گا)[2]

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری شادی کی تو ایک مہینہ تک اللہ کے مال میں سے (یعنی بیت المال میں سے) مجھے خرچ دیتے رہے پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ نے (اپنے دربان) یَرْفا کو مجھے بلانے بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا میں خلیفہ بننے سے پہلے بھی یہی سمجھتا تھا کہ میرے لیئے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اب خلیفہ بننے کے بعد یہ مال میرے لیئے اور زیادہ حرام ہو گیا ہے کیونکہ اب یہ میرے پاس بطورِ امانت ہے اور میں تمہیں اللہ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ دے چکا ہوں۔ اب تمہیں اس میں سے اور نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں میں تمہاری مدد اس طرح کر سکتا ہوں کہ غابہ میں میری جائیداد ہے۔ تم اس کا پھل کاٹ کر بیچ دو۔ پھر (اس کے پیسے لے کر) اپنی قوم کے کسی تاجر کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جب وہ کوئی چیز خریدنے لگے تو تم اس کے ساتھ شراکت کر لو (اس سے جو نفع ہو اس سے) خرچہ لے کر اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے رہو[3]

---

[1] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۳) [2] اخرجہ ابن سعد وابن ابی شیبۃ وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۸) [3] اخرجہ ابن سعد وابو عبید فی الاموال کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۸)

حضرت مالک بن اَوس بن حَدثان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمرؓ کی بیوی نے ایک دینار اُدھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ میں بھیج دیا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اسے وہ عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا جاؤ یہ حضرت عمر بن خطاب کی بیوی کو دے آؤ۔ جب یہ شیشیاں حضرت عمرؓ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر ایک بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب گھر آگئے اور انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے ان کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے وہ تمام جواہرات لے کر بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لئے بیت المال میں جمع کرادی[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں بیچنے کے لئے بازار لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہیں تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لئے بھیجے تھے۔ (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں، تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ (میرے بیٹے ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہو گی اس لئے) اے عبداللہ بن عمرؓ! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تو تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دو[2]

---

[1] اخرجہ الدینوری فی المجالسۃ کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۲۲) [2] اخرجہ سعید بن منصور و ابن ابی شیبۃ والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۹)

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سسرال والوں میں سے ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اشارہ کنایہ میں یہ بات کہی کہ حضرت عمرؓ ان کو بیت المال میں سے کچھ دے دیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں اور اس کے بعد انہیں اپنے ذاتی مال میں سے دس ہزار درہم دیئے۔[1]

حضرت عَنتَرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں (کوفہ کے محلہ) خَوَرنَق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ نے (بیت المال کے) اس مال میں آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حصہ رکھا ہے (پھر بھی آپ کے پاس سردی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے) اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لینا چاہتا ہوں اور یہ پرانی چادر بھی وہ ہے جو میں اپنے گھر مدینہ منوّرہ سے لایا تھا۔[2]



---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۹) کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۱۰) [2] اخرجہ ابو عبید کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۳) و اخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۲) عن ہارون بن عنترۃ عن ابیہ نحوہ ۔

مال واپس کرنا

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اس مال کو قبول نہ کرنا جو آپ کو پیش کیا گیا

حضرت ابن عَبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیجا۔ اس فرشتے کے ساتھ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السلام بھی تھے۔ اس فرشتہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دو باتوں میں اختیار دے رہے ہیں چاہے آپ بندگی والی نبوت اختیار فرمائیں چاہے بادشاہت والی۔ حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے گویا کہ آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں تو انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا میں تو بندگی والی نُبُوّت چاہتا ہوں۔ حضرت ابن عبّاسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد حضورؐ نے وفات تک کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا[1]

حضرت ابن عَبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام صفا پہاڑی پر تھے آپ نے فرمایا اے جبرائیل! اس ذات کی قسم جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے! شام کو مُحمّدؐ کے اہل وعیال کے پاس نہ ایک پھنکی آٹا تھا اور نہ ایک مٹھی ستو۔ آپ کی بات ابھی پوری ہوئی نہیں تھی کہ آپ نے آسمان سے دھماکہ کی ایسی زوردار آواز سُنی جس سے آپ گھبرا گئے۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کیا اللہ نے قیامت قائم ہونے کا حکم دے دیا ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سُنتے ہی اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا اور وہ اُتر کر آپ کے پاس آئے ہیں چنانچہ حضرت اسرافیلؑ نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے جو بات حضرت جبرائیلؑ سے کہی وہ اللہ تعالیٰ نے سنی اور

---

[1] اخرجہ یعقوب بن سفیان وہکذا رواہ البخاری فی التاریخ والنسائی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۸)

اللہ نے مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ پیش کروں کہ اگر آپ کہیں تو میں تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونے اور چاندی کا بنادوں اور یہ پہاڑ آپ کے ساتھ چلا کریں۔ اب آپ فرمائیں آپ بادشاہت والی نبوت چاہتے ہیں یا بندگی والی۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپ کو تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا نہیں میں بندگی والی نبوت چاہتا ہوں [۱]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر یہ بات پیش فرمائی کہ میرے لیئے مکہ کے پتھریلے میدان کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ اے میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ آپ نے دو تین مرتبہ یہی کلمات ارشاد فرمائے تاکہ جب بھوک لگے تو میں آپ کے سامنے عاجزی کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو آپ کا شکر ادا کروں اور آپ کی تعریف کروں [۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمدؐ! آپ کے رب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کے پتھریلے میدان آپ کے لیئے سونے کے بنا دوں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں حضورؐ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا نہیں، اے میرے رب! میں یہ نہیں چاہتا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں تاکہ آپ کی تعریف کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ آپ سے مانگوں [۳]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غزوۂ اَحزاب (یعنی غزوۂ خندق) میں ایک مشرک مارا گیا تو مشرکین نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ پیغام بھیجا کہ اس کی لاش ہمیں دے دیں ہم آپ کو اس کے بدلہ میں بارہ ہزار دیں گے۔ آپ نے فرمایا نہ اس کی لاش میں خیر ہے اور نہ اس کی قیمت میں (لہٰذا اس کی لاش کچھ لیئے بغیر ہی دے دو) امام احمد نے اس روایت

---

[۱] عند الطبرانی باسناد حسن والبیہقی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۷) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۵) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ سعدان بن الولید ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہٰی [۲] عند الترمذی وحسنہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۰) [۳] عند العسکری کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۹)

میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اس کی لاش ان مشرکوں کو ویسے ہی دے دو اس لئے کہ اس کی لاش بھی ناپاک ہے اور اس کی قیمت بھی ناپاک ہے۔ چنانچہ آپ نے ان سے کچھ نہیں لیا (اور لاش ان کو ویسے ہی دے دی)[1] حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خندق کے دن نوفل یا ابن نوفل اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ گھوڑا گر پڑا جس سے نوفل مر گیا تو (کافروں کے سردار) ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی لاش کے بدلہ میں سو اونٹ بھیجے۔ آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا اس کی لاش لے جاؤ۔ اس کا بدلہ بھی ناپاک ہے اور وہ خود بھی ناپاک ہے[2]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ یمن گئے اور انہوں نے وہاں (حمیر کے نواب) ذویزن کا جوڑا خریدا اور اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ حضورؐ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے (اس وقت تک حضرت حکیم مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ حضرت حکیم اسے فروخت کرنے لگے تو حضورؐ نے اسے خرید لینے کا حکم فرمایا تو وہ جوڑا آپ کے لئے خریدا گیا۔ آپ اسے پہن کر مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت حکیم فرماتے ہیں اس جوڑے میں حضورؐ بہت خوبصورت نظر آ رہے تھے اور میں نے اس جوڑے میں حضورؐ سے زیادہ خوبصورت آدمی کبھی نہیں دیکھا آپ ایسے لگ رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند! دیکھتے ہی بے اختیار یہ اشعار میری زبان پر آ گئے۔

مَا تَنْظُرُ الْحُكَّامُ بِالْحُكْمِ بَعْدَمَا بَدَا وَاضِحٌ ذُوْ غُرَّةٍ وَّ حُجُوْلِ

جب ایک روشن اور چمکدار ایسی ہستی (یعنی رسول پاک علیہ السلام) ظاہر ہو گئی ہے جس کا چہرہ، ہاتھ اور پیر سبھی چمک رہے ہیں تو اب اس کے بعد حکام حکم دینے کے بارے میں سوچ کر کیا کریں گے؟ (یعنی اب تو حضورؐ کی مانی جائے گی ان حاکموں کی نہیں)

إِذَا قَايَسُوْهُ الْمَجْدَ أَرْبَى عَلَيْهِمْ كَمُسْتَفْرِغٍ مَّاءَ الذِّنَابِ سَجِيْلِ

جب یہ حکام بزرگی اور شرافت میں ان کا مقابلہ کریں گے تو یہ ان سے بڑھ جائیں گے

---

[1] اخرجہ البیہقی و اخرجہ الترمذی ایضا و قال غریب کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۷) [2] عند ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۸۱)

کیونکہ ان پر بزرگی اور شرافت ایسے کثرت سے بہائی گئی ہے جیسے کسی پر پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے ڈول ڈالے گئے ہوں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے [1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں ہی مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ پھر آپ نے جب نبوّت کا دعویٰ کیا اور مدینہ تشریف لے گئے تو میں موسم حج میں یمن گیا وہاں مجھے (حمیر کے نواب) ذی یزن کا جوڑا پچاس درہم میں بکتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اسے حضورؐ کو ہدیہ دینے کی نیت سے خرید لیا اور میں وہ جوڑا لے کر حضورؐ کی خدمت میں (مدینہ منورہ) حاضر ہوا اور میں نے بہت کوشش کی کہ آپ اسے لے لیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور آپ نے فرمایا ہم مشرکوں سے کچھ نہیں لیتے (اور تم مشرک ہو) لیکن اگر تم چاہو تو ہم قیمت دے کر تم سے یہ خرید لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے قیمت لے کر وہ جوڑا حضورؐ کو دے دیا۔ پھر میں نے ایک دن دیکھا کہ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ نے وہ جوڑا پہنا ہوا ہے۔ آپ اس جوڑے میں اتنے حسین نظر آرہے تھے کہ میں نے اتنا حسین کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے وہ جوڑا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو دے دیا میں نے وہ جوڑا جب اسامہؓ کو پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اے اسامہؓ! تم نے ذی یزن (نواب) کا جوڑا پہن رکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں ذی یزن سے بہتر ہوں اور میرا باپ اس کے باپ سے اور میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے۔ پھر میں مکہ مکرمہ آگیا اور انہیں حضرت اسامہؓ کی بات سنائی جس سے وہ سب بڑے حیران ہوئے (کہ غلام کا بیٹا ہو کر بھی خود کو اور اپنے ماں، باپ کو اسلام کی وجہ سے نوابوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے) [2]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے چچا عامر بن طفیل عامری نے مجھے یہ قصہ سنایا کہ عامر بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گھوڑا ہدیہ میں بھیجا اور یہ لکھا کہ میرے پیٹ میں ایک پھوڑا ہے اپنے پاس سے اس کی دوا بھیج دیں۔

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۷۷) واخرجہ الطبرانی عن حکیم بن حزام بنحوہ کما فی المجمع (ج ۸ ص ۲۸۰) وقال وفیہ یعقوب بن محمد الزہری وضعفہ الجمہور وقد وثق۔ انتہیٰ [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۴) قال الحاکم وہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

عامر بن طفیل کہتے ہیں حضورؐ نے گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ عامر بن مالک مسلمان نہیں تھے اور ان کو ہدیہ میں شہد کی ایک کپی بھیجی اور فرمایا اس سے اپنا علاج کر لو۔[۱]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مُلَاعِبُ الْاَسِنَّۃ (نیزوں کا کھلاڑی یہ عامر بن مالک کا لقب ہے) حضورؐ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر آیا۔ حضورؐ نے اس پر اسلام پیش کیا لیکن اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو حضورؐ نے فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔[۲]

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اُونٹنی یا کوئی اور جانور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ہدیہ لینے سے منع فرمایا ہے۔[۳]

حضرت ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مال واپس کرنا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پھر آگے اور حدیث ذکر کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ اگلے دن صبح کو حضرت ابوبکرؓ بازار جانے لگے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بازار۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب آپ پر اتنی بڑی ذمہ داری (خلافت کی وجہ سے) آگئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب آپ بازار نہیں جا سکتے (سارا وقت خلافت کی ذمہ داریوں میں لگائیں گے تو پھر یہ ذمہ داریاں پوری ہو سکیں گی) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سُبْحَانَ اللہ! اتنا لگنا پڑے گا کہ اہل و عیال کے لئے کمانے کا وقت نہ بچے (تو پھر انہیں کہاں سے کھلاؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا ہم (آپ کے لئے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے بیت المال میں سے) مناسب مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا عمرؓ کا ناس ہو! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے اس مال میں سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو۔ چنانچہ (مشورہ سے ان کا وظیفہ مقرر ہوا

---

[۱] اخرجہ ابن عساکر [۲] عند ابن عساکر ایضا کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۷۷) [۳] اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ ابن جریر والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۷۷)

اور) انہوں نے دو سال سے زائد عرصہ (خلافت) میں آٹھ ہزار درہم لیئے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرمایا میں نے عمرؓ سے کہا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس مال میں سے لینے کی گنجائش بالکل نہیں ہے لیکن عمرؓ اس وقت مجھ پر غالب آگئے اور مجھے ان کی بات مان کر بیت المال میں سے وظیفہ لینا پڑا لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ چنانچہ جب وہ آٹھ ہزار (حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد) حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تو آپ نے فرمایا اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا (کہ آدمی اپنی ساری جان اور سارا مال دین پر لگا دے اور دنیا میں کچھ نہ لے)۔[1]

حضرت ابوبکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں اس وقت آپ کو نزاع کی تکلیف ہو رہی تھی اور آپ کا سانس سینے میں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا:

لَعَمْرُکَ مَا یُغْنِی الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰی إِذَا حَشْرَجَتْ یَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

تیری جان کی قسم! مال اور قوم کی کثرت نوجوان کو اس دن کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ جس دن سانس اکھڑنے لگے اور سینہ گھٹنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا اے اُمّ المومنین! یہ بات نہیں ہے۔ یہ تو وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔

(سورت قٓ: آیت ۱۹)

ترجمہ: "اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا"۔ میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں اس لیئے تم اسے میری میراث میں واپس کر دو۔ میں نے کہا بہت اچھا اور پھر میں نے وہ باغ واپس کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہم جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں ہم نے مسلمانوں کا نہ کوئی دینار کھایا ہے اور نہ کوئی درہم۔ البتہ ان کا موٹا جھوٹا کھانا ضرور کھایا ہے اور ایسے ہی ان

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۳)

کے موٹے اور کھردرے کپڑے ضرور پہنے ہیں اور اس وقت ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اور تو کچھ نہیں ہے البتہ یہ تین چیزیں ہیں ایک حبشی غلام اور دوسرا پانی والا اونٹ اور تیسرے پرانی اونی چادر۔ جب میں مر جاؤں تو یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا! اور ان کی ذمہ داری سے مجھے فارغ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ جب قاصد وہ چیزیں لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور وہ فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے (دنیا میں کچھ نہ لینے کا ایسا اونچا معیار قائم کیا ہے کہ بعد والوں کے لیے اسے اختیار کرنا بہت مشکل ہے) اے غلام! ان چیزوں کو اٹھا کر رکھ لو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! آپ حضرت ابوبکرؓ کے اہل و عیال سے حبشی غلام، پانی والا اونٹ اور پرانی اونی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے چھین رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا آپ یہ چیزیں ابوبکرؓ کے اہل و عیال کو واپس کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حق دے کر بھیجا! یہ میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ تو موت کے وقت ان چیزوں سے جان چھڑا کر گئے اور میں یہ چیزیں ان کے اہل و عیال کو واپس کر دوں اور موت اس سے بھی زیادہ قریب ہے (یعنی میں واپس کروں گا تو یہ تو خوش ہو جائیں گے لیکن اللہ ناراض ہو جائیں گے اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بھی دنیا سے جانا ہے تو وہاں جا کر ابوبکرؓ کو کیا منہ دکھاؤں گا)[1]

حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مال واپس کرنا

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو ایک عطیہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اسے واپس کر دیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا تم نے یہ کیوں واپس کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶)

ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہ لیں ۔حضورؐ نے فرمایا میرا مقصد یہ تھا کہ مانگ کر نہ لیا جائے اور جو بغیر مانگے مل رہا ہو تو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اسے لے لینا چاہئیے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج کے بعد میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو بغیر مانگے آئے گا اسے ضرور لوں گا [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا ہدیہ میں بھیجا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا ہو گا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے اور وہ بچھونا دیکھا تو پوچھا یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ہدیہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اُٹھایا اور اس زور سے ان کے سر پر مارا کہ ان کے سر کے بال کھل گئے اور پھر فرمایا کہ ابوموسیٰ کو فوراً جلدی سے میرے پاس لاؤ (یعنی دوڑاتے ہوئے اتنی جلدی لاؤ کہ وہ تھک جائیں) چنانچہ وہ بڑی تیزی سے چلتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور آتے ہی انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں حضرت عمرؓ نے فرمایا تم میری عورتوں کو ہدیہ کیوں دیتے ہو؟ پھر وہ بچھونا اُٹھا کر ان کے سر پر مارا اور فرمایا اسے لے جاؤ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ [2]

حضرت لَیث بن سَعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (اِسکندریہ کے بادشاہ) مُقَوقِس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ مُقَطَّم پہاڑ کا دامن ستر ہزار دینار میں اسے بیچ دیں۔ اتنی زیادہ قیمت سُن کر حضرت عَمروؓ بہت حیران ہوئے اور مُقَوقِس سے کہا میں اس بارے میں امیرالمومنین کو خط لکھ کر پوچھوں گا۔ چنانچہ حضرت عَمرو نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ اس سے پوچھو وہ تمہیں اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہا ہے حالانکہ وہ زمین نہ کاشت کے قابل ہے اور نہ اس سے پانی نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کام آسکتی ہے؟ حضرت عَمرو نے مُقَوقِس سے پوچھا تو اس نے کہا ہمیں اپنی آسمانی کتابوں میں اس جگہ کی یہ فضیلت ملی ہے کہ اس میں جنّت کے درخت ہیں۔ حضرت عَمروؓ نے

---

[1] اخرجہ مالک ہکذا رواہ مالک مرسلا ورواہ البیہقی عن زید بن اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن الخطاب یقول فذکرہ بنحوہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۰۸) [2] اخرجہ ابن سعد وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۲)

یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ جنت کے درخت صرف مومنوں کو ملیں گے لہٰذا تم اس زمین سے اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دفنا دیا کرو، اور اسے قبرستان بنالو اور کسی قیمت پر اسے مت بیچو۔[1]

حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا مال واپس کرنا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رمادہ والے سال (۱۸ھ میں حجاز میں زبردست قحط پڑا تھا جو نو ماہ رہا تھا۔ اس سال کو عامُ الرَّمادہ یعنی راکھ والا سال کہا جاتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مٹی راکھ کی طرح ہو گئی تھی۔ رنگ بھی ایسا ہو گیا تھا اور راکھ کی طرح اڑتی تھی) عربوں کا سارا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آگیا تھا اس وقت حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ آگے اور حدیث ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قحط زدہ لوگوں میں غلّہ وغیرہ تقسیم کرنے کے لئے بھیجا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ حضرت ابوعُبیدہؓ نے کہا اے ابن الخطاب! میں نے آپ کے لئے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لئے کیا تھا اور میں اس کام پر کچھ نہیں لوں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا حضورؐ ہمیں بہت سے کاموں کے لئے بھیجا کرتے تھے اور واپسی پر ہمیں کچھ دیا کرتے تھے تو ہمارا لینے کو بالکل دل نہیں چاہتا تھا۔ حضورؐ ہمیں فرماتے انکار نہ کرو۔ اے آدمی! اسے لے لو اور اسے اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں خرچ کر لو گے۔ یہ سن کر حضرت ابوعُبیدہؓ نے وہ ہزار درہم لے لئے۔[2]

حضرت سَعید بن عَامِر رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار دینار دینے چاہے تو حضرت سعید بن عامرؓ نے

---

[1] اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۵۲) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۴) واخرجہ ایضا ابن خزیمۃ والحاکم نحوہ عن اسلم کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۹۶)

کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہر و تو سہی (انکار میں جلدی نہ کرو) میں تمہیں اس بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد مبارک سناتا ہوں پہلے اسے سن لو۔ پھر دل چاہے تو لے لینا ورنہ نہ لینا۔ حضورؐ نے ایک دفعہ مجھے کوئی چیز عنایت فرمائی تو میں نے انکار میں وہی بات کہی جو تم اب کہہ رہے ہو تو حضورؐ نے فرمایا جسے کوئی چیز بغیر سوال اور لالچ کے ملے تو یہ اللہ کی عطا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اسے لے لے اور واپس نہ کرے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا کیا آپ نے یہ بات خود حضورؐ سے سُنی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ تو پھر حضرت سعیدؓ نے وہ دینار لے لیئے [1] حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بات ہے اہلِ شام تم سے بڑی محبت کرتے ہیں؟ (یہ حضرت سعیدؓ شام میں گورنر رہے تھے) حضرت سعیدؓ نے کہا میں ان کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار دیئے انہوں نے وہ واپس کر دیئے اور یوں کہا میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں (گورنری کا) جو کام کر رہا ہوں یہ سب مسلمانوں پر صدقہ ہو یعنی اس کام کو کرنے کے بعد مسلمانوں کے بیت المال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو کیونکہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے دس ہزار سے کم مال دیا تھا تو میں نے بھی حضورؐ کو ویسی بات کہی تھی جیسی تم مجھے اب کہہ رہے ہو تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا جب اللہ تعالیٰ تمہیں بغیر سوال اور طلب کے دے رہے ہیں تو اسے لے لو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے جو وہ تمہیں دے رہے ہیں [2] حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب شام والوں کو بہت پسند تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا شام والے تم سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں انہیں ساتھ لے کر غزوہ کرتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار پیش کیئے اور فرمایا یہ لے لو اور ان کو اپنے غزوہ میں کام لے آنا۔ انہوں نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [3]

---

[1] اخرجہ الشاشی و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۵) [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۶) [3] عند البیہقی و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۵)

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ تم پر مسلمانوں کے بہت سے اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں۔ تم وہ کام کر دیتے ہو لیکن بعد میں جب ان کاموں پر تمہیں کچھ دیا جاتا ہے تو تم بُرا مناتے ہو اور نہیں لیتے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہ لینے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا میرے پاس بہت سے گھوڑے اور غلام ہیں اور میری معاشی حالت اچھی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں میری خدمات کا معاوضہ مسلمانوں پر صدقہ ہو اور میں ان کے مال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ شروع میں میری بھی یہی نیت تھی جو تم نے کر رکھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرمایا کرتے تو میں کہہ دیا کرتا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں چنانچہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے اپنے معمول کے مطابق کہہ دیا مجھ سے زیادہ ضرورتمند کو دے دیں تو آپ نے فرمایا ارے میاں یہ لے لو پھر چاہے اپنے پاس رکھ لینا یا صدقہ کر دینا کیونکہ جو مال از خود آئے نہ تم نے اسے مانگا ہو اور نہ طبیعت میں اس کی طلب ہو تو اسے لیا کرو اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنے آپ کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی زبان سے مانگو مت۔ اور دل میں اس کی طلب ہو اور وہ آئے تو اسے لو مت)[1] حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا۔ میں نے صدقات وصول کر کے حضرت عمرؓ کو دے دیئے تو انہوں نے مجھے میری اس خدمت کا معاوضہ دینا چاہا۔ اس پر میں نے کہا میں نے تو یہ کام صرف اللہ کے لئے کیا ہے اور اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو میں تمہیں دے رہا ہوں اسے لے لو کیونکہ میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ صدقات وصول کرنے کا کام کیا تھا تو آپ نے اس پر مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے بھی وہی بات کہی تھی جو تم کہہ رہے ہو تو حضورؐ نے فرمایا تھا جب میں تمہیں کوئی چیز مانگے بغیر دیا کروں تو اسے لے کر یا خود کھا لیا کرو یا دوسروں پر صدقہ کر دیا کرو (جمع نہ کیا کرو)[2]

---

[1] اخرجہ احمد والحمیدی وابن ابی شیبۃ والدارمی ومسلم والنسائی [2] عند ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۵)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت سعید بن مُسَیّب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جنگ حُنین کے دن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا فرمایا انہوں نے اسے کم سمجھا (اور حضورؐ سے اور مانگا) حضورؐ نے انہیں اور دے دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ نے مجھے دو مرتبہ دیا ہے ان دونوں میں سے کونسا زیادہ بہتر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا پہلا (جو بن مانگے ملا تھا) اے حکیم بن حزام! یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے (جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں مزیدار لگتی ہے) جو اسے دل کی سخاوت کے ساتھ لے گا (یعنی دینے والا بھی دل کی خوشی سے دے اور لینے والا بھی لے کر جمع کرنے کی طبیعت والا نہ ہو بلکہ دوسروں کو دینے کا مزاج رکھتا ہو اور استغناء والا ہو) اور اسے اچھے طریقہ سے استعمال کرے گا اس کے لئے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جو دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اور اسے بُری طرح استعمال کرے گا اس کے لئے اس مال میں برکت نہیں ہوگی اور یہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو مسلسل کھاتا جا رہا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ حضرت حکیمؓ نے پوچھا یا رسُولَ اللہ! آپ سے مانگنے میں بھی یہی بات ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ مجھ سے مانگنے میں بھی حضرت حکیمؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اب آپ کے بعد کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضرت حکیمؓ نے نہ تو مُقرّرہ وظیفہ قبول کیا اور نہ عطیہ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور (جب وہ نہ لیا کرتے تو) حضرت عمرؓ فرمایا کرتے اے اللہ! میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ حکیم بن حزامؓ کو بلاتا ہوں تاکہ وہ اس مال میں سے اپنا حصّہ لے لیں لیکن وہ ہمیشہ انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت حکیمؓ حضرت عمرؓ کو یہی کہا کرتے اللہ کی قسم! میں نے نہ آپ سے کچھ لینا ہے اور نہ آپ کے علاوہ کسی اور سے۔[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے مانگا حضورؐ نے عطا فرمایا میں نے پھر مانگا حضورؐ نے پھر عطا فرمایا میں نے پھر تیسری مرتبہ مانگا۔ حضورؐ نے پھر عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا اے حکیمؓ! یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے پھر پچھلی حدیث

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۲)

جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیمؓ کو کچھ دینے کے لئے بلایا کرتے تو یہ انکار کر دیتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیمؓ کو کچھ دینے کے لئے بلایا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مالِ غنیمت میں حضرت حکیمؓ کا جو حصہ مُقرّر کیا ہے وہ حصہ میں نے ان کو پیش کیا ہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ حضرت حکیمؓ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد اپنی وفات تک کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لیا[1] حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ لیا اور نہ حضرت مُعاوِیَہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہاں تک کہ ان کا اسی حال پر انتقال ہو گیا[2]

حضرت عامر بن رَبیعَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا زمین واپس کرنا

حضرت زَیدبن اَسلم رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں ایک عربی شخص حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا۔ انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے (سفارش کی) بات بھی کی۔ وہ آدمی (حضورؐ کے پاس سے) حضرت عامرؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے حضورؐ سے ایک ایسی وادی بطورِ جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے (حضورؐ نے وہ مجھے عطا فرما دی ہے) اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑا آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کا۔ حضرت عامرؓ نے کہا مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سُورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ سورت یہ ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ (سورت انبیاء آیت ۱)

ترجمہ ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں اور اعراض) کئے ہوئے ہیں[3]

---

[1] عند الشیخین کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۱) وقال رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی باختصار ا ھ۔
[2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۳) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے چچا (حضرت ابوذرؓ) کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے چچا نے حضرت عثمانؓ سے کہا مجھے رَبَذہ بستی میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ٹھیک ہے اجازت ہے اور ہم آپ کے لئے صدقہ کے کچھ اونٹ مقرر کر دیتے ہیں جو صبح شام آپ کے پاس آجایا کریں گے (آپ ان کا دودھ استعمال کرلیا کریں) میرے چچا نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ابوذرؓ کو اس کے اونٹوں کا چھوٹا سا گلہ ہی کافی ہے۔ پھر کھڑے ہو گئے اور یہ کہا تم اپنی دنیا میں خوب لگے رہو اور ہمیں اپنے رَب اور دین کے لئے چھوڑ دو۔ اس وقت یہ لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی میراث تقسیم کر رہے تھے اور حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے حضرت عثمانؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اتنا مال جمع کیا؟ یہ (عبدالرحمٰن بن عوف) اس میں سے زکوٰۃ بھی دیا کرتے تھے اور نیکی کے تمام کاموں میں بھی خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت کعبؓ نے کہا مجھے تو اس آدمی کے بارے میں خیر ہی کی اُمید ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوذرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے حضرت کعبؓ پر لاٹھی اُٹھا کر کہا او یہودی عورت کے بیٹے! تجھے کیا خبر؟ اس مال والا قیامت کے دن اس بات کی ضرور تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں بچھو اس کے دل کے نازک ترین حصہ کو ڈنگ مار لیتے (اور وہ اتنا مال پیچھے چھوڑ کر نہ مرتا بلکہ سارا مال صدقہ کر دیتا)[1] حضرت ابوشعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں کچھ خرچہ دینا چاہا۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہمارے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ نکال کر ہم استعمال کر لیتے ہیں اور سواری اور مال برداری کے لئے کچھ گدھے ہیں اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور کپڑوں میں ضرورت سے زائد ایک چوغہ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ ضرورت سے زائد رکھنے پر کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے۔[2]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۰) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۳)

شام کے گورنر حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تین سو دینار بھیجے اور یوں کہا کہ انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابو ذرؓ نے لانے والے سے کہا یہ ان ہی کے پاس واپس لے جاؤ کیا انہیں ہمارے علاوہ کوئی اور نہ ملا جو اللہ کے بارے میں ہم سے زیادہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہو (جو اللہ کے حکموں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانیوں میں لگا ہوا ہو۔ حضرت ابو ذرؓ ضرورت سے زیادہ مال رکھنے کو بھی غلط سمجھتے تھے) ہمارے پاس سایہ میں بیٹھنے کے لئے ایک مکان ہے اور بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو شام کو آجاتا ہے اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو مفت میں ہماری خدمت کر دیتی ہے بس یہی چیزیں ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھے ضرورت سے زائد رکھنے کا ڈر لگا رہتا ہے [۱] حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارث قریشی جو کہ شام میں رہا کرتے تھے ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بڑی تنگدستی میں ہیں تو انہوں نے حضرت ابو ذرؓ کی خدمت میں تین سو دینار بھیج دیئے تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا اسے کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں ملا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بے قیمت ہوتا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاس چالیس درہم ہیں اور پھر وہ مانگے تو وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال کرنے والا ہے (اور اس سے اللہ و رسولؐ نے منع فرمایا ہے) اور ابو ذرؓ کے پاس چالیس درہم اور چالیس بکریاں اور دو خادم ہیں [۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو رافع! تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تم فقیر ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا تو میں ابھی صدقہ کر کے اپنی آخرت کے لئے آگے نہ بھیج دوں (بعد میں

---

[۱] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۱) [۲] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۳۱) رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ بن یونس وہو ثقۃ اھ واخرجہ ابو نعیم عن ابن سیرین نحوہ۔

تو فقیر ہو جاؤں گا صدقہ کرنے کے لیئے کچھ پاس نہ ہو گا) حضورؐ نے فرمایا ضرور لیکن آجکل تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا چالیس ہزار اور وہ میں سارے اللہ کے لیئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں حضورؐ نے فرمایا سارے نہیں، کچھ صدقہ کر دو، کچھ اپنے پاس رکھ لو، اور اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ان کا بھی ہم پر اسی طرح حق ہے جس طرح ہمارا ان پر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ والد پر بچے کا حق یہ ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید سکھائے اور تیر اندازی اور تیراکی بھی سکھائے اور جب دنیا سے جائے تو ان کے لیئے حلال اور پاکیزہ مال چھوڑ کر جائے۔ میں نے پوچھا میں کس زمانے میں فقیر ہو جاؤں گا؟ حضورؐ نے فرمایا میرے بعد۔ ابو سُلیم راوی کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ وہ حضورؐ کے بعد اتنے فقیر ہو گئے تھے کہ وہ بیٹھے ہوا کہا کرتے تھے کوئی ہے جو نابینا بوڑھے پر صدقہ کرے۔ کوئی ہے جو اس آدمی پر صدقہ کرے جسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بتایا تھا کہ وہ ان کے بعد فقیر ہو جائے گا کوئی ہے جو صدقہ کرے کیونکہ اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان میں ہے اور لینے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے اور جو مالدار ہوتے ہوئے بغیر ضرورت کے سوال کرے گا تو اس کے جسم پر ایک بدنما داغ ہو گا جس سے وہ قیامت کے دن پہچانا جائے گا اور مالدار کو اور طاقتور انسان کو جس کے جسم کے اعضاء ٹھیک ہوں صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے ان کو چار درہم دیئے تو انہوں نے ان میں سے ایک درہم اسے واپس کر دیا تو اس آدمی نے کہا اے اللہ کے بندے! میرا صدقہ واپس نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا میں نے اس لیئے ایک درہم واپس کیا ہے کہ حضورؐ نے مجھے ضرورت سے زیادہ مال رکھنے سے منع فرمایا ہے (اور مجھے ضرورت تین کی ہے) ابو سُلیم راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ بعد میں اتنے مالدار ہو گئے تھے کہ عُشر وصول کرنے والا ان کے پاس بھی آیا کرتا تھا لیکن وہ فرمایا کرتے کاش ابو رافعؓ فقیری کی حالت میں مر جاتا (دوبارہ مالدار نہ بنتا) اور غلام کو جتنے میں خریدتے اتنے پر ہی اسے مکاتَب بنا دیتے (غلام کو مکاتَب بنانے کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنے غلام سے یوں کہے کہ تم مجھے اتنا مال کما کر لا دو تو تم آزاد ہو جاؤ گے) [1]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا مال واپس کرنا

حضرت عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے تو حضرت عبدالرحمٰن نے انہیں واپس کر دیا اور لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں اپنا دین دنیا کے بدلہ میں بیچ دوں؟ اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا[1]

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مال واپس کرنا

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خود خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمروؓ نے کہا ہاں۔ تھوڑے سے آدمیوں کے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۶) عن ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عن ابیہ عن جدہ و اخرجہ الزبیر بن بکار عن عبدالعزیز نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۰۸)

علاوہ باقی سب متفق ہیں. حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کرلیں لیکن ہجر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے. اس سے حضرت عمرو بن عاص سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے. پھر حضرت عمرو بن عاصؓ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لیئے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی. حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لیئے) میرے پاس نہ آئیں. آپ کا بھلا ہو. میرا دین آپ لوگوں کے دینار و درہم کی وجہ سے نہیں ہے. میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح سے جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلائشوں سے) بالکل پاک صاف ہو[1]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو مکاتَب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دوگے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو وہ غلام وہ قسط لے کر ان کے پاس آیا. انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ لوگوں سے مانگ کر لایا ہوں. حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ. تم اللہ کے لیئے آزاد ہو اور مال جو تم لے کر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے[2]

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا مال واپس کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عراق کے دیہات کے ایک چوہدری نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ وہ اس کی ایک ضرورت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سفارش کر دیں. چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کر دی. حضرت

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۱) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۱)

علیؓ نے اس کی وہ ضرورت پوری کر دی۔ اس پر اس چوہدری نے حضرت ابن جعفرؓ کے پاس چالیس ہزار بھیجے لوگوں نے بتایا کہ یہ اس چوہدری نے بھیجے ہیں تو انہیں واپس کر دیا اور فرمایا ہم نیکی بیچا نہیں کرتے۔[1]

حضرت عبداللہ بن اَرقم رَضِیَ اللہُ عَنہما کا مال واپس کرنا

حضرت عَمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن اَرقم رضی اللہ عنہما کو بیت المال کا ذمّہ دار و نگران مقرّر کیا اور انہیں تین لاکھ اس خدمت کے عوض دینے چاہے تو حضرت عبداللہ بن اَرقم نے لینے سے انکار کر دیا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن اَرقم رضی اللہ عنہما کو تیس ہزار بطور معاوضہ کے دینے چاہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے تو اللہ کے لیئے کام کیا تھا۔[2]

حضرت عَمرو بن نُعمَان بن مُقَرِّن رَضِیَ اللہُ عَنہما کا مال واپس کرنا

حضرت مُعاویہ بن قُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عَمرو بن نُعمَان بن مُقرِّن رضی اللہ عنہما کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جب رمضان شریف کا مہینہ آیا تو ایک آدمی دراہم کی تھیلی لے کر ان کے پاس آیا اور کہا امیر حضرت مُصعب بن زبیرؓ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے ہر قاری کی خدمت میں ہماری طرف سے عطیہ ضرور پہنچ گیا ہے (اس لیئے آپ کی خدمت میں بھی بھیجا ہے) یہ دراہم اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں تو حضرت عَمرو بن نعمان نے لانے والے سے کہا جا کر ان سے کہہ دینا اللہ کی قسم! ہم نے قرآن دنیا حاصل کرنے کے لیئے نہیں پڑھا اور وہ تھیلی ان کو واپس کر دی۔[3]

---

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا والخرائطی بسند حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۹۰) [2] اخرجہ البغوی من طریق ابن عیینۃ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۷۴) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۲)

حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادیوں حضرت اسماء اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قُتَیلہ بنت عبدالعزّٰی بن عبداسعد جو کہ بنو مالک بن حِسل قبیلہ میں سے تھیں وہ ابھی مُشرک ہی تھیں کہ وہ گوہ، روٹیاں اور گھی ہدیہ میں لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو حضرت اسماءؓ نے ان کا ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں اپنے گھر آنے سے روک دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا یَنْھٰکُمُ اللہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ (سورت ممتحنہ آیت ۸)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا" چنانچہ حضورؐ نے حضرت اسماءؓ کو کہا کہ وہ اپنی والدہ کا ہدیہ قبول کریں اور انہیں اپنے گھر آنے دیں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مسکین عورت میرے پاس آئی وہ مجھے تھوڑی سی چیز ہدیہ کرنا چاہتی تھی مجھے اس کی غربت پر ترس آیا اس لئے مجھے اس سے ہدیہ لینا اچھا نہ لگا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ تم اس سے ہدیہ قبول کر لیتیں اور پھر اسے ہدیہ کے بدلے میں کچھ دے دیتیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم نے اس عورت کو حقیر سمجھا ہے۔ اے عائشہؓ! تواضع اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔[2]



[1] اخرجہ احمد والبزار قال الہیثمی (ج ۷، ص ۱۲۳) وفیہ مصعب بن ثابت وثقہ ابن حبان وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۲ ص ۲۰۴)

سوال کرنے سے بچنا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ بہت زیادہ محتاج اور بدحال ہو گئے تو مجھے میرے گھر والوں نے کہا کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لوں۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں میں نے حضورؐ سے سب سے پہلی جو بات سُنی وہ یہ تھی کہ آپ فرما رہے تھے جو اللہ تعالیٰ سے غِنا طلب کرے گا (غنا یہ ہے کہ دل میں دنیا کی طلب و حرص نہ رہے) اسے اللہ تعالیٰ غنا عطا فرما دیں گے اور جو عفت طلب کرے گا (عفت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں سے اور مانگنے سے رُکے اور پاکدامن ہو) اللہ تعالیٰ اسے عفت عطا فرمائیں گے اور جو ہم سے کوئی چیز مانگے گا اور وہ چیز ہمارے پاس موجود ہوئی تو ہم اسے اپنے لئے بچا کر نہیں رکھیں گے بلکہ ہم اسے وہ چیز دے دیں گے۔ یہ سن کر میں نے حضورؐ سے کچھ نہ مانگا اور ویسے ہی واپس آگیا (ہم نے فقر و فاقہ اور تکلیفوں کے ساتھ دین کی محنت کی جس کے نتیجہ میں) بعد میں دنیا ہم پر ٹوٹ پڑی [1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے صبح کو بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا تو میری بیوی یا باندی نے مجھ سے کہا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جاؤ اور ان سے کچھ مانگ لو۔ فلاں آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر مانگا تھا حضورؐ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں گیا تو آپ بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا جو اللہ سے عفت و پاکدامنی طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عفت و پاکدامنی عطا فرمائیں گے اور جو اللہ سے غنا طلب کرے گا اللہ اسے غنی بنا دیں گے اور جو ہم سے مانگے گا ہم یا تو اسے دے دیں گے یا اس کے ساتھ غم خواری کریں گے اور جو ہم سے غنا برتتا ہے اور ہم سے مانگتا نہیں ہے وہ ہمیں مانگنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ سُن کر میں واپس آگیا اور حضورؐ سے کچھ نہ مانگا (جب میں نے حضورؐ کی بات پر عمل کیا اور مانگا نہیں اور فاقہ پر صبر کیا اور پھر بھی دین کی محنت پوری طرح کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے قربانیوں کے ساتھ دین کی محنت کرنے پر جو برکت و رحمت کا وعدہ فرما رکھا ہے وہ پورا فرمایا) اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں دیتے رہے یہاں تک کہ

---

[1] اخرجہ ابن جریر

آپ میرے علم کے مطابق انصار میں کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار نہیں ہے[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کچھ وعدہ فرما رکھا تھا جب بنو قریظہ یہودیوں کا علاقہ فتح ہو گیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ اپنا وعدہ پورا فرمائیں اور مجھے عطا فرمائیں میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جو اللہ سے غنا کو طلب کرے گا اللہ اسے غنی بنا دیں گے اور جو قناعت اختیار کرے گا اللہ اسے قناعت عطا فرما دیں گے (قناعت یہ ہے کہ انسان کو تھوڑی بہت جتنی دنیا ملے اسی پر راضی ہو جائے) جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے دل میں کہا ایسی بات ہے تو پھر میں حضورؐ سے کچھ نہیں مانگوں گا[2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا میں اس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ثوبان کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا کرتے تھے[3]

ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں سے کچھ نہ مانگا کرو۔ چنانچہ حضرت ثوبان سواری پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے ان کا کوڑا گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ یہ مجھے پکڑا دو بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اٹھاتے[4] اور اعمال اسلام پر بیعت ہونے کے باب میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو اس بات پر بیعت کیا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبانؓ کو مکہ مکرمہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے ان کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا کسی کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی کوڑا ان کو پکڑانا چاہتا تو وہ اس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اس کوڑے کو اٹھاتے[5] حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعض دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھوٹ کر زمین پر گر جاتی تو وہ اونٹنی کی اگلی ٹانگ پر مار کر اسے بٹھاتے اور نکیل کو خود اٹھاتے۔ لوگ ان سے کہتے آپ ہمیں (اونٹنی کے اوپر سے

---

[1] عند ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۲) [2] اخرجہ البزار عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف عن ابیہ وابو سلمۃ لم یسمع من ابیہ قالہ ابن معین وغیرہ کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۴) [3] اخرجہ احمد والنسائی وابن ماجۃ وابوداؤد باسناد صحیح [4] کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۱) [5] اخرجہ الطبرانی واخرجہ احمد والنسائی عن ثوبان مختصرا۔

فرما دیتے ہم آپ کو نکیل پکڑا دیتے تو فرماتے میرے محبوب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگوں [1]

دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنا

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ڈر

حضرت عُقْبَہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آٹھ سال کے بعد شہدائے اُحد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی گویا کہ آپ زندہ اور مُردہ لوگوں کو رخصت فرما رہے ہیں (یعنی آپ کو اندازہ تھا کہ دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے اس لئے زندہ لوگوں کو خاص خاص باتوں کی وصیّت اور تاکید فرما رہے تھے اور مُردہ لوگوں کے لئے بڑے اہتمام سے دعاء اِستغفار فرما رہے تھے کہ پھر اس کا موقع تو رہے گا نہیں) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ بنوں گا اور تم سے وعدہ ہے کہ حوضِ کوثر پر تم سے مُلاقات ہوگی اور میں اپنی اس جگہ سے اس وقت حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درمیان کے تمام پردے ہٹا دیئے ہیں) مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو۔ حضرت عُقبہؓ کہتے ہیں یہ حضورؐ کی زیارت کا میرے لئے آخری موقع تھا [2]

حضرت عُقْبَہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور اُحد والوں کی نماز جنازہ پڑھی پھر پچھلی حدیث والا مضمون بیان فرمایا۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں (جس کی وجہ سے حضورؐ کے بعد قیصر و کسریٰ کے خزانے صحابہؓ کو ملے اور کئی مُلک فتح ہوئے) اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے کے شوق میں

---

[1] عند احمد ایضاً کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۱) [2] اخرجہ البخاری (ص ۵۸۰)

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے[1]

حضرت عَمرو بن عَوف انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کو بحرین جزیہ لانے کے لیئے بھیجا۔ چنانچہ وہ بحرین سے بہت سا مال (ایک لاکھ اسّی ہزار یا دو لاکھ درہم) لے کر آئے۔ حضراتِ انصار نے جب حضرت ابوعُبَیدہؓ کے واپس آنے کی خبر سُنی تو انہوں نے فجر کی نماز حضورؐ کے ساتھ پڑھی۔ جب حضورؐ نماز کے بعد ان کی طرف مُتوجّہ ہوئے تو یہ سب حضرات آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ انہیں دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے سُن لیا ہے کہ ابوعُبَیدہؓ بحرین سے کچھ لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسولَ اللہ! (اپنی اس بات کو چھپایا نہیں) آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اور خوشی حاصل ہونے کی اُمید رکھو (یعنی ابوعُبَیدہ جو مال لائے ہیں اس میں سے تمہیں ضرور کچھ ملے گا) اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا ڈر نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلا دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی اور تم بھی اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے جیسے پہلوں نے کی تھی پھر یہ دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی جیسے اس نے ان کو ہلاک کیا تھا[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی کھڑا ہُوا جس کی طبیعت میں اُجڈ پنا تھا اور اس نے کہا یا رسُولَ اللہ ہمیں تو قحط نے مار ڈالا۔ آپ نے فرمایا مجھے تم پر قحط کا اتنا ڈر نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا خوب پھیلا دی جائے گی۔ کاش میری اُمّت سونا نہ پہنتی[3]

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے جن باتوں کا تم پر ڈر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیئے دنیا کی زیب و زینت اور سرسبزی و شادابی کھول دیں گے (کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)[4]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا مجھے تم پر فقر و فاقہ اور بدحالی کی آزمائش سے زیادہ ڈر خوشحالی اور فراوانی کی آزمائش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] عند البخاری فی الرقاق [2] اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۱) [3] اخرجہ احمد والبزار و رواۃ احمد رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۴) [4] اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۴)

تم کو فقر و فاقہ اور بدحالی کے ذریعہ آزما چکے ہیں۔ اس میں تم نے صبر سے کام لیا (اور کامیاب ہو گئے) اور دنیا میٹھی اور سرسبز ہے پتہ نہیں اس آزمائش میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں[1]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر فرمایا تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو یا تمہیں دنیا کا فکر و غم لگا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فارس اور روم پر تمہیں فتح دے دیں گے اور تم پر دنیا کی بہت زیادہ فراوانی ہو گی اور اس دنیا کی وجہ سے ہی تم لوگ صحیح راستے سے ہٹ جاؤ گے[2]

دنیا کی وسعت سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ڈرنا اور رونا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ کا کچھ مال غنیمت آیا۔ آپ اس کا جائزہ لے رہے تھے اور اسے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! یہ تو خوشی اور سرور کا دن ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ لیکن جن لوگوں کے پاس یہ مال آتا ہے ان میں اس کی وجہ سے آپس میں بغض و عداوت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے[3]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اسے بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ ہم اسے بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ رو پڑے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور خوشی و سرور کا دن ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے اس مال نے ان کے درمیان

---

[1] اخرجہ ابو یعلی والبزار وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۵)
[2] اخرجہ الطبرانی وفی اسنادہ بقیۃ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۲) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۸) واخرجہ الخرائطی ایضا عن المسور مثلہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۱)

بغض و عداوت ضرور پیدا کی ہے [1] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسریٰ کا تاج حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا (تاج کے ساتھ کسریٰ کی زیب و زینت کا سامان بھی تھا) اس وقت وہاں لوگوں میں حضرت سُراقہ بن مالک بن جُعشُم رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت عمرؓ نے کسریٰ بن ہُرمُز کے دونوں کنگن ان کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت سُراقہ نے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں ڈالے تو ان کے کندھوں تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں دیکھے تو فرمایا الحمد للہ! اللہ کی قدرت دیکھو کہ کسریٰ بن ہُرمُز کے دو کنگن اس وقت بنو مُدْلِج کے ایک دیہاتی سُراقہ بن مالک بن جُعشُم رضؓ کے دو ہاتھوں میں ہیں۔ پھر فرمایا اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تُو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے لیئے زیادہ خیر والی صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا اور اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کردیں لیکن تُو نے ان پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کے لیئے زیادہ بہتر صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دُور رکھا (اور اب میرے زمانے میں یہ مال بہت زیادہ آ رہا ہے) اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال کا زیادہ آنا کہیں تیری طرف سے عمر کے خلاف داؤ نہ ہو۔ (یعنی کہیں اس سے عمرؓ کے دین اور آخرت کا نقصان نہ ہو) پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی: اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ (سورت مؤمنون آیت ۵۵ و ۵۶)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے" [2]

حضرت ابو سنان دُؤلی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ

---

[1] عند البیہقی ایضا (ج ۶ ص ۳۵۸) و اخرجہ ابن المبارک و عبدالرزاق و ابن ابی شیبۃ عن ابراہیم مثلہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۱) و اخرجہ احمد فی الزہد و ابن عساکر عن ابراہیم نحوہ مختصرا کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۶) [2] عند البیہقی ایضا (ج ۶ ص ۳۵۸) و اخرجہ عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن عساکر عن الحسن مثلہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۲)

کی خدمت میں گیا۔ ان کے پاس مہاجرین اوّلین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشبو وغیرہ رکھنے کا تھیلا یعنی جامہ دان لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ وہ تھیلا ٹوکری یا بوری جیسا تھا، یہ تھیلا عراق کے ایک قلعہ سے حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تھا۔ اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی جسے حضرت عمرؓ کے ایک بچے نے لے کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے وہ انگوٹھی لے لی اور پھر رو پڑے۔ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فتوحات عطا فرما رکھی ہیں اور آپ کو آپ کے دشمن پر غالب کر دیا ہے اور آپ کی آنکھیں (خوشیاں عطا فرما کر) ٹھنڈی کر دی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا کی فتوحات ہونے لگتی ہیں اور انہیں دنیا بہت مل جاتی ہے تو ان کے درمیان ایسی بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے مجھے اس کا ڈر لگ رہا ہے (اس لئے رو رہا ہوں)[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔ جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں۔ میں نے (ان کے دربان سے) کہا اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے وہ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا اے ابن عفانؓ! اے ابن عباسؓ! آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا) حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم دونوں ہی مجھے مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو، یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو اور جو بچ جائے وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے تو لپ بھر کر لینا

---

[1] اخرجہ احمد باسناد حسن والبزار وابو یعلیٰ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۴)

شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپ ہمیں اور دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباس کا بیٹا (کر ان کی ہی طرح جری، سمجھدار اور ہوشیار ہے) کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان کے صحابہؓ (فقر و فاقہ کی وجہ سے کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا تھا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا۔ لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے جس طرح آپ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور فرمایا اچھا کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں زور زور سے ہلنے لگیں پھر فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں، نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دسترخوان پر سونا بکھرا ہوا پڑا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سونا اور مال اپنے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ مجھے یہ مال خیر کی وجہ سے دیا جا رہا ہے یا شر کی وجہ سے۔ پھر فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے (بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے)[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بلانے کے لیئے میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے اندر سے ان کے زور سے رونے کی آواز سنی۔ میں نے گھبرا کر کہا

---

[1] اخرجہ الحمیدی وابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۷) والبزار وسعید بن منصور والبیہقی (ج ۶ ص ۳۵۸) وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۰) وقال الہیثمی (ج ۱۱ ص ۲۴۲) رواہ البزار واسنادہ جید اھ [2] اخرجہ ابوعبید وابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۸) وابن راہویہ والشاشی وحسن کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۷)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اللہ کی قسم! امیرالمومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے، (جس کی وجہ سے اتنے زور سے رو رہے ہیں) میں نے اندر جا کر ان کا کندھا پکڑ کر کہا اے امیرالمومنین! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مال دیتے اور وہ دونوں اسے خرچ کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے میں بھی اسے اختیار کرتا۔ میں نے کہا آئیں بیٹھ کر سوچتے ہیں کہ اسے کیسے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے اُمّہات المومنین (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزْواجِ مُطہّرات) کے لیئے چار چار ہزار اور مہاجرین کے لیئے چار چار ہزار اور باقی لوگوں کے لیئے دو دو ہزار درہم تجویز کیئے اور یوں وہ سارا مال تقسیم کر دیا[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہُوا تھا (روزہ کھولنے کے لیئے) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو اسے دیکھ کر فرمایا حضرت مُصعب بن عُمیرؓ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں شہید کیا گیا اور پھر انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھک دیا جاتا تو ان کے پیر کُھل جاتے اور اگر پیر ڈھکے جاتے تو ان کا سر کُھل جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو بھی شہید کیا گیا۔ پھر دنیا کی ہم پر بہت وسعت ہوگئی اور ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا بہت زیادہ دی گئی۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا پھر رونا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکے[2]

---

[1] اخرجہ ابوعبید والعدنی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۸) [2] اخرجہ البخاری (ص ۵۷۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ایضا (ج ۱ ص ۱۰۰)۔

حضرت نوفل بن ایاس ہُذَلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہمارے ہم مجلس تھے اور بڑے اچھے ہم مجلس تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہم ان کے گھر داخل ہو گئے پھر وہ اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر اندر سے ایک پیالہ آیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ پیالہ سامنے رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رو پڑے۔ ہم لوگوں نے ان سے کہا اے ابو محمدؓ! (یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی کنیت ہے) آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے کبھی جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اس لیئے میرے خیال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں زندہ رکھا ہے اور دنیا کی وسعت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ ہماری یہ حالت حضورؐ کی حالت سے بہتر ہو اور ہمارے لیئے اس میں خیر زیادہ ہو۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے اماں جان! مجھے ڈر ہے کہ میرا مال مجھے ہلاک کر دے گا کیونکہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے! تم (اپنا مال دوسروں پر) خوب خرچ کرو کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے میرے بعض ساتھی ایسے ہیں جو جُدا ہونے کے بعد مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہاں سے چلے گئے اور ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو میری والی حدیث سنائی۔ حدیث سُن کر حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور فرمایا میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ میں نے کہا نہیں آپ ان میں سے نہیں ہیں اور آپ کے اس سوال کا تو میں نے جواب دے دیا لیکن آئندہ آپ کے بعد کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ وہ ان میں سے نہیں ہے۔[2]

حضرت خَبَّاب بن اَرَت رَضِیَ اللہُ عَنہ کا دنیا کی وسعت وکثرت سے ڈرنا اور رونا

حضرت یحییٰ بن جَعدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چند صحابہؓ حضرت

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۹) واخرجہ الترمذی والسراج عن نوفل نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۱۷)
[2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۷۲) رجالہ رجال الصحیح۔

خبّاب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے آئے۔ انہوں نے ان سے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ کو خوشخبری ہو آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے تو انہوں نے گھر کے اوپر اور نیچے والے حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس گھر کے ہوتے ہوئے میں کیسے (حوض کوثر پر جاسکتا ہوں؟) حالانکہ حضورؐ نے فرمایا تھا تمہیں اتنی دنیا کافی ہے جتنا ایک سوار کے پاس سواری پر توشہ ہوتا ہے (اور میرے پاس توشہ سے کہیں زیادہ ہے)[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے حضرت خبّاب سے کہا اے ابو عبد اللہؓ! (یہ حضرت خبّاب کی کنیت ہے) آپ کو خوشخبری ہو کل آپ (انتقال کے بعد) اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت خبّاب رو پڑے اور فرمایا مجھے موت سے گھبراہٹ نہیں ہے لیکن تم نے میرے بھائیوں کا نام لے کر مجھے ان لوگوں کی یاد تازہ کرادی ہے جو اپنے نیک اعمال اور دینی محنت کا سارا اجر و ثواب ساتھ لے کر آگے چلے گئے (اور دنیا میں انہیں کچھ نہیں ملا) اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان کے جانے کے بعد ہمیں اللہ نے جو مال و دولت دنیا میں دی ہے وہ کہیں ہمارے ان اعمال کا بدلہ نہ ہو جن کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔[2]

حضرت حارثہ بن مُضرِّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے (اس زمانے کے دستور کے مطابق علاج کے لئے) اپنے پیٹ پر گرم لوہے سے سات داغ لگوار کھے تھے۔ انہوں نے کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا (آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟) آپ ذرا خیال فرمائیں دنیا میں آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی اور انشاء اللہ (مرنے کے بعد) آپ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ انہوں نے کہا اب جو میرے پاس اتنی دنیا جمع ہوگئی ہے اس کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ شاید میں ان کی خدمت میں نہ پہنچ سکوں۔ دیکھو یہ گھر میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔[3]

---

[1] اخرجہ ابو یعلی والطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۸۴) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۸) عن طارق نحوہ [3] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۴)

حضرت حارثہؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور آج میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے لئے جب کفن لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا (مجھے تو ایسا اچھا اور مکمل کفن مل رہا ہے) اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کی تو صرف ایک دھاری دار چادر تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی کہ اسے سر پہ ڈالا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا آخر سر ڈھک کر پیروں پر اِذخر گھاس ڈال دی گئی[1] حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ ہم لوگ ان کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے فرمایا اس صندوق میں اسّی ہزار درہم رکھے ہوئے ہیں اور اللہ کی قسم! (یہ کھلے رکھے ہوئے ہیں) میں نے انہیں کسی تھیلی میں ڈال کر اس کا منہ بند نہیں کیا (انہیں جمع کر کے رکھنے کا میرا ارادہ نہیں ہے) اور نہ میں نے کسی مانگنے والے سے انہیں بچا کر رکھا ہے (جو بھی مانگنے والا آیا ہے اسے ضرور دیا ہے میں تو انہیں خرچ کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا لیکن یہ پھر بھی اتنے بچ گئے) اور اس کے بعد رو دیئے۔ ہم نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے ساتھی اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ (دین کے زندہ کرنے کی محنت انہوں نے خوب قربانیوں اور مجاہدوں کے ساتھ کی اور) انہیں دنیا کچھ نہ ملی (یونہی فقر و فاقہ میں یہاں سے چلے گئے۔ اس لئے ان کی محنت اور اعمال کا سارا بدلہ انہیں اگلے جہان میں ملے گا) اور ہم ان کے بعد یہاں دنیا میں رہ گئے اور ہمیں مال و دولت خوب ملی۔ جو ہم نے ساری مٹی گارہ میں یعنی تعمیرات میں لگا دی[2] اور حضرت ابو اسامہؓ نے جو روایت حضرت ادریسؒ سے کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خبّاب نے یہ بھی فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ یہ دنیا تو مینگنی وغیرہ ہوتی[3] حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت خبّابؓ نے فرمایا ہم سے پہلے بہت سے ایسے لوگ آگے چلے گئے ہیں جنہیں دنیا کچھ نہیں ملی اور ہم ان کے بعد اس دنیا میں رہ گئے اور ہمیں بہت زیادہ دنیا ملی ہے جسے تعمیرات میں خرچ کرنے کے علاوہ ہمیں

---

[1] اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۴۵) من طریق آخر عن حارثۃ نحوہ مختصرا و اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۷) عن حارثۃ۔ بنحوہ [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۵) [3] قالہ ابو نعیم۔

اور کوئی مصرف بھی نظر نہیں آرہا اور مسلمان کو ہر جگہ خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور (بلاضرورت) تعمیر میں خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملتا[1]

حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیئے ہجرت کی۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور عطا فرمائیں گے۔ اب ہمارے کچھ ساتھی تو اس دنیا سے چلے گئے اور انہوں نے اپنے اعمال اور اپنی محنت کا بدلہ دنیا میں کچھ نہیں لیا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ اُحد کے دن شہید ہوئے وہ صرف ایک دھاری دار چادر ہی چھوڑ کر گئے تھے اور وہ اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب اس سے ان کے پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ آخر ہمیں حضورؐ نے فرمایا اس چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو اور ہمارے بعض ساتھیوں کے پھل پک چکے ہیں جنہیں وہ چن رہے ہیں یعنی اب ان کو دنیا کی مال و دولت خوب مل گئی ہے[2]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت سے ڈرنا اور رونا

قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ ایک دفعہ انہوں نے کسریٰ کے ان خزانوں کا تذکرہ کیا جو اللہ نے مسلمانوں کو فتوحات میں دیئے تھے اور فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ خزانے دیئے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائیں اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ سارے خزانے روک رکھے تھے (حالانکہ اللہ نے حضورؐ کو تمام خیرات و برکات عطا فرمائی تھیں) اور صحابہؓ اس حال میں صبح کرتے کہ ان کے پاس نہ درہم و دینار ہوتا اور نہ ایک مُد (۱۴ چھٹانک) غلہ۔ اے قبیلہ بنو عبس والے! پھر اس کے بعد اب یہ صورتِ حال ہے۔ پھر ہمارا چند کھلیانوں پر گزر ہوا جہاں اڑا کر دانوں سے بھوسہ الگ

---

[1] عند ابی نعیم ایضاً (ج ۱ ص ۱۴۶) [2] عند البخاری واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۵) وابن ابی شیبۃ بمثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۸۶)

کیا جا رہا تھا اسے دیکھ کر فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ تمام خزانے روک رکھے تھے اور صحابہؓ اس حال میں صبح کرتے کہ نہ ان کے پاس دینار و درہم ہوتا اور نہ ایک مُدغلہ۔ اے عَبسی بھائی! پھر اس کے بعد اب (فراوانی کی) یہ صورتِ حال ہے ۔[1]

قبیلہ بنو عَبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے چلا جا رہا تھا تو انہوں نے فرمایا اے قبیلہ بنو عَبس والے! اُتر کر پانی پی لو۔ چنانچہ میں نے اُتر کر پانی پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا تمہارے اس پینے سے کیا دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ میں نے کہا میرے خیال میں تو کوئی کمی نہیں آئی ہے تو فرمایا علم بھی اسی طرح سے ہے اس میں سے جتنا بھی لے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا پھر گندم اور جَو کے کھلیانوں پر ہمارا گزر ہوا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اور اللہ نے یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے روکے رکھا تو کیا یہ فتوحات ہمیں اس لئے دیں کہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ ہے اور ان سے اس لئے روکے رکھیں کہ ان کے ساتھ شر کا ارادہ تھا میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے فرمایا میں جانتا ہوں ہمارے ساتھ شر کا ارادہ ہے اور ان کے ساتھ خیر کا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دم تک کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ۔[2]

حضرت ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے گئے تو حضرت سلمانؓ رونے لگ پڑے۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضورؐ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ گزارے کے لئے تمہارے پاس اتنی دنیا ہونی چاہیئے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۹) عن ابی البختری [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۴) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ وثقوا ۔

جتنا کہ سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور (میں اس وصیت کے مطابق عمل نہیں کر سکا کیونکہ) میرے ارد گرد یہ بہت سے کالے سانپ ہیں یعنی دنیا کا بہت سا سامان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سامان کیا تھا؟ بس ایک لوٹا اور کپڑے دھونے کا برتن اور اسی طرح کی چند اور چیزیں تھیں۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا آپ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کریں۔ انہوں نے حضرت سعدؓ سے فرمایا جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے لگیں اور کوئی فیصلہ کرنے لگیں اور جب آپ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز تقسیم کرنے لگیں تو اس وقت اپنے رب کو یاد کر لیا کریں یعنی کوئی بھی کام کرنے لگیں تو اللہ کا ذکر ضرور کریں[1] اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اس وقت ان کے ارد گرد (صرف تین برتن) کپڑے دھونے کا برتن، ایک لگن اور ایک لوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ رو رہے ہیں حضرت سعدؓ نے ان سے پوچھا اے میرے بھائی! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہیں رہے؟ کیا فلاں فضیلت اور فلاں فضیلت آپ کو حاصل نہیں؟ حضرت سلمانؓ نے کہا میں ان دو باتوں میں سے کسی بات پر نہیں رو رہا۔ نہ تو دنیا کے لالچ کی وجہ سے اور نہ آخرت کو برا اور ناگوار سمجھنے کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا حضورؐ نے آپ کو کیا وصیت فرمائی تھی؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کو اتنی دنیا کافی ہے جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میں حضورؐ کی مقرر کردہ اس حد سے آگے بڑھ چکا ہوں (اور سوار کے توشہ سے زیادہ سامان میرے پاس ہے) اور اے سعدؓ! جب تم فیصلہ کرنے لگو اور جب تم تقسیم کرنے لگو اور جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے لگو تو ان تینوں اوقات میں اللہ سے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۵) واخرجہ الحاکم وصححہ کما فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۲۷) وابن سعد (ج ۴ ص ۶۵) عن ابی سفیان عن اشیاخہ نحوہ واخرجہ ابن الاعرابی عن ابی سفیان عن اشیاخہ مختصرا کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۷)

ڈرتے رہنا۔ حضرت ثابت کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے ترکہ میں بیس سے کچھ اوپر درہم اور تھوڑا سا خرچہ چھوڑا تھا۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں جب حضرت سلمان اَلخَیر رضی اللہ عنہ (مدینہ میں شروع زمانے میں اسلام لانے کی وجہ سے یہ اَلخَیر کہلاتے تھے) کی موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے ان پر کچھ گھبراہٹ محسوس کی تو انہوں نے کہا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت سلمانؓ کی کنیت ہے) آپ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ آپ کو اسلام لانے میں دوسروں پر سبقت حاصل ہے اور آپ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ساتھ اچھی اچھی لڑائیوں میں اور بڑی بڑی جنگوں میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں کہ ہمارے حبیب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے دنیا سے جاتے وقت ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر آدمی کو سوار کے توشہ جتنا سامان کافی ہونا چاہیئے (میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکا) اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں۔ حضرت سلمانؓ کے انتقال کے بعد جب ان کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت پندرہ درہم تھی۔ ابن عساکر میں یہ ہے کہ پندرہ دینار تھی۔ ابو نُعَیمؒ نے حضرت علی بن بذیمہ سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت سلمانؓ کے ترکہ کا سامان بیچا گیا تو وہ چودہ درہم میں بکا۔[2]

حضرت ابو ہاشم بن عُتبہ بن ربیعہ قُرشی رضی اللہ عنہ کا ڈر

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہاشم بن عُتبہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو ان سے پوچھا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا کسی درد نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے؟ یا دنیا کے لالچ میں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بات بالکل نہیں ہے بلکہ میں اس

---

[1] عند ابن ماجۃ ورواتہ ثقات کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۲۸) [2] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۸۴) واخرجہ ابن عساکر عن عامر مثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۴۵) الا انہ وقع عندہ خمسۃ عشر دینارا وہکذا ذکر فی الکنز عن ابن حبان وہکذا رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۷) عن عامر بن عبداللہ فی ہذا الحدیث ثم قال کذا قال عامر بن عبداللہ دینارا واتفق الباقون علی بضعۃ عشر درہما ثم اخرج عن علی بن بذیمۃ قال بیع متاع سلمان فبلغ اربعۃ عشر درہما وہکذا اخرجہ الطبرانی عن علی قال فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۸۶) واسنادہ جید الا ان علیا لم یدرک سلمان

وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی ہم اس پر عمل نہیں کر سکے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا وہ کیا وصیت تھی؟ حضرت ابو ہاشمؓ نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے مال جمع کرنا ہی ہے تو ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک سواری کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے آج (اس سے زیادہ) مال جمع کر رکھا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کی قوم کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ کا مہمان بنا تو ان کے پاس حضرت معاویہؓ آئے۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کہتے ہیں میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ کا مہمان بنا تو وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا تھے۔ پھر ان کے پاس حضرت معاویہؓ آئے اور رزین کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہاشمؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کے ترکہ کا حساب کیا گیا تو اس کی قیمت تیس درہم بنی تھی اور اس میں وہ پیالہ بھی شمار کیا گیا جس میں وہ آٹا گوندھا کرتے تھے اور اسی میں وہ کھاتے تھے۔[1]

حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت اور وسعت پر ڈرنا اور رونا

حضرت عبداللہ بن عامر کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو حسنہ مسلم بن اکیس رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] اخرجہ الترمذی والنسائی وقد رواہ ابن ماجہ عن ابی وائل عن سمرۃ بن سہم عن رجل من قومہ لم یسمہ قال نزلت علی ابی ہاشم بن عتبۃ فجاءہ معاویۃ۔ فذکر الحدیث بنحوہ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ عن سمرہ بن سہم قال نزلت علی ابی ہاشم بن عتبہ وہو مطعون فاتاہ معاویہ۔ فذکر الحدیث وذکرہ رزین فزاد فیہ فلما مات حصر ما خلف فبلغ ثلثین درہما وحسبت وفیہ القصعۃ التی کان یعجن فیہا وفیہا یاکل کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۸۲) واخرجہ البغوی وابن السکن عن ابی وائل عن سمرۃ بن سہم عن رجل من قومہ کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۰۱) وقال مددی الترمذی وغیرہ بسند صحیح عن ابی وائل قال جاء معاویۃ الی ابی ہاشم فذکرہ اھ واخرج الحدیث ایضا الحاکم (ج ۳ ص ۶۳۸) عن ابی وائل وابن عساکر عن طریق سمرۃ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۹)

کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے ابوعبیدہؓ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا اے ابوعبیدہؓ! اگر تم (ان فتوحات تک) زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں۔ ایک تمہاری روزمرہ کی خدمت کے لیئے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لیئے اور تیسرا تمہارے گھروالوں کی خدمت کے لیئے جو ان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہیں۔ ایک سواری تمہارے گھر کے لیئے۔ دوسری سواری تمہارے اِدھر اُدھر آنے جانے کے لیئے تیسری سواری تمہارے غلام کے لیئے (اب حضورؐ نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو فرمایا تھا) اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں تو وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل کو دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس منہ سے ملاقات کروں گا جب کہ آپ نے ہمیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (قیامت کے دن) مجھے اسی حال میں ملے جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا[1]



[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۵۳) رواه احمد وفيه راو لم يسم وبقية رجاله ثقات۔ انتهى واخرجه ابن عساكر نحوه كما في المنتخب (ج ۵ ص ۷۳)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہؓ کرام کا دُنیا سے بے رغبتی اِختیار کرنا اور دُنیا کو استعمال کیئے بغیر اس دُنیا سے چلے جانا،

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا زہد

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ قصہ سنایا اور فرمایا میں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں اندر جاکر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے صرف لنگی باندھی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جسم پر اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس وجہ سے آپ کے جسمِ اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں اور مُٹھی بھر ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جَو اور کیکر کے پتے (جو کھال رنگنے کے کام آتے ہیں) ایک کونے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے (اتنا کم سامان دیکھ کر) میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اے ابن الخطابؓ! میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! میں کیوں نہ روؤں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ چٹائی کے نشانات آپ کے جسمِ اطہر پر پڑے ہوئے ہیں اور گھر کی کُل کائنات یہ ہے جو مجھے نظر آرہی ہے، ادھر کسریٰ اور قیصر تو پھلوں اور نہروں (دنیا کی فراوانی) میں ہوں اور آپ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے ہوکر آپ کی یہ حالت۔ آپ نے فرمایا اے ابن الخطابؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لیئے آخرت ہو اور ان کے لیئے دنیا[1] اور حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اجازت لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بالاخانے میں

---

[1] اخرجہ ابن ماجۃ باسناد صحیح واخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم۔

حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے جسم مبارک کا کچھ حصہ مٹی پر ہے اور آپ کے سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے اور آپ کے سرہانے ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے اور ایک کونے میں کیکر کے پتے پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں حضورؐ کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا آپ اللہ کے نبیؐ اور اس کے خاص بندے (اور آپ کا یہ حال) اور کسریٰ اور قیصر سونے کے تختوں پر اور ریشم و دیباج کے بچھونوں پر ہوں۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں جلدی دے دی گئی ہیں اور یہ دنیا جلد ختم ہو جانے والی ہے اور ہمیں بعد میں آخرت میں طیبات اور اچھی چیزیں دی جائیں گی [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ حضورؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے تو اچھا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو سخت گرم دن میں چلا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا پھر اس درخت کو چھوڑ کر چل دیا [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک دیکھا کہ ایک چادر ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے۔ (پھر وہ چلی گئی) اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو اسے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تھا۔ پھر اس

---

[1] ورواہ ابن حبان فی صحیحہ عن انس ان عمر رضی اللہ عنہما دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فذکر نحوہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۱) واخرج حدیث انس ایضا احمد وابو یعلی بنحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۶) رجال احمد رجال الصحیح غیر مبارک بن فضالۃ وقد وثقہ جماعۃ وضعفہ جماعۃ۔ انتہی [2] اخرجہ احمد وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۰) واخرجہ الترمذی وصححہ وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نحوہ والطبرانی وابو الشیخ عن ابن مسعود نحو حدیث عمر کما فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۹) وابن حبان والطبرانی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کما فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۲) والمجمع (ج ۱۰ ص ۳۲۷)

نے واپس جاکر میرے پاس یہ بستر بھیجا ہے ۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ ! یہ واپس کردو ۔ اللہ کی قسم ! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا [۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا اور پیوند والا جوتا استعمال فرمایا اور کھردرے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور بَشِع کھانا کھایا حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ بَشِع کھانا کونسا ہوتا ہے انہوں نے بتایا کہ موٹے پسے ہوئے جَو جنہیں حضورؐ پانی کے گھونٹ کے ذریعہ ہی نگلا کرتے تھے [۲]

حضرت ام اَیمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آٹا چھان کر اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ایک چپاتی پکائی (اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کی) حضورؐ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ میں نے کہا یہ کھانے کی ایک قسم ہے جسے ہم اپنے علاقہ (حبشہ) میں پکایا کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ میں اس میں سے آپ کے لیئے ایک چپاتی بناؤں ۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں چھان بورے کو اسی آٹے میں واپس ملا کر گوندھو (اور پھر اس سے میرے لیئے روٹی بناؤ) [۳]

حضرت ابو رافع کی بیوی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت حسن بن علی ، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ ہمارے لیئے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا ۔ میں نے کہا اے میرے بیٹو ! میں پکا تو دوں گی لیکن آج تمہیں وہ کھانا اچھا نہیں لگے گا (خیر تم لوگوں کا اصرار ہے تو میں پکا دیتی ہوں) چنانچہ میں اٹھی اور جَو لے کر انہیں پیسا اور پھونک مار کر موٹی موٹی بھوسی اڑا دی اور پھر اس کی ایک روٹی تیار کی اور پھر اس روٹی پر تیل لگایا اور اس پر کالی مرچ چھڑکی اور پھر اسے ان کے سامنے رکھا اور میں نے کہا حضورؐ کو یہ کھانا پسند تھا [۴]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر

---

[۱] اخرجه البيهقى واخرجه ابو الشيخ اطول منه كما فى الترغيب (ج ۵ ص ۱۶۳) [۲] اخرجه ابن ماجه والحاكم وفيه يوسف بن ابى كثير وهو مجهول عن نوح بن ذكوان وهو واه وقال الحاكم صحيح الاسناد (وعنده خشنا موضع بشعا) كذا فى الترغيب (ج ۵ ص ۱۶۳) [۳] اخرجه ابن ماجة وابن ابى الدنيا فى كتاب الجوع وغيرهما كذا فى الترغيب (ج ۵ ص ۱۵۴) [۴] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۳۲۵) رجاله رجال الصحيح غير فائد مولى ابن ابى رافع وهو ثقة وقال فى الترغيب (ج ۵ ص ۱۵۹) رواه الطبرانى واسناده جيد ۔

نکلے۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمرؓ! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمرؓ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقین کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ عنکبوت آیت ۶۰)

ترجمہ: "اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے" پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ تو دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم بھی جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لئے کچھ چھپا کر رکھتا ہوں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو حضورؐ نے فرمایا پینے کی دو چیزوں کو ایک بنا دیا اور ایک پیالے میں دو سالن جمع کر دیئے (یعنی دودھ اور شہد میں سے ہر ایک پینے اور سالن کے کام آسکتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غور سے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن ضرورت سے زائد چیزوں کے بارے میں پوچھے میں تو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہوں کیونکہ جو بھی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلند کریں گے اور جو تکبر کرے گا اللہ اسے گرائیں گے اور جو (خرچ کرنے میں) میانہ روی اختیار کرے گا اللہ اسے غنی کر دیں گے اور جو موت کو کثرت سے

---

[1] اخرجہ ابو الشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۹) واخرجہ ابن ابی حاتم عن ابن عمر مثلہ وفیہ ابو العطوف الجزری وہو ضعیف کما فی التفسیر الابن کثیر (ج ۳ ص ۴۲۰)

یاد کرے گا اللہ اس سے محبت کریں گے[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت زید بن اَرْقَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لیئے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہُوا پانی پیش کیا گیا جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور ہچکیاں مار مار کر رونا شروع کر دیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے لیکن (رعب کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا جب آپ چُپ ہو گئے تو ہم نے کہا اے رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ساتھ تھا اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے جسے آپ دور کر رہے ہیں مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا دُور ہو جا تو اس نے کہا آپ تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے نہیں لیں گے میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا تھا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لیئے مشکل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضورؐ کے طریقہ سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے[2]

حضرت زید بن اَرْقَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پینے

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۸) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۲۵) وفیہ نعیم بن مورع العنبری وقد وثقہ ابن حبان وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجالہ ثقات [2] اخرجه البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵۴) رواہ البزار وفیہ عبدالواحد بن زید الزاہد وہو ضعیف عند الجمہور وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یعتبر حدیثہ اذا کان فوقہ ثقۃ ودونہ ثقۃ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی وقال فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۸) رواہ ابن ابی الدنیا والبزار ورواتہ ثقات الا عبدالواحد بن زید وقد قال ابن حبان یعتبر حدیثہ اذا کان فوقہ ثقۃ ودونہ ثقۃ وہو ہنا کذالک۔ انتہی

کے لیئے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا جس میں شہد اور پانی تھا جب اسے اپنے منہ کے قریب لے گئے تو رو پڑے اور اتنا روئے کہ آس پاس والے بھی رونے لگ گئے۔ آخر وہ تو خاموش ہو گئے لیکن آس پاس والے خاموش نہ ہو سکے پھر اسے دوبارہ منہ کے قریب لے گئے تو پھر رونے لگے اور اتنا زیادہ روئے کہ ان سے رونے کا سبب پوچھنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی آخر جب ان کی طبیعت ہلکی ہو گئی اور انہوں نے اپنا منہ پونچھا تو لوگوں نے ان سے پوچھا آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے دُور کرنے سے دنیا ایک طرف کو ہو کر کہنے لگی، اللہ کی قسم! اگر آپ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئے ہیں تو (کوئی بات نہیں) آپ کے بعد والے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکیں گے[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال پر کوئی دینار، درہم ترکہ میں نہ چھوڑا بلکہ انہوں نے تو انتقال سے پہلے ہی اپنا سارا مال بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے تمام دینار و درہم بیت المال میں جمع کرا دیئے تھے اور فرمایا میں اپنے اس مال سے تجارت کیا کرتا تھا اور روزی تلاش کیا کرتا تھا اب مسلمانوں کا خلیفہ بن جانے کی وجہ سے تجارت کی اور طلبِ معاش کی فرصت نہ رہی[۲]

حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئے تو وہ حسبِ معمول صبح کو بازو پر چادریں ڈال کر بازار جانے لگے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ پر خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کی ذمّہ داری آ چکی ہے اس کا کیا کریں گے؟ فرمایا پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضرت ابوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں وہ آپ کے لیئے بیت المال سے کچھ مُقرّر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجری کو اوسطاً جو ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ، وہ مُقرّر

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰) وھکذا اخرجہ الحاکم والبیہقی کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۷) [۲] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۲)

کر دیا اور یہ بھی طے کیا کہ ایک جوڑا سردی میں ملا کرے گا اور ایک گرمی میں لیکن پرانا جوڑا واپس کریں گے تو نیا ملے گا اور روزانہ آدھی بکری کا گوشت ملے گا۔ جس میں سری، کلیجی، دل، گردے وغیرہ نہیں ہوں گے [1]

حضرت حُمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کہا رسول اللہ کے خلیفہ کے لیئے اتنا وظیفہ مقرّر کرو جو ان کے لیئے کافی ہو۔ چنانچہ مقرّر کرنے والوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ ایک تو ان کو (بیت المال سے) پہننے کے لیئے دو چادریں ملا کریں گی جب وہ پرانی ہو جایا کریں تو انہیں واپس کر کے ان جیسی اور دو نئی چادریں لے لیا کریں اور دوسرے سفر کے لیئے ان کو سواری ملا کرے گی اور تیسرے خلیفہ بننے سے پہلے یہ اپنے گھر والوں کو جتنا خرچہ دیا کرتے تھے اتنا خرچہ ان کو ملا کرے گا اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں [2]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والے اسی وظیفہ پر اکتفا کیا جو صحابہؓ نے ان کے لیئے مقرّر کیا تھا چنانچہ وہ کچھ عرصہ اتنا ہی لیتے رہے لیکن وہ ان کی ضرورت سے کم تھا اس لیئے ان کے گزر میں تنگی ہونے لگی تو مہاجرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی جن میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زُبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ اگر ہم حضرت عمرؓ سے کہیں کہ ہم آپ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیسا رہے گا۔ حضرت علیؓ نے کہا ہم تو پہلے سے ان کا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں چلو چلتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ حضرت عمرؓ ہیں پہلے ہمیں اِدھر اُدھر سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہیئے (پھر ان سے براہِ راست بات کرنی چاہیئے) میرا خیال یہ ہے کہ ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی رائے معلوم کرتے ہیں اور ان سے کہہ دیں گے کہ وہ حضرت عمرؓ کو ہم لوگوں کے نام نہ بتائیں۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ یہ بات ایک جماعت کی

---

[1] عند ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۹) [2] عند ابن سعد ایضا کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۰)

طرف سے حضرت عمرؓ سے کریں اور انہیں کسی کا نام نہ بتائیں لیکن اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر نام بتانے میں حرج نہیں ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ حضرات حضرت حفصہؓ کے پاس سے چلے آئے۔ پھر حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئیں اور نام لیئے بغیر ان کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو حضرت عمرؓ کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے پھر میں آپ کو ان کے نام بتلا سکتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں انہیں ایسی سخت سزا دیتا جس سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے تم ہی میرے اور ان کے درمیان واسطہ بنی ہو اس لیئے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سب سے عمدہ لباس کونسا تھا؟ انہوں نے کہا گیروے رنگ کے دو کپڑے جنہیں کسی وفد کے آنے پر اور جمعہ کے خطبہ کے لیئے پہنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا حضورؐ نے تمہارے ہاں سب سے عمدہ کھانا کونسا کھایا؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم نے جَو کی ایک روٹی پکائی پھر اس گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ اُلٹ کر سے چپڑ دیا جس سے وہ روٹی خوب چکنی چپڑی اور نرم ہو گئی پھر حضورؐ نے خوب مزے لے کر اسے نوش فرمایا اور وہ روٹی آپ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا حضورؐ کا تمہارے ہاں سب سے زیادہ نرم بستر کونسا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ حضورؐ نے اپنے طرزِ عمل سے ہر چیز میں ایک اندازہ مُقرّر فرمایا ہے اور ضرورت سے زائد چیزوں کو اپنی اپنی جگہوں میں رکھا ہے (اور ان میں نہیں لگے) اور کم سے کم پر گذارہ کیا ہے۔ میں نے بھی ہر چیز کا اندازہ مُقرّر کیا ہے اور اللہ کی قسم! ضرورت سے زائد چیزوں کو ان کی جگہوں میں رکھوں گا اور میں بھی کم سے کم پر گزارہ کروں گا۔ میری اور میرے دو ساتھیوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے ان میں سے پہلا آدمی توشہ لے کر چلا اور منزلِ مقصود تک پہنچ گیا پھر دوسرے نے بھی اسی کا اِتّباع کیا اور اسی کے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرے آدمی نے بھی اسی پہلے کا اِتّباع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے راستہ کا خود کو پابند بنائے گا اور ان جیسا توشہ رکھے گا تو ان کے ساتھ جا ملے گا اور ان کے ساتھ رہا کرے گا اور اگر وہ ان دونوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور

راستے پر چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بصرہ کی جامع مسجد میں ایک مجلس لگی ہوئی تھی میں ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چند صحابہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زہد، حسن سیرت، اسلام اور ان دینی فضائل کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ میں ان لوگوں کے بالکل قریب چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اُحنف بن قیس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سُنا وہ اپنا قصہ یوں بیان کر رہے تھے کہ ہمیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کے ساتھ عراق بھیجا۔ اللہ نے ہمیں عراق اور فارس کے مختلف شہروں پر فتح نصیب فرمائی۔ ان علاقوں میں ہمیں فارس اور خراسان کے سفید کپڑے ملے وہ کپڑے ہم نے ساتھ رکھ لیئے اور ان کو پہننا شروع کر دیا (ہم لوگ واپس مدینہ منوّرہ پہنچے) جب ہم لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ہم سے چہرہ پھیر لیا اور ہم سے کوئی بات نہ کی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جو صحابہؓ ہمارے ساتھ تھے انہیں حضرت عمرؓ کے اس رویّے سے سخت پریشانی ہوئی۔ پھر ہم لوگ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطّاب کی بے رُخی اور سخت رویّے کی ان سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا امیر المومنین نے تم لوگوں سے بے رُخی اس وجہ سے کی ہے کہ انہوں نے تم لوگوں پر ایسا لباس دیکھا ہے جو انہوں نے نہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہنے ہوئے دیکھا اور نہ ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنے ہوئے دیکھا۔ یہ سُنتے ہی ہم لوگ اپنے گھر گئے اور وہ کپڑے اُتار دیئے اور وہ کپڑے پہنے جو پہلے سے ہم لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے پہنا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اس دفعہ وہ ہمارے استقبال کے لیئے کھڑے ہو گئے اور ایک ایک آدمی کو الگ سلام کیا اور ہر ایک سے مُعانقہ کیا اور ایسے گرمجوشی سے ملے کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر ہم نے مالِ غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے ہمارے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا

---

[1] اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۱۶۴) واخرجہ ایضا ابن عساکر عن سالم بن عبداللہ فذکر نحوہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۸)

پھر اس مالِ غنیمت میں کھجور اور گھی کے سُرخ اور زرد رنگ کے حلوے کے ٹوکرے آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس حلوے کو حضرت عمرؓ نے چکھا تو وہ انہیں خوب مزیدار اور خوشبودار لگا پھر ہم لوگوں کی طرف مُتوجّہ ہوکر فرمایا اے جماعتِ مہاجرین وانصار! اللہ کی قسم! مجھے نظر آرہا ہے کہ اس کھانے کی وجہ سے تم میں سے بیٹا اپنے باپ کو اور بھائی اپنے بھائی کو ضرور قتل کرے گا۔ پھر آپ نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا اور اسے ان مہاجرین اور انصار کی اولاد میں تقسیم کر دیا گیا جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے شہید ہوئے تھے پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوکر واپس چل پڑے۔ حضورؐ کے صحابہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور کہنے لگے اے جماعتِ مہاجرین وانصار! تم ان حضرت کے زُہد اور ان کی ظاہری حالت کو نہیں دیکھتے ہو؟ ہمیں تو ان کی وجہ سے بڑی شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کسریٰ وقیصر کے ملک اور مشرق ومغرب کے علاقے فتح کروائے ہیں اور عَرب وعَجم کے وفود ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر یہ جبہ دیکھتے ہیں جس میں انہوں نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ لہٰذا اے محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کی جماعت! آپ لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں میں شریک ہونے والوں میں سے بڑے درجے کے ہیں اور مہاجرین وانصار میں سے شروع زمانے کے ہیں۔ اگر آپ لوگ ان سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ یہ جبہ پہننا چھوڑ دیں اور اس کے بجائے کسی نرم کپڑے کا عمدہ جبہ بنالیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رُعب پڑے اور صبح وشام ان کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے خود بھی کھائیں اور مہاجرین وانصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ سب لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ سے یہ بات صرف دو آدمی کر سکتے ہیں یا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے سب سے زیادہ جُرأت سے بات کرتے ہیں اور پھر وہ حضرت عمرؓ کے خُسر بھی ہیں یا پھر ان کی صاحبزادی حضرت حَفصہ رضی اللہ عنہا کر سکتی ہیں کیونکہ وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجۂ محترمہ ہیں اور اسی نبوی نسبت کی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے ہیں چنانچہ ان حضرات نے حضرت علیؓ سے بات کی۔ حضرت علیؓ نے کہا میں حضرت عمرؓ سے یہ بات نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ حضورؐ کی اَزواجِ مُطہّرات کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ حضرت عمرؓ کے سامنے جُرأت سے بات کر سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک

موقع پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں ان حضرات نے جا کر ان دونوں کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کی (کہ حضرت عمرؓ سے یہ بات کریں) اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا میں ان کی خدمت میں یہ مطالبہ پیش کرتی ہوں حضرت حفصہ نے کہا میرے خیال میں تو حضرت عمرؓ کبھی ایسا نہیں کریں گے آپ ان سے بات کر کے دیکھ لیں آپ کو پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ دونوں امیر المومنین کی خدمت میں گئیں تو انہوں نے ان دونوں کو اپنے قریب بٹھایا حضرت عائشہؓ نے کہا اے امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں آپ سے کچھ بات کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ام المومنین! ضرور کرو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راستے پر چلتے رہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی جنت اور خوشنودی ان کو حاصل ہو گئی۔ نہ آپ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا آپ کے پاس آئی اور پھر اسی طرح ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے راستہ پر چلے اور انہوں نے حضورؐ کی سنتوں کو زندہ کیا اور جھٹلانے والوں کو ختم کیا اور اہل باطل کے تمام دلائل کا منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے تمام رعایا میں انصاف کیا اور مال سب میں برابر تقسیم کیا اور مخلوق کے رب کو راضی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھا لیا اور رفیق اعلیٰ میں اپنے نبی کے پاس پہنچا دیا۔ (رفیق اعلیٰ سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت ہے جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں) نہ وہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کے پاس آئی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ملک فتح کروائے ہیں اور ان دونوں کے خزانے وہاں سے آپ کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے ہیں اور مشرق و مغرب کے آخری علاقے بھی آپ کے ماتحت ہو گئے ہیں بلکہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اور بڑھائیں گے اور اسلام کو اور زیادہ مضبوط فرمائیں گے۔ اب عجمی بادشاہوں کے قاصد اور عرب کے وفود آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ نے یہ جبہ پہن رکھا ہے جس میں آپ نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے اُتار دیں اور اس کی جگہ نرم کپڑے کا عمدہ جبہ پہن لیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام آپ کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے آپ بھی کھائیں اور مہاجرین و انصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت روئے پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک مسلسل دس دن یا

پانچ دن یا تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو یا کسی دن دوپہر کا کھانا بھی کھایا ہو اور رات کا بھی ؟ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا نہیں۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کبھی حضورؐ کے سامنے زمین سے ایک بالشت اونچے دسترخوان پر کھانا رکھا گیا ہو ؟ بلکہ آپ کے فرمانے پر کھانا زمین پر رکھا جاتا تھا اور فارغ ہونے کے بعد دسترخوان اٹھا لیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ دونوں نے کہا ہاں ایسے ہی ہوتا تھا۔ پھر حضرت عمر رضؓ نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں حضورؐ کی بیویاں ہو اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہو۔ تم دونوں کا تمام مسلمانوں پر عموماً اور مجھ پر خاص طور سے بڑا حق ہے۔ تم دونوں مجھے دنیا کی ترغیب دینے آئی ہو حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے اون کا جبہ پہنا تھا وہ بہت کھردرا اور سخت تھا جس کی رگڑ کی وجہ سے ان کے جسم میں خارش ہونے لگ گئی تھی۔ کیا تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے ؟ دونوں نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکہرے چٹنے پر سویا کرتے تھے ؟ اور اے عائشہؓ ! تمہارے گھر میں ایک بوریا تھا جسے حضورؐ دن میں بچھونا اور رات کو بستر بنا لیا کرتے تھے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کے جسم پر اس بوریے کے نشان ہمیں نظر آیا کرتے تھے اور اے حفصہ ! اب تم سنو ! تم نے ہی مجھے ایک دفعہ بتایا تھا کہ تم نے حضورؐ کے لئے ایک رات بستر دوہرا کر کے بچھا دیا تھا جو آپ کو نرم محسوس ہوا آپ اس پر سو گئے اور ایسے سوئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پر آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے تم سے فرمایا تھا اے حفصہ رضؓ ! یہ تم نے کیا کیا ؟ آج رات تم نے میرا بستر دوہرا کر کے بچھایا تھا جس کی وجہ سے میں صبح صادق تک سوتا رہا۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ ؟ تم نے نرم بستر میں مجھے لگا دیا جس کی وجہ سے میں تہجد میں نہ اٹھ سکا۔ اے حفصہ رضؓ ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ دن بھر بھوکے رہتے اور رات کا اکثر حصہ سجدہ میں گزار دیتے اور ساری عمر یونہی رکوع اور سجدے میں رونے دھونے اور گڑگڑانے میں گزار دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھا لیا۔ عمر رضؓ کبھی عمدہ کھانا نہیں کھائے گا اور کبھی نرم کپڑا نہیں پہنے گا وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی دو سالن ایک وقت میں نہیں کھائے گا البتہ نمک اور تیل بھی دو سالن ہیں لیکن ان کو ایک وقت میں استعمال کرے گا اور مہینہ میں صرف ایک دن گوشت کھائے گا تاکہ اس

کا مہینہ بھی عام لوگوں کی طرح گزرے پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں حضرت عمرؓ کے گھر سے نکلیں اور ان کی ساری بات انہوں نے حضورؐ کے صحابہؓ کو بتائی چنانچہ حضرت عمرؓ نے لباس اور کھانے وغیرہ کا معیار نہ بدلا بلکہ اسی زاہدانہ طرز پر زندگی گزار دی یہاں تک کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے جا ملے [1]

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفصہؓ، حضرت ابن مطیع اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی کہ اگر آپ اچھا کھانا کھایا کریں تو اس سے آپ کو حق پر چلنے میں زیادہ قوت حاصل ہوگی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم میں سے ہر آدمی میرا خیر خواہ ہے لیکن میں نے اپنے دونوں ساتھیوں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک راستہ پر چلتے ہوئے چھوڑا ہے، اگر میں ان دونوں کا راستہ چھوڑ دوں گا تو منزلِ مقصود میں ان سے نہیں مل سکوں گا یعنی ان کی والی منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا [2]

حضرت ابو اُمامہ بن سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک زمانے تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیتُ المال سے کچھ نہ لیا (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے تجارت میں لگنے کی فرصت نہ ملی تھی) اس وجہ سے ان پر تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت آگئی تو انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا کہ میں امرِ خلافت میں بہت مشغول ہو گیا ہوں (کاروبار کی فرصت نہیں ملتی) تو میرے لیئے بیتُ المال میں سے کتنا لینا مناسب ہے؟ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ بیتُ المال میں سے خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ یہی بات حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہ نے کہی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا آپ دوپہر اور رات کا دو وقت کا کھانا لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کیا [3]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۰۸) [2] اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۱) [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۱)

مجھے اگر میں چاہتا تو تم سب سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتا اور تم سب سے زیادہ نرم کپڑے پہنتا، لیکن میں اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں نہیں لینا چاہتا بلکہ آخرت میں لینا چاہتا ہوں اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب مُلکِ شام آئے تو ان کے لئے ایسا عمدہ کھانا تیار کیا گیا کہ انہوں نے اس جیسا کھانا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو اسے دیکھ کر فرمایا ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فُقَراء جن کا اس حال میں انتقال ہُوا کہ ان کو پیٹ بھر کر جَو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ اس پر حضرت عمرو بن ولیدؓ نے کہا انہیں جنت ملے گی یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کر لی[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ مَیں نے ان کے لئے صدرِ مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لُقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے جو کہ گوشت کی اپنی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ مَیں نے کہا اے امیرالمومنین! میں آج بازار (دو درہم لے کر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خرید لوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لیئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آجاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو نوش نہ فرماتے۔ اس لیئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) مَیں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھالیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا میں یہی کروں گا (کہ ایک کو کھاؤں گا اور دوسرے کو صدقہ کر دوں گا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لیئے بالکل تیار نہیں ہوں[2]

---

[1] اخرجہ عبد بن حمید وابن جریر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۶)　[2] اخرجہ ابن ماجہ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۶)

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے ٹھنڈا شوربا اور روٹی رکھی اور شوربے پر تیل ڈال دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا ایک برتن میں دو سالن (ایک شوربا اور دوسرا تیل)، میں مرتے دم تک ایسے سالن کو نہیں چکھ سکتا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ بن خطاب کا یہ معمول دیکھا کہ ان کے سامنے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور رکھی جاتی تو اس میں سے کھاتے رہتے یہاں تک کہ اس میں جو ردی قسم کی ہوتی اسے بھی کھا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے کئی دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ وہ گوشت روٹی کھاتے اور پھر اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں پر پھیر کر صاف کر لیتے اور فرماتے یہ عمرؓ اور آل عمر کے ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ ہے۔[2] حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جارُود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مرتبہ کھانا کھایا جب حضرت جارُود کھانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا اے باندی! ذرا تولیہ لے آنا۔ وہ اس سے ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے سُرین سے اپنا ہاتھ صاف کر لو۔[3]

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمرؓ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمرؓ کو ایسے لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا ہو (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمرؓ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمرؓ نے کہا اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے کئے جاتے ہیں لیکن ہم دنیا کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے سُنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔ (سورت احقاف آیت ۲۰)

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۰) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۰) [3] عند الدینوری۔

ترجمہ:۔ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے[1]

حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے لیئے ایک بڑا پیالہ لائے جس میں روٹی اور تیل تھا اور ان سے فرمایا کھاؤ تو انہوں نے تھوڑا سا کھایا (حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ ان کو یہ سادہ کھانا پسند نہیں آیا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم جو کر رہے ہو وہ میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ یہی چاہتے ہو نا کہ رنگ برنگے کھٹے میٹھے گرم اور ٹھنڈے کھانے ہوں اور ان سب کو پیٹ میں ٹھونس دیا جائے (اور میں ایسا کرنے کے لیئے بالکل تیار نہیں ہوں)[2]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کھانے کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھے لیکن ان کا کھانا نہ کھایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم ہمارا کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے کہا آپ کا کھانا سخت اور موٹا جھوٹا ہے (میں اسے کھا نہیں سکتا) میرے لیئے عمدہ اور نرم کھانا پکایا گیا ہے۔ میں واپس جا کر وہ کھاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو حکم دوں تو وہ بکری کے بال صاف کر کے اسے بھون لیں اور وہ آٹے کو کپڑے میں چھان کر اس کی پتلی چپاتیاں پکا لیں اور وہ ایک صاع کشمش ڈول میں ڈال کر اس پر پانی ڈال دیں جس سے ہرن کے خون کی طرح سرخ مشروب تیار ہو جائے؟ حضرت حفص نے کہا آپ کی یہ بات سن کر تو پتہ چلا کہ آپ اچھی زندگی کے طریقوں اور کھانے پینے کی قسموں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے بدلہ میں کمی کو برا نہ سمجھتا تو میں بھی تمہارے ساتھ اس زندگی کے مزوں میں ضرور شریک ہو جاتا[3]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ کی قسم! ہمیں اس دنیا کی لذتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے کہنے پر لذتوں

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۹) [2] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۴۹) کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۵)
[3] اخرجہ ابن سعد وعبد بن حمید کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۳)

کے یہ سامان تیار ہو سکتے ہیں جوان بکروں کے بال صاف کر کے ان کو بھون لیا جائے اور میدے کی عمدہ روٹیاں پکالی جائیں اور ڈول میں کشمش کو پانی ڈال کر اتنی دیر رکھا جائے کہ چکور کی آنکھ جیسے رنگ کا صاف ستھرا مشروب تیار ہو جائے اور پھر ہم ان تمام چیزوں کو کھا پی جائیں۔ ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن اس وجہ سے نہیں کرتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ آخرت میں ملے یہاں نہ ملے کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُن رکھا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (ترجمہ گزر چکا)[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اہلِ بصرہ کے وفد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے (ہم نے دیکھا کہ) ان کے لئے روزانہ ایک روٹی توڑ کر لائی جاتی ہے اور وہ اسے کبھی گھی سے کبھی تیل سے اور کبھی دودھ سے کھا لیتے ہیں کبھی دھوپ میں خشک کئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے بھی لائے جاتے جو پانی میں اُبلے ہوئے ہوتے تھے کبھی ہم نے تازہ گوشت بھی ان کے سامنے دیکھا لیکن بہت کم (وہ ہمیں یہی کھانے کھلایا کرتے تھے تو) ایک دن حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ میرے کھانے کو گھٹیا سمجھتے ہو اور اچھا نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو میں تم سب سے زیادہ عمدہ کھانے والا اور تم سب سے زیادہ ناز و نعمت کی زندگی والا ہوتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں اونٹ کے سینے اور کوہان کے گوشت (ان دو جگہوں کا گوشت سب سے عمدہ شمار ہوتا ہے) سے بھنے ہوئے گوشت سے چپاتیوں اور رائی کی چٹنی سے ناواقف نہیں ہوں لیکن (میں انہیں قصداً استعمال نہیں کرتا کیونکہ) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُنا ہے کہ وہ ایک قوم کو ان کے کئے ہوئے ایک غلط کام پر عار دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔

ترجمہ: تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اگر تم لوگ امیر المومنین سے بات کرو کہ وہ تمہارے لئے بیت المال سے کچھ کھانا مقرر کر دیں جسے تم کھا لیا کرو تو یہ بہتر ہو گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنے لئے وہ کھانا پسند نہیں کرتے

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۹)

جو میں اپنے لیئے پسند کرتا ہوں ؟ تو ان لوگوں نے کہا اے امیر المومنین ! مدینہ منوّرہ ایسا شہر ہے جہاں (ہمارے لیئے) زندگی گزارنا بڑا مشکل کام ہے اور آپ کا کھانا ایسا عمدہ اور مزیدار نہیں ہے جسے کھانے کے لیئے کوئی آئے۔ ہم لوگ سرسبز و شاداب علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے امیر ایسے ہیں کہ لوگ شوق سے ان کے پاس آتے ہیں اور ان کا کھانا ایسا عمدہ ہوتا ہے کہ خوب کھایا جاتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکایا۔ پھر سر اُٹھا کر فرمایا میں تم لوگوں کے لیئے بَیتُ المال سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرّر کر دیتا ہوں۔ صبح کو ایک بکری اور ایک بوری پکا لیا کرو پھر خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ اور پھر حلال مشروب منگا کر پہلے خود پیو پھر اپنے دائیں طرف والے کو پلاؤ پھر اس کے ساتھ والے کو۔ پھر اپنے کام کے لیئے کھڑے ہو جاؤ اور ایسے ہی شام کو دوسری بکری اور دوسری بوری پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ۔ غور سے سُنو ! تم لوگ عام لوگوں کے گھروں میں اتنا بھیجو کہ ان کا پیٹ بھر جائے اور ان کے اہل و عیال کو کھلاؤ۔ کیونکہ اگر تم لوگ لوگوں سے بداخلاقی سے پیش آؤ گے تو اس سے ان لوگوں کے اَخلاق اچھے نہیں ہو سکیں گے اور ان کے بھوکوں کے کھانے کا اِنتظام نہیں ہو سکے گا۔ اللہ کی قسم ! اس سب کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ جس گاؤں سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں لی جائیں گی وہ جلد اُجڑ جائے گا[1]

حضرت عُتبَہ بن فَرقد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کھجور اور گھی کے حلوے کے ٹوکرے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ میں نے کہا یہ کچھ کھانے کی چیز ہے جسے میں اس وجہ سے آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ دن کے شروع میں لوگوں کی ضرورتوں میں لگے رہتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ جب آپ اس سے فارغ ہو کر گھر جایا کریں تو اس میں سے کچھ کھا لیا کریں اس سے اِنشاءَ اللہ آپ کو طاقت حاصل ہو جایا کرے گی اس پر حضرت عمرؓ نے ایک ٹوکرے کو کھول کر دیکھا اور فرمایا اے عُتبَہ ! میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ایک ٹوکرا حلوے کا دے دیا ہے ؟ میں نے کہا اے امیر المومنین ! میں اگر قبیلہ قَیس کا سارا مال بھی خرچ کر دوں تو بھی یہ نہیں ہو سکتا (کہ ہر مسلمان کو حلوے کا ایک ٹوکرا دے دوں) حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو مجھے تمہارے اس حلوے کی ضرورت

---

[1] عند ابن المبارک و ابن سعد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۲)

نہیں۔ پھر انہوں نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں سخت روٹی اور سخت گوشت کے ٹکڑوں سے بنا ہوا ثرید تھا (ہم دونوں اس میں سے کھانے لگے) حضرت عمرؓ میرے ساتھ اسے بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔ میں کوہان کی چربی سمجھ کر ایک سفید ٹکڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اسے اٹھانے کے بعد پتہ چلتا کہ یہ تو پٹھے کا ٹکڑا ہے اور میں گوشت کے ٹکڑے کو چباتا رہتا لیکن وہ اتنا سخت ہوتا کہ میں اسے نگل نہ سکتا آخر جب حضرت عمرؓ کی توجہ اِدھر اُدھر ہو جاتی تو میں گوشت کے اس ٹکڑے کو منہ سے نکال کر پیالے اور دسترخوان کے درمیان چھپا دیتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبیذ (کھجور یا کشمش کا شربت) ایک بڑے پیالے میں منگایا جو سرکہ بننے والا تھا (اور خوش ذائقہ نہیں تھا) انہوں نے مجھ سے فرمایا پی لو۔ میں اسے لے کر پینے لگا لیکن حلق سے نیچے بڑی مشکل سے اُتارا۔ پھر انہوں نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور اسے پی گئے۔ پھر فرمایا اے عُتبہ! سنو ہم روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے ہیں اور اس کی چربی اور عمدہ گوشت باہر سے آنے والے مسلمانوں کو کھلا دیتے ہیں اس کی گردن آلِ عمرؓ کو ملتی ہے وہ یہ سخت گوشت کھاتے ہیں اور یہ باسی نبیذ اس لئے پیتے ہیں تاکہ یہ نبیذ پیٹ میں جا کر اس گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہضم کر دے اور یہ سخت گوشت ہمیں تکلیف نہ دے سکے[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے گھر تشریف لے گئے آپ کو پیاس لگی ہوئی تھی آپ نے اس آدمی سے پانی مانگا وہ شہد لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا شہد ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! (شہد پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مزے لینے کی چیز ہے اس لئے) شہد ان چیزوں میں سے نہیں ہوگا جن کا مجھ سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا[2]۔ حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پینے کا پانی مانگا۔ ایک صاحب پانی میں شہد ملا کر لے آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ہے تو بڑا مزیدار لیکن میں سن رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کی یہ برائی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

---

[1] اخرجہ ہناد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۴) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۰) واخرجہ ابن عساکر عن الحسن مثلہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۴)

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا چنانچہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں دے دیا جائے اور اس پانی کو نہ پیا۔[1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے جب حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ ایلہ شہر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ مہاجرین وانصار بھی تھے۔ حضرت عمرؓ مدینہ سے کافی لمبا سفر کرکے آئے تھے اس لئے مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے ان کا کھردرے کپڑے والا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا پادری کو دیا اور فرمایا اسے دھو بھی دو اور اس میں پیوند بھی لگا دو۔ وہ پادری کرتہ لے گیا اور اسے دھوکر اس میں پیوند بھی لگا دیا اور اس جیسا ایک اور کرتہ سی کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس پادری نے کہا یہ آپ کا کرتہ ہے جسے میں نے دھوکر پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا کرتہ میری طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس نئے کرتے کو دیکھا اور اس پر ہاتھ پھیرا (وہ نرم اور باریک تھا) پھر اپنا کرتہ پہن لیا اور اس کا واپس کر دیا اور فرمایا یہ (پرانا) کرتہ اس سے زیادہ پسینہ جذب کرتا ہے (کیونکہ یہ موٹا ہے)۔[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ خلافت میں ایسا اُونی جبہ پہنتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند بھی لگے ہوتے تھے اور کندھے پر کوڑا رکھ کر لوگوں کو ادب اور سلیقہ سکھانے کے لئے بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے اور گرے پڑے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور رسیاں اور گٹھلیاں زمین سے اُٹھا کر لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تاکہ لوگ انہیں اپنے کام میں لے آئیں۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور انہوں نے ایک لنگی باندھ رکھی تھی جس میں بارہ پیوند تھے۔[4]

---

[1] ذکرہ رزین کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۸) [2] اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۲۰۳) واخرجہ ابن المبارک عن عروۃ عن عامل لعمر رضی اللہ عنہ بنحوہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۲) [3] اخرجہ الدینوری وابن عساکر [4] عند احمد فی الزہد وہناد وابن جریر وابی نعیم کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ زمانۂ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اوپر نیچے تین پیوند لگا رکھے تھے [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے گزارہ کے قابل خوراک لیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں ایک جوڑا پہنتے۔ بعض دفعہ ان کی لنگی پھٹ جاتی تو اسے پیوند لگا لیتے لیکن (نیا جوڑا لینے کے) وقت آنے سے پہلے اس کی جگہ بیت المال سے اور لنگی نہ لیتے اسی سے کام چلاتے رہتے اور جس سال مال زیادہ آتا اس سال ان کا جوڑا پچھلے سال سے اور گھٹیا ہو جاتا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس بارے میں بات کی تو فرمایا میں مسلمانوں کے مال میں سے پہننے کے جوڑے لیتا ہوں اور یہ میری ضرورت کے لئے کافی ہیں [2] حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روزانہ بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے دو درہم خرچ لیا کرتے تھے [3]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عبدالملک بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پہ دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سو کر اُٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ اور بے تکلف زندگی پر حیران ہو کر) کہہ رہے تھے یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں [4] حضرت شرحبیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو خلافت والا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔

---

[1] عند مالک کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۹۶) [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۱) [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۷) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۰) و اخرجہ احمد کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۱۶) مثلہ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا زہد

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا قصبہ کا حاکم بنایا اور عراق کے ان دیہات میں مسلمان نہیں رہا کرتے تھے۔ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا ظہر کے وقت میرے پاس آنا میں آپ کی خدمت میں گیا مجھے وہاں کوئی روکنے والا دربان نہ ملا حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا انہوں نے ایک چھوٹا تھیلا منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں اس لیئے مجھے اس تھیلے میں سے کوئی قیمتی پتھر نکال کر دیں گے۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اس تھیلے میں کیا ہے؟ اس تھیلے پر مُہر لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس مُہر کو توڑا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں سَتّو تھے چنانچہ اس میں سے ستّو نکال کر پیالے میں ڈالے اور اس میں پانی ڈالا اور خود بھی پیئے اور مجھے بھی پلائے۔ میں اتنی سادگی دیکھ کر رہ نہ سکا اور میں نے کہا اے امیرالمومنین آپ عراق میں رہ کر یہ کھا رہے ہیں حالانکہ عراق میں تو اس سے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں (عراق میں رہ کر صرف سَتّو کھانا بڑی حیرانگی کی بات ہے) انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! میں بُخل کی وجہ سے اس پر مُہر نہیں لگاتا ہوں بلکہ میں اپنی ضرورت کے مطابق سَتّو خریدتا ہوں (اور مدینہ سے منگواتا ہوں) ایسے ہی کھُلے رہنے دوں تو مجھے ڈر ہے کہ (اِدھر اُدھر گر نہ جائیں اور اُڑ نہ جائیں اور ریں) یہ ختم نہ ہو جائیں تو مجھے عراق کے سَتّو بنانے پڑیں گے۔ اس وجہ سے میں ان سَتّوؤں کو اتنا سنبھال کر رکھتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت اَعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو دوپہر کا اور رات کا کھانا خوب کھلایا کرتے تھے اور خود صرف وہی چیز کھایا کرتے تھے جو ان کے پاس مدینہ منوّرہ سے آیا کرتی تھی [1]

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۸۲)

مخاطب کر کے فرمایا اے فالودے! تیری خوشبو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوبصورت ہے اور ذائقہ بہت عمدہ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں[1] حضرت زَید بن وَہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے اور انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور لُنگی باندھی ہوئی تھی جس پر پیوند لگا رکھا تھا۔ کسی نے ان سے اتنے سادہ کپڑے پہننے کے بارے میں کچھ کہا تو فرمایا میں یہ دو سادہ کپڑے اس لئے پہنتا ہوں کہ میں ان کی وجہ سے اکڑ سے بچا رہوں گا اور ان میں نماز بھی بہتر ہوگی اور مومن بندے کے لئے یہ سُنت بھی ہیں (یا عام مسلمان بھی ایسے سادہ کپڑے پہننے لگ جائیں گے)[2] ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک موٹی لُنگی دیکھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اسے پانچ درہم میں خریدا ہے۔ مجھے جو آدمی اس میں ایک درہم نفع دے گا میں اسے اس کے ہاتھ بیچ دوں گا[3]

حضرت مُجمِّع بن سَمعان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا مجھ سے میری یہ تلوار خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟ اگر لُنگی خریدنے کے لئے میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں یہ تلوار نہ بیچتا[4] حضرت صالح بن ابی الاسود رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک جانب لٹکا رکھے ہیں اور فرما رہے ہیں میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے دنیا کی توہین کر رکھی ہے[5]

حضرت عبداللہ بن زُرَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں عیدالاضحیٰ کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے بھوسی اور گوشت کا حریرہ رکھا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اگر آپ ہمیں یہ بطخ کھلاتے تو زیادہ اچھا تھا کیونکہ اب تو اللہ نے مال بہت دے رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن زُرَیر! میں نے حضور

---

[1] اخرجہ ابونعیم ایضاً (ج ۱ ص ۸۱) واخرجہ ایضاً الامام عبداللہ بن الامام احمد فی زوائدہ عن عبداللہ بن شریک مثلہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۸)، [2] اخرجہ ابن المبارک کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۸)، [3] اخرجہ البیہقی کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۸)، [4] اخرجہ یعقوب بن سفیان کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۳)، [5] اخرجہ ابوالقاسم البغوی کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۵)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ وقت کے لیئے اللہ کے مال میں سے صرف دو بڑے پیالے لینے حلال ہیں ایک پیالہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیئے اور دوسرا پیالہ آنے والے لوگوں کے سامنے رکھنے کے لیئے [1]

حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا زُہد

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا لیئے وہ آپ نے کیوں نہیں بنا لیئے ؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین ! قبر تک پہنچنے کے لیئے یہ سامان بھی کافی ہے اور حضرت مَعْمَر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مُلکِ شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمرؓ کا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے ؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے ؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابوعُبَیدہؓ لوگوں نے کہا وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے چنانچہ جب حضرت ابوعُبَیدہؓ آئے تو سواری سے نیچے اُتر کر حضرت عمرؓ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ۔ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [2]

حضرت مُصْعَب بن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا زُہد

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سردی کے موسم میں صبح کے وقت اپنے گھر سے نکلا۔ بھوک بھی لگی ہوئی تھی بھوک کے مارے بُرا حال تھا سردی بھی بہت تنگ کر رہی تھی۔ ہمارے ہاں بغیر رنگی ہوئی کھال پڑی ہوئی تھی جس میں سے کچھ بُو بھی آرہی تھی اسے میں نے کاٹ کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور اپنے سینے سے باندھ لیا تاکہ اس کے ذریعے سے کچھ تو گرمی

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۳) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۱) واخرجہ الامام احمد ایضاً کو حدیث معمر کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) وابن المبارک فی الزہد من طریق معمر نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۵۳)

حاصل ہو۔ اللہ کی قسم! گھر میں میرے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اور اگر حضورؐ کے گھر میں بھی کوئی چیز ہوتی تو وہ مجھے مل جاتی (وہاں بھی کچھ نہیں تھا) میں مدینہ منورہ کی ایک طرف کو چل پڑا وہاں ایک یہودی اپنے باغ میں تھا میں نے دیوار کے سوراخ سے اس کی طرف جھانکا اس نے کہا اے اعرابی! کیا بات ہے؟ (مزدوری پر کام کروگے؟) ایک ڈول پانی نکالنے پر ایک کھجور لینے کو تیار ہو؟ میں نے کہا ہاں باغ کا دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا میں اندر گیا اور ڈول نکالنے لگا اور وہ مجھے ہر ڈول پر ایک کھجور دیتا رہا۔ یہاں تک کہ میری مٹھی کھجوروں سے بھر گئی اور میں نے کہا اب مجھے اتنی کھجوریں کافی ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور بہتے پانی سے منہ لگا کر پیا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور مسجد میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ حضورؐ اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے اتنے میں حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی پیوند والی چادر اوڑھے ہوئے آئے۔ جب حضورؐ نے انہیں دیکھا تو ان کا ناز ونعمت والا زمانہ یاد آگیا اور اب ان کی موجودہ حالت فقر وفاقہ والی حالت بھی نظر آرہی تھی اس پر حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آپ رونے لگے پھر آپ نے فرمایا (آج تو فقر وفاقہ اور تنگی کا زمانہ ہے لیکن) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ہر آدمی صبح ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو دوسرا اور تمہارے گھروں پر ایسے پردے لٹکائے جائیں گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا پھر تو ہم اس زمانے میں زیادہ بہتر ہوں گے۔ ضرورت کے کاموں میں دوسرے لگا کریں گے ہمیں لگنا نہیں پڑے گا اور ہم عبادت کے لیئے فارغ ہو جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ آج تم اس دن سے زیادہ بہتر ہو (کہ دین کا کام تم تکلیفوں اور مشقت کے ساتھ کر رہے ہو)[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا انہوں نے دُنبے کی کھال کو اپنی کمر پر باندھ رکھا تھا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اس آدمی کی طرف دیکھو جس کے دل کو اللہ نے نورانی بنا رکھا ہے میں نے ان کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جس زمانے میں ان کے والدین ان کو سب سے عمدہ کھانا

---

[1] اخرجہ الترمذی وحسنہ وابو یعلی وابن راھویہ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۱) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۴) رواہ ابو یعلی وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات۔

اور سب سے بہتر مشروب پلایا کرتے تھے اور میں نے ان پر وہ جوڑا بھی دیکھا ہے جو انہوں نے دو سو درہم میں خریدا تھا۔ اب اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت نے ان کا فقر و فاقہ والا وہ حال کر دیا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو[1]

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ چند صحابہؓ بھی تھے۔ اتنے میں حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے اتنی چھوٹی چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ان کے سَتر کو پوری طرح ڈھانپ نہیں رہی تھی۔ تمام صحابہؓ نے سر جھکا لیئے۔ پاس آکر حضرت مُصعبؓ نے سلام کیا۔ صحابہؓ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ حضورؐ نے ان کی خوب تعریف کی اور فرمایا میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے کہ ان کے والدین ان کا خوب اکرام کرتے تھے، ان کو ہر طرح کی نعمتیں دیا کرتے تھے اور قریش کا کوئی جوان ان جیسا نہیں تھا لیکن پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسولؐ کی مدد کرنے کے لیئے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ غور سے سُنو! تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح کر کے فارس اور روم دے دیں گے اور دنیا کی فراوانی اتنی ہو جائے گی کہ تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور صبح بڑا پیالہ کھانے کا تمہارے سامنے آئے گا اور شام کو بھی کھانے کا بڑا پیالہ آئے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آج بہتر ہیں یا اس دن بہتر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ آج تم لوگ بہتر ہو۔ غور سے سُنو تم لوگ دنیا کے بارے میں وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہاری طبیعتیں دنیا سے بالکل سرد ہو جائیں[2] حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت مُصعبؓ نے اپنی شہادت پر صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جو اتنا چھوٹا تھا کہ جب اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانکتے تھے تو ان کا سر کھل جاتا تھا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پیروں پر اِذخر گھاس ڈال دو[3]

---

[1] عند الطبرانی والبیہقی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۹۵)، واخرجہ ایضا الحسن بن سفیان وابو عبدالرحمٰن السلمی والحاکم کما فی الکنز (ج ۷، ص ۸۶) وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۸) عن عمر نحوہ [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۶۲۸)، [3] قال فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۴۲۱)، وفی الصحیح۔

○

حضرت عُثمان بن مَظعُون رَضِیَ اللہُ عَنہ کا زُہد

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی جس پر انہوں نے کھال کا پیوند لگا رکھا تھا یہ دیکھ کر حضورؐ کو ان پر بڑا ترس آیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ کی وجہ سے صحابہؓ پر بھی رقت، طاری ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس دن تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جس دن تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور کھانے کا ایک بڑا پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے گا اور ایک اٹھایا جائے گا اور تم گھروں پر ایسے پردے لٹکاؤگے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے اور ہمیں بھی وسعت اور سہولت کے دن مل جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن آج تم لوگ اس دن سے بہتر ہو (کہ دین کا کام مجاہدوں کے ساتھ کر رہے ہو[1])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس دن حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ پر ایسے جھکے کہ گویا ان کو وصیت فرما رہے ہیں پھر آپ نے سر اٹھایا تو صحابہؓ نے آپ کی آنکھوں میں رونے کا اثر دیکھا۔ آپ دوبارہ ان پر جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ روتے ہوئے نظر آئے۔ پھر آپ ان پر تیسری مرتبہ جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ سسکیاں لے رہے تھے جس سے صحابہؓ سمجھے کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس پر صحابہؓ بھی رونے لگ گئے تو حضورؐ نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ آواز سے رونا شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ سے استغفار کرو پھر حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوالسائب! تم غم نہ کرو۔ تم دنیا سے چلے گئے اور تم نے دنیا سے کچھ نہ لیا[2]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عثمانؓ کے انتقال کے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۵)، [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۳) ورواہ الطبرانی عن عمر بن عبدالعزیز بن مقلاص عن ابیہ ولم اعرفہما وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۵) وابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۸۷) عن ابن عباس من غیر طریق عمر بن عبدالعزیز عن ابیہ نحوہ۔

بعد ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے عثمانؓ! اللہ تم پر رحم فرمائے نہ تو تم نے دنیا سے کوئی فائدہ اُٹھایا اور نہ ہی دنیا تمہارے پاس آئی [1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زُہد

حضرت عطیہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے ان سے مزید اور کھانا کھانے کا اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا میرے لیئے یہی کافی ہے۔ میرے لیئے یہی کافی ہے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے اے سلمانؓ! دنیا مومن کے لیئے جیل خانہ ہے اور کافر کے لیئے جنت (کہ مومن اللہ تعالیٰ کے احکام کا خود کو پابند کر کے چلتا ہے اور کافر اپنی مرضی پر چلتا ہے) [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے پانچ ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وہ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے۔ ان کا ایک چُغہ تھا جس کے کچھ حصہ کو نیچے بچھا کر باقی کو اوپر اوڑھ لیا کرتے تھے اور اسی چُغہ کو پہن کر لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ جب انہیں وظیفہ ملتا تو اسے اسی وقت آگے خرچ کر دیا کرتے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے تھے اور اس کی کمائی سے گزارہ کرتے تھے [3]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے لوگوں کو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا میں تمہارے لیئے ایک کمرہ نہ بنا دوں؟ حضرت سلمان کو یہ بات بُری لگی تو حضرت حذیفہؓ نے کہا ذرا ٹھہرو تو سہی سن تو لو میں تمہارے لیئے کیسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں؟ میں تمہارے لیئے ایسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں کہ جب تم اس میں لیٹو تو تمہارا سر ایک دیوار کو لگے اور پاؤں دوسری دیوار کو اور جب تم کھڑے ہو تو تمہارا سر چھت کو لگے۔ حضرت سلمانؓ نے

---

[1] اخرجہ ابونعیم ایضاً عن عبدربہ بن سعید المدنی مختصراً [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۸) واخرجہ العسکری فی الامثال نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۴۵) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۲) عن الحسین بنحوہ۔

کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تو میرے دل میں رہتے ہو یعنی اب تم نے میرے دل کی بات کہی ہے[1]

حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (کسی درخت کے) سایہ میں بیٹھا کرتے تھے (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کو انجام دیا کرتے تھے) اور سایہ گھوم کر جدھر جاتا خود بھی کھسک کر ادھر ہو جاتے۔ اس کام کے لیئے ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ ان سے ایک آدمی نے کہا کیا میں آپ کو ایک کمرہ نہ بنا دوں کہ گرمیوں میں اس کے سایہ میں رہا کریں اور سردیوں میں اس میں رہ کر سردی سے بچاؤ کر لیا کریں؟ حضرت سلمانؓ نے اس سے فرمایا ہاں بنا دو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت سلمانؓ نے اسے زور سے آواز دے کر کہا کیسا کمرہ بناؤ گے؟ اس آدمی نے کہا ایسا کمرہ بناؤں گا کہ اگر آپ اس میں کھڑے ہوں تو آپ کا سر چھت کو لگے اور اگر آپ اس میں لیٹیں تو آپ کے پاؤں دیوار کو لگیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا پھر ٹھیک ہے[2]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابو اسماء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ رُبذہ بستی میں تھے۔ ان کے پاس ایک کالی عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس پر نہ خوبصورتی کا کوئی اثر تھا اور نہ ہی خوشبو کا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کالی کلوٹی مجھے کیا کہہ رہی ہے؟ مجھے یہ کہہ رہی ہے کہ میں عراق چلا جاؤں (اور وہاں رہا کروں) میں جب عراق چلا جاؤں گا تو وہاں کے لوگ اپنی دُنیا لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے (کیونکہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بڑے صحابہؓ میں سے ہوں اس لیئے وہاں والے مجھے خوب ہدیے دیں گے اور یوں میرے پاس دنیا زیادہ ہو جائے گی اور ان کے کام بھی کرنے پڑیں گے جس کی وجہ سے عبادت اور اعمال کا وقت کم ہو جائے گا) اور میرے گہرے دوست (حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ پُل صراط سے پہلے ایک پھسلن والا راستہ ہے جب ہم اس سے گزریں تو ہمارا بوجھ اتنا ہلکا ہو اور ایسا سمٹا ہوا ہو کہ ہم اسے اٹھا سکیں یہ ہماری نجات کے لیئے زیادہ بہتر ہے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۲) ، [2] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۶۳) عن معن

بنسبت اس کے کہ ہم اس راستہ پر گزریں اور ہمارا بوجھ بہت زیادہ ہو۔[1]

حضرت عبداللہ بن خراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو رَبذہ بستی میں دیکھا کہ وہ اپنے ایک کالے چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی چھپر کے نیچے ان کی کالی عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ بوری کے ایک ٹکڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے عرض کیا گیا کہ آپ کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ وہ انہیں اس فانی گھر میں لے لیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں بوقتِ ضرورت ہمیں واپس کردے گا اور وہ بچے وہاں کام آئیں گے۔ پھر ساتھیوں نے عرض کیا آپ اس عورت کے علاوہ کوئی اور (خوبصورت) عورت لے لیتے تو اچھا تھا۔ فرمایا میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں تواضع پیدا ہو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں بڑائی پیدا ہو۔ پھر ساتھیوں نے کہا آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے۔ فرمایا اے اللہ! مغفرت فرما اور جو تو نے دیا ہے اس میں سے جتنا جی چاہے لے لے۔[2]

حضرت ابراہیم تَیمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کہتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا جیسے فلاں فلاں آدمیوں نے جائیداد بنائی ہے آپ بھی اس طرح جائیداد کیوں نہیں بنالیتے؟ فرمایا میں امیر بن کر کیا کروں گا؟ مجھے تو روزانہ پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ اور ہر ہفتہ گندم ایک قَفِیز (ایک پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار ہر علاقہ میں مختلف ہوتی ہے مصر میں قَفِیز سولہ کلوگرام کا ہوتا ہے) کافی ہے۔ ابونُعَیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری روزی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں ایک صاع تھی۔ میں مرتے دم تک اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔[3]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا زُہد

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے

---

[1] اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۵ ص ۹۳) رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح اھ واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۱) عن ابی اسماء وابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۴) نحوہ [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۰) واخرجہ الطبرانی عن عبداللہ بن خراش نحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۳۱) وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ وہو ضعیف اھ [3] اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۱۶۲)

پہلے تاجر تھا. جب حضور مبعوث ہوئے تو میں نے تجارت اور عبادت کو جمع کرنا چاہا لیکن ایسا ٹھیک طور سے ہو نہ سکا اس لئے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کی طرف متوجہ ہوگیا[1]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آج مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر میری ایک دُکان ہو اور مسجد کی نماز باجماعت مجھ سے ایک بھی فوت نہ ہو اور مجھے اس دُکان سے روزانہ چالیس دینار نفع ہو جو سب میں اللہ کے راستے میں صدقہ کر دوں. ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیوں ناپسند ہے؟ فرمایا حساب کی سختی کی وجہ سے[2]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہوسکتی کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر خرید و فروخت کروں اور روزانہ مجھے تین سو درہم اس سے نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں. میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیچنے کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جنہیں تجارت اور بیچنا اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتا[3]

حضرت خالد بن حُدَیْر اَسلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے کھال یا اُون کا بستر تھا اور ان کے اُوپر اُونی چادر تھی، اور کھال کے جُوتے تھے اور وہ بیمار تھے اور انہیں خوب پسینہ آیا ہوا تھا. میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اپنے بستر پر چاندی والا غلاف چڑھا لیتے اور زعفرانی چادر اوڑھتے جو کہ امیرالمومنین آپ کے پاس بھیجا کرتے ہیں. انہوں نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم جا رہے ہیں اور اسی کے لئے ہم عمل کر رہے ہیں (کہ جتنا مال آتا ہے سب دوسروں کو دے دیتے ہیں تاکہ اگلے گھر یعنی آخرت میں کام آئے) حضرت حسان بن عُطیّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھی ان کے مہمان بنے. چنانچہ انہوں نے ان کو کھلایا پلایا اور ان کی مہمانی کی لیکن (گھر میں سامان اور بستر وغیرہ کم تھے جس کی وجہ سے) کچھ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۷) رجالہ رجال الصحیح اھ [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۹) وکذا اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۹) [3] عند ابی نعیم ایضا من طریق آخر۔

ساتھیوں نے گھوڑے کی پُشت پر کاٹھی کے نیچے جو چادر ڈالی جاتی ہے اس پر رات گزاری اور کچھ اپنے کپڑے پر جیسے تھے ویسے ہی لیٹے رہے۔ جب صبح کو حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ ان کے پاس آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے یہ مہمان بستروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ محسوس کر رہے ہیں تو فرمایا ہمارا ایک گھر ہے ہم اسی کے لیئے جمع کر رہے ہیں اور ہم نے لوٹ کر وہیں جانا ہے (اس لیئے جتنا مال آتا ہے سب دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں اپنا کچھ نہیں بناتے ہیں)[1]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ لوگ سخت سردی کی رات میں حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے ان کے پاس گرم کھانا تو بھیجا لیکن لحاف نہ بھیجے ان میں سے ایک آدمی نے کہا انہوں نے ہمارے لیئے کھانا تو بھیجا لیکن (سردی دور کرنے کا انتظام نہیں کیا اس وجہ سے) اس سخت سردی میں ہمیں کھانا کھانے کا مزا نہ آیا۔ میں تو حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ کو یہ بات ضرور بتاؤں گا۔ دوسرے نے کہا چھوڑو، نہ بتاؤ لیکن وہ نہ مانا اور حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ کے پاس چلا گیا۔ جب وہ دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی پر تھوڑے سے ناقابلِ ذکر کپڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا اور حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ سے کہا میرا خیال ہے یہ رات آپ نے بھی ہماری طرح (لحاف کے بغیر) ہی گزاری ہے حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم نے جانا ہے ہم نے اپنے سارے بستر اور لحاف وہاں پہلے سے بھیج دیئے ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز تمہیں یہاں ملتی تو ہم اسے تمہارے پاس ضرور بھیج دیتے۔ ہمارے سامنے ایک بہت سخت گھاٹی ہے جس پر چڑھنا بڑا مشکل ہے۔ ہلکا بوجھ لے کر اس میں سے گزرنے والا زیادہ بوجھ والے سے بہتر ہے۔ سمجھ گئے ہیں تمہیں کیا کہہ رہا ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں سمجھ گیا ہوں[2]

امیر کے معیارِ زندگی بلند کرنے پر نکیر کے باب میں یہ قصّہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کے ہاں جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے دروازے کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی۔ ہم اندر گئے تو کمرے میں اندھیرا تھا حضرت عمرؓ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ اَبُوالدَّرْدَاءؓ کو لگ گیا پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۲) [2] عند احمد کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۶۳)

تو وہ باریک سی چادر تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کیئے؟ حضرت ابُوالدَّرداءؓ نے کہا اے عمرؓ! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم سے بیان کی تھی؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا کونسی حدیث؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہیئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابُوالدَّرداءؓ نے کہا اے عمرؓ! حضورؐ کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضورؐ کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے۔

حضرت مُعاذ بن عَفراء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا زُہد

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت اَفلح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم دے کر اہل بدر کے لیئے خاص طور سے بڑے عُمدہ جوڑوں کا کپڑا تیار کرواتے تھے (پھر اس سے جوڑے بنا کر اہل بدر کو بھیجا کرتے تھے) چنانچہ انہوں نے حضرت مُعاذ بن عَفراء رضی اللہ عنہ کو ان میں سے ایک جوڑا بھیجا۔ حضرت مُعاذؓ نے مجھ سے فرمایا اے اَفلح! یہ جوڑا بیچ دو۔ میں نے وہ جوڑا ڈیڑھ ہزار درہم میں بیچا تو انہوں نے فرمایا جاؤ اس ڈیڑھ ہزار درہم کے میرے لیئے غلام خرید لاؤ۔ میں پانچ غلام خرید لایا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا جو آدمی ڈیڑھ ہزار درہم کے پانچ غلام خرید کر انہیں آزاد کر سکتا ہے وہ اس رقم کے دو چھلکے (لنگی اور چادر کے) پہن لے واقعی وہ بہت بے وقوف ہے (اے غلامو!) جاؤ تم سب آزاد ہو۔ حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ حضرت مُعاذؓ کے پاس جو جوڑے بھیجتے ہیں حضرت مُعاذ انہیں پہنتے نہیں ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے لیئے سو درہم کا ایک موٹا جوڑا بنوا کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جب قاصد وہ جوڑا لے کر ان کے پاس آیا تو حضرت مُعاذؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ جوڑا دے کر تمہیں میرے پاس نہیں بھیجا۔ اس قاصد نے کہا نہیں آپ کے پاس ہی بھیجا ہے۔ انہوں نے وہ جوڑا لیا اور لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیرالمومنین! کیا آپ نے یہ جوڑا میرے پاس بھیجا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں نے بھیجا ہے۔ ہم پہلے تمہارے پاس ان (قیمتی) جوڑوں میں سے بھجوایا کرتے تھے جو تمہارے اور تمہارے (بدری) بھائیوں کے لیئے بھجوایا کرتے تھے لیکن مجھے پتہ چلا کہ تم اسے

پہنتے نہیں ہو (اس لیئے اس دفعہ میں نے تمہارے پاس یہ معمولی جوڑا بھیج دیا) انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! میں اگرچہ وہ جوڑا پہنتا نہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو بہترین چیز ہے مجھے اس میں سے ملے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو حسبِ سابق وہی عمدہ جوڑا دے دیا[1]

حضرت لجلاج غطفانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا زُہد

حضرت لجلاج غطفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں کبھی میں نے پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھایا۔ بس بقدرِ ضرورت کھاتا اور پیتا ہوں امام بیہقیؒ نے اس کے بعد مزید روایت کیا ہے کہ وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے پچاس سال جاہلیت میں اور ستر سال اسلام میں[2]

حضرت عبداللہ بن عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا زُہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مُطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دُبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہَا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دُبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لیئے ان کے لیئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مُطیع نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے)

---

[1] اخرجہ عمر بن شبۃ کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۸۸) [2] اخرجہ الطبرانی باسناد لاباس بہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۲) واخرجہ ابو العباس السراج فی تاریخہ والخطیب فی المتفق کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۲۸) وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۷ ص ۸۶)

اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دُور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا اَب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے [1]

حضرت عمر بن حمزہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جُرُف مقام پر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کا جسم بہت دُبلا ہو گیا اور عمر بہت زیادہ ہو گئی ۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام ۔ آپ یہاں سے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کے لئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو ۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی اَب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ [2]

حضرت عُبَیدُ اللہ بن عَدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں ۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کیا ہے ؟ انہوں نے کہا جَوارش ہے ۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا جَوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟ [3]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا میں آپ کے لئے جَوارش تیار کر دوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھا لیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور پھر اس جَوارش کو استعمال کر لیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا ۔ حضرت ابن عمرؓ

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۸) [2] عند ابی نعیم [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۰)

نے فرمایا میں نے تو چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے. کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا میں نے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی (یعنی کوئی تعمیر نہیں کی) اور نہ ہی کھجور کا کوئی پودا لگایا ہے [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ ہم میں سے جس نے بھی دنیا پائی دنیا اس کی طرف مائل ہوئی اور وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا [3] حضرت سُدّی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو دیکھا جو یہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو (دنیاوی چیزوں کے استعمال میں) جس حالت پر چھوڑ کر گئے تھے اس حالت پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا [4]

حضرت حُذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا زُہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لیئے کچھ ہے ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مومن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لیئے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مومن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں [5]



---

[1] عند ابی نعیم ایضا واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۰) عن ابن سیرین مختصرا وکذ لک عن نافع مختصرا [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۵) مثلہ [3] اخرجہ ابوسعید بن الاعرابی بسند صحیح [4] فی تاریخ ابی العباس السراج بسند حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۷) [5] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۷) واخرجہ الطبرانی عن ساعدۃ مثلہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۵) وفیہ من لم اعرفہم۔

جو دُنیا سے بے رغبتی اختیار نہ کرے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہو جائے اس پر نکیر کرنا اور دُنیا سے بچنے کی تاکید کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا ہے تو مجھ سے فرمایا اے عائشہؓ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ صرف پیٹ بھرنا ہی تمہارا مشغلہ ہو؟ ایک دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا تمہیں اس دنیا میں بس پیٹ بھرنے کی ہی فکر ہے؟ اور کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ ایک دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ اگر تم مجھ سے (جنت میں) ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا کا اتنا سامان کافی ہونا چاہیئے جتنا سوار کا زادِ سفر ہوتا ہے اور مال داروں سے میل جول نہ رکھنا [2]

ترمذی، حاکم اور بیہقی کی روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں اور جب تک کپڑے پر پیوند نہ لگا لو اسے پرانا نہ سمجھنا۔ رزین کی روایت میں مزید یہ مضمون ہے کہ حضرت عُروہ نے کہا کہ جب تک حضرت عائشہؓ اپنے کپڑے پر پیوند نہ لگا لیتیں اور اسے اُلٹ نہ لیتیں اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں۔ ایک دن ان کے پاس اسّی ہزار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئے تو شام تک ان کے پاس اسّی ہزار میں سے ایک درہم بھی نہ بچا۔ ان کی باندی نے کہا آپ نے ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت کیوں نہیں خرید لیا؟ تو فرمایا اگر تم مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں خرید لیتی (مجھے تو گوشت خریدنا یاد ہی نہ رہا) [3]

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۳) [2] عند ابن الاعرابی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۰)
[3] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۲۶)

حضرت ابو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن چربی والے گوشت کا ثرید کھایا پھر میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مجھے ڈکار آرہے تھے۔ حُضورؐ نے فرمایا اے ابو جُحَیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو کیونکہ جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھائیں گے انہیں قیامت کے دن زیادہ بھوک برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو جُحَیفہؓ نے آخری دم تک کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ جب دوپہر کو کھانا کھا لیتے تھے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھا لیتے تو دن کو نہ کھاتے [1]

حضرت جُعدَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک بڑے پیٹ والا آدمی دیکھا تو آپ نے اس کے پیٹ میں اُنگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور (فقیر یا ضرورتمند) کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیئے بہتر تھا ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں خواب دیکھا۔ حُضورؐ نے آدمی بھیج کر اُسے بلایا۔ چنانچہ اس نے حاضرِ خدمت ہو کر حُضورؐ کو وہ سارا خواب سنایا۔ اس آدمی کا پیٹ بڑا تھا حُضورؐ نے اس کے پیٹ میں اُنگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیئے زیادہ بہتر تھا [2]

حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ راستہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ملے۔ ان کے ساتھ ایک آدمی نے گوشت اُٹھایا ہُوا تھا (یعنی گوشت خرید کر اپنے گھر لے جا رہے تھے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اپنے پڑوسی اور چچا زاد بھائی کی وجہ سے اپنے آپ کو بھوکا رکھے؟ (یعنی خود کچھ نہ کھائے اور سارا دوسروں کو کھلا دے) یہ آیت اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۱) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باسانید وفیہ احد اسانید الکبیر محمد بن خالد الکوفی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی واخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۳۷) نحوہ واخرجہ البزار باسنادین نحوہ مختصرا ورجال احدہما ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۳) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۷ ص ۲۵۶) عن ابی جحیفۃ بمعناہ ولم یذکر قولہ فما اکل الی آخرہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۱) رواہ کلہ الطبرانی ورواہ احمد الا انہ جعل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو الذی رای الرؤیا للرجل ورجال الجمیع رجال الصحیح غیر ابی اسرائیل الجشمی وہو ثقۃ انتہی۔

حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِھَا۔ (سورۃ احقاف آیت ۲۰) تم لوگوں سے کہاں چلی گئی ہے؟[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ایک درہم کا گوشت خرید کر جا رہا تھا راستہ میں مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے پوچھا اے جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا اس لیئے میں نے ان کے لیئے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ میرا یہ جملہ بار بار دہراتے رہے میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ اتنی دفعہ دُہرایا کہ مجھے یہ تمنّا ہونے لگی کہ کاش یہ درہم میرے پاس سے کہیں گر جاتا اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات نہ ہوتی۔[2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو ان سے پوچھا یہ درہم کیا ہے؟ حضرت جابرؓ نے کہا میں اس کا اپنے گھر والوں کے لیئے گوشت خریدنا چاہتا ہوں ان کا گوشت کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا جس چیز کو تم لوگوں کا دل چاہے گا اسے تم ضرور خرید لو گے؟ اَذْھَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ والی آیت تم لوگوں سے کہاں چلی گئی؟[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کے سامنے گوشت رکھا ہُوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ اس کا جس چیز کو دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔[4]

حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یَرْفا سے فرمایا جب تمہیں پتہ چل جائے کہ ان کا رات کا کھانا تیار ہو گیا ہے تو مجھے خبر

---

[1] اخرجہ مالک کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۲) [2] عند البیہقی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۲) واخرجہ ابن جریر عن جابر الاول عنہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۷) [3] اخرجہ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر والحاکم والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۶ ص ۴۰۶) [4] اخرجہ عبدالرزاق واحمد فی الزہد والعسکری فی المواعظ وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۱)

کر دیا۔ چنانچہ جب حضرت یزید کا رات کا کھانا تیار ہو گیا تو حضرت یرفأ نے حضرت عمرؓ کو خبر کی۔ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے اور حضرت یزید کے ہاں پہنچ انہیں سلام کیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی انہوں نے اجازت دی۔ حضرت عمرؓ اندر تشریف لے گئے تو حضرت یزید کا رات کا کھانا لایا گیا اور وہ ثرید اور گوشت لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر بھنا ہوا گوشت دستر خوان پر لایا گیا۔ حضرت یزید نے تو اس گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا اے یزید بن ابی سفیان! ہائے اللہ۔ کیا ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے طریقۂ زندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تمہیں بھی ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے گا (جو کہ جنت کے اعلیٰ درجات کو جاتا ہے)۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک کوڑی کے پاس سے گزرے تو اس کے پاس رک گئے جب آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو اس کی گندگی سے ناگواری ہو رہی ہے تو فرمایا یہ ہے تمہاری وہ دنیا جس کا تم لالچ کرتے ہو یا فرمایا جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔[2]

حضرت سلمہ بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابو الدرداء کو یہ خط لکھا اے عویمر بن ام عویمر! کیا تمہیں روم و فارس کی عمارتیں کافی نہیں ہیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ (ہر کام سوچ سمجھ کر کیا کرو کیونکہ) تم دوسروں کے لئے نمونہ ہو (لوگ تمہیں جیسا کرتے ہوئے دیکھیں گے ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے)۔[3] حضرت راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنایا ہے تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ خط لکھا اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لئے تمہیں کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے۔[4] ابو نعیم کی روایت میں مزید یہ ہے کہ روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی

[1] اخرجہ ابن المبارک کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۰۱) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۸) [3] اخرجہ ابن عساکر
[4] عند ابن عساکر و ہناد والبیہقی کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۶۲)

زیب و زینت اور نئی عمارتیں بنانے کے لئے کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ نے تو دنیا کے ویران ہونے کا بتایا ہے۔ جب تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً حمص سے دمشق چلے جانا۔ حضرت سفیان راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ حکم ان کو بطور سزا کے دیا تھا۔[1]

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حُذافہ رضی اللہ عنہ نے بالاخانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"سلام ہو۔ اَمّا بعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حُذافہ نے بالاخانہ بنایا ہے۔ حضرت خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالاخانے کو گرا دو فقط والسلام"[2]

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُمِّ طَلْق رضی اللہ عنہا کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے۔ میں نے کہا اے اُمِّ طلقؓ! آپ کے گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اُونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے بُرا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔[3]

حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ رحمۃ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے رہنے کے لئے گھر بنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے انہیں حضرت عمرؓ نے یہ لکھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے امیر کا جیسا رویّہ پسند کرتے ہو تم ویسا ہی رویّہ اپنی رعایا کے ساتھ اختیار کرو۔[4]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۷ ص ۳۰۵) عن راشد بن سعد مثلہ وزاد بعد قولہ تزئین الدنیا [2] اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۳) [3] اخرجہ ابن سعد والبخاری فی الادب کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۳) [4] اخرجہ ابن ابی الدنیا والدینوری کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۶)

آدمی نے پکی اینٹوں سے مکان بنایا ہے تو فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس اُمت میں بھی فرعون جیسے لوگ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرعون کے اس جملہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے: فَاَوْقِدْ لِیْ یٰھَامَانُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (سورت قصص آیت ۳۸)
ترجمہ: "تو اے ہامان! تم ہمارے لیئے مٹی (کی اینٹیں بنواکر ان) کو آگ میں (پزاوہ لگاکر) پکواؤ۔ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ"۔[1]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد کے زمانہ میں میری شادی ہوئی میرے والد نے لوگوں کو (کھانے کے لیئے) بلایا اور ان میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا تھا۔ گھر والوں نے کمرے کی دیواروں پر سبز پردے لٹکا دیئے۔ حضرت ابو ایوب تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا سر جھکا کر (غور سے) دیکھا تو کمرے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے (میرے والد سے) فرمایا اے عبداللہ! تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟ میرے والد نے شرمندہ ہو کر کہا اے ابو ایوب! عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ حضرت ابو ایوب نے فرمایا دوسروں کے بارے میں تو مجھے ڈر تھا کہ ان پر عورتیں غالب آجائیں گی لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ ڈر بالکل نہیں تھا کہ تم پر بھی غالب آجائیں گی۔ نہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں گا اور نہ تمہارا کھانا کھاؤں گا۔[2]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے سلمانؓ! اللہ سے ڈرتے رہو اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عنقریب بہت سی فتوحات ہوں گی ان میں سے تمہارا حصہ صرف اتنا ہونا چاہیئے کہ بقدرِ ضرورت کھانا اپنے پیٹ میں ڈال لو اور بقدرِ ضرورت لباس اپنی پشت پر ڈال لو (اپنی ضرورت میں کم سے کم لگا کر باقی سارا دوسروں پر خرچ کر دینا) اور تم یہ بھی جان لو کہ جو آدمی پانچ نمازیں پڑھتا ہے وہ صبح وشام ہر وقت اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اہل اللہ میں سے کسی کو ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ تم اس طرح اللہ کی ذمہ داری کو توڑ دو گے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو اوندھے منہ (جہنم کی) آگ میں ڈال دیں گے۔[3]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴ ۳۰) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۶۳) [3] اخرجہ احمد فی الزہد، ابن سعد (ج ۳ ص ۱۳۷) وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۲)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ان کے مرض الوفات میں گئے اور عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت کر دیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے ساری دنیا کو فتح کر دیں گے (اور خوب مال غنیمت آئے گا) تم میں سے ہر آدمی ان فتوحات میں سے صرف گزارے کے بقدر ہی لے[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مرض الوفات میں گیا اور انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا سامنے سے آرہی ہے اگرچہ ابھی تک آئی نہیں ہے لیکن وہ بس آنے ہی والی ہے اور آپ لوگ ریشم کے پردے اور دیباج کے تکیے بناؤ گے اور آذربائیجان کے بنے ہوئے اونی بستروں (جو کہ عمدہ شمار ہوتے ہیں) پر ایسے تکلیف محسوس کرو گے جیسے گویا کہ تم سعدان (بوٹی) کے کانٹوں پر ہو۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی ایک کو آگے کر کے بغیر جرم کے اس کی گردن کو اڑا دیا جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ دنیا کی گہرائیوں میں تیرتا رہے[2]

حضرت علی بن رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ اس چیز میں رغبت کرنے لگے ہو جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ تم دنیا میں رغبت کرنے لگ گئے ہو اور حضورؐ اس سے بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! ان کی زندگی کی جو رات بھی ان پر آتی تھی اس میں ان پر قرضہ ان کے مال سے ہمیشہ زیادہ ہوا کرتا تھا۔ یہ سن کر حضورؐ کے بعض صحابہؓ نے کہا ہم نے حضورؐ کو قرض لیتے ہوئے دیکھا ہے[3] امام احمد نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارا طریقہ تمہارے نبیؐ کے طریقے سے کتنا دور ہو گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبتی والے تھے اور تمام لوگوں میں تم لوگ دنیا کی سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے ہو[4]

---

[1] عند الدینوری کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۶) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴) واخرجہ الطبرانی ایضا عن عبدالرحمٰن نحوہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۲) وقال ولہ حکیم الرنع لبانہ من الاخبار عما یاتی اھ [3] اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۹) رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح والحاکم الا انہ قال عامرہ ثلاث من دہرہ الا والذی علیہ اکثر من الذی لہ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ مختصرا انتہی [4] قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۱۵) رجال احمد رجال الصحیح اھ واخرجہ ابن عساکر وابن النجار نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۸)

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کو سی کر پہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتوں پر ڈال دیتے ہیں یعنی اپنا سارا مال کھانے اور لباس پر خرچ کر دیتے ہیں [1]

حضرت ثابت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ اپنا گھر بنا رہے تھے حضرت ابوذرؓ نے کہا تم نے بڑے بڑے پتھر لوگوں کے کندھوں پر لاد دیئے ہیں۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے کہا میں تو گھر بنا رہا ہوں۔ حضرت ابوذرؓ نے پھر وہی پہلا جملہ دُہرا دیا۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے کہا اے میرے بھائی! شاید میرے اس کام کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ حضرت اَبُوذَرؓ نے کہا اگر میں آپ کے پاس سے گزرتا اور آپ اپنے گھر والوں کے پاخانے میں مشغول ہوتے تو یہ مجھے اس کام سے زیادہ محبوب تھا جس میں آپ اب مشغول ہیں [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دفعہ اپنی ایک نئی قمیض پہنی میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تمہیں (نظر رحمت سے) نہیں دیکھ رہے ہیں میں نے کہا یہ کیوں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندہ میں عُجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہو جاتا ہے تو جب تک بندہ وہ زینت چھوڑ نہیں دیتا اس وقت تک اس کا رب اس سے ناراض رہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے وہ قمیض اُتار کر اسی وقت صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا شاید یہ صدقہ تمہارے اس عُجب کے گناہ کا کفّارہ ہو جائے [3]

حضرت حبیب بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۱)، [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۳) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷)

بیٹے کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ جوان کنکھیوں سے ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ کا بیٹا کنکھیوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے ان کے بیٹے کو اس تکیہ سے اُٹھایا تو اس تکیہ کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور وہ بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے رہے اور فرمایا میرے خیال میں تو تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور خرچ نہ کیا)[1]

حضرت عبداللہ بن ابی ہُذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بنایا تو حضرت عمّار رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ جو گھر میں نے بنایا ہے وہ دیکھ لو۔ چنانچہ حضرت عمّار ان کے ساتھ گئے اور گھر دیکھ کر کہنے لگے آپ نے بڑا مضبوط گھر بنایا ہے اور بڑی لمبی اور دُور کی اُمیدیں لگائی ہیں حالانکہ آپ جلد ہی دنیا سے چلے جائیں گے[2]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کو ایک ولیمہ کی دعوت دی گئی (وہ اس میں تشریف لے گئے) اور میں بھی ان کے ساتھ تھا وہاں انہوں نے رنگ برنگے کھانے دیکھے تو فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب دوپہر کو کھانا کھا لیا کرتے تھے تو رات کو کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھا لیا کرتے تھے تو دوپہر کو نہیں کھاتے تھے[3]



---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۲) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۲۲۳) قال ابونعیم غریب من حدیث عطاء لا اعلم عنہ راویا الا الوضین بن عطاء۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں بیویوں، خاندانوں، مالوں، تجارتوں اور گھروں کے بارے میں کس طرح اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی جذبات بالکل ختم کر دیتے تھے اور کس طرح اللہ، اس کے رسولؐ اور ہر اس مسلمان کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا جسے اللہ و رسولؐ کی نسبت حاصل تھی اور انہوں نے کس طرح ہر اُس انسان کا خوب اکرام کیا جسے نسبت محمدی حاصل ہو گئی تھی

اسلام کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے جاہلیت کے تعلقات کو بالکل ختم کر دینا

حضرت ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے والد ان کے سامنے آتے، یہ ان کے سامنے سے ہٹ جاتے لیکن جب ان کے والد بار بار ان کے سامنے آئے تو انہوں نے بھی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور آخر انہیں قتل کر ہی دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (سورت مجادلہ: آیت ۲۲)

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ

تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے [1]

حضرت مالک بن عُمَیر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت بھی دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے دشمن کے لشکر کا مقابلہ کیا اس لشکر میں میرا باپ بھی تھا۔ مَیں نے اس سے آپؐ کے بارے میں بڑی سخت بات سُنی، مجھ سے رہا نہ گیا اور مَیں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ یہ سُن کر حضورؐ خاموش رہے پھر ایک اور آدمی نے آکر عرض کیا کہ لڑائی میں میرا باپ میرے سامنے آگیا تھا لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور اسے قتل کرے۔ یہ سُن کر بھی حضورؐ خاموش رہے [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبداللہ بن اُبَی منافق ایک قلعہ کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا ابن ابی کبشہ (ابو کبشہ یا تو حضورؐ کے نانا کی کنیت ہے یا حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند کی کنیت ہے اس لئے ابن ابی کبشہ سے حضورؐ مراد ہیں) نے ہمارے اُوپر گرد و غبار ڈال دیا ہے اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسُولَ اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی ہے! اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سَر آپ کی خدمت میں لے آؤں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اپنے باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا معاملہ کرو اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ [3] حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا اپنے باپ کو مت قتل کرو [4]

حضرت عاصم بن عُمَر بن قَتَادَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو میرے باپ کی طرف سے جو نازیبا باتیں پہنچی ہیں ان کی وجہ سے آپ چاہتے ہیں کہ میرا باپ عبداللہ بن اُبَی قتل کر دیا جائے اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو آپ اس کا مجھے حکم فرمائیں

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۱۰۱) واخرجہ البیہقی (ج ۹ص ۲۷) والحاکم (ج ۳ص ۲۶۵) عن عبداللہ بن شوذب نحوہ قال البیہقی ہذا منقطع واخرجہ الطبرانی ایضا بسند جید عن ابن شوذب نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ص ۲۵۳) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ص ۲۷) قال البیہقی وہذا مرسل جید [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ص ۳۱۸) رواہ البزار و رجالہ ثقات [4] عند الطبرانی ۔

میں اس کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اللہ کی قسم! تمام قبیلہ خزرج کو خوب معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اپنے باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیئے اب مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کسی اور کو میرے باپ کے قتل کرنے کا حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا پھر وہ مجھے لوگوں میں چلتا ہُوا نظر آئے گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا نفس زور میں آجائے اور میں اسے قتل کر ڈالوں۔ اس طرح میں کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور یوں میں دوزخ کی آگ میں داخل ہوجاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ ہم تو اس کے ساتھ نرمی برتیں گے اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے [۱]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مُصطلق سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابن عبداللہ بن اُبی رضی اللہ عنہ اپنے باپ (ان کا باپ منافقوں کا سردار تھا) پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا میں اللہ کے لیئے اپنے پر یہ لازم کرتا ہوں کہ یہ تلوار اس وقت نیام میں ڈالوں گا جب تم کہو گے کہ محمدؐ (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ آخر ان کے باپ نے زبان سے کہا تیرا ناس ہو! محمد (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ جب حضورؐ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ کو یہ بہت پسند آیا اور آپ نے ان کی تحسین فرمائی [۲]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حَنظلہ بن ابی عامر اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی بن سَلول رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے والد کو قتل کرنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی لیکن حضورؐ نے منع فرما دیا [۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے (بعد میں اپنے والد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے جنگ اُحُد کے دن آپ کو دیکھ لیا تھا لیکن میں نے آپ سے اپنا منہ پھیر لیا تھا (باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا لیکن اگر میں تمہیں دیکھ لیتا تو میں تم سے مُنہ نہ پھیرتا (بلکہ اللہ کا دشمن سمجھ کر قتل کر دیتا اس وقت تک حضرت عبدالرحمٰن مسلمان نہ ہوئے تھے) [۴] حضرت واقدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن مقابلہ

---

[۱] عند ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۵۸) [۲] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۸) وفیہ محمد بن الحسن بن زبالۃ وہو ضعیف [۳] اخرجہ ابن شاہین باسناد حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۶۱) [۴] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۴) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۵) عن ایوب نحوہ۔

کے لئے للکارا (اس دن یہ کافروں کے ساتھ تھے) تو ان کے مقابلہ کے لئے ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا (تم مقابلہ کے لئے نہ جاؤ) ہم نے ابھی تم سے بہت سے کام لینے ہیں [1]

حضرت ابو عُبَیدَہ اور غزوات کے خوب جاننے والے دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطّاب رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ ہے۔ میرے خیال میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ (عاص) کو قتل کیا ہے اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں اس پر تمہارے سامنے کوئی معذرت پیش نہ کرتا۔ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مُغیرہ کو قتل کیا تھا۔ میں تمہارے والد کے پاس سے گزرا تھا وہ (زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا اور زمین پر ایسے سر مار رہا تھا جیسے (غصہ میں آکر) بیل زمین پر سینگ مارتا ہے۔ بہر حال میں اس سے کترا کر آگے چلا گیا اور اسے اس کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے [2] اور اِستیعاب اور اِصابہ میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت سعید بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو (ٹھیک تھا کیونکہ) آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر تھا حضرت عمرؓ کو ان کی یہ بات بہت اچھی لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے کافروں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انہیں اس کنویں میں پھینک دیا گیا۔ پھر حضورؐ نے (اس کنویں کے کنارے پر) کھڑے ہو کر فرمایا اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے سچا پایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مُردہ لوگوں سے بات کر رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے رب نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔ جب حضرت ابو حُذَیفہ بن عُتبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈالا جا رہا ہے تو حضورؐ نے ان کے چہرے میں ناگواری کے اثرات

---

[1] اسندہ الحاکم وہکذا ذکرہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۸۶) عن الواقدی [2] ذکرہ ابن ہشام کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹۰)

محسوس کئے اور فرمایا اے ابوحُذَیفہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے والد کے متعلق جو منظر دیکھا ہے اس سے تمہیں ناگواری ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! میرا باپ سردار آدمی تھا مجھے اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور اسلام کی ہدایت دیں گے لیکن جب اس کا انجام یہ ہُوا (کہ کفر پر ذلّت کے ساتھ مارا گیا) تو مجھے اس کا رنج ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے حضرت ابوحُذَیفہ کے لئے دعائے خیر فرمائی[1]۔ حضرت اَبُوالزِّنَاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوحُذَیفہ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے والد عُتبہ کو مقابلہ میں لڑنے کی دعوت دی تھی۔ آگے ان اشعار کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی بہن حضرت ہِند بنت عُتبہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں کہے تھے[2]۔

بنو عَبدُالدَّار قبیلہ کے حضرت نُبَیہ بن وَہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بدر کے قیدیوں کو لے کر آئے اور انہیں اپنے صحابہؓ میں تقسیم کر دیا تو فرمایا میں تمہیں پُرزور تاکید کرتا ہوں کہ ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت مُصعَب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ابوعَزِیز بن عُمَیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھے حضرت ابوعَزِیز ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی مجھے قید کر رہے تھے کہ اتنے میں میرے بھائی مُصعَب بن عُمَیرؓ میرے پاس سے گزرے تو اس انصاری سے کہنے لگے دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اس کی ماں بہت مالدار ہے وہ تمہیں اس کے فدیہ میں خوب دے گی۔ حضرت ابوعَزِیز کہتے ہیں صحابہؓ جب مجھے بدر سے لے کر چلے تو میں اَنصار کی ایک جماعت میں تھا جب بھی وہ دن کو یا رات کو کھانا اپنے سامنے رکھتے تو روٹی مجھے کھلا دیتے اور خود کھجور کھا لیتے کیونکہ حضورؐ نے انہیں ہمارے بارے میں تاکید فرما رکھی تھی۔ ان میں سے جسے بھی روٹی کا ٹکڑا ملتا وہ مجھے دے دیتا۔ مجھے شرم آجاتی اور وہ ٹکڑا واپس کر دیتا لیکن وہ انصاری اسے ہاتھ لگائے بغیر پھر مجھے واپس کر دیتا۔ حضرت ابوالیَسَر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعَزِیز کو قید کیا تھا جب ان سے حضرت مُصعَب نے وہ بات کہی تھی (کہ اسے مضبوط پکڑو اس کی ماں بہت مالدار ہے) تو حضرت مُصعَب سے حضرت ابوعَزِیز

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۹) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۴) عن عائشۃ نحوہ وقال صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی وذکرہ ابن اسحاق نحوہ بلا اسناد کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹۴)

[2] ذکرہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۳) وہکذا اسندہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۸۶)

نے کہا تھا آپ (بھائی ہو کر) میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہیں؟ تو حضرت مُصعبؓ نے ان کو کہا یہ (انصاری حضرت ابوالیسرؓ) میرے بھائی ہیں تم نہیں ہو۔ حضرت ابوعزیز کی والدہ نے پوچھا کہ ان قریشی قیدیوں کا فدیہ سب سے زیادہ کیا دیا گیا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ چار ہزار درہم۔ چنانچہ اس نے حضرت ابوعزیز کے فدیہ میں چار ہزار درہم بھیجے۔[1]

حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی حضرت ابوعزیز بن عمیر جنگِ بدر کے دن قید ہوئے تھے اور یہ حضرت مُحرِز بن نَضلَہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئے تھے تو حضرت مُصعبؓ نے حضرت مُحرِز سے کہا اسے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اس کی ماں مکہ میں رہتی ہے اور وہ بہت مالدار ہے۔ اس پر حضرت ابوعزیز نے حضرت مُصعبؓ سے کہا اے میرے بھائی! تم میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہو؟ حضرت مُصعبؓ نے کہا مُحرِز میرا بھائی ہے تم نہیں ہو۔ چنانچہ ان کی والدہ نے ان کے فدیہ میں چار ہزار بھیجے۔[2]

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (قریش کی بدعہدی کی وجہ سے) مکہ پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے ان دنوں حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے صلح حُدیبیہ کی مدت بڑھانے کی بات کی۔ حضورؐ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ حضرت ابوسفیان وہاں سے کھڑے ہو کر اپنی بیٹی حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور جب حضورؐ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے اسے لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا اے بیٹیا! کیا تم مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتی ہو یا اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ انہوں نے کہا یہ حضورؐ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک انسان ہیں (آپ اس بستر کے قابل نہیں ہیں) حضرت ابوسفیان نے کہا اے بیٹیا! میرے بعد تمہارے اخلاق بگڑ گئے ہیں۔[3] اس کے بعد ابنِ اسحاق نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے کہا میں نہیں چاہتی کہ آپ حضورؐ کے بستر پر بیٹھیں۔

حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس دینار جیسے خوبصورت تین بیٹے بیٹھے ہوئے تھے ہم ان تینوں کو دیکھنے لگے تو وہ سمجھ گئے اور فرمایا شاید تم ان بیٹوں کی وجہ سے مجھ پر رشک کر رہے ہو (کہ تمہارے

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۰۷)۔ [2] عند الواقدی کذا فی نصب الرایۃ للزیلعی (ج ۳ ص ۴۰۳)۔ [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۷۰) وذکرہ ابن اسحاق نحوہ بلا اسناد کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۰)

بھی ایسے بیٹے ہوں، ہم نے عرض کیا ایسے بیٹے ہی تو آدمی کے لئے قابلِ رشک ہوا کرتے ہیں، اس پر انہوں نے اپنے کمرے کی چھت کی طرف سر اُٹھایا جو بہت نیچی تھی جس میں خُطّاف (ابابیل جیسے پرندے) نے گھونسلا بنا رکھا تھا تو فرمایا میں اپنے ان بیٹوں کو دفن کر کے ان کی قبروں کی مٹی سے اپنے ہاتھوں کو جھاڑوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس پرندے کا انڈا گر کر ٹوٹ جائے۔ حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا ایک دن وہ اپنے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے اور فلاں فلاں عورتیں ان کی بیویاں تھیں جو بڑے منصب وجمال والی تھیں اور ان کی ان دونوں سے بڑی خوبصورت اولاد تھی کہ اتنے میں ان کے سر کے اوپر ایک چڑیا بولنے لگی اور اس نے ان کے سر پر بیٹ کر دی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹ پھینک دی اور فرمایا عبداللہ کے سارے بچے مر جائیں اور ان کے بعد میں بھی مر جاؤں یہ مجھے اس چڑیا کے مرنے سے زیادہ پسند ہے [1] (صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خلقِ خدا پر اتنی شفقت تھی کہ انہیں جانور بھی اپنے بچوں سے زیادہ پیارے لگتے تھے)

حضرات اہل الرائے سے مشورہ کے عنوان کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اللہ کی قسم! (بدر کے قیدیوں کے بارے میں) جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہے وہ میری نہیں ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اُڑا دوں اور عقیل کو حضرت علیؓ کے حوالہ کر دیں۔ وہ عقیل کی گردن اُڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ وہ حضرت حمزہ کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہ ان کی گردن اُڑا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ حضرات انصار کے ایسے ہی قصے (جلدِ اوّل میں) انصار کے (اسلام کے تعلّقات کو مضبوط کرنے کے لئے) جاہلیت کے تعلّقات کو قربان کرنے کے باب میں گزر چکے ہیں۔



---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ! کیا ہم آپ کے لیئے ایک چھپر نہ بنادیں جس میں آپ رہیں اور آپ کی سواریاں تیار کر کے آپ کے پاس کھڑی کر دیں پھر ہم دشمن سے لڑنے چلے جائیں اگر اللہ نے ہمیں عزت دے دی اور ہمیں دشمن پر غالب کر دیا تو پھر تو یہ وہ بات ہوگی جو ہمیں پسند ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آگئی (یعنی ہم ہار جائیں) تو آپ سواریوں پر بیٹھ کر ہماری قوم کے ان لوگوں کے پاس چلے جائیں جو مدینہ منورہ پیچھے رہ گئے ہیں. کیونکہ مدینہ منورہ میں ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ ہمیں ان سے زیادہ آپ سے محبت نہیں ہے (بلکہ ہمارے برابر ہی ہے) اگر انہیں ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ آپ کو لڑائی لڑنی پڑے گی تو وہ ہرگز مدینہ پیچھے نہ رہتے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائیں گے وہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں گے اور آپ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے یہ سن کر حضورؐ نے حضرت سعدؓ کی بڑی تعریف فرمائی اور ان کے لیئے دعائے خیر فرمائی اور پھر حضورؐ کے لیئے ایک چھپر بنایا گیا جس میں آپ رہے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے اپنی جان سے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہے۔ میں بعض دفعہ گھر میں ہوتا ہوں آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو پھر جب تک حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت نہ کرلوں مجھے چین نہیں آتا۔ اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ میرا بھی انتقال ہو جائے گا آپ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ تو نبیوں کے ساتھ سب سے اوپر کی جنت میں چلے جائیں گے اور میں نیچے کی جنت میں رہ جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا (تو پھر میرا جنت میں دل کیسے لگے گا) ابھی حضورؐ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے : وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

---

[1] اسندہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۸)

وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورت نساء آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ و رسولؐ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے اتنی زیادہ محبت ہے کہ جب آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو اگر میں آکر آپ کی زیارت نہ کرلوں تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے میری جان نکل جائے گی۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ اگر میں جنت میں گیا بھی تو مجھے آپ سے نیچے کی جنت ملے گی (اور میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا) تو مجھے جنت میں بڑی مشقت اٹھانی پڑے گی اس لئے میں چاہتا ہوں جنت کے درجہ میں آپ کے ساتھ ہو جاؤں (تاکہ جب دل چاہے گا آپ کی زیارت کرلیا کروں گا) حضورؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الا۔ پھر حضورؐ نے اس آدمی کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی [1]

بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں بس یہ ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں یہاں محبت ہوگی۔ حضرت انس فرماتے ہیں حضورؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں محبت ہوگی اس سے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اور چونکہ مجھے ان حضرات

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ، ص) رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن عمران العابدی وہو ثقۃ انتہی واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۲۴۰) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا بہذا السیاق والاسناد نحوہ وقال ہذا حدیث غریب من حدیث منصور وابراہیم تفرد بہ فضیل وعنہ العابدی [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ، ص) رواہ الطبرانی وفیہ عطاء بن السائب وقد اختلط اھ۔

سے محبت ہے اس وجہ سے مجھے پوری اُمید ہے کہ میں ان ہی حضرات کے ساتھ ہوں گا۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا تیرا بھلا ہو! تم نے اس کے لیئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں تیار کر رکھا ہے۔ بس اتنی بات ضرور ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسُولؐ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں جس سے محبت ہوگی تم اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ بشارت ہمارے لیئے بھی ہے (یا صرف اسی دیہاتی کے لیئے ہے) حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ تمہارے لیئے بھی ہے۔ اس پر اس دن ہمیں بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ترمذی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کو اس سے زیادہ کسی اور چیز سے خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسُولَ اللّٰہ! ایک آدمی دوسرے سے اس وجہ سے محبت کرتا ہے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے لیکن یہ خود وہ نیک عمل نہیں کرتا (تو کیا یہ بھی محبت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوگا؟) حضورؐ نے فرمایا آدمی جس سے محبت کرے گا۔ اسی کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! ایک آدمی ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کر سکتا (کیا یہ بھی ان کے ساتھ ہوگا) حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرو گے میں نے کہا مجھے اللہ اور اس کے رسُولؐ سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جس سے محبت کرو گے اُسی کے ساتھ ہو گے۔ میں نے اپنا جملہ پھر دُہرایا تو حضورؐ نے پھر یہی ارشاد فرمایا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سخت فاقہ کی نوبت آگئی جس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی طرح خبر ہوگئی۔ وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے تاکہ کھانے کی کسی چیز کا انتظام ہو جائے اور وہ اسے حضورؐ کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں گئے اور پانی کے سترہ ڈول نکالے۔ ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور طے ہوئی تھی۔ یہودی نے اپنی تمام قسم کی کھجوریں حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دیں

---

[1] عند ابی داؤد کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳)

کہ جس میں سے چاہیں لے لیں چنانچہ حضرت علیؓ نے سترہ عَجْوَہ کھجوریں لے لیں اور جاکر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیں حضورؐ نے پوچھا اے ابوالحسنؓ! تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں ؟ حضرت علیؓ نے کہا یا نبیَّ اللہ! مجھے آپ کے سخت فاقہ کی خبر ملی تو میں کسی کام کی تلاش میں گیا تاکہ آپ کے لئے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ایسا اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی وجہ سے کیا ہے ؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں یا رسُولَ اللہ! حضورؐ نے فرمایا جو بندہ بھی اللہ اور اس کے رسُولؐ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے پانی کا سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے لہٰذا جو اللہ اور اس کے رسُولؐ سے محبت کرے اسے چاہیئے کہ وہ بَلا اور آزمائش کے لئے ڈھال (یعنی صبر، زُہد و قناعت) تیار کر لے[1]

حضرت کَعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے مجھے آپ کا رنگ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا تین دن سے میرے پیٹ میں ایسی کوئی چیز نہیں گئی جو کسی جاندار کے پیٹ میں جا سکتی ہے یہ سُنتے ہی میں وہاں سے چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک یہودی (کنویں سے پانی نکال کر) اپنے اونٹوں کو پلانا چاہتا ہے۔ میں نے ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور مزدوری پر اس کے اونٹوں کو پانی پلانا شروع کیا بالآخر کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں جو میں نے حضورؐ کی خدمت میں جاکر پیش کر دیں۔ آپ نے پوچھا اے کَعبؓ! تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ میں نے آپ کو ساری بات بتا دی۔ آپ نے فرمایا اے کَعبؓ! کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ۔ میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ آپ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے۔ اب تم پر اللہ کی طرف سے آزمائش آنے گی اس کے لئے ڈھال تیار کر لو (اس کے بعد میں بیمار ہو گیا اور حضورؐ کی خدمت میں نہ جا سکا تو جب حضورؐ نے مجھے چند دن نہ دیکھا تو صحابہؓ سے پوچھا کَعبؓ کو کیا ہوا؟ (نظر نہیں آ رہا) صحابہؓ نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔ یہ سُن کر آپ پیدل چل کر میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے کَعبؓ! تمہیں خوشخبری ہو! میری والدہ نے کہا اے کَعبؓ!

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۳۲۱) وقال وفیہ حنش۔

تمہیں جنت میں جانا مبارک ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ پر قسم کھانے والی عورت کون ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ میری والدہ ہے حضورؐ نے (میری والدہ کو) فرمایا اے اُمِّ کعبؓ! تمہیں کیا معلوم؟ شائد کعبؓ نے کوئی بے فائدہ بات کہی ہو اور (مانگنے والے ضرورت مند کو) ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود کعبؓ کو ضرورت نہ ہو۔[1] کنز کی روایت میں یہ الفاظ ہیں شائد کعبؓ نے لایعنی بات کہی ہو یا ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود اسے ضرورت نہ ہو۔

حضرت حُصَین بن وَحوَح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہما حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ حضورؐ سے چمٹنے لگے اور آپ کے پاؤں مبارک کا بوسہ دینے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت طلحہؓ نوعمر لڑکے تھے اس لئے ان کی اس بات پر حضورؐ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کر دو۔ وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضورؐ نے انہیں بلایا اور فرمایا ادھر آ جاؤ۔ مجھے رشتے توڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا اس کے بعد حضرت طلحہؓ بیمار ہو گئے حضورؐ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ سردی کا زمانہ تھا خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے جب آپ واپس آنے لگے تو حضرت طلحہؓ کے گھر والوں سے آپ نے کہا مجھے تو طلحہؓ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا حضورؐ ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہؓ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا حضرت طلحہؓ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے جلدی سے دفن کر کے مجھے میرے رب کے پاس پہنچا دینا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضورؐ میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضورؐ کو کوئی تکلیف پہنچا دیں۔ چنانچہ (رات کو حضورؐ کو اطلاع دیئے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر ان کے گھر والوں نے ان کو دفنا دیا اور) صبح کو جب حضورؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ حضرت طلحہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپؐ ان کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہو گئے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۴) رواہ الطبرانی فی الاوسط و اسنادہ جید اھ وکذا قال فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۳) عن شیخہ الحافظ ابی الحسن واخرجہ ابن عساکر مثلہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۰)

اور آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تیری مُلاقات طلحہؓ سے اس حال میں ہو کہ تُو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔[1]

حضرت طلحہ بن بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بَیْعَت ہو جاؤں۔ حُضورؐ نے فرمایا اگر میں تمہیں اپنے والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو بھی تم بَیْعَت ہونے کو تیار ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ مَیں نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بَیْعَت ہو جاؤں حُضورؐ نے فرمایا کس بات پر بیعت ہونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا اسلام پر۔ آپ نے فرمایا اور اگر میں تمہیں والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو پھر؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے پھر تیسری مرتبہ حاضر ہو کر بَیْعَت کی درخواست کی۔ میری والدہ حیات تھیں اور میں ان کے ساتھ اوروں سے زیادہ حُسنِ سلوک کرتا تھا۔ حُضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے طلحہؓ! ہمارے دین میں رشتہ توڑنا نہیں ہے لیکن مَیں نے چاہا کہ تمہارے دین میں کسی طرح کا شک نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت طلحہؓ مسلمان ہوگئے اور بڑے اچھے مسلمان بنے۔ اس کے بعد یہ بیمار ہو گئے۔ حُضورؐ ان کی عیادت کے لیئے ان کے گھر تشریف لائے۔ جب حُضورؐ تشریف لائے تو یہ بے ہوش تھے۔ حُضورؐ نے فرمایا مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ آج رات ہی ان کا انتقال ہو جائے گا لیکن اگر انہیں افاقہ ہو تو مجھے پیغام بھجوا دینا۔ آدھی رات کو کہیں وہ ہوش میں آئے تو پوچھا کیا حُضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میری عیادت کے لیئے تشریف نہیں لائے؟ گھر والوں نے کہا آئے تھے اور یہ فرما گئے تھے کہ جب تمہیں ہوش آئے تو ہم انہیں پیغام بھیج دیں۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اب انہیں پیغام نہ بھیجو کیونکہ رات کا وقت ہے کوئی جانور انہیں کاٹ لے گا یا انہیں کوئی اور تکلیف پہنچ جائے گی۔ جب میں مر جاؤں تو حُضورؐ کو میرا سلام کہہ دینا اور ان سے عرض کر دینا کہ وہ میرے لیئے استغفار فرما دیں۔ حُضورؐ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے اور انتقال سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ آپؐ کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۰) واخرجہ البغوی وابن ابی خیثمۃ وابن ابی عاصم وابن شاہین وابن السکن کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۲۷) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۵) وقد روی ابوداؤد بعض ہذا الحدیث وسکت علیہ فہو حسن انشاء اللہ۔ انتہٰی۔

نہ بتایا جائے۔ حضورؐ نے اسی وقت ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سے تیری ملاقات اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو[1]

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن حُذافہ رضی اللہ عنہ کی یہ شکایت بیان کی گئی کہ وہ مذاق بہت کرتے ہیں اور بے کار باتیں کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس میں ایک چھپی ہوئی خوبی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے[2]

حضرت اَدرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات آکر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پہرہ دینے لگ گیا تو وہاں ایک آدمی اُونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا حضورؐ باہر تشریف لے آئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ (اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا) ریاکار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا (نہیں) یہ تو عبداللہ ذوالبجادَین رضی اللہ عنہ ہے۔ پھر ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ جب صحابہؓ ان کا جنازہ تیار کر کے انہیں اُٹھا کر لے چلے تو حضورؐ نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو اللہ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کیا کرتے تھے جب حضورؐ قبرستان پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا ان کی قبر خوب کھلی اور کشادہ بناؤ۔ اللہ نے ان کے ساتھ کشادگی کا معاملہ کیا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو ان کے مرنے کا بڑا غم ہے! آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے تھے[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے سب سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمدؐ! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا[4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی ایضا عن طلحۃ بن مسکین قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۵) رواہ الطبرانی مرسلا وعبدربہ بن صالح لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ وثقوا انتہی واخرجہ ابن السکن نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۲۷) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۳) [3] اخرجہ ابن ماجہ والبغوی وابن مندہ وابونعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۴۴) وقال فی سندہ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی ضعیف [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴)

صحابۂ کرام کے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے کے شوق کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن دَثِنَہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرتے وقت ان سے حضرت ابو سفیان (یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) نے کہا اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو یہ پسند ہے کہ محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اس وقت ہمارے پاس ہوں اور ہم تمہاری جگہ ان کی گردن مار دیں اور تم اپنے اہل وعیال میں رہو؟ تو حضرت زید نے جواب میں کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت جہاں ہیں وہاں ہی ان کو ایک کانٹا چبھے اور اس تکلیف کے بدلہ میں میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے صحابہؓ کو محمّدؐ سے ہے، اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ کافر حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ کو سُولی پر چڑھا کر بلند آواز سے قسم دے کر پوچھ رہے تھے کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تمہاری جگہ ہوں (اور ان کو سُولی دے دی جائے؟) حضرت خُبَیبؓ نے فرمایا نہیں عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلہ میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

صحابۂ کرام کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت کو اپنی محبت پر مُقَدَّم رکھنا

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ حضرت ابو قُحافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصّہ میں بیان کرتے ہیں. جب حضرت ابو قُحافہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بَیعت ہونے کے لیئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا اگر اس وقت میرے والد کے ہاتھ کی جگہ آپ کے چچا کا ہاتھ (بَیعت ہونے کے لیئے) ہوتا اور وہ مسلمان ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتے تو یہ میرے لیئے میرے والد کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا اور مجھے زیادہ پسند ہوتا (کیونکہ آپ کو چچا کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ہوتی)۔[1]

---

[1] اخرجہ عمر بن شبہ وابو یعلی وابو بشر سمویہ فی فوائدہ وسندہ صحیح واخرجہ الحاکم من ہذا الوجہ وقال صحیح علی شرط الشیخین کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابو قُحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے اور نابینا بھی۔ حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا ارے تم نے ان بڑے میاں کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا ہم ان کے پاس چلے جاتے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو (خود چل کر حاضر خدمت ہونے کا) اجر عطا فرمائے۔ مجھے اپنے والد کے اسلام لانے سے جتنی خوشی ہو رہی ہے (آپ کے چچا) ابو طالب کے اسلام لانے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کیونکہ اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہی میری زندگی کا مقصود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ٹھیک کہہ رہے ہو (تمہارے دل میں یہی بات ہے)[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہوئے تھے۔ انہیں ایک انصاری آدمی نے قید کیا تھا۔ انصار نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا آج رات میں اپنے چچا عباسؓ کی وجہ سے سو نہیں سکا کیونکہ انصار کہہ چکے ہیں کہ وہ عباسؓ کو قتل کر دیں گے حضرت عمرؓ نے کہا کیا میں انصار کے پاس جاؤں؟ (اور ان سے عباسؓ کو لے آؤں) حضورؐ نے فرمایا ہاں جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جا کر انصار سے کہا عباسؓ کو چھوڑ دو۔ انصار نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسولؐ راضی اور خوش ہوں تو پھر؟ انصار نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسولؐ راضی اور خوش ہیں تو پھر تم ان کو لے لو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انصار سے حضرت عباسؓ کو لے لیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے عباسؓ! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم! تمہارا مسلمان ہونا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضورؐ کو تمہارا مسلمان ہونا بہت زیادہ پسند ہے[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] عند الطبرانی والبزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷۴) وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ وہو ضعیف [2] اخرجہ ابن مردویہ والحاکم کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹۸)

سے کہا اسلام لے آؤ تمہارا اسلام لانا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں اسلام لانے میں سبقت حاصل ہو جائے [1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی کام کو کروانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تقاضا کیا اور ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا مسلمان ہو کر آجاتے تو آپ ان کے ساتھ کیا کرتے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا حضرت عباسؓ نے کہا میں نبی کریم حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چچا ہوں حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو الفضل! (یہ حضرت عباس کی کنیت ہے) آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! آپ کے والد مجھے اپنے والد سے زیادہ محبوب ہیں ۔حضرت عباسؓ نے کہا واقعی اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے کہا ہاں ۔ اللہ کی قسم! کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں اور میں حضورؐ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں [2]

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے بحرین کا علاقہ بطور جاگیر کے دیا تھا حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بات کا اور کس کو علم ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو چنانچہ حضرت عباسؓ حضرت مغیرہؓ کو لے آئے اور حضرت مغیرہؓ نے ان کے حق میں گواہی دی لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے حق میں فیصلہ نہ کیا گویا کہ انہوں نے حضرت مغیرہؓ کی گواہی کو قبول نہ کیا اس پر حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو سخت بات کہہ دی ،حضرت عمرؓ نے (حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت عبد اللہ سے) کہا اے عبد اللہ! اپنے والد کا ہاتھ پکڑ لو۔ اللہ کی قسم! اے ابو الفضل! اگر میرے والد خطاب مسلمان ہو جاتے تو ان کے اسلام لانے پر مجھے جتنی خوشی ہوتی مجھے آپ کے اسلام لانے پر اس سے زیادہ خوشی ہوئی تھی کیونکہ آپ کا اسلام حضورؐ کی خوشی کا باعث تھا [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف

---

[1] عند ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۶۹) [2] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۲۰) [3] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴) ایضاً۔

لائے تو شروع میں ہمارا دستور یہ تھا کہ جب ہم میں سے کسی کا اِنتقال ہونے لگتا ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر خبر کرتے حضورؐ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کے لئے اِستغفار فرماتے یہاں تک کہ جب اس کا اِنتقال ہوجاتا تو حضورؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس تشریف لے آتے اور کبھی اس کے دفنانے تک وہیں تشریف رکھتے اس طرح آپ کو بعض دفعہ وہاں بڑی دیر لگ جاتی. جب ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ اس طرح حضورؐ کو بڑی مشقت ہوتی ہے تو ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم حضورؐ کو اِنتقال ہوجانے کے بعد خبر کیا کریں تو اس سے حضورؐ کو زیادہ ٹھہرنے کی مشقت نہ ہوگی چنانچہ پھر ہم لوگ ایسے ہی کرنے لگ گئے اور حضورؐ کو ساتھی کے اِنتقال کے بعد خبر کرتے آپ تشریف لاکر اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے. اس کے لئے اِستغفار کرتے. کبھی نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر آپ واپس تشریف لے جاتے اور کبھی دفن تک ٹھہرے رہتے ایک عرصہ تک ہمارا یہی دستور رہا پھر ہم نے آپس میں کہا اللہ کی قسم! اگر ہم لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تشریف لانے کی زحمت نہ دیا کریں بلکہ ہم جنازہ کو اُٹھا کر حضورؐ کے گھر کے پاس لے جایا کریں پھر حضورؐ کو خبر کیا کریں اور حضورؐ اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیا کریں تو اس میں حضورؐ کو زیادہ سہولت ہوگی چنانچہ ہم نے پھر ایسا کرنا شروع کر دیا. حضرت محمّد بن عمرؓ کہتے ہیں اس وجہ سے اس جگہ کو جنازہ گاہ کہا جاتا ہے کیونکہ جنازے اُٹھا کر وہاں لائے جاتے تھے اور پھر اس کے بعد سے آج تک یہی سلسلہ چلا آرہا ہے کہ لوگ اپنے جنازے وہاں لاتے ہیں اور وہاں ان پر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے [1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فاطمہؓ! اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے حضورؐ کو آپ سے زیادہ محبت ہو۔ اللہ کی قسم! آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے [2]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزّت اور تعظیم کرنا

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے. حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۲۵۷) [2] اخرجہ الحاکم کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۱۱)

لے آتے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کوئی بھی حضورؐ کی طرف (عظمت کی وجہ سے) نگاہ نہ اٹھاتا۔ یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے۔ دونوں حضورؐ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضورؐ انہیں دیکھ کر مسکراتے (کیونکہ حضورؐ کو ان دونوں حضرات سے بہت تعلق اور بہت زیادہ مناسبت تھی) [1]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے کیونکہ پرندہ ذراسی حرکت سے اُڑ جاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی آدمی بات نہیں کر رہا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا اللہ کے بندوں میں سے کون اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ان میں سے سب سے اچھے اخلاق والا [2]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے صحابہؓ آپ کے اردگرد ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں کسی چیز کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا ارادہ کرتا لیکن حضورؐ کی ہیبت کی وجہ سے دو سال بغیر پوچھے گزار دیتا [4]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قابلِ اعتماد انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے یا کھنکارتے تو صحابہؓ جھپٹ کر وضو کا پانی اور کھنکار لے لیتے اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم اس سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر حضورؐ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ اور اس کے رسولؐ کا محبوب بننا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ بات سچی کرے، امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے [5]

---

[1] اخرجہ الترمذی کذا فی الشفاء للقاضی عیاض (ج ۲ ص ۳۳) [2] اخرجہ الطبرانی و ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۸۷) وقال و رواۃ الطبرانی محتج بہم فی الصحیح [3] اخرجہ الاربعۃ وصححہ الترمذی کذا فی ترجمان السنۃ (ج ۱ ص ۳۶۷) [4] اخرجہ ابو یعلی و کذا فی ترجمان السنۃ (ج ۱ ص ۳۷۰) [5] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۸)

امام بخاری نے حضرت مسوّر بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے صلح حدیبیہ کی جو حدیث بیان کی ہے وہ جلد اوّل میں صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶ پر گزر چکی ہے کہ پھر حضرت عروہ حضورؐ کے صحابہؓ کو بڑے غور سے دیکھنے لگے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو صحابہؓ اسے فوراً کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے پانی کو لینے کے لیے صحابہؓ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہؓ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہؓ کے دل میں آپ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے یہ کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے صحابہؓ محمدؐ کی کرتے ہیں۔

حضرت ابو قُراد سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ پھر آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا شروع کیا ہم حضورؐ کے وضو کے پانی کو ہاتھوں میں لے کر پیتے جاتے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا تم اس طرح کیوں کر رہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی وجہ سے حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بھی تم سے محبت کرنے لگیں تو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اور رکھنے والا مطالبہ کرے تو تم وہ امانت ادا کرو اور جب تم بات کرو تو سچ بولو اور جو تمہارا پڑوسی بن جائے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو[1]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) نے انہیں یہ قصہ سنایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے حضورؐ اس وقت پچھنے لگوا رہے تھے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے فرمایا اے عبداللہ! یہ خون لے جاؤ اور ایسی جگہ ڈال کر آؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔ حضورؐ کے گھر سے باہر آ کر میرے والد نے وہ خون پی لیا۔ جب حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضورؐ نے ان سے پوچھا اے عبداللہ! تم نے خون کا کیا

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۷۱) وفیہ عبید بن واقد القیسی وہو ضعیف۔

کیا ؟ انہوں نے کہا ایسی چھپی ہوئی جگہ میں ڈال کر آیا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ لوگوں میں سے کسی کو پتہ نہ چل سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا شاید تم نے اسے پی لیا ہے ؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے خون کیوں پیا ؟ لوگوں کو تم سے ہلاکت ہو اور تمہیں لوگوں سے (مروان اور عبدالملک کی طرف سے جو فتنہ پیش آیا اس کی طرف اشارہ ہے) حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں حضرت ابو عاصم نے فرمایا کہ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں جو اتنی زیادہ طاقت تھی وہ اس خون کی برکت سے تھی[1] ایک روایت میں یہ ہے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں جو بہت زیادہ طاقت تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی قوت کی وجہ سے تھی (حضورؐ کے فضلات اور خون سب پاک تھے)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس ایک تسلا ہے جس میں سے کچھ پی رہے ہیں اسے پی کر حضرت عبداللہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ حضورؐ نے فرمایا کام سے فارغ ہو گئے ؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا کام تھا ؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے اپنے پچھنے کا دھوون اسے گرانے کے لئے دیا تھا حضرت سلمانؓ نے کہا اس ذات کی قسم ! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ! انہوں نے تو اسے پی لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے اسے پی لیا ہے ؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں ؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک میرے پیٹ میں چلا جائے۔ حضورؐ نے حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ کے سر پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے ہلاکت ہو اور لوگوں کو تم سے۔ تمہیں آگ نہیں چھوئے گی صرف اللہ تعالیٰ کی قسم پوری کرنے کے لئے پل صراط پر سے گزرنا پڑے گا[2]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ دفن کر دو جہاں جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے محفوظ رہے

---

[1] اخرجہ ابو یعلی والبیہقی فی الدلائل کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۱۰) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۵۴)، والطبرانی نحوہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۷۰) رواہ الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر ہنید بن القاسم وہو ثقۃ انتہی واخرجہ ایضا ابن عساکر نحوہ کما فی الکنز (ج ۷، ص ۵۷) مع ذکر قول ابی عاصم رحمہ اللہ عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۰) واخرجہ ابن عساکر عن سلمان نحوہ مختصرا ورجالہ ثقات کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۶)

[2]

میں خون لے گیا اور چھپ کر اسے پی لیا پھر آکر میں نے حضورؐ کو بتایا تو آپ ہنس پڑے [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگِ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تو میرے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کے خون کو چوس کر نگل لیا۔ لوگوں نے ان سے کہا ارے میاں! کیا تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پی رہا ہوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ان کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے لہٰذا انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی [2]

حضرت حکیمہ بنت اُمیمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جسے آپ اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے اور کبھی (رات کو) اس میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کھڑے ہو کر اسے تلاش کیا وہ پیالہ نہ ملا آپ نے پوچھا کہ پیالہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ حضرت بَرّہ رضی اللہ عنہا جو ان کے ساتھ حبشہ سے آئی ہے اس نے (اس پیالہ کا پیشاب) پی لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے جہنم کی آگ سے بڑی مضبوط آڑ بنالی ہے [3]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورؐ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ حضورؐ نیچے ٹھہرے تھے اور میں (مع اہل و عیال) اوپر کی منزل میں۔ جب رات ہوگئی تو مجھے خیال آیا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں نیچے حضورؐ ہیں اور میں حضورؐ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں۔ اس لئے ساری رات مجھے نیند نہ آئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سونے کی حالت میں اوپر ہم کچھ ہلیں جلیں اور اس سے غبار حضورؐ پر گرے جس سے حضورؐ کو تکلیف ہو۔ صبح کو میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج ساری رات نہ مجھے نیند آئی اور نہ میری بیوی اُمّ ایوب کو۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوایوبؓ! کیوں؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ خیال آگیا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں آپ مجھ سے نیچے ہیں۔ میں کچھ ہلوں گا تو اس سے غبار آپ پر گرے گا جس سے آپ کو تکلیف ہوگی اور دوسری

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۷۰) رجال الطبرانی ثقات [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۷۰) لم ار فی اسنادہ من اجمع علی ضعفہ انتہی [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۷۱) رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن احمد بن حنبل وحکیمۃ وکلاھما ثقۃ۔

بات یہ کہ میں آپ اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں حضورؐ نے فرمایا اے ابو ایوب! ایسا نہ کرو کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم انہیں صبح اور شام دس دس مرتبہ کہو گے تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی اور تمہارے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ان کی وجہ سے تمہارے دس درجے بلند کر دیئے جائینگے اور قیامت کے دن تمہیں دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور وہ کلمات یہ ہیں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ[1]

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے مہمان بنے تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اوپر ہوں اور آپ نیچے، حضورؐ نے فرمایا ہمیں سہولت اسی میں ہے کہ ہم نیچے رہیں کیونکہ ہمارے پاس لوگ آتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک رات دیکھا کہ ہمارا گھڑا ٹوٹ گیا اور اس کا پانی فرش پر پھیل گیا۔ میں اور اُمّ ایوب دونوں اپنا کمبل لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کمبل سے وہ پانی خشک کرنے لگے ہمیں یہ ڈر تھا کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے حضورؐ کو تکلیف ہو یعنی چھت سے پانی کہیں حضورؐ پر نہ ٹپکنے لگ جائے۔ اس کمبل کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور لحاف بھی نہیں تھا (وہ کمبل گیلا ہو گیا اور ہم نے ساری رات جاگ کر گزاری) ہم کھانا تیار کر کے حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے جب آپ بچا ہوا کھانا واپس کرتے تو ہم اس جگہ سے خاص طور سے کھانا کھاتے جہاں آپ کی مبارک انگلیاں لگی ہوتیں یوں ہم حضورؐ کی برکت حاصل کرنا چاہتے ایک رات آپ نے کھانا واپس کیا ہم نے اس میں لہسن یا پیاز ڈالا تھا ہمیں اس میں حضورؐ کی انگلیوں کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ میں نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی انگلیوں والی جگہ سے برکت کے لئے کھانا کھایا کرتے تھے لیکن آج آپ نے کھانا ویسے ہی واپس کر دیا ہے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس کھانے سے لہسن یا پیاز کی بُو محسوس ہوئی اور میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہوں اور فرشتوں سے بھی بات کرتا ہوں اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میرے منہ سے کسی طرح کی بُو آئے لیکن آپ لوگ یہ کھانا کھا لو[2] ابونُعیم اور ابن عساکر کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے:۔

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) [2] عند الطبرانی ایضا کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۰) وھکذا اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۶۱) الا انہ لم یذکر فکنا نصنع طعاما الی آخرہ وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔

یہ مضمون یوں ہے کہ مَیں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ مَیں آپ کے اُوپر رہوں، آپ بالاخانہ میں تشریف لے چلیں۔ اس پر حُضورؐ نے فرمایا کہ میرا سامان منتقل کر دو۔ چنانچہ آپ کا سامان اوپر منتقل کر دیا گیا اور آپ کا سامان بہت تھوڑا سا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے گھر کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ پر گرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے نئے کپڑے پہنے۔ اس دن حضرت عبّاسؓ کے لیئے دو چُوزے ذبح کیئے گئے تھے جب حضرت عمرؓ پرنالے کے پاس پہنچے تو ان چُوزوں کا خون اس پرنالے سے پھینکا گیا جو حضرت عمرؓ پر گرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پرنالے کو اُکھیڑ دیا جائے اور گھر واپس جاکر وہ کپڑے اُتار دیئے اور دوسرے پہنے پھر مسجد میں آکر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عبّاسؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! یہی وہ جگہ ہے جہاں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ پرنالہ لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبّاسؓ سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری کمر پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حُضورؐ نے لگایا تھا۔ چنانچہ حضرت عبّاسؓ نے ایسا ہی کیا۔[2] ابنِ سعدؒ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبّاسؓ کو اپنی گردن پر اُٹھایا اور حضرت عبّاسؓ نے حضرت عمرؓ کے کندھوں پر اپنے دونوں پاؤں رکھ کر پرنالہ جہاں تھا وہاں دوبارہ لگا دیا۔[3]

حضرت ابراہیم بن عبدالرّحمٰن بن عبدالقاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ منبر پر اس جگہ رکھا جہاں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیٹھا کرتے تھے پھر اسے اپنے چہرے پر رکھ لیا۔[4] حضرت یزید بن عبداللہ بن قُسَیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بہت سے صحابہؓ کو دیکھا کہ جب مسجد خالی ہو جاتی تو حُضورؐ کی قبرِ اطہر کی جانب منبر کی جو چمکدار اور چکنی مٹھی ہے اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے تھے۔[5]

○

---

[1] کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۰) وھکذا اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی عاصم عن ابی ایوب کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۰۵)، [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) واحمد وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۶۶)، [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳) ایضاً عن یعقوب بن زید نحوہ وقد ذکرہ الہیثمی فی المجمع (ج ۴ ص ۲۰۶) عن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ووقع فی نقلہ میراث بدل المیزاب ولعلہ تصحیف [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۲۵۴)، [5] عند ابن سعد ایضاً۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسمِ مبارک کا بوسہ لینا

حضرت ابنِ لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت اُسَیدبن حُضَیر رضی اللہ عنہ بڑے نیک، ہنس مکھ اور خوبصورت آدمی تھے ایک مرتبہ وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کرکے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ نے ان کے پہلو میں انگلی ماری۔ انہوں نے کہا آپ کے مارنے سے مجھے درد ہو گیا ہے حضورؐ نے فرمایا بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! آپ نے تو قمیض پہنی ہوئی ہے اور میرے جسم پر کوئی قمیض نہیں تھی۔ حضورؐ نے اپنی قمیض اوپر اٹھالی۔ یہ (بدلہ لینے کے بجائے) حضورؐ کے سینے سے چمٹ گئے اور حضورؐ کے پہلو کے بوسے لینے شروع کردیئے اور پھر یوں کہا یا رسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرا مقصد تو یہ تھا بدلہ لینے کا تذکرہ تو میں نے ویسے ہی کیا تھا مقصد آپ کا بوسہ لینا تھا۔[1]

حضرت حبّان بن واسع رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے چند عمر رسیدہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنگِ بدر کے دن اپنے صحابہؓ کی صفوں کو سیدھا کیا۔ آپ کے ہاتھ میں نوک اور پَر کے بغیر کا ایک تیر تھا جس سے آپ لوگوں کو برابر کر رہے تھے۔ آپ حضرت سَوَاد بن غُزَیّہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ یہ بنو عدی بن نجّار قبیلے کے حلیف تھے اور صف سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ان کے پیٹ میں وہ تیر چبھو کر فرمایا اے سَوَاد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ کے تیر چبھونے سے مجھے درد ہو گیا اور اللہ نے آپ کو حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہٰذا آپ مجھے بدلہ دیں۔ اس پر آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ وہ حضورؐ سے چمٹ گئے اور حضورؐ کے پیٹ کے بوسے لینے لگے حضورؐ نے فرمایا اے سَوَاد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ لڑائی کا موقع آگیا ہے (شاید میں اس میں شہید ہو جاؤں) تو میں نے چاہا کہ میری آپ سے آخری

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۸) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی فقال صحیح و اخرجہ ابن عساکر عن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ مثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۰۱) والطبرانی عن اسید بن حضیر نحوہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۲).

ملاقات اس طرح ہو کہ میری کھال آپ کی کھال سے مل جائے۔ اس پر آپ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی [1] حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے (کپڑوں پر) زرد رنگ لگا رکھا تھا۔ حضورؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا یہ وَرس رنگ اُتار دو (وَرس یمن کی زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے)، پھر آپ نے وہ ٹہنی اس آدمی کے پیٹ میں چبھو کر فرمایا کیا میں نے تم کو اس سے روکا نہیں تھا؟ ٹہنی چبھونے سے اس کے پیٹ پر نشان پڑ گیا لیکن خون نہیں نکلا۔ اس آدمی نے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! بدلہ دینا ہوگا۔ لوگوں نے کہا کیا تم اللہ کے رسُولؐ سے بدلہ لو گے؟ اس نے کہا کسی کی کھال میری کھال سے بڑھیا نہیں ہے حضورؐ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ اس آدمی نے حضورؐ کے پیٹ کا بوسہ لیا اور کہا میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت سَواد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے خَلُوق خوشبو لگا رکھی ہے (خَلُوق ایک قسم کی خوشبو ہے جس کا جزوِ اعظم زعفران ہوتا ہے) تو حضورؐ نے فرمایا اس وَرس کو اُتار دو۔ پھر آپ نے اس کے پیٹ میں لکڑی یا مسواک چبھوئی اور اسے پیٹ پر ذرا ہلایا جس سے ان کے پیٹ پر نشان پڑ گیا اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک انصاری آدمی اتنی زیادہ خَلُوق خوشبو لگایا کرتے تھے کہ وہ کھجور کے خوشے کی ٹہنی کی طرح زرد نظر آتے تھے انہیں سَوادہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں دیکھتے تو خوشبو ان کے کپڑوں سے جھاڑتے چنانچہ ایک دن وہ خَلُوق خوشبو لگائے ہوئے آئے۔ حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے وہ چھڑی ہلکی سی ماری جس سے کچھ زخم ہو گیا تو انہوں نے حضورؐ سے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! بدلہ دینا ہوگا حضورؐ نے وہ چھڑی ان کو دی اور خود حضورؐ پر دو کرتے تھے حضورؐ انہیں اوپر اٹھانے لگے۔ اس پر لوگوں نے انہیں ڈانٹا اور بدلہ لینے سے روکا۔ لیکن جب حضورؐ کے جسم مبارک کا وہ حصّہ نظر آیا جہاں خود ان کو زخم لگا تھا تو چھڑی پھینک کر حضورؐ کو چمٹ گئے

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۱) [2] اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۳۰۲)
[3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۷۲)

اور حضورؐ کو چومنے لگ گئے اور عرض کیا یا نبیَّ اللہ! میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ میری قیامت کے دن سفارش فرمائیں [1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے صحابہ کرامؓ کی محبت کے عنوان کے ذیل میں حضرت حصین بن وحوح رضی اللّٰہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللّٰہ عنہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملتے تو آپ سے چمٹ جاتے اور آپ کے دونوں قدموں کے بوسے لینے شروع کر دیتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی کا بوسہ لینے کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہید ہو جانے کی خبر کے مشہور ہونے پر صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کا رونا اور آپ کو بچانے کے لئے ان سے جو کارنامے ظاہر ہوئے اُن کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں جنگ اُحُد کے دن اہل مدینہ کو شکست ہو گئی تو لوگوں نے کہا حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قتل ہو گئے ہیں (یہ خبر سُن کر سب مردوں، عورتوں نے رونا شروع کر دیا) اور مدینہ کے کونے کونے سے رونے والی عورتوں کی آوازیں بہت آنے لگیں چنانچہ ایک انصاری عورت پردے میں مدینہ سے نکلی (اور میدان جنگ کی طرف چل پڑی) ان کے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی چاروں اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے یہ ان کے پاس سے گزریں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کس کے پاس سے گزریں۔ جب بھی ان میں سے کسی ایک کے پاس سے گزرتیں تو پوچھتیں یہ کون ہے؟ لوگ بتاتے کہ یہ تمہارے والد ہیں بھائی ہیں خاوند ہیں بیٹے ہیں وہ جواب میں

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق ایضا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۰۲) واخرجہ البغوی کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۶)

یہی کہتیں کہ اللہ کے رسولؐ کا کیا ہوا؟ لوگ کہتے حضورؐ آگے ہیں یہاں تک کہ وہ حضورؐ تک پہنچ گئیں اور حضورؐ کے کپڑے کے ایک کونے کو پکڑ کر کہا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب آپ صحیح سالم ہیں تو مجھے اپنے مرجانے والوں کی کوئی پرواہ نہیں۔[1]

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگِ اُحُد کے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہا اس دن حضورؐ کے صحابہؓ میں سے کوئی بھی مدینہ منورہ میں نہیں رہا تھا (سارے ہی جنگ میں شریک تھے جنگ بہت سخت تھی) اور شہدا کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ اتنے میں ایک آدمی نے چیخ کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں (یہ سُن کر) عورتیں رونے لگ گئیں۔ ایک عورت نے کہا رونے میں جلدی نہ کرو میں دیکھ کر آتی ہوں۔ چنانچہ وہ عورت پیدل چل پڑی اور اس کو صرف حضورؐ ہی کا غم تھا اور وہ صرف حضورؐ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کا خاوند، بھائی اور باپ حضورؐ کے ساتھ جنگِ اُحُد میں شہید ہو چکے تھے جب لوگوں نے اسے ان تینوں کی شہادت کی خبر دی تو (اسے حضورؐ کی خیریت معلوم کرنے کی فکر اتنی زیادہ تھی کہ اس خبر کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ) اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ (حضورؐ مجھے نظر نہیں آرہے ہیں) لوگوں نے کہا اے اُمِّ فلاں! حضورؐ خیریت سے ہیں اور الحمد للہ! حضورؐ ویسے ہی ہیں جیسا تم چاہتی ہو۔ اس عورت نے کہا حضورؐ مجھے دکھاؤ تاکہ میں انہیں (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لوں۔ لوگوں نے اس عورت کو حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہیں۔ جب اس نے حضورؐ کو دیکھ لیا تو اس نے کہا آپ (کو صحیح سالم دیکھ لینے) کے بعد اب ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگِ اُحُد کے دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر (دشمن پر) تیر چلا رہے تھے اور حضورؐ ان کے پیچھے تھے اور وہ حضورؐ کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے اور وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۵) ورواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ محمد بن شعیب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی [2] عند البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۵) وفیہ عمر بن صفوان وھو مجہول انتہی [3] عند ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴۷)

جب بھی وہ تیر چلاتے حضورؐ اوپر ہو کر دیکھتے کہ تیر کہاں گرا ہے اور حضرت ابوطلحہؓ اپنا سینہ اوپر کر کے کہتے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ ایسے ہی نیچے رہیں کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کی حفاظت کے لئے حاضر ہے حضرت ابوطلحہؓ حضورؐ کے سامنے خود کو ڈھال بنائے ہوئے تھے اور آپ کی حفاظت کی خاطر خود کو شہید ہونے کے لئے پیش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! میں بہت مضبوط اور طاقتور ہوں آپ مجھے اپنی تمام ضرورتوں میں استعمال فرمائیں اور جو چاہیں مجھے حکم دیں [1]

جلد اوّل میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کے باب میں طبرانی کی روایت سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں ایک کمان ملی آپ نے وہ کمان اُحد کے دن مجھے دے دی۔ میں اس کمان کو لے کر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا سرا ٹوٹ گیا۔ میں برابر حضورؐ کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیروں کو لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر آپ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنے سر کو گھما کر تیر کے سامنے لے آتا اور حضورؐ کے چہرے کو بچا لیتا (چونکہ میری کمان ٹوٹ چکی تھی اس لئے) میں تیر تو چلا نہیں سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے یاد آجانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے، ہم لوگ مسجد میں تھے۔ آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ سیدھے منبر کی طرف تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت حوض (کوثر) پر کھڑا ہوا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کر لیا ہے اور تو کوئی نہ سمجھ سکا (کہ اس بندے سے

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۵) عن انس نحوہ۔

کون مراد ہے ؟) البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے (کہ اس سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اور ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے اور یوں کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ہم اپنے ماں باپ اور اپنا مال اور جان سب آپ پر قربان کرتے ہیں اس کے بعد حضورؐ (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور پھر انتقال تک منبر پر تشریف فرما نہ ہوئے[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ سورت نازل ہوئی (اور اس میں بتا دیا گیا کہ آپ جس کام کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو گیا ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا مجھے (اس سورت میں) اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر وہ رو پڑیں حضورؐ نے ان سے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ حضورؐ کی ایک زوجۂ محترمہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے (بعد میں) حضرت فاطمہؓ سے پوچھا میں نے تمہیں پہلے روتے ہوئے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے ؟) حضرت فاطمہؓ نے بتایا پہلے حضورؐ نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی تو میں ہنس پڑی تھی۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مَرَضُ الْوَفَات میں بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ رو پڑیں۔ حضورؐ نے پھر انہیں بلا کر ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں میں پوچھا تو انہوں نے کہا حضورؐ نے پہلے مجھے بتایا کہ اس بیماری میں ان کا انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی پھر حضورؐ نے بتایا کہ میں ان کے خاندان میں سے سب سے پہلے ان سے جا کر ملوں گی تو میں ہنس پڑی[3] ابن سعد نے اسی جیسی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے پہلے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا حضورؐ نے پہلے مجھے بتایا کہ

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۵۸) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۴۶) عن ابی سعید نحوہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۳) رجالہ رجال الصحیح غیر ہلال بن خباب وھو ثقۃ وفیہ ضعف انتہی [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۳۹) واخرجہ باسناد آخر عنہا باطول منہ۔

عنقریب ان کا انتقال ہونے والا ہے پھر یہ بتایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران عَلَیْہَا السَّلَام کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہوں اس وجہ سے میں ہنسی تھی۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں حضورؐ نے ان سے فرمایا اے میری بٹیا! مت رو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا کیونکہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لینے سے انسان کو ہر مصیبت کا بدلہ مل جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بدل بھی مل جائے گا حضورؐ نے فرمایا میرا بدل بھی مل جائے گا[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں یمن بھیجا تو حضورؐ ان کو ہدایات دینے کے لیئے ان کے ساتھ خود بھی (شہر سے) باہر نکلے حضرت معاذؓ سواری پر تھے اور حضورؐ ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب حضورؐ ہدایات سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے معاذؓ! شاید اس سال کے بعد آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو اور شاید تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ یہ سن کر حضرت معاذؓ حضورؐ کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر حضورؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (اس کے لیئے کسی خاص قوم میں سے ہونا یا میرے شہر میں رہنا ضروری نہیں)[2] امام احمد نے اسی حدیث کو عاصم بن حُمید راوی سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا اے معاذؓ! مت رو کیونکہ (پھوٹ پھوٹ کر) رونا شیطان کی طرف سے ہے۔ (اصل رضا بر قضا ہے)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے خوف سے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا رونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۳۱۲) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲) رواہ احمد باسنادین ورجال الاسنادین رجال الصحیح غیر راشد بن سعد وعاصم بن حمید وہما ثقتان انتہی۔

میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں حضورؐ نے پوچھا وہ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ اس ڈر سے رو رہے ہیں کہ کہیں آپ کا انتقال نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس پر حضورؐ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے اور آپ سر پر ایک میلی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا۔

"اما بعد! اے لوگو! آئندہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ انصار لوگوں میں ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ لہٰذا جو بھی انصار کے کسی کام کا ذمہ دار بنے اسے چاہیئے کہ ان کے بھلا کرنے والے کی بھلائی کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے"۔[1]

حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حضورؐ کی خدمت میں آئی اور میں رونے لگی۔ حضورؐ نے سر اٹھا کر فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے انتقال کے خوف سے اور اس وجہ سے کہ پتہ نہیں آپ کے بعد ہمیں لوگوں کی طرف سے کیسا رویہ برداشت کرنا پڑے گا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں میرے بعد کمزور سمجھا جائے گا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام اور اُمت کو الوداع کہنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میرے والد اور میری جان ان پر قربان ہو) کے انتقال سے چھ دن پہلے ہمیں ان کے انتقال کی خبر

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی فی المجمع (ج ۱۰ ص ۳۷) رواہ البزار عن ابن کرامۃ عن ابن موسیٰ ولم اعرف الآن اسماءہما وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح وہو فی الصحیح خلا اولہ الی قولہ فخرج فجلس انتہٰی وقال فی ہامشہ عن ابن حجر ابن کرامۃ ہو محمد بن عثمان بن کرامۃ وابن موسیٰ ہو عبداللہ وہما من رجال الصحیح انتہٰی واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۲۵۲) عن ابن عباس نحوہ [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۴) وفیہ یزید بن ابی زیاد ضعفہ جماعۃ

ہوگئی تھی۔ جب جُدائی کا وقت قریب آیا تو حضورؐ نے ہمیں اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع فرمایا۔ ہمارے اوپر آپ کی نظر پڑی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور فرمایا مَرْحَبًا! تمہیں خوش آمدید ہو! اللہ تمہاری عمر دراز کرے! اللہ تمہاری حفاظت فرمائے! اللہ تمہیں ٹھکانہ دے! اللہ تمہاری مدد فرمائے! اللہ تمہیں بلند فرمائے! اللہ تمہیں ہدایت دے! اللہ تمہیں رزق عطا فرمائے! اللہ تمہیں توفیق عطا فرمائے! اللہ تمہیں سلامت رکھے! اللہ تمہیں قبول فرمائے! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے اور تمہارے کام اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ میں تمہیں اس بات سے واضح طور پر ڈراتا ہوں کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کے بندوں کے مُتعلّق اس کی زمین پر تکبّر نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورت قصص آیت ۸۳)

ترجمہ: "یہ عالمِ آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لیئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا۔ اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (سورت زمر آیت ۶۰)

ترجمہ! کیا ان مُتکبّرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟" پھر آپ نے فرمایا اللہ کا مُقرّر کردہ وقت اور اللہ تعالیٰ، سِدرۃُ المُنتَہیٰ (ساتویں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے فرشتوں کے پہنچنے کی حد وہیں تک ہے اور یہ ایک مرکزی مقام ہے۔ عرشِ الٰہی سے احکام یہیں پہنچتے ہیں) جَنّتُ الْمَاوٰی (مُتّقیوں کی آرام گاہ والی جنت) لبریز پیالے اور سب سے بلند رفیق (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس جانے کا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسُولَ اللہ! اس وقت آپ کو غسل کون دے؟ آپ نے فرمایا میرے خاندان کے مرد۔ سب سے زیادہ قریب کے رشتہ والا پھر اس کے بعد والا درجہ بدرجہ۔ پھر ہم نے پوچھا ہم آپ کو کس میں کفن دیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میرے ان ہی کپڑوں میں کفن دے دینا یا یمنی جوڑے میں یا مصری کپڑوں میں کفن دے دینا۔ پھر ہم نے کہا ہم میں سے کون آپ کی نماز جنازہ پڑھائے؟ یہ کہہ کر ہم بھی رو پڑے اور حضورؐ بھی۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں تمہارے نبیؐ کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے! جب تم مجھے غسل دے چکو اور میرے جنازہ کو میرے اس کمرے میں قبر کے کنارے پر رکھ دو تو پھر تم سب تھوڑی دیر باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے میرے خلیل اور

ہم نشین حضرت جبرائیل علیہ السلام میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر ملک الموت علیہم السلام اپنے پورے لشکر کے ساتھ پھر سارے فرشتے نمازِ جنازہ پڑھیں گے پھر تم ایک ایک جماعت بن کر اندر آجانا اور مجھ پر صلوٰۃ والسلام پڑھنا اور کسی عورت کو نوحہ کر کے نہ رونے دینا اور نہ شور مچانے دینا اور نہ بلند آواز سے رونے دینا ورنہ مجھے تکلیف ہوگی پہلے میرے خاندان کے مرد اندر آکر صلوٰۃ والسلام پڑھیں پھر تم لوگ تم میری طرف سے اپنے لئے سلام قبول کرلو اور جتنے میرے بھائی اس وقت غائب ہیں انہیں میرا سلام کہہ دینا اور میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرے بعد جو بھی تمہارے دین میں داخل ہو میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں اور آج سے لے کر قیامت تک جو بھی میرے دین کا اتباع کرے گا میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو قبر میں اتارے؟ آپ نے فرمایا میرے خاندان کے مرد اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ فرشتے تو تمہیں دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکو گے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ مبارک

حضرت یزید بن بابنوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان کی خدمت میں اندر آنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے ہمارے لئے ایک تکیہ رکھ دیا اور درمیان میں اپنی طرف پردہ کھینچ لیا (اور ہمیں اندر آنے کی اجازت دے دی اندر جا کر) میرے ساتھی نے کہا اے ام المومنین! آپ عراک کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ انہوں نے کہا عراک کیا ہوتا ہے؟ میں نے اپنے ساتھی کے کندھے پر ہاتھ مارا حضرت عائشہؓ نے کہا ایسے نہ کرو تم نے اپنے بھائی کو تکلیف پہنچائی ہے اچھا عراک کیا ہوتا ہے؟

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۵) رجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن اسماعیل بن سمرۃ الاحمسی وہو ثقۃ ورواہ الطبرانی فی الاوسط بنحوہ الا انہ قال قبل موتہ بشہر وذکر فی اسنادہ ضعفاء منہم اشعث بن طابق قال الازدی لا یصح حدیثہ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۱۶۸) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بنحوہ مطولا بالفرق یسیر ثم قال ہذا حدیث غریب من حدیث مرۃ عن عبد اللہ لم یروہ متصل الاسناد الا عبد الملک بن عبد الرحمن وہو ابن الاصبہانی واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۲۵۶) عن ابن مسعود بنحوہ مطولا وفی اسنادہ الواقدی۔

حیض کو کہتے ہیں (یعنی تم حالتِ حیض میں بیوی کے جسم کو ہاتھ اور جسم لگانے کے بارے میں پوچھ رہے ہو) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حیض کے بارے میں فرمایا ہے تم اسی پر عمل کرو (اور اس بارے میں مَیں اپنا قصہ سناتی ہوں) میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھ سے لپٹتے تھے اور میرے سر کا بوسہ لیتے تھے لیکن میرے اور آپ کے جسم کے درمیان ایک کپڑا ہوتا تھا حضورؐ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ جب میرے دروازے کے پاس سے گزرتے تو اکثر ایسی کوئی بات ارشاد فرماجاتے جس سے مجھے فائدہ ہوتا۔ ایک دن آپ میرے دروازے کے پاس سے گزرے لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا اس کے بعد دو تین مرتبہ اور گزرے لیکن کچھ نہ فرمایا۔ مَیں نے خادمہ سے کہا اے لڑکی میرے لیئے دروازہ پر تکیہ رکھ دو اور مَیں نے سر پہ پٹی باندھ لی (اور حضورؐ کو متوجہ کرنے کے لیئے بیمار بن کر تکیہ پر ٹیک لگالی) اتنے میں حضورؐ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عائشہؓ تمہیں کیا ہوگیا؟ مَیں نے کہا سر میں درد ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہائے میرے سر میں بھی درد ہے پھر آپ تشریف لے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آپ کو ایک کمبل میں اُٹھا کر لایا گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئے اور اَزواجِ مطہرات کو یہ پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں باری باری تمہارے ہاں جاؤں تم مجھے اجازت دے دو تا کہ میں عائشہؓ کے پاس ٹھہر جاؤں چنانچہ میں آپ کی تیمارداری کرنے لگی۔ اس سے پہلے مَیں نے کبھی کسی کی تیمارداری نہیں کی تھی۔ ایک دن حضورؐ کا سر میرے کندھے پر رکھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضورؐ کا سر میرے سر کی طرف جُھک گیا میں سمجھی کہ حضورؐ میرے سر کا بوسہ وغیرہ لینا چاہتے ہیں کہ اتنے میں آپ کے مُنہ مبارک سے ایک ٹھنڈا قطرہ نکل کر میری ہنسلی کے گڑھے میں گرا تو اس سے میرے سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں یہ سمجھی کہ آپ بیہوش ہو گئے ہیں۔ مَیں نے آپؐ پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے دونوں کو اجازت دے دی اور اپنی طرف پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ کو دیکھ کر کہا ہائے بیہوشی! حضورؐ کی بیہوشی کتنی زیادہ ہے۔ پھر دونوں کھڑے ہو کر چل دیئے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت مُغیرہؓ نے کہا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو گیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ تم غلط کہتے ہو، اور تم ہمیشہ فتنہ والی بات کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دیں گے حضورؐ کا انتقال نہیں ہوگا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ مَیں نے وہ پردہ ہٹا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کو دیکھ کر کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ

کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہو گیا ۔ پھر حضورؐ کے سر کی طرف سے انہوں نے اپنا منہ جھکایا اور حضورؐ کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا ہائے اللہ کے نبیؐ! پھر اپنے سر کو اوپر اُٹھایا پھر منہ کو جھکا کر دوبارہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ہائے میرے خاص دوست! پھر سر کو اوپر اُٹھایا پھر منہ کو جھکا کر تیسری مرتبہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ہائے میرے جگری دوست! حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر وہ مسجد چلے گئے اور حضرت عمرؓ لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دے گا اللہ کے رسولؐ کا انتقال نہیں ہو گا (حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر حضرت عمرؓ رُک گئے اور) حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں) فرماتے ہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورت زُمر آیت ۳۰)

ترجمہ: "آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے" اور یہ آیت پوری پڑھی اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔

(سورت آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ: "اور محمدؐ نرے رسُولؐ ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسُولؐ گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا" یہ آیت بھی پوری پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تو زندہ ہیں ان پر موت طاری نہیں ہو سکتی اور جو شخص محمدؐ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سُن لے کہ محمدؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا کیا یہ آیتیں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں ہیں؟ (مجھے یہ آیتیں یاد ہی نہ رہیں اب حضرت ابوبکرؓ کے پڑھنے سے یاد آئی ہیں ان میں حضورؐ کے انتقال پانے کا ذکر ہے) پھر حضرت عمرؓ نے کہا اے لوگو! یہ ابوبکرؓ ہیں اور یہ مسلمانوں میں بڑے عمدہ اور اعلیٰ کارناموں والے ہیں لہٰذا ان سے بیعت ہو جاؤ چنانچہ لوگ ان سے بیعت ہو گئے[1]



---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۴۱) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۳) رجال احمد ثقات ورواہ ابویعلیٰ نحوہ مع زیادۃ باسناد ضعیف انتہیٰ واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۲۶۷) عن یزید بن بابنوس نحوہ مختصرا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو باہر لوگ بہت تھے اس لئے ہم نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اس پر انصار نے پکار کر کہا ہم حضورؐ کے ماموں ہیں (حضورؐ کی والدہ مدینہ کی تھیں) اور ہمیں اسلام میں نمایاں مرتبہ حاصل ہے اور قریش نے پکار کر کہا ہم حضورؐ کے والد کے خاندان کے لوگ ہیں (یعنی انصار اور قریش کے لوگ سب ہی اندر جا کر غسل وغیرہ دینے میں شریک ہونا چاہتے تھے) اس پر حضرت ابوبکرؓ نے بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانو! ہر خاندان اور قریبی رشتہ دار اپنے جنازہ کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہوتے ہیں (لہذا حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور چچازاد بھائی زیادہ حقدار ہیں) اس لئے ہم تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ (تم اندر نہ آؤ کیونکہ) اگر تم سب اندر آؤ گے تو جو زیادہ حقدار ہیں وہ پیچھے رہ جائیں گے اللہ کی قسم! اندر صرف وہی آئے گا جسے بلایا جائے گا۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انصار نے پکار کر کہا (حضورؐ کی تجہیز و تکفین میں) ہمارا بھی حق ہے حضور ہمارے بھانجے ہیں اور اسلام میں ہمارا مقام بہت بڑا ہے اور انہوں نے یہ مطالبہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا قریبی رشتہ دار اور خاندان والے اس کام کے زیادہ حقدار ہیں لہذا تم یہ مطالبہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کرو کیونکہ ان کے پاس اندر وہی جائے گا جسے یہ حضرات چاہیں گے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تو آپ کے پاس حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو حضورؐ نے انہیں دیکھ کر سر اٹھایا اور فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ میرے قریب آجاؤ۔ حضرت علیؓ نے قریب جا کر حضورؐ کو اپنے سہارے سے بٹھا لیا اور حضورؐ کے وصال تک ان ہی کے پاس رہے۔ جب حضورؐ کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت عباسؓ اور بنو عبدالمطلب (حضورؐ کے دادا کے خاندان والے) رضی اللہ عنہم

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۶۱)

آکر باہر دروازے پر کھڑے ہو گئے حضرت علیؓ کہنے لگے میرے والد آپ پر قربان ہوں! آپ زندگی میں بھی پاک تھے اور انتقال کے بعد بھی پاک ہیں اور حضورؐ کے جسم سے ایسی عمدہ خوشبو مہک رہی تھی کہ لوگوں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں دیکھی تھی پھر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا عورتوں کی طرح رونا چھوڑ دو اور اپنے حضرت کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اندر میرے پاس بھیج دو۔ انصار نے کہا ہم تمہیں اللہ کا اور حضورؐ سے اپنے تعلق کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن اور غسل میں ہمارا بھی حصہ ہو (اس پر حضرت علیؓ نے کہا اپنا ایک آدمی اندر بھیج دو) چنانچہ انصار نے اپنا ایک آدمی اندر بھیجا جس کا نام اوس بن خولی رضی اللہ عنہ تھا وہ ایک ہاتھ میں گھڑا بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ حضرات ابھی اندر ہی تھے غسل شروع نہیں کیا تھا کہ انہیں یہ آواز سنائی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مت اتارو۔ اور وہ جیسے ہیں ویسے ہی ان کو قمیص میں غسل دے دو (اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ ان حضرات کی اس موقع پر رہبری فرمائی) چنانچہ حضرت علیؓ نے حضورؐ کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے نیچے ہاتھ ڈال کر جسم کو نہلاتے تھے اور حضرت فضل (پردے کے لیے) چادر تھامے ہوئے تھے اور وہ انصاری پانی لا رہے تھے اور حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھے جانے کی کیفیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو پہلے مردوں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور انہوں نے امام کے بغیر ہی حضورؐ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہ نماز پڑھ کر باہر آگئے پھر عورتوں کو اندر بھیجا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں کو اندر داخل کیا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی[2] پھر غلاموں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶) فیه یزید بن ابی زیاد وهو حسن الحدیث علی ضعفه وبقیة رجاله ثقات وروی ابن ماجة بعضه انتہی واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۶۳) عن عبد اللہ بن الحارث بمعناه

[2] اخرجه ابن اسحاق۔

انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضورؐ کی نمازِ جنازہ میں ان سب حضرات کا امام کوئی نہیں تھا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کفن پہنا دیا گیا تو آپ کو چارپائی پر رکھا گیا اور پھر وہ چارپائی حضورؐ کی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی پھر لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر آتے اور اکیلے اکیلے بغیر امام کے نماز پڑھتے۔ حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں مجھے اپنے والد کی لکھی ہوئی یہ تحریر ملی کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کفن پہنا دیا گیا اور انہیں چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اندر تشریف لائے اور ان کے ساتھ اتنے مہاجرین اور انصار بھی تھے جو اس کمرے میں آ سکتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ پھر ان ہی الفاظ کے ساتھ مہاجرین اور انصار نے سلام کیا۔ پھر ان سب نے صفیں بنالیں اور امام کوئی نہ بنا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پہلی صف میں حضورؐ کے سامنے تھے ان دونوں حضرات نے کہا اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضورؐ پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا تھا حضورؐ نے وہ پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی امت کے ساتھ پوری خیرخواہی کی اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرما دی اور اللہ کا کلمہ یعنی دینِ اسلام پورا ابھر گیا اور لوگ اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے معبود! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس بات پر عمل کرتے ہیں جو ان پر اُتاری گئی اور ہمیں آخرت میں حضورؐ کے ساتھ جمع فرما اور ہمارا ان سے تعارف کرا دینا اور ان کا تعارف ہم سے کیونکہ حضورؐ مومنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ ہم حضورؐ پر ایمان لانے کا دنیا میں بدلہ نہیں چاہتے اور نہ اس ایمان کو کسی قیمت پر کبھی بیچیں گے لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے اس طرح لوگ فارغ ہو کر نکلتے جاتے اور دوسرے اندر آجاتے یہاں تک کہ تمام مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پڑھی [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو میں نے کہا حضورؐ کی نمازِ جنازہ کا کوئی امام نہیں بنے گا کیونکہ حضورؐ جیسے زندگی میں تمہارے امام تھے ایسے ہی انتقال کے بعد بھی تمہارے امام ہیں اس پر لوگ جماعتوں کی صورت میں داخل ہوتے اور صفیں بنا

---

[1] اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۶۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۶۹) ایضا عن الواقدی عن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی نحوہ۔

کر تکبیریں کہتے اور ان کا کوئی امام نہ ہوتا اور میں حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہتا جاتا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو ان پر نازل کیا گیا تھا وہ انہوں نے سارا پہنچا دیا اور اپنی اُمت کی پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمائی اور اللہ کا کلمہ پورا ہو گیا۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس وحی کا اِتّباع کرتے ہیں۔ جو ان پر نازل کی گئی تھی اور آپ کے بعد ہم کو ثابت قدم رکھ اور آخرت میں ہمیں ان کے ساتھ جمع فرما اور لوگ آمین کہتے جاتے۔ پہلے مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات پر صحابۂ کرام کی حالت اور ان کا حضورؐ کی جدائی پر رونا

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور سنو کہ لوگ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے ہیں پھر مجھے آکر بتاؤ اس نے واپس آ کر بتایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سنتے ہی تیزی سے چلے اور وہ فرما رہے تھے کہ ہائے! میری کمر ٹوٹ رہی ہے۔ انہیں اتنا زیادہ غم تھا کہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ مسجد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بہر حال وہ ہمت کر کے کسی طرح مسجد پہنچ ہی گئے۔[2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنیا سے پردہ فرما لیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے حجرہ سے مسجد میں تشریف لائے اس وقت حضرت عمرؓ مسجد میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے عمرؓ! بیٹھ جاؤ (اس پر حضرت عمرؓ بیٹھ گئے) حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور کلمہ شہادت کے بعد فرمایا:

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۰۰) ایضاً عن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۵۵) [2] اخرجہ ابن خسرو کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۸)

اَمّا بعد! تم میں سے جو آدمی حضرت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ حضرت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہو گیا اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اسے یقین ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کو موت نہیں آسکتی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے : وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ۔ آخر تک (سورت آلِ عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ : " اور مُحَمَّد نِرے رسُول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بہت سے رسُول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا اِنتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے " حضرت ابنِ عبّاس کہتے ہیں اللہ کی قسم ! ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا کہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت سے پہلے اس آیت کو جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ بھی اُتری ہے۔ تمام لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس آیت کو ایک دم لے لیا اور ہر آدمی اسے پڑھنے لگا اور حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ! جوں ہی مَیں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا تو مَیں تو دہشت کے مارے کانپنے لگ گیا اور میرے پَیروں میں اُٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں زمین پر گر گیا اور جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا تب مجھے پتہ چلا کہ حضورؐ کا اِنتقال ہو گیا ہے۔[1]

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہُوا تو حضورؐ کے صحابہؓ کو اس کا اتنا زیادہ رنج و صدمہ ہُوا کہ بعض صحابہؓ کو تو (یہ وسوسہ بھی آنے لگ گیا کہ اب اسلام مِٹ جائے گا) میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا۔ ایک دن میں مدینہ کی ایک حویلی میں بیٹھا ہُوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو چکی تھی کہ اتنے میں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے لیکن شدّتِ غم کی وجہ سے مجھے ان کے گزرنے کا بالکل پتہ نہ چلا۔ حضرت عمرؓ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے خلیفۂ رسُولُ اللہ ! کیا مَیں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں ؟ میں حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرا اور مَیں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ آگے اور حدیث بھی ہے جیسا کہ سلام کے باب میں آئے گی۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربُوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالب

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابن سعد وابن ابی شیبۃ واحمد والبخاری وابن حبان وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۸) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۸)

رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے سر پر کپڑا ڈالا ہوا تھا اور بہت غمگین تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ بڑے غمگین نظر آرہے ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے وہ زبردست غم پیش آیا ہے جو آپ کو نہیں آیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سُنو یہ کیا کہہ رہے ہیں! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہارے خیال میں کوئی آدمی ایسا ہے جسے مجھ سے زیادہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غم ہُوا ہو؟ [1]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کا اِنتقال ہو چکا تھا اور ان) کا جنازہ ہمارے گھروں میں رکھا ہوا تھا۔ ہم سب اَزواجِ مُطہّرات جمع تھیں اور رو رہی تھیں اور اس رات ہم بالکل نہ سوئی تھیں۔ ہم آپ کو چارپائی پر دیکھ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اتنے میں آخر شب میں حضورؐ کو دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے ہم نے پھاوڑوں کے چلنے کی آواز سُنی تو ہماری بھی چیخ نکل گئی اور مسجد والوں کی بھی اور سارا مدینہ اس چیخ سے گونج اُٹھا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو جب انہوں نے اذان میں حضورؐ کا نام لیا یعنی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو زور زور سے رو پڑے اور اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا۔ تمام لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے اس لئے دروازہ اندر سے بند کرنا پڑا۔ ہائے وہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ اس کے بعد جو بھی مصیبت ہمارے اوپر آئی تو حضورؐ (کے جانے) کی مصیبت کو یاد کرنے سے وہ مصیبت ہلکی ہو گئی [2]

حضرت ابو ذُؤَیب ہُذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینہ مُنوّرہ آیا تو میں نے دیکھا کہ مدینہ والے اُونچی آواز سے ایسے زور زور سے رو رہے ہیں جیسے کہ سارے حاجی اِحرام کی حالت میں زور سے لَبَّیْک کہہ رہے ہوں۔ میں نے پوچھا کیا ہُوا؟ لوگوں نے بتایا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہو گیا ہے (اس وجہ سے سب لوگ رو رہے ہیں) [3]

حضرت عُبَیدُ اللہ بن عُمَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہوا اس وقت مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کے امیر حضرت عَتّاب بن اُسید رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۸۴) [2] اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۷۱) ورواہ ابن سعد مختصرا (ج ۴ ص ۱۲۱) [3] اخرجہ ابن عندہ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۵۸) ابن اسحاق بطولہ کما سنذکر فیما قالت الصحابۃ علی وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تھے۔جب مکہ والوں کو حضورؐ کے انتقال کی خبر ملی تو مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے سارے مسلمان زور زور سے رونے لگ گئے اور شدتِ غم کی وجہ سے حضرت عتابؓ تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک گھاٹی میں چلے گئے (تاکہ تنہائی میں بیٹھ کر روتے رہیں) حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت عتابؓ کو کہا (تنہائی چھوڑو اور) کھڑے ہو کر لوگوں میں بات کرو۔ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی وجہ سے مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہیں حضرت سہیل نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں آپ کی جگہ میں بات کروں گا۔ چنانچہ دونوں اس گھاٹی سے نکل کر مسجد حرام آئے اور حضرت سہیل نے کھڑے ہو کر بیان کیا انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اپنے بیان میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں فرمائی تھیں ان میں سے ایک بات بھی تو نہ چھوڑی (اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مکہ والوں کے سنبھالنے کا ذریعہ بنالیا) جنگ بدر کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو بھی کافر قیدیوں میں تھے۔حضرت عمرؓ ان کے آگے کے دانت نکالنا چاہتے تھے تو ان سے حضورؐ نے فرمایا تھا اے عمرؓ! تم کیوں ان کے آگے کے دانت نکالنے لگے ہو؟ انہیں چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں (اپنے دین کی خدمت کے لیئے) کھڑے ہونے کا ایسا زبردست موقع دے جس سے تمہیں بہت زیادہ خوشی ہو۔چنانچہ یہ وہی موقع تھا جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور ان کے اس بیان کا بہت اثر ہوا اور مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کے مسلمان سنبھل گئے اور حضرت عتاب کی امارت اور مضبوط ہو گئی [1]

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے انتقال) کے بعد کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہاں صرف تھوڑا سا مسکرا لیتیں جس سے چہرے کی ایک جانب ذرا لمبی ہو جاتی [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا کہا

حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر حضرت

---

[1] اخرجہ سیف و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۶)، [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۸۴)

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج ہم وحی سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آنے والے کلام سے محروم ہو گئے[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ حضورؐ کے انتقال پر کیوں رو رہی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا (میں حضورؐ کے انتقال پر نہیں رو رہی ہوں) کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حضورؐ کا عنقریب انتقال ہو جائے گا میں تو اس پر رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ اب بند ہو گیا[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا آؤ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کرنے چلتے ہیں (میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ گیا) جب ہم حضرت ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا آپ کیوں روتی ہیں؟ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسولؐ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لئے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے۔ حضرت ام ایمن نے کہا اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسولؐ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لئے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ رک گیا ہے۔ یہ بات ایسی مؤثر تھی کہ اسے سن کر وہ دونوں حضرات بھی رونے لگ پڑے[3] حضرت طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ کسی نے ان سے کہا اے ام ایمن! آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ اب آسمان کی خبریں ہمارے پاس آنی بند ہو گئی ہیں[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام ایمن نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ دن رات ہمارے پاس آسمان کی خبریں تازہ بتازہ آیا کرتی تھیں یہ سلسلہ اب بند ہو گیا ہے میں اس پر رو رہی ہوں۔ حضرت ام ایمن کی اس بات پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا[5]

---

[1] اخرجه ابو اسماعيل الهروی فی دلائل التوحيد عن محمد بن اسحاق عن ابيه كذا فی الكنز (ج ۴ ص ۵۰) [2] اخرجه احمد [3] عند البيهقی من حديثه كذا فی البداية (ج ۵ ص ۲۷۴) واخرجه ايضا ابن ابی شيبة ومسلم وابو يعلى وابو عوانة عن انس مثله كما فی الكنز (ج ۴ ص ۴۸) وابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۴) عن انس نحوه [4] عند ابن ابی شيبة كذا فی الكنز (ج ۴ ص ۶۰) واخرجه ايضا ابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۴) بسند صحيح عن طارق نحوه [5] اخرجه مالك كذا فی البداية (ج ۶ ص ۳۳۹) واخرجه ابن عبد البر فی الاستيعاب (ج ۴ ص ۴۴۴) من طريق مالك نحوه قال فی الاصابة (ج ۴ ص ۴۵۰) وسعيد بن هاشم ای راوی الحديث عن مالك ضعيف والمحفوظ مرسل عروة انتهى وقد اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۴۶۵) عن عروة نحوه۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہماری تمنا یہ تھی کہ ہم حضورؐ سے پہلے مرجاتے کیونکہ اب ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے بعد کہیں ہم فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں اس پر حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اللہ کی قسم! میری تمنا تو یہ نہیں تھی کہ میں حضورؐ سے پہلے مرجاتا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے حضورؐ کی زندگی میں حضورؐ کو سچا مانا اور ان کی تصدیق کی ایسے ہی ان کے انتقال کے بعد ان کی تصدیق کروں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور بڑھ گئی اور آپ بہت زیادہ بے چین ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے اباجان کی بے چینی! حضورؐ نے ان سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی بے چینی نہیں آئے گی۔ پھر جب حضورؐ کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ہائے میرے اباجان نے رب کی دعوت قبول کر لی۔ ہائے میرے اباجان کا ٹھکانہ جنت الفردوس بن گیا۔ ہائے میرے اباجان! ان کی موت پر ہم حضرت جبرائیل سے تعزیت کرتے ہیں۔ پھر جب حضورؐ دفن ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انس! تمہارے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے کے لئے کیسے آمادہ ہو گئے۔[1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے انسؓ! تمہارے دل کیسے آمادہ ہو گئے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی میں دفنا کر واپس آ گئے؟ حضرت حماد کہتے ہیں جب حضرت ثابتؒ یہ حدیث بیان کرتے تو اتنا روتے کہ پسلیاں ہلنے لگتیں۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ میرا دل غمگین ہے اور میں نے رات اس آدمی کی طرح گزاری جس کا سب کچھ چھن گیا ہو اور میں نے انتظار میں اس آدمی کی طرح ساری رات جاگ کر گزاری جو لٹ گیا ہو اور اس کے پاس کچھ نہ بچا ہو۔

۲۔ اور یہ سب کچھ ان غموں اور پریشانیوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے میری نیند اڑا

---

[1] اخرجہ البخاری [1] عند احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۷۳)، واخرجہ ایضا ابن عساکر وابویعلی عن انس نحو حدیث البخاری کما فی الکنز (ج ۴ ص ۵۰)، واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۸۳) نحوہ۔

رکھی ہے کاش کہ مجھے موت کا جام اس وقت پلا دیا جاتا۔

۳۔جب کہ لوگوں نے کہا مُقدّر میں لکھی ہوئی موت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر آگئی ہے۔

۴۔جب ہم حضرت محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے گھر والوں کے پاس گئے تو ہماری گردن کے بال غم کی وجہ سے سفید ہو گئے۔

۵۔جب ہم نے آپ کے گھروں کو دیکھا کہ اب وہ وحشت ناک ہو گئے ہیں اور میرے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بعد اب ان میں کوئی نہیں رہا۔

۶۔تو اس سے مجھ پر بہت بڑا غم طاری ہو گیا جو بہت دیر تک رہے گا اور جو میرے دل میں ایسا پیوست ہُوا کہ وہ دل رُعب زدہ ہو گیا اور یہ اشعار بھی حضرت صفیہؓ نے کہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

۱۔غور سے سُنو! یا رسُولَ اللہ! آپ ہمارے ساتھ سہولت کا معاملہ کرنے والے تھے۔ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور سخت معاملہ کرنے والے نہ تھے۔

۲ آپ ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والے اور نہایت مہربان اور ہمارے نبیؐ تھے اور ہر رونے والے کو آج آپ پر رو لینا چاہیئے۔

۳۔میری زندگی کی قسم! مَیں نبی کریمؐ کی موت کی وجہ سے نہیں رو رہی ہوں بلکہ آپ کے بعد آنے والے فِتنوں اور اختلافات کی وجہ سے رو رہی ہوں۔

۴۔حضرت مُحَمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے تشریف لے جانے اور ان کی محبّت کی وجہ سے میرے دل پر گرم لوہے سے داغ لگے ہوئے ہیں۔

۵۔اے فاطمہؓ! حضرت مُحَمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا ربّ اللہ تعالیٰ اس قبر پر رحمت بھیجے جو یثرب میں آپ کا ٹھکانہ بنی ہے۔

۶۔مَیں حضرت حسنؓ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ نے اسے یتیم کر دیا اور اسے اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ رو رو کر دور چلے جانے والے اپنے نانا کو پکار رہا ہے۔

۷۔میری ماں، خالہ، چچا اور میری جان اور میری آل اولاد سب اللہ کے رسُولؐ پر قربان ہیں۔

۸۔آپ نے صبر فرمایا اور انتہائی صداقت کے ساتھ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور آپ کا اِنتقال اس حال میں ہُوا کہ آپ دین میں مضبوط اور آپ کی ملّت واضح اور آپ

کا دین بالکل صاف ستھرا ہے۔

۹۔ اگر عرش کا مالک آپ کو ہم میں باقی رکھتا تو ہم بڑے خوش قسمت ہوتے لیکن (آپ کے انتقال فرمانے کا) اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہا۔

۱۰۔ اللہ کی طرف سے آپ پر سلام اور تحیہ ہو اور آپ کو خوشی خوشی جنات عدن میں داخل کیا جائے[1] حضرت محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضورؐ کے سامنے) اپنی چادر سے اشارہ کر کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

آپ کے بعد پریشان کن حالات اور سخت مصیبتیں پیش آگئی ہیں اگر آپ اس موقع پر تشریف فرما ہوتے تو یہ حالات اور مصیبتیں اتنی زیادہ نہ ہوتیں[2]

حضرت غنیم بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے والد کو سنا کہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ ہوش سے سنو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کی وجہ سے میں ہلاک ہو گیا۔ حضورؐ کی زندگی میں میرا خاص ٹھکانہ تھا۔

۲۔ جہاں میں ساری رات صبح تک امن و چین سے گزارتا تھا[3]

صحابہؓ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دیکھ بھال کرنے نکلے تو انہوں نے ایک گھر میں چراغ جلتے ہوئے دیکھا وہ اس گھر کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کاتنے کے لیئے اپنا اون تیر سے دھن رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھ رہی ہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رواہ الطبرانی واسنادہ حسن انتہی [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رجالہ رجال الصحیح الا ان محمد الم یدرک صفیۃ انتہی [3] اخرجہ البخاری والبغوی کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۶۴) واخرجہ البزار نحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رجالہ رجال الصحیح غیر بشر بن آدم وہو ثقۃ واخرجہ ابن زیاد (ج ۷ ص ۸۹)

۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک لوگوں کا درود ہو (یا رسول اللہ!) آپ پر چُنے ہوئے بہترین لوگ درود بھیجیں۔

۲۔ آپ راتوں کو خوب عبادت کرنے والے اور صبح سحری کے وقت (اللہ کے سامنے) بہت زیادہ رونے والے تھے۔ موت کے آنے کے بہت سے راستے ہیں۔

۳۔ اور کاش میں جان لیتی کہ کیا میں اور میرے حبیب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی گھر میں کبھی اکٹھے ہو سکیں گے؟

یہ (محبت بھرے اشعار) سُن کر حضرت عمرؓ بیٹھ کر رونے لگے اور بڑی دیر تک روتے رہے۔ آخر انہوں نے اس عورت کا دروازہ کھٹکھٹایا اس بڑھیا نے کہا کون ہے؟ انہوں نے کہا عمرؓ بن خطاب۔ اس بڑھیا نے کہا مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ اور عمرؓ اس وقت یہاں کس وجہ سے آئے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے! تم دروازہ کھولو تمہارے لئے کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ اندر گئے اور فرمایا ابھی تم جو اشعار پڑھ رہی تھی ذرا مجھے دوبارہ سنانا۔ چنانچہ اس نے وہ اشعار دوبارہ حضرت عمرؓ کے سامنے پڑھے۔ جب وہ آخری شعر پر پہنچی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تم نے آخری شعر میں اپنا اور حضورؐ کا تذکرہ کیا ہے کسی طرح تم مجھے بھی اپنے دونوں کے ساتھ شامل کرلو۔ اس نے یہ شعر پڑھا وَعُمَرُ فَاغْفِرْ لَهُ يَا غَفَّارُ یعنی اے غفّار! عمرؓ کی بھی مغفرت فرما اس پر حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور واپس آ گئے۔[1]

حضرت عاصم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے تو ایک دم بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے۔[2] حضرت مثنّیٰ بن سعید ذارع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں ہر رات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے۔[3]



---

[1] اخرجہ ابن المبارک وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۸) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۲۰)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو صحابہؓ کرام کا مارنا

حضرت کعب بن عَلقَمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عَرفہ بن حارث کِندی رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحبت یافتہ صحابی ہیں۔ انہوں نے سُنا کہ ایک نصرانی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے اسے ایسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عَمرو نے حضرت عَرفہ سے فرمایا ہم تو ان سے امن دینے کا مُعَاہدہ کر چکے ہیں۔ حضرت عَرفہ نے کہا اللہ کی پناہ۔ یہ لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو بُرا بھلا کہیں اور ہم ان کے معاہدے کا پھر بھی لحاظ کریں؟ ہم نے تو ان شرطوں پر ان سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے اَحکام میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے ہاں اگر یہ ہمارے اَحکامات پر راضی ہو کر ہمارے پاس فیصلہ کروانے آئیں گے تو ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے اَحکامات کے مطابق ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور اگر یہ اپنے مُعاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے اس پر حضرت عَمرو نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو[1]

حضرت عَرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی صحبت حاصل تھی اور انہوں نے حضرت عِکرِمہ بن ابی جَہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ مُرتدوں سے جنگ بھی لڑی تھی وہ مصر کے ایک نصرانی کے پاس سے گزرے جس کو مُندَقُون کہا جاتا تھا۔ حضرت عَرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نصرانی نے حضورؐ کا تذکرہ بُرے انداز میں کیا انہوں نے اُسے مارا۔ پھر یہ معاملہ حضرت

---

[1] اخرجہ ابن المبارک عن حرملۃ بن عمران کذا فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۹۳) واخرجہ البخاری فی تاریخہ عن نعیم بن حماد عن عبداللہ ابن المبارک عن حرملۃ باسنادہ نحوہ واسنادہ صحیح کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۹۵)

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمروؓ نے انہیں بلا کر کہا ہم توان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[1]

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی یہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ امن دینے کا معاہدہ کیا ہوا تھا حضرت غرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ دیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ لوگ معاہدے کی پابندی کی وجہ سے ہم سے مطمئن تھے (تم نے قتل کر کے معاہدہ توڑ دیا) حضرت غرفہ نے کہا ہم نے ان سے اس بات پر امن کا معاہدہ نہیں کیا کہ یہ اللہ اور رسولؐ کے بارے میں (برا بھلا کہہ کر) ہمیں تکلیف پہنچائیں[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو (بطن) نخلہ مقام پر بھیجا اور ان سے فرمایا تم وہاں جاؤ اور قریش کے بارے میں کچھ خبر لے کر آؤ۔ حضورؐ نے انہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا اور یہ اشہر حرم یعنی جن مہینوں میں کافر لوگ آپس میں لڑا نہیں کرتے تھے ان مہینوں کا واقعہ ہے حضورؐ نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے کہاں جانا ہے بلکہ انہیں ایک خط لکھ کر دیا (جو کہ بند تھا) اور ان سے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کو لے کر جاؤ اور جب چلتے چلتے دو دن ہو جائیں تو یہ خط کھول کر دیکھ لینا اور اس میں میں نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہو اس پر عمل کر لینا (خط پڑھنے کے بعد) اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔ دو دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے وہ خط کھولا اور اسے پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہاں سے چل کر مقام نخلہ پر پہنچو اور قریش کے بارے میں جو خبریں تمہیں پہنچیں تم وہ لے کر ہمارے پاس آؤ۔ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲) وفیہ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث قال عبدالملک بن شعیب بن اللیث ثقۃ مامون وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ اھ۔ واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۰۰) نحوہ [2] عند ابن عساکر۔

تو اللہ کے رسُولؐ کی بات سُنوں گا بھی اور مانوں گا بھی۔ تم میں سے جسے شہادت کا شوق ہو وہ تو میرے ساتھ چلے میں تو وہاں جا رہا ہوں اور حضورؐ کے حکم کو پورا کروں گا اور جسے شوق نہ ہو وہ واپس چلا جائے کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجبور کر کے ساتھ لے جانے سے مجھے منع کیا ہے لیکن وہ تمام صحابہؓ ان کے ساتھ آگے نخلہ گئے (ان میں سے کوئی واپس نہ گیا) جب یہ حضرات نجران پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عُتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اُونٹ گُم ہو گیا جس پر یہ دونوں حضرات باری باری سوار ہوتے تھے یہ حضرات اُونٹ ڈھونڈنے کے لیئے پیچھے رہ گئے اور باقی لوگ چل کر مقام نخلہ پہنچ گئے۔ عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ اور مُغیرہ بن عبداللہ ان کے پاس سے گزرے یہ لوگ اپنا تجارتی سامان چمڑا اور کشمش طائف سے لے کر آ رہے تھے۔ جب صحابہؓ نے ان کُفّارِ مکّہ کو دیکھا تو حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال مُنڈے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کُفّار کی طرف جھانکا۔ جب کُفّار نے دیکھا کہ ان کا سر مُنڈا ہوا ہے تو انہوں نے کہا یہ عمرہ کر کے آ رہے ہیں۔ اس لیئے تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے (یہ لڑنے نہیں آئے) یہ رجب کا آخری دن تھا (اور رجب اُشہرِ حُرم میں داخل ہے یہ بھی ان چار مہینوں میں سے ہے جن میں کُفّارِ عرب آپس میں لڑتے نہیں تھے) اس لیئے حضورؐ کے صحابہؓ نے آپس میں ان کُفّار کے بارے میں مشورہ کیا کہ اگر تم ان کافروں کو آج قتل کرو گے تو شہرِ حرام یعنی رجب میں قتل کرو گے (جو کہ تمام عربوں کے دستور کے خلاف ہو گا) اور اگر انہیں چھوڑ دو گے تو یہ آج حرم میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائیں گے (کہ حُدُودِ حَرَم کے اندر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے) اس لیئے حضراتِ صحابہؓ اس پر متفق ہو گئے کہ انہیں آج ہی قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت واقد بن عبداللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ مُغیرہ بھاگ گیا یہ حضرات اسے پکڑ نہ سکے۔ ان کافروں کے تجارتی قافلہ پر بھی ان حضرات نے قبضہ کر لیا اور دو قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو لے کر یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے حضورؐ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تو تمہیں شہرِ حرام میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو روک دیا اور اس میں سے کوئی چیز نہ لی۔ حضورؐ کا یہ فرمان سُن کر ان حضرات کو بہت ہی زیادہ ندامت ہوئی اور وہ یوں سمجھے کہ ہم تو اب ہلاک ہو گئے اور ان کو مسلمان بھائیوں نے سختی سے ڈانٹا اور جب قریش کو

اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے کہا محمد (علیہ السلام) نے شہرِ حرام میں خون بہایا ہے اور اس مہینے میں مال پر قبضہ کیا ہے اور ہمارے آدمیوں کو قید کیا ہے اور شہرِ حرام کی بے حرمتی کی ہے اور اسے دوسرے مہینوں کی طرح عام مہینہ بنا دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۞ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔

(سورت بقرہ آیت ۲۱۷)

ترجمہ:۔ "لوگ آپ سے شہرِ حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام (کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ مسجدِ حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم عظیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا اس قتل خاص سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی سامان تو لے لیا لیکن قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا (نخلہ جانے والے) مسلمانوں نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا آپ کو امید ہے کہ ہمیں اس غزوہ پر ثواب ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرما دی: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا سے لے کر أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ آخر آیت تک

(سورت بقرہ آیت ۲۱۸)

ترجمہ:۔ حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس غلطی کو معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت کریں گے۔ اس غزوہ میں جانے والے آٹھ آدمی تھے اور ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نویں آدمی تھے[1]

حضرت جُندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۵۸) من طریق ابن اسحاق عن یزید بن رومان واخرج ابونعیم ہذہ القصۃ من طریق ابی سعید البقال عن عکرمۃ عن ابن عباس مطولۃ وکذا اخرجہا الطبری من طریق اسباط بن نصر عن السدی کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۷۸)

جماعت بھیجی اور ان کا امیر حضرت عُبَیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو بنایا جب حضرت عُبَیدہؓ چلنے لگے تو حضورؐ کی محبت کے غلبہ میں (جُدائی کی وجہ سے) رونے لگے۔ حضورؐ نے ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا جن کا نام حضرت عبداللہ بن جَحْش رضی اللہ عنہ تھا اور انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور حضورؐ نے انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے فلاں جگہ جائیں اور وہاں جا کر یہ خط کھول کر پڑھیں اور پھر اس میں جہاں جانے کو لکھا ہے وہاں چلے جائیں اور اس جگہ پہنچنے سے پہلے یہ خط نہ پڑھیں اور یہ بھی فرمایا اپنے ساتھ کسی کو آگے جانے پر مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ اس جگہ پہنچے تو انہوں نے وہ خط پڑھا اور خط پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھی اور یہ کہا میں تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات سُنوں گا اور مانوں گا۔ ان کے ساتھیوں میں سے دو حضرات واپس چلے گئے اور باقی سب ان کے ساتھ آگے گئے۔ ان حضرات کو ابنُ الحَضْرَمِی ملا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ واقعہ رَجب کا ہے یا جُمادی الثّانی کا۔ مشرکوں نے کہا مُسلمانوں نے شہرِ حَرام یعنی رَجب میں قتل کیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:
یَسْاَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ سے لے کر وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ تک۔ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا اگرچہ اس جماعت والوں نے کام تو اچھا کیا ہے لیکن انہیں ثواب نہیں ملے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوۂ خندق کے موقع پر فرمایا کوئی بھی راستہ میں عصر کی نماز نہ پڑھے بلکہ سب بنو قُرَیظہ پہنچ کر نماز پڑھیں (چنانچہ صحابہؓ بنو قُرَیظہ کی طرف چل پڑے) بعض صحابہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو بعض لوگوں نے کہا ہم تو عصر کی نماز وہاں بنو قُرَیظہ پہنچ کر ہی پڑھیں گے اور بعض لوگوں نے کہا ہم تو یہاں راستہ میں ہی نماز پڑھ لیں گے کیونکہ حضورؐ کا مقصد (یہ تھا کہ ہم تیز چلیں)، یہ نہیں تھا کہ راستہ میں چاہے وقت ہو جائے پھر بھی ہم نماز نہ پڑھیں۔ اس کا حضورؐ سے

---

[1] اخرجہ البیہقی ایضا (ج ۹ ص ۱۱) واخرجہ ابن ابی حاتم عن جندب بن عبداللہ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۵۱)

تذکرہ کیا گیا۔ حضورؐ نے ان دونوں قسم کے حضرات میں سے کسی کو بھی کچھ نہ کہا[1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس ہوئے تو آپ نے (ہتھیار اُتار دیئے تھے پھر) دوبارہ ہتھیار لگا لیئے اور طہارت فرمائی۔ دُحَیم راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ (حضورؐ نے غزوۂ خندق سے واپس آ کر ہتھیار اُتار دیئے تھے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے حاضر خدمت ہو کر کہا آپ لڑنے والے دشمن (بنو قُرَیظہ) کے خلاف اپنے مددگار جمع کرلیں۔ کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے ہتھیار اُتار دیئے ہیں حالانکہ ہم (فرشتوں) نے ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ گھبرا کر اُٹھے اور لوگوں کو بڑی تاکید سے یہ حکم دیا کہ وہ سب بنو قُرَیظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں چنانچہ صحابہؓ ہتھیار لگا کر چل پڑے اور بنو قُرَیظہ پہنچنے سے پہلے ہی سورج غروب ہونے لگا۔ اس پر صحابہؓ کا نماز عصر کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے کہا نماز پڑھ لو حضورؐ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ تم نماز (وقت پر پڑھنا) چھوڑ دو اور کچھ لوگوں نے کہا حضورؐ نے ہمیں بہت زور سے یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہم بنو قُرَیظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں اس لیئے ہم حضورؐ کا حکم مان کر نماز نہیں پڑھ رہے ہیں لہٰذا ہمیں کوئی گناہ نہیں ہوگا چنانچہ ایک جماعت نے راستہ میں عصر کی نماز ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید میں پڑھ لی اور دوسری جماعت نے نہ پڑھی بلکہ بنو قُرَیظہ پہنچ کر سورج غروب ہونے کے بعد ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید میں پڑھ لی۔ حضورؐ نے (معلوم ہونے پر) دونوں جماعتوں میں سے کسی کو کچھ نہ کہا[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ حُنَین کے دن دیکھا کہ صحابہؓ کرام میدان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو فرمایا اے عباسؓ! زور سے یہ آواز لگاؤ اے انصار کی جماعت! اے حُدَیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت ہونے والو! (چنانچہ حضرت عباسؓ نے زور سے یہ آواز لگائی) جس پر انصار نے فوراً جواب میں کہا لَبَّیْکَ حاضر ہیں لَبَّیْکَ حاضر ہیں (اور آواز کی طرف آنے لگے) بعض صحابہؓ نے اپنی سواری کو آواز کی طرف موڑنا چاہا لیکن گھبراہٹ

---

[1] اخرجہ البخاری ہکذا رواہ مسلم [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۴۰) رجالہ رجال الصحیح غیر ابن ابی الہذیل وہو ثقۃ اھ واخرجہ البیہقی نحوہ عن عبید اللہ بن کعب بن مالک ومن حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا اطول منہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۱۷)

اور پریشانی کی وجہ سے وہ سواری نہ مڑسکی تو وہ اس سواری سے اتر گئے اور سواری کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور زرہ کو اتار پھینکا اور تلوار اور ڈھال لے کر اس آواز کی طرف تیزی سے چل پڑے۔ اس طرح حضورؐ کے پاس ان میں سے سو آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے دشمن کے حالات کا اندازہ لگائے بغیر ہی ان سے جنگ شروع کر دی اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ پہلی آواز تو انصار کے لئے لگوائی تھی۔ آخر میں خزرج قبیلہ کے لئے آواز لگوائی کیونکہ یہ لوگ جم کر لڑنے والے تھے پھر حضورؐ نے اپنی سواریوں کی طرف جھانکا تو آپ کی نظر اس جگہ پڑی جہاں خوب زور شور سے تلواریں چل رہی تھیں اس پر آپ نے فرمایا اب تنور گرم ہوا ہے یعنی خوب گھمسان کا رن پڑا ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں (ان سو آدمیوں نے جنگ کی اور اللہ نے فوراً فتح عطا فرمادی) اللہ کی قسم! بھاگ کر جانے والے صحابہؓ ابھی واپس نہیں آئے تھے کہ کافر قیدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرفتار ہو کر پہنچ چکے تھے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ پیچھے رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ کافروں میں بہت سے قتل ہوئے اور باقی سب شکست کھا کر بھاگ گئے اور ان کافروں کا سارا مال، سامان آل اولاد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو بطورِ غنیمت کے دے دیا[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسی حدیث کو اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا اے عباس! (کیکر کے درخت کے نیچے بیعت ہونے) والوں کو آواز لگا کر بلاؤ (چنانچہ میں نے آواز لگائی تو) وہ میری آواز سن کر ایسی تیزی سے مڑے جیسے گائے اپنے بچھڑے کی طرف پلٹتی ہے اور وہ سب یا لبیکاہ یا لبیکاہ کہہ رہے تھے[2]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیبیہ میں) مکہ والوں سے صلح کی تو قبیلہ خزاعہ والے زمانہ جاہلیت سے ہی حضورؐ کے حلیف چلے آرہے تھے اور قبیلہ بنو بکر والے قریش کے حلیف تھے۔ اس لئے حضورؐ کی صلح کے اندر قبیلہ خزاعہ والے بھی آگئے اور قریش کی صلح میں بنو بکر داخل ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان پہلے سے لڑائی چلی آرہی تھی اس صلح کے بعد قریش نے ہتھیار اور غلہ سے بنو بکر کی مدد کی اور بنو بکر نے خزاعہ پر اچانک چڑھائی کر دی اور ان پر غالب آکر ان کے کچھ آدمی قتل کر دیئے۔ اس پر قریش کو یہ

---

[1] اخرجہ البیہقی [2] عند ابن وہب ورواہ مسلم عن ابن وہب کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۱) وقد اخرج ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱) حدیث العباس بطولہ فذکر نحوہ۔

ڈر ہوا کہ وہ صلح کو توڑ چکے ہیں اس لئے انہوں نے ابوسفیان سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور پورا زور لگاؤ کہ یہ معاہدہ برقرار رہے اور صلح باقی رہے۔ ابوسفیان مکہ سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ حضورؐ نے فرمایا ابوسفیان تمہارے پاس آیا ہے اس کا کام بنے گا تو نہیں لیکن یہ خوش ہو کر واپس جائے گا۔ چنانچہ ابوسفیان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ابوبکرؓ! آپ اس معاہدہ کو برقرار اور صلح کو باقی رکھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہے۔ پھر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے انہوں نے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے تو خود ہی صلح توڑی ہے اور اب جو صلح نئی ہو اسے خدا پرانا کرے اور جو صلح سخت اور پرانی ہو اسے خدا توڑ دے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے تم جیسا اپنے قبیلہ کا دشمن کوئی نہیں دیکھا۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے کہا اے فاطمہؓ! کیا تم ایسا کام کرنے کو بخوشی تیار ہو جس سے تم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار بن جاؤ پھر ان سے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہے۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا میں نے تم سے زیادہ بھٹکا ہوا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ تم تو خود اپنے قبیلہ کے سردار ہو اس لئے تم اس معاہدہ کو برقرار رکھو اور اس صلح کو باقی رکھو (کسی کو مت توڑنے دو) اس پر ابوسفیان نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا میں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی۔ پھر مکہ واپس چلا گیا اور وہاں والوں کو سارا حال بتایا۔ انہوں نے کہا آپ جیسا قوم کا نمائندہ آج تک نہیں دیکھا اللہ کی قسم! آپ نہ تو لڑائی کی خبر لائے ہیں کہ ہم چوکنے ہو کر اس کی تیاری کرتے اور نہ صلح کی خبر لائے ہیں کہ ہم جنگ سے مطمئن ہو کر آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد آگے فتح مکہ کا قصہ بیان کیا[1]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ابوعزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جنگ بدر کے دن کافر قیدیوں میں تھا۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو فرمایا تم ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس کی میری طرف سے تم کو پوری تاکید ہے۔ میں انصار کی جماعت میں

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۱۶۲)

تھا۔ وہ جب بھی دن کو یا رات کو کھانا سامنے رکھتے تو حضورؐ کی تاکید کی وجہ سے مجھے گندم کی روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھاتے[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے حضرت عبداللہ نے سنا کہ حضورؐ فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ۔ یہ وہیں مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے اور خطبہ ختم ہونے تک وہیں بیٹھے رہے۔ جب حضورؐ کو یہ پتہ چلا تو آپ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کا شوق تمہیں اور زیادہ نصیب فرمائے[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سب بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر سے ہی حضورؐ کا یہ فرمان سنا کہ سب بیٹھ جاؤ اور وہیں قبیلہ بنو غنم کے محلہ میں ہی بیٹھ گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آپ کو بیٹھ جاؤ فرماتے ہوئے سنا تو وہیں اپنی جگہ بیٹھ گئے[3]

حضرت عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے آپ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت مسجد کے دروازے پر پہنچ چکے تھے یہ سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے آپ نے ان سے فرمایا اے عبداللہؓ! اندر آ جاؤ[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھا کہ وہ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تو ان سے فرمایا اے عبداللہ بن مسعودؓ! اندر آ جاؤ[5]

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۶) اسنادہ حسن [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۵۲) واخرجہ البیہقی ایضا نحوہ عن عبدالرحمٰن بسند صحیح کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۰۶) [3] اخرجہ ابن عساکر ایضا کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۵۱) وہکذا اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی من حدیث عائشۃ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۶) وفیہ ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع وہو ضعیف وقال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۰۶) والمرسل اصح [4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۵۶) [5] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ایک اونچا قُبَّہ دیکھا تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا فلاں انصاری کا ہے حضورؐ سُن کر خاموش ہو رہے اور آپؐ نے دل میں یہ بات رکھی کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضرِ خدمت ہوئے اور لوگوں کی موجودگی میں انہوں نے سلام کیا حضورؐ نے اعراض فرمایا (اور سلام کا جواب بھی نہ دیا) چند بار ایسے ہی ہوا (کہ وہ سلام کرتے حضورؐ اعراض فرما لیتے) آخر وہ سمجھ گئے کہ حضورؐ ناراض ہیں اس لیئے اعراض فرما رہے ہیں انہوں نے صحابہؓ سے اس کی وجہ پوچھی اور یوں کہا اللہ کی قسم! میں آج اللہ کے رسولؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے۔ صحابہؓ نے بتایا حضورؐ باہر تشریف لائے تھے تو تمہارا قُبَّہ دیکھا تھا۔ یہ سُن کر وہ انصاری فوراً گئے اور قُبَّہ کو گرا کر بالکل زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا۔ (پھر آکر حضورؐ سے عرض بھی نہ کیا) ایک دن حضورؐ کا اس جگہ گزر ہوا تو آپ کو وہاں وہ قُبَّہ نظر نہ آیا۔ آپ نے پوچھا اس قُبَّہ کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا قُبَّہ والے انصاری نے آپ کے اعراض کا ہم سے ذکر کیا تھا ہم نے اسے بتا دیا تھا انہوں نے آکر اسے بالکل گرا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضروری اور مجبوری کی ہو۔ یہ روایت ابُو داؤد کی ہے اور ابنِ ماجہ میں یہ روایت ذرا مختصر ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد کسی موقع پر حضورؐ کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضورؐ کو وہ قُبَّہ وہاں نظر نہ آیا حضورؐ نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہؓ نے بتایا کہ جب ان انصاری کو پتہ چلا تو انہوں نے اس قُبَّہ کو گرا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عَقَبَہ اَذَاخِر گیا (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میرے اوپر سُرخ رنگ کی ایک چادر تھی۔ حضورؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کیسا کپڑا ہے؟ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ کو یہ چادر پسند نہیں آئی۔ میں اپنے گھر واپس آیا۔ گھر والے تنور میں آگ جلا رہے تھے میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا اس چادر کا کیا ہوا؟ میں نے کہا میں نے اسے تنور میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہ دے دی! (عورتوں کے لیئے اس رنگ کے کپڑے پہننے میں حرج نہیں ہے)[1]

---

[1] اخرجہ الدولابی فی الکنی (ج ۲ ص ۴۴)

حضرت سہل بن حنظلیہ عبشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا خُرَیم اَسدی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں ایک تو اس کے سر کے بال بہت بڑے ہیں دوسرے وہ لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔ حضرت خُرَیم کو حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی [1]

حضرت جَثّامہ بن مُساحِق بن رَبیع بن قَیس کنانی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہرقل کے پاس قاصد بن کر گئے تھے وہ فرماتے ہیں میں ہرقل کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے خیال نہ کیا کہ میرے نیچے کیا ہے؟ میں کس پر بیٹھ رہا ہوں؟ وہ سونے کی کرسی تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں فوراً اس سے اُٹھ کر نیچے بیٹھ گیا تو ہرقل ہنس پڑا اور اس نے مجھ سے پوچھا ہم نے یہ کرسی تمہارے اکرام کے لئے رکھی تھی تم اس سے کیوں اُٹھ گئے؟ میں نے کہا میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس جیسی چیزوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے [2]

حضرت رافع بن خَدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میرے ماموں جان میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہمیں آج حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک کام سے منع فرمایا ہے جو تمہارے نفع کا تھا لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات ماننے میں ہمارا تمہارا زیادہ نفع ہے۔ پھر آگے زمین اُجرت پر دینے کے بارے میں حدیث بیان فرمائی [3]

قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت محمد بن اسلم بن بَجرہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ بڑے میاں تھے وہ اپنا قصّہ خود بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ (اپنے گاؤں سے) مدینہ منورہ کسی کام سے جاتے اور بازار میں اپنا کام پورا کر کے اپنے گاؤں واپس آجاتے۔ جب اپنی چادر اُتار کر رکھ دیتے تو انہیں یاد آتا کہ انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی ہے تو یوں فرماتے میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے حالانکہ حضورؐ نے ہم سے فرمایا تھا (اے قریب کے دیہات والو!) تم میں سے جو اس بستی (یعنی مدینہ منورہ)

---

[1] اخرجہ احمد والبخاری فی التاریخ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۹) [2] اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۵) واخرجہ ابن مندہ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۲۷) [3] اخرجہ عبد الرزاق کما فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۰)

میں آئے وہ جب تک اس مسجد (نبوی) میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے اسے اپنے گاؤں واپس نہیں جانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ اپنی چادر لیتے اور مدینہ واپس جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے انصار کی ایک لڑکی سے منگنی کی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ اس سے تم دونوں کے درمیان محبت اور جوڑ بڑھے گا۔ میں نے اس لڑکی کے گھر جا کر اس کے والدین سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ دونوں (حیران ہو کر) ایک دوسرے کو دیکھنے لگے (اور لڑکی دکھانے میں شرم محسوس کرنے لگے) اس لئے میں کھڑا ہو کر گھر سے باہر آگیا۔ اس پر اس لڑکی نے کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ اور وہ خود پردے کے ایک طرف کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ مجھے دیکھیں تو ضرور دیکھ لیں ورنہ میری طرف سے دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اسے دیکھا اور پھر میں نے اس سے شادی کی۔ میں نے جتنی عورتوں سے شادی کی ان میں سے سب سے زیادہ مجھے اسی سے محبت تھی اور اس کی قدر میری نگاہ میں سب سے زیادہ تھی حالانکہ میں نے ستر عورتوں سے شادی کی ہے (ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں ہوتی تھیں)[2]

ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت معرور بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ربذہ بستی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک موٹی چادر تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسی ہی موٹی چادر تھی۔ لوگوں نے کہا اے ابوذرؓ! اگر آپ اپنے غلام والی چادر لے کر اپنی اس چادر کے ساتھ ملا کر خود پہن لیتے تو آپ کا جوڑا پورا ہو جاتا اور اپنے غلام کو کوئی اور کپڑا پہننے کو دے دیتے تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو گالی دی اور اس کی ماں عجمی تھی میں نے اسے ماں کے نام سے عار دلائی (یہ دوسرے آدمی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے تو ان سے کہہ دیا کہ اے حبشن کا بیٹا) اس نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی۔

---

[1] اخرجہ الحسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۴۶) واخرجہ ابن مندہ وقال غریب والطبرانی الا انہ سماہ مسلم بن اسلم کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۴۴) [2] اخرجہ سعید بن منصور وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۸۸)

حضورؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ! تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت والی باتیں ہیں یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے۔ لہٰذا جس غلام سے تمہاری طبیعت کا جوڑ نہ بیٹھے تم اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو مت ستاؤ۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائیں تو اسے چاہیئے کہ جو وہ خود کھاتا ہے اسی میں سے اپنے ماتحت بھائی کو کھلائے اور جو وہ خود پہنتا ہے اسی میں سے اپنے بھائی کو پہنائے اور اسے ایسا کام نہ کہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اسے ایسا کام کہہ دے تو پھر اس کی اس کام میں مدد کرے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والے پر صحابہ کرامؓ کی سختی

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے جوئیں بہت پڑ جاتی ہیں اس لیئے کیا آپ مجھے ریشم کا کرتہ پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضورؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو حضرت عبدالرحمٰن اپنے بیٹے ابوسلمہ کو لے کر سامنے سے آئے ان کے بیٹے نے ریشم کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اور اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈال کر اسے نیچے تک پھاڑ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے مجھے ریشم کی اجازت دے دی تھی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضورؐ نے تمہیں اس لیئے اجازت دی تھی کہ تم نے حضورؐ سے جوؤں کی شکایت کی تھی۔ اب یہ اجازت صرف تمہارے لیئے ہے تمہارے علاوہ اور کسی کے لیئے نہیں ہے[2]

حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۹۵) واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۷) عن المعرور نحوہ وابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۷) عن عون بن عبداللہ مختصراً

[2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۹۲) وابن منیع

ان کے ساتھ ان کا بیٹا محمد بھی تھا جس نے ریشم کا کُرتہ پہن رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اس کُرتے کے گریبان کو پکڑا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے تو بچے کو ڈرا دیا اور اس کا دل اُڑا دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ بچوں کو ریشم پہناتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا اس لئے کہ میں خود ریشم پہنتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا یہ بچے آپ کی طرح (جوؤں کی کثرت کا شکار) ہیں؟[1]

ابن عساکر اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت خالد نے ریشم کا کُرتہ پہنا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے خالد! یہ کیا پہن رکھا ہے؟ حضرت خالد نے کہا اے امیرالمومنین! اس میں کیا حرج ہے؟ کیا ابن عوف رضی اللہ عنہ ریشم نہیں پہنتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم ابن عوف کی طرح (جوؤں کی کثرت میں مبتلا) ہو۔ اور تمہیں بھی وہ فضائل حاصل ہیں جو ابن عوف کو حاصل ہیں؟ اس وقت اس گھر میں جتنے آدمی ہیں میں ان سب کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کے سامنے اس کُرتے کا جونسا بھی حصہ ہے وہ اسے پکڑ کر پھاڑ ڈالے۔ چنانچہ سب نے اس کُرتے کو اس طرح پھاڑ ڈالا کہ حضرت خالد کے جسم پر اس کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔[2]

"حضرات صحابہ کرامؓ کا امر خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مُقدّم سمجھنا" عنوان کے ذیل میں حضرت صخر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دیباج کا ریشمی جُبّہ پہن رکھا تھا ان کی حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مُلاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جُبّہ کو پھاڑ دو کیا یہ ریشم پہن رہا ہے حالانکہ زمانۂ امن میں ہمارے مردوں کے لئے اس کا استعمال درست نہیں ہے؟ چنانچہ لوگوں نے ان کا جُبّہ پھاڑ دیا۔

حضرت عَبدہ بن لُبابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں سے گزر رہے تھے۔ مسجد میں ایک صاحب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جنہوں نے سبز رنگ کی ایک چادر پہن رکھی تھی جس کی گھنڈیاں ریشم کی تھیں۔ آپ

---

[1] عند ابن عیینۃ فی جامعہ ومسدد وابن جریر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۷) [2] کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۵۷)

اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا ارے میاں! جتنی چاہو لمبی نماز پڑھ لو جب تک تمہاری نماز ختم نہیں ہو جائے گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب اس آدمی نے یہ دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا ذرا اپنا یہ کپڑا مجھے دکھاؤ اور پھر وہ کپڑا پکڑ کر اس کی ریشم والی تمام گھنڈیاں کاٹ دیں۔ پھر فرمایا لو اپنا کپڑا لے لو[1]

حضرت سعید بن سفیان قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ سو دینار اللہ کے راستہ میں خرچ کیے جائیں۔ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک قبا پہن رکھی تھی جس کے گریبان اور کالر پر ریشم کی کناری سلی ہوئی تھی جوں ہی ان صاحب نے مجھے دیکھا تو پھاڑنے کے لئے مجھ سے قبا کھینچنے لگے۔ جب حضرت عثمانؓ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم لوگوں نے (قبا کھینچ کر) جلدی کی دیا تم لوگوں نے دنیا میں ریشم استعمال کر کے جلدی کی) پھر حضرت عثمانؓ سے میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ اللہ کے راستہ میں سو دینار خرچ کیے جائیں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کی وصیت کس طرح پوری کروں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھتے اور وہ یہ جواب نہ دیتا جو میں دینے لگا ہوں تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا (کہ تم نے اس جاہل سے کیوں پوچھا) اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کا حکم دیا تو ہم سب اسلام لے آئے اور (اللہ کا شکر ہے کہ) ہم سب مسلمان ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں ہجرت کا حکم دیا تو ہم نے ہجرت کی چنانچہ ہم اہلِ مدینہ مہاجر ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا تو (اس زمانے میں) تم نے جہاد کیا تو تم اہلِ شام مجاہد ہو۔ تم یہ سو دینار اپنے اوپر، اپنے گھر والوں پر اور آس پاس کے ضرورتمندوں پر خرچ کر لو۔ کیونکہ اگر تم ایک درہم لے کر گھر سے نکلو اور پھر اس کا گوشت خریدو اور پھر اسے تم بھی کھا لو اور تمہارے گھر والے بھی کھا لیں تو تمہارے لئے سات سو درہم کا ثواب لکھا جائے گا (ضرورت کے وقت گھر والوں پر خرچ کرنے پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسراف پر پکڑ ہو گی) پھر میں نے حضرت عثمانؓ کے پاس سے باہر آ کر لوگوں سے پوچھا کہ وہ آدمی جو میرا

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۷)

جُبّہ کھینچ رہا تھا وہ کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے میں ان کے گھر ان کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کیا آپ نے مجھ میں کیا دیکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میری اُمت عورتوں کی شرمگاہوں کو (یعنی زنا کو) اور ریشم کو حلال سمجھنے لگ جائے گی اور یہ پہلا ریشم ہے جو میں نے کسی مسلمان پر دیکھا ہے پھر میں نے ان کے پاس سے باہر آ کر اس قبا کو بیچ دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت قُدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنایا۔ یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے۔ بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کے سردار حضرت جارُود رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیرالمومنین! حضرت قدامہ نے کچھ پی لیا جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ میں نے ایسا کام دیکھا ہے جس پر اللہ کی حد لازمی آتی ہے اسے آپ تک پہنچانا میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے ساتھ اور کون گواہ ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا تم کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان کو پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ میں دیکھا کہ قے کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے گواہی دینے میں بہت باریکی سے کام لیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے خط لکھ کر حضرت قدامہ کو بحرین سے مدینہ بلایا۔ چنانچہ وہ مدینہ آ گئے تو حضرت جارُود نے حضرت عمرؓ سے کہا ان پر کتاب اللہ کا حکم جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ مُدّعی ہیں یا گواہ؟ حضرت جارُود نے کہا گواہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو آپ گواہی دے چکے ہیں (اس لئے سزا دینے کا مطالبہ آپ نہیں کر سکتے ہیں) اس پر حضرت جارُود خاموش ہو گئے لیکن اگلے دن صبح کو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر پھر ان سے کہا ان پر اللہ کی حد جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (آپ بار بار سزا کا تقاضا کر رہے ہیں اس لئے) میرے خیال میں آپ خود مُدّعی ہیں (گواہ نہیں ہیں) اور آپ کے ساتھ صرف ایک ہی گواہ ہے یعنی حضرت ابو ہریرہؓ (اور ایک گواہ سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا) حضرت جارُود نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں (کہ ان پر حد قائم کریں) حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اپنی زبان روک کر رکھیں

---

[1] اخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۵۳)

نہیں تو (مار مار کر) آپ کا بُرا حال کر دوں گا حضرت جارُود نے کہا اے عمرؓ! یہ تو ٹھیک نہیں ہے کہ شراب تو آپ کا چچا زاد بھائی پیئے اور آپ سزا مجھے دیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا اے امیرالمومنین! اگر آپ کو ہماری گواہی میں شک ہے تو آپ حضرت قُدامہ کی بیوی حضرت بنت الولید رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ہند بنت الولیدؓ کے پاس آدمی بھیجا اور قسم دے کر انہیں کہا کہ وہ ٹھیک ٹھیک بتائیں چنانچہ انہوں نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت قُدامہ سے کہا اب تو میں آپ پر حد ضرور جاری کروں گا۔ حضرت قُدامہ نے کہا اگر میں نے پی بھی ہے تو بھی آپ لوگ مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں؟ حضرت قُدامہ نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا (سورت مائدہ آیت ۹۳)

ترجمہ:۔ ”ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں، اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں“۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس آیت کا مطلب غلط سمجھے ہیں (اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے مسلمانوں نے جو شراب پی ہے اس میں گناہ نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی لیکن اب تو شراب حرام ہو چکی ہے اس لیئے) اگر آپ اللہ سے ڈرتے تو اس کی حرام کردہ چیز یعنی شراب سے بچتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا قُدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے چند دن سکوت فرمایا۔ پھر ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑے لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب قُدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے اب بھی یہی ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کوڑوں کے لگنے سے اگر یہ مر جائیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے اس حال میں موت آئے کہ یہ حد میری گردن میں پڑی ہو۔ میرے پاس پورا اور مضبوط کوڑا لاؤ (چنانچہ کوڑا لایا گیا) اور حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق حضرت قُدامہ کو کوڑے مارے گئے۔ اس پر حضرت قُدامہ حضرت عمرؓ سے

ناراض ہوگئے اور ان سے بات چیت چھوڑ دی۔ پھر حضرت عمرؓ حج کو گئے اور حضرت قدامہ بھی اس حج میں تھے اور وہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہی تھے۔ یہ دونوں حضرات جب حج سے واپس ہوئے اور حضرت عمرؓ سُقیا منزل پر اُترے تو وہاں انہوں نے آرام فرمایا۔ جب نیند سے اُٹھے تو فرمایا قُدامہ کو جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہا ہے قُدامہ سے صلح کر لو کیونکہ وہ آپ کے بھائی ہیں اس لئے انہیں جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ جب لوگ انہیں بلانے گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ جیسے بھی آتے ہیں انہیں لے کر آؤ (چنانچہ وہ آئے تو) حضرت عمرؓ نے ان سے گفتگو فرمائی (انہیں راضی کیا) اور ان کے لئے استغفار کیا۔[1]

حضرت یزید بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے ساتھ جا بھی رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے تو فرمایا کہ تم جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بھی ہنس رہے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔[2]

ارشادِ نبوی کے خلاف سرزد ہو جانے پر صحابہ کرامؓ کا خوف وہراس

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو یہاں زبردستی لایا گیا ہے وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے لہٰذا تم میں سے جس کے سامنے بنو ہاشم کا کوئی آدمی آجائے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد آجائے وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے عباس بن عبد المطلب حضورؐ کے چچا آجائیں وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ بھی مجبوراً آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تو اپنے باپ

---

[1] اخرجہ عبد الرزاق واخرجہ ابو علی بن السکن کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۹) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۶)

بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ اللہ کی قسم! اگر عباس میرے سامنے آگئے تو میں تو تلوار سے ان کے ٹکڑے کر دوں گا۔ حضورؐ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو حفصؓ! حضرت عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا جس دن حضورؐ نے میری کُنیت ابو حفص رکھی (کُنیت سے پکارنے کے بعد آپ نے فرمایا) کیا رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں تلوار سے ابو حُذیفہ کی گردن اُڑا دوں۔ اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہو گیا ہے۔ (اس وقت جوش میں حضرت ابو حُذیفہ یہ بات کہہ بیٹھے لیکن بعد میں) حضرت ابو حُذیفہ نے کہا میں اس دن جو (غلط) بات کہہ بیٹھا تھا میں اب تک اپنے کو (عذابِ خداوندی کے) خطرے میں محسوس کر رہا ہوں اور مجھ پر خوف طاری ہے اور میرے اس گناہ کا کفارہ صرف اللہ کے راستے کی شہادت ہی ہو سکتی ہے چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔[1]

حضرت مَعبد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قُریظہ (کے یہودیوں) کا پچیس دن تک محاصرہ فرمایا یہاں تک کہ اس محاصرے سے وہ سخت پریشان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تو ان کے سردار کعب بن اسد نے بنو قُریظہ پر تین باتیں پیش کیں یا تو ایمان لے آؤ یا اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی موت کی تلاش میں قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں سے میدانِ جنگ میں لڑو یا ہفتہ کی رات میں مسلمانوں پر شبخون مارو بنو قُریظہ نے (سردار کی تینوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے) کہا ہم ایمان بھی نہیں لا سکتے اور (چونکہ ہفتہ کی رات میں دشمن پر حملہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے اس لیئے) ہم ہفتہ کی رات میں لڑائی کو حلال قرار نہیں دے سکتے اور اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر دینے کے بعد ہماری کیا زندگی ہو گی؟ یہ یہودی (زمانہ جاہلیت میں) حضرت ابو لُبابہ بن عبد المُنذر رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اس لیئے انہوں نے ان کے پاس آدمی بھیج کر ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اُترنے کے بارے میں مشورہ مانگا انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ حضورؐ تمہارے ذبح کیئے جانے کا فیصلہ کریں گے (اس وقت تو وہ حضورؐ کی بات بتا گئے لیکن) بعد میں ان کو ندامت ہوئی جس پر وہ حضورؐ

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۵) والحاکم (ج ۳ ص ۲۲۳) عن ابن عباس نحوہ قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔

کی مسجد نبوی میں گئے اپنے آپ کو مسجد (کے ستون) سے باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو قریظہ نے کہا اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم کیا کریں، کیونکہ (حضورؐ سے) جنگ کرنے کی تو ہم میں طاقت نہیں ہے تو حضرت ابو لبابہ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور حلق پر انگلیاں پھیر کر انہیں بتادیا کہ مسلمان انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں (اس وقت تو وہ حضورؐ کا راز بتا گئے لیکن) جب حضرت ابو لبابہ وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں بہت ندامت ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ وہ بڑی آزمائش میں آ گئے اس لئے انہوں نے کہا میں اس وقت تک حضورؐ کے چہرۂ انور کی زیارت نہیں کروں گا جب تک میں اللہ کے سامنے ایسی سچی توبہ نہ کرلوں کہ اللہ تعالیٰ بھی فرما دیں کہ واقعی یہ دل سے توبہ کر رہا ہے اور مدینہ واپس جاکر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ لوگ بتلاتے ہیں کہ وہ تقریباً بیس دن بندھے رہے۔ جب حضرت ابو لبابہ حضورؐ کو کچھ عرصہ نظر نہ آئے تو حضورؐ نے فرمایا کیا ابو لبابہ ابھی تک اپنے حلیفوں (کے مشورے) سے فارغ نہیں ہوئے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے تو سزا کے طور پر خود کو مسجد کے ستون سے باندھ رکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تو میرے بعد آزمائش میں آ گئے اگر یہ (غلطی سرزد ہو جانے کے بعد) میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لئے (اللہ سے) استغفار کرتا لیکن جب وہ خود کو سزا کے طور پر ستون سے باندھ چکے ہیں تو اب میں بھی انہیں نہیں کھول سکتا۔ اللہ ہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو چند دن نہ دیکھا تو ان کے بارے میں دریافت فرمایا (کہ وہ کہاں ہیں؟) تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ابھی اس کا پتہ کر کے آتا ہوں چنانچہ وہ صحابی حضرت ثابت کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بڑا بُرا حال ہے۔ کیونکہ مجھے اونچی آواز سے بولنے کی عادت ہے اور میری آواز حضورؐ کی آواز سے اونچی ہو جاتی تھی (اور اب اس بارے میں قرآن کی آیات نازل ہو چکی ہیں جن کے مطابق) میرے پہلے تمام اعمال برباد ہو چکے ہیں اور میں دوزخ والوں میں سے ہو گیا ہوں۔ ان صحابی نے حاضر خدمت ہو کر حضورؐ کو بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ بن انس راوی کہتے ہیں حضورؐ نے ان صحابی

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق عن ابیہ کذا فی فتح الباری (ج ۸ ص ۲۹۱) [2] ذکر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۱۹) عن موسیٰ بن عقبۃ فی سیاقہ قال ابن کثیر وھکذا رواہ ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ وکذا ذکرہ محمد بن اسحاق فی مغازیہ۔

سے فرمایا جاکر حضرت ثابت سے کہہ دو کہ تم جہنم والوں میں سے نہیں ہو بلکہ جنت والوں میں سے ہو چنانچہ انہوں نے جاکر حضرت ثابت کو یہ زبردست بشارت سنائی۔[1]

حضرت بنت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت ثابت) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۸)

ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے" تو اس آیت کے مضمون کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہوگئے اور دروازہ بند کرکے رونے لگے۔ جب حضورؐ کو اس کا پتہ چلا تو حضورؐ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتے (اور یہ خرابیاں مجھ میں ہیں کیونکہ) مجھے خوبصورتی اور جمال پسند ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی قوم کا سردار بنوں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو (جن کو اللہ پسند نہیں کرتے) بلکہ تمہاری زندگی بھی اچھی ہوگی اور تمہیں موت بھی اچھی حالت پر آئے گی اور تمہیں اللہ جنت میں داخل کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ۔ (سورت الحجرات آیت ۲)

ترجمہ "اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔" تو پھر یہ پہلے کی طرح بہت پریشان ہوئے اور دروازہ بند کرکے رونے لگ گئے۔ جب حضورؐ کو اس کا پتہ چلا تو حضورؐ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی آواز اونچی ہے اور انہیں اس آیت کی وجہ سے ڈر ہے کہ کہیں ان کے اعمال برباد نہ ہو گئے ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی قابلِ تعریف ہوگی اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔[2]

---

[1] اخرجه البخاری [2] عند الطبرانی عن عطاء الخراسانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۲) وبنت ثابت بن قیس لم اعرفها وبقیة رجاله رجال الصحیح والظاہر ان بنت ثابت بن قیس صحابیة فانها قالت سمعت ابی انتہی واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۳۵) عن عطاء عن ابنة ثابت بن قیس نحوه مختصرا۔

حضرت محمد بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں ہلاک نہ ہو گیا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے روکا ہے کہ جو کام ہم نے نہیں کیے ان پر تعریف کیے جانے کو ہم پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنی تعریف کو بہت پسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکبر اور عجب سے منع فرمایا ہے اور میرا حال یہ ہے کہ مجھے خوبصورتی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کرنے سے روکا ہے اور میری آواز بہت اُونچی ہے (جو آپ کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے) حضورؐ نے فرمایا اے ثابت! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ قابلِ تعریف زندگی گزارو اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے اور اللہ تمہیں جنت میں داخل کرے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! حضرت محمد بن ثابت کہتے ہیں حضورؐ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت ثابت نے واقعی قابلِ تعریف زندگی گزاری اور مسیلمہ کذاب سے جنگ میں شہادت کا مرتبہ پایا[1]

صحابہ کرامؓ کا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اِتّباع کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بوریا تھا جس کا رات کو حجرہ سا بنا کر اس میں آپ نماز پڑھا کرتے اور دن کو اسے بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ آہستہ آہستہ لوگ بھی حضورؐ کے پاس آکر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے (یہ تراویح کی نماز تھی) جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اعمال اتنے اختیار کرو جتنے اعمال کی پابندی تمہارے بس میں ہے کیونکہ جب تک تم (عمل کرنے سے) نہیں اکتاؤ گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ (ثواب دینے کا سلسلہ) نہیں روکیں گے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اور خصوصی تعلق والے جب کوئی عمل شروع کرتے تو پوری پابندی اور اہتمام سے اُسے کرتے[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک دن چاندی

---

[1] قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بہذہ السیاقۃ ووافقہ الذہبی [2] اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۸۹)

کی انگوٹھی دیکھی (اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھی) تو لوگوں نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ بعد میں حضورؐ نے وہ انگوٹھی اُتار دی تو لوگوں نے بھی اُتار دیں[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے وہ اُتار دی اور فرمایا آئندہ میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں پہنوں گا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اُتار دیں[2]

حضرت سَلَمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (صلح حُدَیبیَہ کے موقع پر) قریش نے خارجہ بن کُرز کو مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لیئے بھیجا تو اس نے واپس آکر مسلمانوں کی بڑی تعریف کی۔ اس پر قریش نے کہا تم دیہاتی آدمی ہو مسلمانوں نے تمہارے سامنے اپنے ہتھیاروں کو ذرا زور سے ہلایا جن کی آواز سے تمہارا دِل اُڑ گیا (یعنی مرعوب ہو گیا) تو پھر مسلمانوں نے تم سے کیا کہا اور تم نے ان کو کیا کہا اس سب کا تم کو پتہ ہی نہ چل سکا۔ پھر قریش نے عُروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہوں نے آکر کہا اے مُحَمَّد! یہ کیا بات ہے؟ آپ اللہ کی ذات کی طرف دعوت دیتے ہو اور مختلف قبیلوں کے گرے پڑے لوگوں کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئے ہو اور آپ ان میں سے بہت سوں کو جانتے ہو اور بہت سوں کو جانتے بھی نہیں ہو اور آپ ان لوگوں کے ذریعہ اپنی قوم سے قطع رحمی کرنا چاہتے ہو اور ان کی بے عزتی کر کے ان کا خون بہانا چاہتے ہو اور ان کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ حضورؐ نے فرمایا میں تو اپنی قوم کے ساتھ صرف صلہ رحمی کرنے آیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے دین سے بہتر دین اور ان کی زندگی سے بہتر زندگی ان کو عطا فرمائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی واپس جاکر قریش کے سامنے مسلمانوں کی بڑی تعریف کی تو مشرکین کے ہاتھوں میں جو مسلمان قیدی تھے انہیں مشرکوں نے اور زیادہ تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمرؓ! کیا (مکہ جاکر) تم اپنے مسلمان قیدی بھائیوں کو میرا پیغام پہنچانے کے لیئے تیار ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! کیونکہ اللہ کی قسم! مکہ میں اب میرے خاندان کا کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اس مجمع میں اور بہت سے ساتھی ایسے ہیں جن کا مکہ میں کافی بڑا خاندان موجود ہے (اور خاندان والے اپنے آدمی کی حفاظت وحمایت کریں گے)، چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ حضرت عثمانؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے اور مشرکوں کے لشکر میں پہنچ گئے۔ مشرکوں نے ان کا کھیل بنایا

---

[1] اخرجہ ابو داؤد واخرجہ البخاری بنحوہ [2] فی الصحیحین کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳)

اور ان کو بُری باتیں کہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ کے چچازاد بھائی اَبان بن سعید بن عاص نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اپنے پیچھے زین پر بٹھا لیا۔ جب حضرت عثمانؓ ان کے پاس پہنچے تو اَبان نے ان سے کہا اے میرے چچازاد بھائی! یہ کیا بات ہے؟ آپ مجھے بہت تواضع اور عاجزی والی شکل وصورت میں نظر آرہے ہو۔ ذرا لُنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکاؤ (تاکہ کچھ متکبرانہ شان پیدا ہو) انہوں نے آدھی پنڈلیوں تک لُنگی باندھ رکھی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا (میں لُنگی نیچے نہیں کرسکتا کیونکہ) ہمارے حضرتؐ کا لُنگی باندھنے کا یہی طریقہ ہے چنانچہ انہوں نے مکہ میں جاکر ہر مسلمان قیدی کو حضورؐ کا پیغام پہنچادیا۔ ادھر ہم لوگ (حُدَیبیہ میں) دوپہر کو قیلولہ کررہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ کے منادی نے زور سے اعلان کیا کہ بیعت ہونے کے لئے آجاؤ! بیعت ہونے کے لئے آجاؤ! رُوحُ القُدُس (حضرت جبرائیل علیہ السّلام) آسمان سے تشریف لائے ہیں چنانچہ ہم سب لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اس وقت آپ کیکر کے درخت کے نیچے تھے اور ہم آپ سے بیعت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورت فتح: آیت ۱۸)

ترجمہ "بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کررہے تھے"۔ چونکہ اس وقت حضرت عثمانؓ مکہ میں تھے اور یہاں موجود نہیں تھے اس لئے حضورؐ نے ان کی بیعت کے لئے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہو گئی۔ اس پر لوگوں نے کہا (حضرت عثمانؓ) ابوعبداللہ کو مُبارک ہو (کہ ان کے بغیر ہی ان کی بیعت ہو گئی اور اُدھر) وہ بیت اللہ کا طواف کررہے ہیں اور ہم یہاں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چاہے کتنے سال گزر جائیں جب تک میں طواف نہیں کروں گا عثمانؓ ہرگز طواف نہیں کرے گا۔[1]

ابنِ سعد کی روایت میں یہ ہے کہ اَبان نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے میرے چچازاد بھائی! آپ نے بہت تواضع والی شکل وصورت بنا رکھی ہے ذرا لُنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکاؤ جیسے کہ آپ کی قوم کا طریقہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ ہمارے حضرتؐ اسی طرح آدھی پنڈلیوں تک لُنگی باندھتے ہیں۔ اَبان نے کہا اے میرے چچازاد بھائی! بیت اللہ کا طواف کرلو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب تک

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ایاس بن سلمۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۴) واخرجہ الرویانی وابو یعلی وابن عساکر عن ایاس بن سلمۃ عن ابیہ مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۵۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۶۱) عن ایاس بن سلمۃ عن ابیہ مختصرا۔

ہمارے حضرت کوئی کام نہ کرلیں اس وقت تک ہم وہ کام نہیں کرتے۔ ہم تو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں (اس لیئے میں طواف نہیں کروں گا)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا فتنہ اور اس کا لشکر ختم ہو گیا لیکن اس جنگ میں صحابہ کرامؓ بڑی تعداد میں شہید ہو گئے بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی تو اس جنگ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ میں ان کی خدمت میں گیا تو وہاں ان کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ (یعنی حضرت عمرؓ) میرے پاس آئے اور یوں کہا اس جنگ یمامہ میں قرآن کے حافظ بہت زیادہ تعداد میں شہید ہو گئے ہیں (ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں چودہ سو صحابہؓ شہید ہوئے جن میں سے سات سو صحابہؓ حافظ تھے) مجھے یہ ڈر ہو رہا ہے کہ اگر آئندہ لڑائیوں میں یوں ہی قرآن کے حافظ بڑی تعداد میں شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا اس لیئے میرا خیال یہ ہے کہ آپ سارا قرآن ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیں (اس سے پہلے سارا قرآن حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا بلکہ متفرق صحابہؓ کے پاس تھوڑا تھوڑا کر کے لکھا ہوا تھا) میں نے حضرت عمرؓ سے کہا ہم اس کام کی جرأت کیسے کریں جسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہیں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے حضرت عمرؓ مجھ پر اصرار کرتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس کام کے لیئے شرح صدر کر دیا جس کے لیئے حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا اور میری رائے بھی حضرت عمرؓ کے موافق ہو گئی۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں اس وقت حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے کچھ بات نہیں فرما رہے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم جوان ہو، سمجھدار ہو، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی ہمیں نہیں اور تم حضورؐ کے فرمانے پر وحی لکھا کرتے تھے اس لیئے تم ہی سارے قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! اگر حضرت ابو بکرؓ مجھے کسی پہاڑ کے پتھر ادھر سے ادھر منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام میرے لیئے قرآن ایک جگہ جمع کرنے سے زیادہ بھاری اور مشکل نہ ہوتا۔ میں نے عرض کیا آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جسے حضورؐ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے اور حضرت ابو بکرؓ بار بار مجھے فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس بارے میں شرح صدر فرما دیا جس بارے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا اور میری رائے بھی ان دونوں حضرات

کے موافق ہوگئی۔ پھر میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا اور کاغذوں پر، سفید پتھروں پر، چوڑی ہڈیوں پر اور کھجور کی ٹہنیوں پر جو قرآن لکھا ہوا تھا اور جو قرآن حضرات صحابہؓ کے سینوں میں محفوظ تھا اس سب کو جمع کر دیا یہاں تک کہ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ سے لے کر سورت براءت کے آخر تک کی آیات مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی ملیں اور کسی کے پاس نہ مل سکیں (یہ آیات زبانی تو بہت سے صحابہؓ کو یاد تھیں لیکن لکھی ہوئی کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ باقی قرآن کی ہر آیت کئی صحابہؓ کے پاس لکھی ہوئی ملی) پھر یہ صحیفے جن میں سارا قرآن ایک جگہ لکھا گیا تھا حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے پھر ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے حضرت عمرؓ کے پاس ان کی زندگی میں رہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے[1]۔

پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جس چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ دوں اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے (زمین پر) گر پڑوں۔ لہٰذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے (زکوٰۃ نہ دینے پر) عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس آگئے[2]۔ بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے) میں اس سے ضرور جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جان کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسّی حضورؐ کو دیا کرتے تھے اور اب مجھے نہیں دیں گے تو میں اس رسّی کی وجہ سے بھی ان سے جنگ کروں گا (دین میں ایک رسّی کے برابر کمی بھی برداشت نہیں کر سکتا) اور حضرت ابوبکرؓ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے حضورؐ نے باندھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا[3]۔ حضرت عُروہ کی روایت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا

---

[1] اخرجہ الطیالسی وابن سعد واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن حبان وغیرہم کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۷۹)
[2] رواہ العدنی عن عمر رضی اللہ عنہ [3] اخرجہ البیہقی عن ابی ہریرۃ۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کے مطابق اُسامہؓ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا چاہے آبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا اور ایک روایت میں ابنِ عساکر نے حضرت عُروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا۔ اے اُسامہؓ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل مُوتہ سے لڑو تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کے لئے کافی ہیں۔ حضرت سیف نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا اے ابنِ خطاب! تیری ماں تجھے گم کرے حضورؐ نے تو انہیں امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو ہٹا دوں یہ سب روایتیں (جلد اوّل میں) تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرما دی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرما دیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کو حضورؐ کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رونے لگیں پھر ان سے فرمایا تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زُہد کے باب میں اس

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۸) و اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۹) عن مصعب بن سعد بنحوہ۔

بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کھردرا کرتا پہننے لگے جوں ہی وہ کرتا ہنسلی کی ہڈی سے نیچے ہوا تو انہوں نے فوراً یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کیوں پڑھی؟ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ آپ بتائیں تو ہمیں پتہ چلے حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ کے پاس نئے کپڑے لائے گئے جنہیں آپ نے پہنا پھر یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا! جس مسلمان بندے کو اللہ تعالیٰ نئے کپڑے پہنائیں اور وہ اپنے پرانے کپڑے کسی مسکین مسلمان بندے کو صرف اللہ کے لئے پہنا دے تو جب تک اس مسکین بندے پر ان کپڑوں کا ایک دھاگہ بھی باقی رہے گا اس وقت تک یہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت، پناہ اور ضمانت میں رہے گا چاہے زندہ ہو یا مر کر قبر میں پہنچ جائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے کرتے کو پھیلا کر دیکھا تو آستین انگلیوں سے لمبی تھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے میرے بیٹے! ذرا چوڑی چھری لانا وہ کھڑے ہوئے اور چھری لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے آستین کو اپنی انگلیوں پر پھیلا کر دیکھا تو جو حصہ انگلیوں سے آگے تھا اسے اس چھری سے کاٹ دیا۔ ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا ہم کوئی درزی نہ لے آئیں جو آستین کا کنارہ سی دے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں بعد میں میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کی اس آستین کے دھاگے ان کی انگلیوں پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ انہیں روک نہیں رہے تھے[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کرتا پہنا پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (وہ چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس

---

[1] اخرجہ ہناد کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵)

لئے) آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کر دوں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ کرتا حضرت عمرؓ کے بدن پر اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ اس کے دھاگے پاؤں پر گر رہے ہوتے تھے[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سن لے اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا استلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا استلام نہ کرتا (استلام یہ ہے کہ حجر اسود کو آدمی چومے یا اسے ہاتھ یا لکڑی لگا کر اسے چومے) پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اس کے بعد فرمایا ہمیں رمل سے کیا لینا؟ (رمل طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) ہم نے تو رمل مشرکوں کو (اپنی قوت) دکھانے کے لئے کیا تھا اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا (لہذا اب بظاہر ضرورت نہیں ہے) پھر فرمایا رمل ایک ایسا کام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس لئے ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے[2]

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں مجھے یہ معلوم ہے تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع اور پھر حضورؐ نے اس کا بوسہ لیا۔ پھر (حضورؐ کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا بوسہ نہ لیتا[3]

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا تو ہم نے حجر اسود کا استلام کیا میں بیت اللہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جب ہم مغربی رکن یعنی رکن عراقی کے قریب پہنچے جو کہ حجر اسود کے بعد آتا ہے تو میں نے ان کا ہاتھ کھینچا تاکہ

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۴) [2] اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۵۳) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والدارقطنی فی العلل عن عیسی بن طلحۃ کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۳۴)

وہ رکنِ عراقی کا استلام کریں تو انہوں نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ (میرا ہاتھ کیوں کھینچ رہے ہو) میں نے کہا کیا آپ اس رکن کا استلام نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے انہیں ان دونوں مغربی رکنوں یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام کرتے ہوئے دیکھا تھا میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا تم حضورؐ کا اتباع نہیں کرتے میں نے کہا کرتا ہوں تو پھر فرمایا اس کا استلام چھوڑ دو اور آگے چلو[1]

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ آلِ معاویہ پانی میں شہد ملا کر پلاتے ہیں اور آلِ فلاں دودھ پلاتے ہیں اور آپ لوگ نبیذ (پانی میں کچھ دیر کھجور یا کشمش پڑی رہے تو اسے نبیذ کہتے ہیں) پلاتے ہیں کیا آپ لوگ کنجوس ہیں (اللہ نے تو بہت دے رکھا ہے لیکن کنجوسی کی وجہ سے نبیذ پلاتے ہیں جو کہ سستی چیز ہے) یا سچ مچ آپ لوگ حاجت مند (اور غریب) ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہم لوگ نہ کنجوس ہیں اور نہ حاجت مند اور غریب۔ بلکہ نبیذ پلانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ سواری پر آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی مانگا تو ہم نے اس سبیل کی نبیذ آپ کی خدمت میں پیش کی جسے آپ نے پی لیا اور فرمایا تم نے بہت اچھا انتظام کیا ہے ایسے ہی کرتے رہنا[2]

حضرت جعفر بن تمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ذرا یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو لوگوں کو کشمش کی نبیذ پلاتے ہیں کیا یہ سنت ہے جس کا آپ لوگ اتباع کر رہے ہیں یا آپ کو اس میں دودھ اور شہد سے زیادہ سہولت ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عباسؓ لوگوں کو پلا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضورؐ نے ان میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا چونکہ حضورؐ نے (نبیذ کے انتظام کو پسند فرمایا اور) فرمایا تم نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا تو اب حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لئے باعثِ مسرت نہیں ہے[3]

---

[1] اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۰۷) [2] اخرجہ احمد [3] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمرؓ مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے جو اُن کی سواری کو تھامے ہوئے تھے اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آگیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ قضائے حاجت کے لیئے رُکے تھے اس لیئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے دوپہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و نشانات کا بہت زیادہ اِتباع کیا کرتے تھے چنانچہ جس جگہ حضورؐ نے (دورانِ سفر) کوئی نماز پڑھی ہوتی وہاں حضرت ابن عمرؓ ضرور نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضورؐ کے آثار کا ان کو اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ ایک سفر میں حضورؐ ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تھے تو حضرت ابن عمرؓ اس درخت کا بہت خیال رکھتے اور اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے[3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف کو ہو لیئے۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لیئے میں نے بھی ایسے ہی کیا[4]

---

[1] اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۱ ص ۴۰)، رواہ احمد ورواۃ محتج بہم فی الصحیح [2] اخرجہ البزار باسناد لاباس بہ کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۴۶)، وقال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۷۵) ورجالہ موثقون [3] اخرجہ ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۷، ص ۵۹) [4] اخرجہ احمد والبزار باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۴۶)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کے راستے میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستے کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (اور کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاؤں (والی جگہ) پر پڑ جائے۔[1] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ قدم پر پاؤں رکھ کر چلا کرتے تھے اگر اس وقت تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے یہ تو مجنون ہیں۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسفار میں جن مقامات میں قیام فرمایا ان کو جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تلاش کرتے ہیں اس طرح کوئی بھی تلاش نہیں کرتا۔[3] حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں اتباعِ سنت کا اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ جب ان کو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ قدم تلاش کرتا ہوا دیکھ لیتا تو وہ یہی سمجھتا کہ ان پر (جنون کا) کچھ اثر ہے۔ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی اونٹنی کا بچہ کسی بیابان جنگل میں گم ہو جائے تو وہ اپنے بچے کو اتنا زیادہ تلاش نہیں کر سکتی جتنا زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نشاناتِ قدم کو تلاش کیا کرتے تھے۔[4]

حضرت عبدالرحمن بن امیہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن میں خوف کی نماز اور مقیم کی نماز کا ذکر تو ہمیں ملتا ہے لیکن مسافر کی نماز کا کوئی ذکر نہیں ملتا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم عرب والے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اجڈ اور کم علم تھے پھر اللہ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث فرمایا تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کرتے ہوئے دیکھا تو ہم بھی ویسے ہی کریں گے (چنانچہ حضورؐ نے مسافر والی نماز پڑھی ہے تو ہم بھی پڑھیں گے مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کا قرآن میں ذکر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بہت سے احکام حضورؐ کی حدیث سے ثابت ہوتے ہیں۔[5]) حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ خوف کی نماز کو قصر کرنے کا حکم تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے لیکن سفر کی نماز کو قصر کرنے کا حکم نہیں ملتا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۰) [2] عند ابی نعیم ایضا واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۶۱) عن نافع نحوہ [3] عند ابی سعد (ج ۴ ص ۱۰۷) [4] عند ابی نعیم (ج ۱ ص ۳۱۰) [5] اخرجہ عبدالرزاق

کو جو کام بھی کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم تو اسے ضرور کریں گے (اس کا قرآن میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے)[1]

حضرت وارد بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں منیٰ میں میری ملاقات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی میں نے ان سے پوچھا سفر میں نماز کی کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا دو رکعتیں میں نے کہا اس وقت ہم لوگ منیٰ میں ہیں (ہماری تعداد بھی بہت ہے اور ہر طرح کا امن بھی ہے تو کیا یہاں بھی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں گی؟) اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میرے اس سوال سے انہیں بڑی گرانی ہوئی اور فرمایا تیرا ناس ہو! کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں سنا ہے اور میں ان پر ایمان بھی لایا ہوں۔ اس پر انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جایا کرتے تو دو رکعت نماز پڑھا کرتے۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہے دو رکعت نماز پڑھو چاہے چھوڑ دو[2]

حضرت ابو حنیف جُرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ

(سورۃ نساء: آیت ۱۰۱)

ترجمہ: "اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے (اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا ڈر ہو اور یہاں منیٰ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز کو قصر کریں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں (لہٰذا جب انہوں نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دو رکعت ہی پڑھو)[3]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے[4]

---

[1] عند ابن جریر [2] عند ابن جریر ایضاً [3] عند ابن جریر ایضاً کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۴) [4] اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والبیہقی کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۴۶)

حضرت قُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قبیلہ مُزَینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ہم آپ سے بیعت ہوئے۔ جب ہم آپ سے بیعت ہوئے اس وقت آپ کی گُھنڈیاں کُھلی ہوئی تھیں میں نے آپ کے کُرتے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر مُہرِ نبوّت کو چُھوا۔ حضرت عُروہ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ (حضرت قُرّہ کے صاحبزادے) حضرت مُعاویہ کی اور حضرت مُعاویہ کے بیٹے کی گُھنڈیاں گرمی سردی ہر موسم میں ہمیشہ کُھلی رہا کرتی تھیں [1]



[1] اخرجہ ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ عن عروۃ بن عبداللہ بن نشیر قال حدثنی معاویہ بن قرۃ عن ابیہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۵۴) واخرجہ ایضا البغوی وابن السکن کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۴۶۰) نحوہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہؓ گھر والوں، خاندان والوں اور اپنی امت سے جو نسبت حاصل ہے اس نسبت کا خیال رکھنا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے حجرے) کے سامنے ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اس جماعت میں کچھ ہم انصاری، کچھ مہاجر اور کچھ بنی ہاشم کے لوگ تھے ہماری آپس میں اس بات پر بحث شروع ہوگئی کہ ہم میں سے کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہے؟ ہم نے کہا ہم جماعت انصار حضورؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کا اتباع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ ہو کر کئی مرتبہ (کافروں سے) لڑائی کی ہے۔ ہم حضورؐ کے دشمن کے مقابلہ میں حضورؐ کے لشکر کا دستہ ہیں لہٰذا ہم حضورؐ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے مہاجری بھائیوں نے کہا ہم نے اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے اپنے خاندانوں، گھر والوں اور مال و دولت کو (ہجرت کے لئے) چھوڑا (یہ ہماری امتیازی صفت اور خصوصی قربانی ہے جو آپ انصار کو حاصل نہیں ہے) اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپ لوگ شریک ہوئے لہٰذا ہم حضورؐ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے ہاشمی بھائیوں نے کہا (ہماری امتیازی صفت یہ ہے کہ) ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگ ہیں اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپ لوگ شریک ہوئے لہٰذا ہم لوگ حضورؐ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔ اتنے میں حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے حضورؐ کے سامنے اپنی بات عرض کی حضورؐ نے ہم انصار سے کہا تم نے ٹھیک کہا تمہاری اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر ہم نے حضورؐ کو اپنے مہاجری بھائیوں کی بات بتائی حضورؐ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر ہم نے حضورؐ کو اپنے ہاشمی بھائیوں کی بات بتائی حضورؐ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس

بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم لوگوں کا فیصلہ نہ کر دوں ؟ ہم لوگوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں. پھر حضورؐ نے فرمایا تم اے جماعت انصار ! تو میں تمہارا بھائی ہوں. اس پر انصار نے کہا اللہ اکبر ! رب کعبہ کی قسم ! ہم حضورؐ کو لے اُڑے اور تم اے جماعت مہاجرین ! میں تم میں سے ہوں. اس پر مہاجرین نے کہا اللہ اکبر ! رب کعبہ کی قسم ! ہم حضورؐ کو لے اُڑے اور تم اے بنو ہاشم ! تم میرے ہو اور میرے سپرد ہو. اس پر ہم سب راضی ہو کر کھڑے ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک حضورؐ سے خصوصی تعلق حاصل ہونے کی وجہ سے بڑا خوش ہو رہا تھا[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شکایت کی. حضورؐ نے فرمایا اے خالد ! جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ (اور یہ عبدالرحمٰن بھی بدری ہیں) کیونکہ اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو بھی ان کے عمل کو نہیں پہنچ سکتے ہو اس پر حضرت خالد نے کہا لوگ مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں میں انہیں ویسا ہی جواب دے دیتا ہوں. حضورؐ نے (صحابہؓ سے) فرمایا خالد کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونتا ہے[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے درمیان تو تو میں میں ہوگئی تو حضرت خالد نے کہہ دیا اے ابن عوف ! آپ میرے سامنے اس بات کی وجہ سے فخر نہ کریں کہ آپ مجھ سے ایک دو دن پہلے اسلام میں داخل ہوئے ہیں. جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو (انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ) کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ! تم (غیر بدری صحابہؓ) میں سے کوئی بھی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان کے آدھے مُد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا (آدھا مُد ساتھ چھٹانک یعنی آدھ کلو سے کم ہوتا ہے)

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴) رواہ الطبرانی وفیہ ابو مسکین الانصاری ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات وفی بعضہم خلاف انتہٰی [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۴۹) رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر باختصار والبزار بنحوہ ورجال الطبرانی ثقات انتہٰی واخرجہ ایضا ابن عساکر وابو یعلی کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۸) وابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۴۰۹) عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ مثلہ .

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میں کوئی تیز بات ہو گئی تو حضرت خالد نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن سے (جھگڑنے سے) روکا تھا اور یہ حضرت زبیر ان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں بدری ہیں (درجہ میں برابر ہیں تمہارا درجہ کم تھا) اس لیئے یہ آپس میں ایک دوسرے کو کچھ کہہ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان ایسی بات ہو گئی جیسی لوگوں میں ہو جایا کرتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان (بدری صحابہؓ) میں سے کسی ایک کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ باقی تمام جہان والوں پر میرے صحابہؓ کو فضیلت عطا فرمائی اور پھر میرے لیئے میرے صحابہؓ میں سے چار ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رحمہم اللہ کو چنا اور انہیں میرا خاص صحابی بنایا۔ ویسے تو میرے تمام صحابہؓ میں خیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور میری امت میں سے چار زمانے والوں کو چنا۔ پہلا زمانہ (خود حضورؐ کا) دوسرا زمانہ (حضرات صحابہ کرامؓ کا) تیسرا زمانہ (حضرات تابعین کا) چوتھا زمانہ (حضرات تبع تابعین کا)۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کچھ وصیت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا مہاجرین میں سے جو سابقین اولین ہیں میں تمہیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اگر تم اس وصیت پر عمل نہیں کرو گے تو نہ تمہارا نفلی عمل قبول کیا جائے گا اور نہ فرض۔[4] بزار کی روایت میں یہ ہے کہ میں سابقین

---

[1] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ص ۱۳۸) واخرجہ احمد عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ مختصرا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵) ورجالہ رجال الصحیح انتہی [2] عند البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۵) رجالہ رجال الصحیح غیر عاصم بن ابی النجود وقد وثق انتہی [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶) ورجالہ ثقات وفی بعضہم خلاف [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۷) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار۔

اوّلین کے ساتھ، ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے بیٹوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں[1] حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ اب ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ پرانے کپڑوں میں لپیٹے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے لوگوں نے اور بازار والوں نے آپ کا سُنا (کہ منبر پر تشریف فرما ہیں) تو وہ سب مسجد میں آگئے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! اس قبیلہ انصار سے جو مجھے تعلق ہے اس کی ہمیشہ رعایت رکھو کیونکہ یہ لوگ میرے لئے معدہ کی طرح ہیں جس میں مَیں کھاتا ہوں اور یہ میرا صندوق ہیں یعنی ان سے مجھے خاص تعلق ہے میرے بہت سے راز ان کے پاس ہیں یہ میرے خاص مُعتمد لوگ ہیں لہٰذا تم ان کے نیک آدمی کے نیک عمل کو قبول کرو اور ان کے بُرے کو معاف کرو[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ حضرت مالک بن دُخشُن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے انہیں بُرا کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ تو منافقوں کا سردار ہے حضورؐ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو چھوڑے رکھو، میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا مت کہو[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا مت کہو جو میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا کہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے[5]

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ مجھے اپنے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہنے کا حکم دے رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرما چکا اور ان کی مغفرت فرما چکا ہے۔ (اس لئے میں انہیں ہرگز بُرا نہیں کہوں گا)[6]

---

[1] رواہ البزار و رجالہ ثقات [2] اخرجہ الطبرانی عن زید بن سعد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶) و زید بن سعد بن زید الاشہلی لم اعرفہ و بقیۃ رجالہ ثقات انتہی [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱) رجالہ رجال الصحیح اھ [4] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱) و فیہ عبداللہ بن فراش و ہو ضعیف [5] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱)، رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن سہل و ہو ثقۃ [6] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱) رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ رجال الصحیح انتہی۔

حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا برائی سے تذکرہ کرنے سے ہمیشہ بچتے رہنا کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کارنامے انجام دے کر گئے ہیں[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات یہ فرمائی کہ تم لوگ میرے گھر والوں کے بارے میں میری نیابت کرنا یعنی میرے بعد میری طرح ان کا خیال رکھنا[2]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں آئیں ان کے ایک ہاتھ میں ایک ہانڈی تھی جس میں حضرت حسنؓ کے لئے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے جب وہ ہانڈی حضورؐ کے سامنے رکھ دی تو حضورؐ نے فرمایا ابوحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا گھر میں ہیں۔ حضورؐ نے انہیں بلالیا (جب وہ آ گئے تو) حضورؐ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ (پانچوں مل کر) کھانے لگے اور حضورؐ نے مجھے کھانے کے لئے نہ بلایا حالانکہ اس سے پہلے جب بھی حضورؐ کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا اے اللہ! جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں تم میں سے جو (دین پر) قائم ہے اللہ اسے اس پر پختگی عطا فرمائے اور تمہارے جاہل کو علم عطا فرمائے اور تمہارے بے راہ کو سیدھی راہ پر ڈال دے اور میں نے اللہ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں خوب سخی اور رحم دل بنائے اگر کوئی آدمی حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان کھڑا ہو کر عبادت کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے (زندگی بھر

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۲) وفیہ عمر بن عبداللہ الثقفی وہو ضعیف انتہی [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۳) وفیہ عاصم بن عبیداللہ وہو ضعیف انتہی [3] اخرجہ ابویعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۷) واسنادہ جید۔

اتنی بہترین عبادت کرتا ہے) لیکن مرتے وقت اس کے دل میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں سے بغض ہو تو وہ (دوزخ کی) آگ میں داخل ہو گا[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کے احسان کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا تو اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے کل (قیامت کے دن) جب مجھ سے ملے تو لے لے[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے شادی کر لی تو میں نے سنا کہ وہ لوگوں کو فرما رہے ہیں تم مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے ہو؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے سسرالی رشتہ اور میرے نسب کے علاوہ ہر سسرالی رشتہ اور ہر نسب ٹوٹ جائے گا (اور اس شادی سے مجھے حضورؐ کا سسرالی رشتہ حاصل ہو گیا ہے اس لئے مجھے مبارکباد دو)[3]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت قتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ قریش کی مذمت بیان کی اور ان کے خلاف بے اکرامی کے بول بول دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قتادہ! قریش کو برا بھلا مت کہو کیونکہ تمہیں ان میں ایسے آدمی بھی نظر آئیں گے جن کے اعمال و افعال کے سامنے تمہیں اپنے عمل و فعل حقیر نظر آئیں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو ان پر رشک کرو گے۔ اگر مجھے قریش کے سرکش ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں ان کا جو مقام ہے میں وہ ان کو بتا دیتا[4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۱) رواہ الطبرانی عن شیخہ محمد بن زکریا الغلابی و ہو ضعیف و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یعتبر حدیثہ اذا روی عن الثقات خان فی روایۃ من المجاہیل بعض المناکیر قلت روی ہذا عن سفیان الثوری وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۳) وفیہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد وہو ضعیف انتہی [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۳) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار ورجالہما رجال الصحیح غیر الحسن بن سہل وہو ثقۃ۔ [4] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳) رواہ احمد مرسلا د مسندا ورجال لفظ المسند علی المرسل والبزار کذلک والطبرانی مسندا ورجال البزار فی المسند رجال الصحیح ورجال احمد فی المسند والمرسل رجال الصحیح غیر جعفر بن عبداللہ بن اسلم فی مسند احمد وہو ثقۃ وفی بعض رجال الطبرانی خلاف۔ اھ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات مجھے معلوم ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قریش کو آگے رکھو۔ ان سے آگے نہ بڑھو۔ اگر مجھے قریش کے اِترانے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ میں انہیں بتا دیتا [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر مجھے قریش کے اکڑنے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ میں انہیں بتا دیتا [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت داری کو قریش میں تلاش کرو کیونکہ قریش کے امانتدار آدمی کو دوسروں کے امانتدار پر ایک فضیلت حاصل ہے اور قریش کے طاقتور آدمی کو دوسروں کے طاقتور آدمی پر دو فضیلتیں حاصل ہیں [3]

حضرت رِفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی قوم کو جمع کرو میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حضورؐ کے گھر کے پاس جمع فرمایا اور اندر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں انہیں اندر آپ کی خدمت میں لے آؤں یا آپ باہر ان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا میں ان کے پاس باہر آؤں گا چنانچہ حضورؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کیا تمہارے اس مجمع میں دوسری قوم کا بھی کوئی آدمی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہے۔ اس مجمع میں ہمارے علاوہ ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے غلام بھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور غلام یہ سب ہم میں سے ہی ہیں۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیوں نہیں سنتے؟ کہ اس (مسجدِ حرام) کے متولی بننے کے لائق صرف متقی لوگ ہیں۔ اگر تم لوگ متقی ہو پھر تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگ سوچ لو، غور کر لو! ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اور لوگ اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ گناہوں کا بوجھ لے کر آؤ اور پھر مجھے (تمہارے گناہ دیکھ کر منہ دوسری طرف کرنا پڑ جائے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے لوگو! قریش امانتدار لوگ ہیں اس لئے جو بھی ان کی خامیاں اور قصور تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا [4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۲۵) وفیہ ابو معشر وحدیثہ حسن [2] عند احمد ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۲۵) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۲۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو یعلیٰ واسنادہ حسن۔ اھ [4] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۲۶) رواہ البزار واللفظ لہ واحمد باختصار وقال کبہ اللہ فی النار لوجہہ والطبرانی بنحو البزار ورجال احمد والبزار واسناد الطبرانی ثقات انتہیٰ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو ہاشم اور اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے بغض رکھنا نفاق ہے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اندر تشریف لائے آپ فرما رہے تھے اے عائشہؓ! تمہاری قوم میری اُمت میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملے گی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ اندر آتے ہوئے ایسی بات فرما رہے تھے جسے سن کر تو میں ڈر گئی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ کیا ہے ؟ میں نے کہا آپ فرما رہے تھے کہ میری قوم آپ کی اُمت میں سے سب سے پہلے آپ سے آملے گی۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی تھی۔ میں نے کہا ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا موت ان کو ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔ میں نے کہا ان کے بعد باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ چھوٹی ٹڈی کی طرح ہوں گے۔ طاقتور کمزور کو کھا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی پر قیامت قائم ہوگی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ! لوگوں میں سے سب سے پہلے تمہاری قوم ہلاک ہوگی۔ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ کیا وہ سب زہر کھانے سے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ موت انہیں ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔ وہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد لوگ کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ لوگ تمام لوگوں کے لیئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جب یہ ہلاک ہوجائیں گے تو پھر باقی تمام لوگ بھی (جلد) ہلاک ہوجائیں گے۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضورؐ نے فرمایا بتاؤ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والا کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا فرشتے۔ آپ نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۷) رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات انتہی [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸) رواہ احمد والبزار ببعضہ والطبرانی فی الاوسط ببعضہ ایضا واسناد الروایۃ الاولیٰ عند احمد رجال الصحیح وفی بقیۃ الروایات مقال اھ۔

ان کے لیئے اس سے کوئی مانع ہے؟ فرشتوں کے علاوہ (بتاؤ) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت سے نوازا۔ آپ نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے ان کے لیئے اس سے کوئی مانع ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ان کے بعد تو) وہ شہداء ہیں جنہیں نبیوں کے ساتھ شہادت کا درجہ ملا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہیئے اور جب انہیں اللہ نے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے تو کیا اس کے لحاظ سے ان کے لیئے اس سے کوئی مانع ہے؟ سب سے بہتر ایمان والے تو ان کے علاوہ اور لوگ ہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ہیں۔ میرے بعد اس دنیا میں آئیں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے اور میری تصدیق کریں گے۔ قرآن کے سپاروں کو لٹکا ہوا پائیں گے اور اس قرآن پر عمل کریں گے۔ یہ لوگ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والے ہیں (بعد میں آنے والوں کو فضیلت صرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ حضورؐ کو دیکھے بغیر ایمان لائے لہٰذا ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہے ورنہ اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرامؓ اُمّت میں سب سے افضل ہیں)[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑا مرتبہ مخلوق میں کس کا ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا فرشتوں کا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کے اتنا قریب ہوتے ہوئے اس سے ان کے لیئے کون سی چیز مانع ہے؟ ان کے علاوہ بتاؤ صحابہؓ نے عرض کیا نبیوں کا۔ حضورؐ نے فرمایا جب ان پر وحی نازل ہوتی ہے تو ان کے لیئے اس مرتبہ کے حاصل ہونے سے کون سی چیز مانع ہے؟ ان کے علاوہ بتاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے اور دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ وہ قرآن کے سپارے لٹکے ہوئے پائیں گے اور اس پر وہ ایمان لائیں گے۔ یہی وہ لوگ جن کا مرتبہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق میں سب سے بڑا ہوگا۔[2]

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۵) رواہ ابو یعلی ورواہ البزار [2] رواہ البزار قال الہیثمی الصواب انہ مرسل عن زید بن اسلم واحد اسنادی البزار المرفوع حسن انتہی۔

دوپہر کا کھانا کھایا ہمارے ساتھ حضرت ابو عُبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! ہم آپ کے ساتھ مسلمان ہوئے اور ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا کیا کوئی ہم سے بھی افضل ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ایک مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور پھر مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس نے مجھے دیکھا نہیں اور پھر مجھ پر ایمان لایا[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کی تمنا کرے گا کہ میری زیارت کے بدلہ میں اپنے اہل وعیال کو مال و دولت کو فدیہ میں دے دے[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میری بڑی تمنا ہے کہ کاش میں اپنے ان بھائیوں کو دیکھ لیتا جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میری اپنے بھائیوں سے ملاقات کب ہو گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا تم لوگ تو میرے صحابی (بھی) ہو (اور بھائی بھی ہو) میرے بھائی تو وہ لوگ ہیں جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے[5] حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے جس کا پتہ نہیں چلتا کہ پہلے حصہ میں خیر ہے یا آخری حصہ میں[6]

---

[1] عند احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۶) رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی باسانید واحد اسانید احمد رجالہ ثقات۔ انتہی [2] عند احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۷) رواہ احمد والطبرانی باسانید ورجالہا رجال الصحیح غیر ایمن بن مالک الاشعری وہو ثقۃ۔ انتہی [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۶) وفیہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد وحدیثہ حسن وفیہ ضعف وبقیۃ رجالہ ثقات۔ اھ [4] عند احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۶) رواہ احمد وابو یعلی [5] رواہ ابو یعلی قال الہیثمی وفی رجال ابی یعلی محتسب ابو عائذ وثقہ ابن حبان وضعفہ ابن عدی وبقیۃ رجال ابی یعلی رجال الصحیح غیر الفضل بن الصباح وہو ثقۃ وفی اسناد احمد جسر وہو ضعیف ورواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح غیر محتسب۔ انتہی [6] عند احمد والبزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۸) ورجال البزار رجال الصحیح غیر الحسن بن قزعۃ وعبید بن سلیمان الاغر وہما ثقتان وفی عبید لاخلاف یضر۔ انتہی واخرجہ البزار وغیرہ عن عمران والطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۶۸) وقال ابن حجر فی الفتح ہو حدیث حسن لہ طرق قد یرتقی بہا الی الصحۃ قالہ المناوی (ج ۵ ص ۵۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ میری زندگی تمہارے لیئے خیر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو (اور احکام شرعیہ مجھ سے پوچھتے رہتے ہو) میں (تمہارے سوالوں کا جواب دینے کے لیئے) تم سے بات کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لیئے خیر ہوگی (اور وہ اس طرح سے کہ) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیئے جاتے رہیں گے۔ ان اعمال میں جو اچھے عمل مجھے نظر آئیں گے ان پر اللہ کی تعریف کروں گا (کہ اس کی توفیق سے ہوئے) اور جو بُرے عمل دیکھوں گا ان پر تمہارے لیئے اللہ سے استغفار کروں گا[1]

حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابنِ زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ اس کے پاس خارجیوں کے سر کاٹ کر لائے جانے لگے جب وہ کوئی سر لے کر گزرتے تو میں کہتا یہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا اے میرے بھتیجے ایسے نہ کہو کیونکہ مَیں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس اُمت (کے گناہوں) کا عذاب دنیا میں ہوگا (یعنی ہوسکتا ہے کہ یہ خارجی جو قتل ہو رہے ہیں تو اس دنیاوی سزا کے بعد ان کو آخرت میں عذاب نہ ہو)[2] حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں عُبَیداللہ بن زیاد کے پاس سے باہر نکلا تو مَیں نے دیکھا کہ وہ (خوارج کو) بہت سخت سزا دے رہا ہے تو مَیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی کے پاس بیٹھ گیا انہوں نے کہا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے اس اُمت کی سزا (دنیا میں) تلوار سے (قتل کیئے جانا) ہوگی۔[3]

مسلمانوں کے مال اور جان کا احترام کرنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں ایک

---

[1] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۴) رواه البزار و رجاله رجال الصحیح۔ انتہی [2] اخرجه البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۸۵) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۸ ص ۳۰۸) عن ابی بردة رضی اللہ عنه بنحوه ولفظه فی المرفوع ان اللہ جعل عذاب ہذه الامة فی الدنیا القتل واخرجه الطبرانی فی الکبیر والصغیر باختصار والاوسط کذلک و رجال الکبیر رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۲۵) [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۲۵) و رجاله رجال الصحیح۔

آدمی قتل ہوگیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا یہ خبر سن کر حضورؐ اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ کیا بات ہے؟ میں تم لوگوں میں موجود ہوں اور ایک آدمی قتل ہوگیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے مل کر ایک مسلمان کو قتل کردیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں بے حد وحساب عذاب دے گا۔[1]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہوگیا حضورؐ بیان کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر آپ نے تین مرتبہ پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تم سب کی موجودگی میں کس نے اسے قتل کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر تمام آسمانوں والے اور تمام زمین والے مل کر ایک مومن کو قتل کردیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں داخل کرے گا اور ہم سے یعنی ہمارے گھر والوں سے جو بھی بغض رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ آگ میں داخل کرے گا۔[2]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلہ جہینہ کی شاخ بنو حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے ان پر صبح صبح حملہ کیا ان میں ایک آدمی ایسا تھا کہ جب وہ لوگ ہماری طرف بڑھتے تو وہ سب سے زیادہ سخت حملہ کرتا اور جب وہ پیچھے ہٹتے تو یہ ان کی حفاظت کرتا میں نے اور ایک اور انصاری نے اسے گھیر لیا جب وہ ہمارے قابو میں آگیا تو اس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یہ سن کر انصاری تو رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کردیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا اے اسامہؓ! کیا تم نے اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد قتل کردیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا (مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا تھا) لیکن حضورؐ اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس بات کی تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوتا (اور اسلام لانے سے یہ گناہ بھی معاف ہوجاتا)[3] ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ بات بھی بتائی حضورؐ نے فرمایا اے اسامہؓ! جب تم سے اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بارے میں

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۹۷) رجالہ رجال الصحیح غیر عطاء بن ابی مسلم وثقہ ابن حبان وضعفہ جماعۃ۔ انتہیٰ [2] عند البزار قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۹۶) وفیہ داؤد بن عبد الحمید وغیرہ من الضعفاء انتہیٰ [3] اخرجہ احمد واخرجہ البخاری ومسلم ایضاً۔

پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے تو یہ کلمہ صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا آپ نے فرمایا جب تم سے اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ اس ذات کی قسم جس نے حضورؐ کو حق دے کر بھیجا حضورؐ نے اس جملہ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا بلکہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا یا میں اسے قتل نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والے کسی انسان کو کبھی قتل نہیں کروں گا حضورؐ نے فرمایا اے اسامہؓ! میرے بعد بھی؟ میں نے عرض کیا آپ کے بعد بھی[1]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اور ایک انصاری آدمی نے مرداس بن نہیک پر قابو پالیا جب ہم نے اس پر تلوار سونت لی تو اس نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یہ سن کر ہم رکے نہیں بلکہ اسے قتل کر دیا۔ آگے ابن اسحاق جیسی روایت ذکر کی ہے[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے تو کلمہ صرف ہتھیار کے ڈر سے پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا جس سے تمہیں پتہ چل جاتا کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ قیامت کے دن جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت تمہارا مددگار کون ہوگا؟ حضورؐ اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا[3]

حضرت بکر بن حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت بھیجی میں بھی اس میں گیا۔ ہماری اور مشرکوں کی جنگ ہوئی میں نے ایک مشرک پر حملہ کیا تو اس نے اسلام کا اظہار کر کے جان بچانی چاہی میں نے اسے پھر بھی قتل کر دیا۔ جب حضورؐ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور مجھے اپنے سے دور کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وحی میں بھیجی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً (سورت نساء آیت ۹۲)

"ترجمہ: "اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے" (چونکہ

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۲۲) [2] اخرجہ ابن عساکر [3] اخرجہ ایضا ابوداؤد والنسائی والطحاوی وابوعوانۃ وابن حبان والحاکم وغیرہم کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ۷۸)، واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۹۲)

میں نے اسے غلطی سے قتل کیا تھا اس وجہ سے) حضورؐ مجھ سے راضی ہو گئے اور مجھے اپنے قریب کر لیا[1]

حضرت عُقبہ بن خالد لَیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک جماعت بھیجی جس نے ایک کافر قوم پر چھاپہ مارا۔ ایک کافر آدمی نے زور سے حملہ کیا تو ایک مسلمان آدمی سونتی ہوئی تلوار لے کر اس کے پیچھے لگ گیا۔ جب وہ مسلمان اس کافر کو مارنے لگا تو اس کافر نے کہا میں مسلمان ہوں۔ میں مسلمان ہوں اِس مسلمان نے اس کی بات میں کچھ غور نہ کیا بلکہ تلوار مار کر اسے قتل کر دیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچ گئی۔ حضورؐ نے اس قاتل مسلمان کے بارے میں سخت بات فرمائی جو اس قاتل تک پہنچ گئی۔ ایک دن حضورؐ خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں اس قاتل مسلمان نے کہا یا رسولُ اللہ! اللہ کی قسم! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضورؐ نے اس مسلمان سے اور اس طرف کے تمام لوگوں سے منہ پھیر لیا اور خطبہ دیتے رہے۔ اس مسلمان نے دوبارہ کہا یا رسُولَ اللہ! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضورؐ نے اس مسلمان سے اور اس طرف کے تمام لوگوں سے منہ پھیر لیا اور خطبہ دیتے رہے لیکن اس مسلمان سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے تیسری مرتبہ وہی بات کہی تو اس دفعہ حضورؐ اس کی طرف مُتوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے پر ناگواری صاف محسوس ہو رہی تھی۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی مومن کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے[2]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت مِقداد بن اَسْوَد رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ کافروں تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ سب اِدھر اُدھر بکھرے ہوتے ہیں البتہ ایک آدمی وہیں بیٹھا ہُوا ہے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور اس کے پاس بہت سا مال تھا (مسلمانوں کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ حضرت مِقداد نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ ان سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کیا آپ نے ایسے آدمی کو قتل کر

---

[1] اخرجہ الدولابی وابن مندہ وابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ص ۳۱۶) [2] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۹۳) رواہ ابو یعلی واحمد باختصار الا انہ قال عقبۃ بن مالک بدل عقبۃ بن خالد والطبرانی بطولہ و رجالہ رجال الصحیح غیر بشر بن عاصم اللیثی وھو ثقۃ انتہی واخرجہ ایضا النسائی والبغوی وابن حبان عن عقبۃ بن مالک کما فی الاصابۃ (ج ۲ص ۴۹۱) والخطیب فی المتفق والمفترق کما فی الکنز (ج ۱ص ۹) عن عقبۃ بن مالک نحوہ والبیہقی (ج ۹ص ۱۱۶) وابن سعد (ج ۷ص ۴۲) عن عقبۃ بن مالک بنحوہ۔

دیا جو کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہا تھا؟ میں یہ بات حضورؐ کو ضرور بتاؤں گا۔
جب یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایک آدمی نے کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا لیکن اسے حضرت مقدادؓ نے قتل کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مقداد کو بلا کر میرے پاس لاؤ (جب حضرت مقدادؓ آئے تو) حضورؐ نے فرمایا اے مقداد! کیا تم نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا تھا تو کل کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے مطالبہ کے وقت تم کیا کرو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (سورت نساء آیت ۹۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیاوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔"
پھر حضورؐ نے حضرت مقدادؓ سے فرمایا وہ ایک مومن آدمی تھا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا لیکن وہ کافروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے اپنا ایمان ظاہر کیا تم نے اسے قتل کر دیا اور تم بھی تو پہلے مکہ میں اپنا ایمان چھپا کر رکھا کرتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اِضَم مقام کی طرف بھیجا اس جماعت میں حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی اور مُحَلِّم بن جثّامہ رضی اللہ عنہما بھی تھے چنانچہ ہم لوگ مدینہ منورہ سے چلے اور اِضَم مقام کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں ہمارے پاس سے عامر بن اَضبط اشجعی گزرے وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ تھوڑا سا سامان اور دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا۔ انہوں نے ہمیں اسلام والا سلام کیا ہم تو سلام سن کر ان پر حملہ کرنے سے رک گئے لیکن حضرت مُحَلِّم بن جثّامہ نے ان پر حملہ کر کے اس عداوت کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جو ان دونوں کے درمیان پہلے سے تھی۔ جب ہم حضورؐ کی خدمت میں واپس

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج، ص ۹) رواہ البزار واسنادہ جید وقال فی حاشیہ رواہ الطبرانی ایضا فی الکبیر والدارقطنی فی الافراد۔

پہنچے تو ہم نے حضورؐ کو ساری کارگزاری سنائی اس پر ہمارے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔

(سورت نساء آیت ۹۴)

ترجمہ ابھی گزرا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مُحَلِّم بن جَثّامہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت میں بھیجا۔ عامر بن اَضبط ان لوگوں سے ملے اور انہوں نے ان کو اسلام والا سلام کیا عامر اور حضرت مُحَلِّمؓ کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں دشمنی تھی۔ حضرت مُحَلِّمؓ نے تیر مار کر عامر کو قتل کر دیا۔ یہ خبر حضورؐ تک پہنچی تو حضرت عُیَیْنَہ رضی اللہ عنہ نے (عامر کی حمایت میں) اور حضرت اَقرع رضی اللہ عنہ نے (حضرت مُحَلِّمؓ کی حمایت میں) حضورؐ سے بات کی چنانچہ حضرت اَقرع نے کہا یا رسول اللہ! آج تو آپ (حضرت مُحَلِّمؓ کو) معاف فرما دیں آئندہ نہ فرما دیں۔ حضرت عُیَیْنَہ نے کہا نہیں نہیں۔ اللہ کی قسم! (بالکل معاف نہ فرمائیں بلکہ حضرت مُحَلِّمؓ سے بدلہ لیں) تاکہ میری عورتوں پہ (عامر کے قتل ہونے سے) جو رنج و صدمہ آیا ہے وہی حضرت مُحَلِّمؓ کی عورتوں پر بھی آئے۔ اتنے میں حضرت مُحَلِّمؓ دو چادروں میں لپٹے ہوئے آئے اور حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے تاکہ حضورؐ ان کے لئے استغفار فرما دیں لیکن حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہاری مغفرت نہ فرمائے (وہ یہ سن کر رونے لگ پڑے اور) وہ اپنی چادروں سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے کھڑے ہوئے اور سات دن نہیں گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے ان کو دفن کر دیا لیکن زمین نے انہیں باہر پھینک دیا۔ صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں آکر یہ قصہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا زمین تو ان سے بھی زیادہ بُرے کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو دکھا کر یہ چاہا کہ مسلمان کے احترام کے بارے میں تمہیں کچی نصیحت حاصل ہو پھر صحابہؓ نے ان کی نعش کو ایک پہاڑ کے دو کناروں کے درمیان رکھ دیا اور (چھپانے کے لئے) ان پر پتھر ڈال دیئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا [2]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق وہکذا رواہ احمد من طریق ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۲۴) والطبرانی کذلک قال الہیثمی (ج ۸، ص ۸) ورجالہ ثقات والبیہقی (ج ۹ ص ۱۱۵) وکذلک ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۲) نحوہ

[2] عند ابن جریر من طریق ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۲۵)

حضرت قبیصہ بن ذُؤیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے کافروں کی ایک جماعت پر چھاپہ مارا۔ اس جماعت کو شکست ہوگئی ان صحابی نے شکست کھاکر بھاگتے ہوئے ایک آدمی کا پیچھا کیا اور اس تک جا پہنچے جب اس پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس آدمی نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لیکن یہ صحابی نہ رُکے اور اسے قتل کردیا (وہ صحابی قتل تو کر بیٹھے لیکن) بعد میں ان صحابی کو اس کا بڑا صدمہ ہُوا۔ انہوں نے اپنی ساری بات جاکر حضورؐ کو بتادی اور یہ عرض کیا اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لیئے کلمہ پڑھا تھا حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ کیونکہ دل کی ترجمانی زبان سے ہی کی جاتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان قتل کرنے والے صاحب کا (غم اور صدمہ کی وجہ سے) انتقال ہوگیا۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو صبح کے وقت زمین پر پڑے ہوئے ملے (زمین نے انہیں باہر پھینک دیا) ان کے گھر والوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا انہیں دوبارہ دفن کردو۔ دوبارہ دفن کیا گیا تو پھر صبح کے وقت زمین کے اوپر پڑے ہوئے ملے۔ ان کے گھر والوں نے حضورؐ کو بتایا حضورؐ نے فرمایا زمین نے ان کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے لہٰذا انہیں کسی غار میں ڈال دو[1]

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب فتح مکہ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دعوت دینے کے لیئے بھیجا اور انہیں جنگ کرنے نہیں بھیجا ان کے ساتھ قبیلہ سُلَیم بن منصور، قبیلہ مُدلج بن مُرّہ اور بہت سے دوسرے قبیلے تھے۔ جب یہ حضرات قبیلہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان حضرات کو دیکھ لیا تو انہوں نے اپنے ہتھیار اُٹھا لیئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا آپ لوگ ہتھیار رکھ دیں کیونکہ سارے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں (آپ لوگ سارے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکو گے) جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت خالدؓ کے کہنے پر ان کی مُشکیں کس لی گئیں (اور مونڈھوں کے پیچھے ہاتھ باندھ دیئے گئے) پھر ان میں سے بہت سوں کو قتل کردیا۔ جب یہ خبر حضورؐ تک پہنچی تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاکر فرمایا اے اللہ! خالد بن ولیدؓ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلاکر فرمایا اے علیؓ! ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے معاملہ میں غور کرو اور جاہلیت کی باتیں اپنے دونوں

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۲۱۶)

قدموں کے نیچے (زمین میں دفن) کردو۔ حضرت علیؓ اپنے ساتھ بہت سامال لے کر ان لوگوں کے پاس گئے یہ مال حضورؐ نے ان کو دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے تمام قتل ہونے والے افراد کا خون بہا ادا کر دیا اور ان کا جتنا مال لیا گیا تھا اس کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ کُتّے کے پانی پینے کے برتن کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ اس قبیلہ کی طرف سے نہ خون کا مطالبہ رہا اور نہ کسی قسم کے مال کا۔ حضرت علیؓ کے پاس مال بچ گیا۔ فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کیا ایسا جانی یا مالی نقصان رہ گیا ہے جس کا بدلہ تم لوگوں کو نہ ملا ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا ہو سکتا ہے کہ ایسا مالی یا جانی نقصان ابھی باقی ہو جسے نہ تم جانتے ہو اور نہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس لئے یہ جتنا مال باقی رہ گیا ہے یہ سارا مال میں آپ لوگوں کو احتیاطاً دے دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے باقی سارا مال بھی انہیں دے دیا اور واپس پہنچ کر حضورؐ کو ساری کارگزاری سنائی۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔ پھر حضورؐ کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اُونچا اُٹھایا کہ بغلوں کے نیچے کا حصہ نظر آنے لگ گیا اور آپ نے تین دفعہ فرمایا اے اللہ! خالد بن ولیدؓ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی (وہ مسلمان تو ہو گئے لیکن) اَسْلَمْنَا (ہم مسلمان ہو گئے) نہ کہا صَبَأْنَا صَبَأْنَا (ہم نے دین بدل لیا) کہنے لگے حضرت خالد نے سب کو گرفتار کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ ایک دن جب صبح ہوئی حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہ میں اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی کرے گا۔ ساتھیوں نے واپس پہنچ کر حضورؐ سے حضرت خالد کے اس فعل کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دو مرتبہ فرمایا اے اللہ! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں[2] ابن اسحاق کہتے ہیں جو روایت مجھے پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی آپس میں اس بارے میں تیز گفتگو بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق　[2] عند احمد ورواہ البخاری والنسائی من حدیث عبدالرزاق۔ نحوہ۔

نے حضرت خالد سے کہا تم اسلام میں جاہلیت والا کام کر رہے ہو حضرت خالد نے کہا میں نے تو آپ کے باپ (کے قتل) کا بدلہ لیا ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا غلط کہتے ہو۔ اپنے باپ کے قاتل کو تو میں نے خود قتل کیا تھا تم نے تو اپنے چچا فاکہ بن مُغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ اس پر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی جب حضورؐ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا اے خالد! نرمی سے بات کرو۔ میرے (پرانے) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں اُحد پہاڑ کے برابر سونا مل جائے اور پھر تم اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے (پرانے) صحابہؓ میں سے کسی ایک کی ایک صبح یا ایک شام (کے اجر) کو نہیں پہنچ سکتے ہو۔[1]

حضرت صَخرَ احمسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبیلہ بنو ثَقیف سے غزوہ کے لیے تشریف لے چلے تو جب حضرت صَخرؓ نے یہ خبر سُنی تو وہ حضورؐ کی مدد کرنے کے لیے گھوڑے سواروں کی جماعت لے کر چلے جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ واپس مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور بنو ثقیف کا قلعہ اور محل ابھی تک فتح نہیں ہُوا تھا حضرت صَخرؓ نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک اس قلعہ اور محل کو نہیں چھوڑوں گا جب تک اس قبیلہ والے حضورؐ کے فیصلہ پر نہیں اُتر آتے۔ چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس وقت اس قلعہ اور محل کو چھوڑا جب وہ لوگ حضورؐ کے فیصلہ پر اُتر آئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ خط لکھا:

اَمّا بعد! یا رسُولَ اللہ! قبیلہ بنو ثقیف نے آپ کے فیصلہ پر اُترنا قبول کر لیا ہے۔ میں انہیں لے کر آرہا ہوں وہ میرے گھوڑے سواروں کے ساتھ ہیں۔ حضورؐ نے (جمع کرنے کے لیے) اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ اعلان کرایا (کہ نماز میں سب آجائیں کوئی اہم کام ہے) پھر حضورؐ نے (حضرت صَخرؓ کے قبیلہ) اَحمس کے لیے دس مرتبہ یہ دُعا کی اے اللہ! قبیلہ اَحمس کے سواروں اور پیادہ لوگوں میں برکت فرما دے۔ جب یہ لوگ آگئے تو حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے بات کی اور عرض کیا یا رسولَ اللہ! حضرت صَخرؓ نے میری پھوپھی کو گرفتار کیا ہُوا ہے حالانکہ وہ بھی اس دین میں داخل ہو چکی ہیں جس میں باقی تمام مسلمان داخل ہیں حضورؐ نے حضرت صَخرؓ کو بلا کر فرمایا اے صَخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو (اسلام لانے کی وجہ سے) ان کی جان اور مال سب محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے تم مُغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دو۔ انہوں نے حضرت مُغیرہ

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱۳)

کو ان کی پھوپھی دے دی اور حضرت صخرؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبیلہ بنو سُلیم ایک پانی یعنی ایک چشمہ پر رہا کرتے تھے وہ اسلام نہیں لائے اور وہ پانی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یا رسول اللہ! وہ پانی مجھے اور میری قوم کو دے دیں ہم لوگ وہاں رہا کریں گے حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اور وہ پانی حضورؐ نے انہیں دے دیا۔ پھر قبیلہ بنو سُلیم مسلمان ہو گیا انہوں نے آکر حضرت صخرؓ سے اپنے پانی کا مطالبہ کیا حضرت صخرؓ نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم حضرت صخرؓ کے پاس گئے تھے تاکہ وہ ہمیں ہمارا پانی دے دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے حضورؐ نے فرمایا اے صخرؓ! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو ان کا مال اور جان سب کچھ محفوظ ہو جاتا ہے لہٰذا ان کا پانی انہیں واپس کر دو۔ حضرت صخرؓ نے کہا بہت اچھا اے اللہ کے نبی! حضرت صخرؓ فرماتے ہیں پہلے حضورؐ نے مجھ سے حضرت مُغیرہ کو ان کی پھوپھی واپس دلوائی اور اب بنو سُلیم کو ان کا پانی واپس دلوا رہے تھے تو اس وجہ سے حضورؐ کو بہت شرم آرہی تھی تو میں نے دیکھا کہ شرم کی وجہ سے حضورؐ کا چہرہ سُرخی میں بدل رہا تھا۔[1]

مسلمان کو قتل کرنے سے بچنا اور ملک کی وجہ سے لڑنے کا ناپسندیدہ ہونا

حضرت اَوس بن اَوس ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے اندر ایک خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اتنے میں ایک آدمی آکر حضورؐ سے چپکے چپکے بات کرنے لگ گیا ہمیں پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اسے قتل کر دیں پھر حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا شاید وہ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

---

[1] اخرجہ ابو داؤد تفرد بہ ابو داؤد وفی اسنادہ اختلاف کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵۱) واخرجہ ایضا احمد والدارمی وابن راہویہ والبزار وابن ابی شیبۃ والطبرانی فی نصب الرایۃ (ج ۳ ص ۱۴۲)، والفریابی فی مسندہ والبغوی وابن شاہین کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۸۰) والبیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۱۴)

رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہے۔ اس آدمی نے کہا جی ہاں (وہ پڑھتا ہے) حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ جب وہ یہ کلمۂ شہادت پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور مال لینا میرے لئے حرام ہو جاتا ہے ہاں ان میں کوئی شرعی حق بنتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے اور ان کا حساب اللہ خود لیں گے[1]

حضرت عبداللہ بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ایک منافق کو قتل کرنے کے بارے میں چپکے سے بات کرنے کی حضورؐ سے اجازت مانگنے لگا حضورؐ نے اسے اونچی آواز سے فرمایا کیا وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی نہیں دیتا؟ اس آدمی نے کہا گواہی دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا وہ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا ہے؟ اس نے کہا پڑھتا ہے لیکن اس کی نماز کا اعتبار نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ان ہی لوگوں (کو قتل کرنے) سے مجھے روکا گیا ہے[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میرے پاس میرے کسی صحابی کو بلاؤ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عمرؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عثمانؓ کو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ آگئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا ذرا ایک طرف کو ہٹ جاؤ۔ پھر آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے کان میں بات کرنی شروع کر دی اور حضرت عثمانؓ کا رنگ بدل رہا تھا جب یَوْمُ الدَّار آیا (جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) اور حضرت عثمانؓ گھر میں محصور ہو گئے تو ہم نے کہا اے امیرالمومنین! کیا آپ (باغیوں سے) جنگ نہیں کریں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ حضورؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا میں اس عہد پر پکا رہوں گا جما رہوں گا[3]

---

[1] اخرجہ احمد والدارمی والطحاوی والطیالسی [2] عند عبدالرزاق والحسن بن سفیان کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۸۷) [3] اخرجہ احمد تفرد بہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۸۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) عن ابی سہلۃ بمعناہ اطول منہ وزاد قال ابوسہلۃ فیرون انہ ذلک الیوم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت محصور تھے اس وقت انہوں نے جھانک کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا آپ لوگ مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کسی آدمی کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو وہ شادی کے بعد زنا کرے اس صورت میں اسے رَجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا یا وہ کسی کو عمداً جان بوجھ کر قتل کر دے اس صورت میں اسے بھی بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا یا اسلام لانے کے بعد نعوذ باللہ من ذالک مُرتد ہو جائے (اگر سمجھانے سے اسلام میں واپس نہ آیا تو) اسے اِرتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو زمانۂ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے بدلہ میں مجھے قتل کیا جائے اور نہ اسلام لانے کے بعد میں مُرتد ہُوا ہوں (میں تو اب بھی مسلمان ہوں) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں تھا گھر میں ایک جگہ ایسی تھی کہ جب ہم اس میں داخل ہوتے تو وہاں سے بلاط مقام پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی تمام باتیں سن لیتے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ کسی ضرورت سے اس میں گئے جب وہاں سے باہر آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا انہوں نے فرمایا وہ لوگ تو اب مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں ہم نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی کفایت فرمائیں گے۔ پھر انہوں نے فرمایا! یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ مسلمان کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو آدمی مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے یا شادی کے بعد زنا کرے یا ناحق کسی انسان کو قتل کر دے (میں نے تینوں میں سے کوئی کام نہیں کیا ہے) اللہ کی قسم! نہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں کبھی زنا کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور جب سے اللہ نے مجھے دینِ اسلام کی ہدایت دی ہے کبھی بھی میرے دل میں اس دین کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنے کی تمنا پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ میں نے ناحق کسی کو قتل کیا ہے تو اب یہ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں؟[2]

---

[1] اخرجه احمد ورواه النسائی کذا فی البدایة (ج ۷، ص ۱۷۹)، [2] عند احمد ایضا وقد رواه اهل السنن الاربعة وقال الترمذی حسن کذا فی البدایة (ج ۷، ص ۱۷۹)، واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) عن ابی امامة مثله۔

حضرت اَبُو لَیلیٰ کِندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصُور تھے میں بھی ان دنوں وہاں ہی تھا۔ ایک دن حضرت عثمانؓ نے دریچہ سے باہر جھانک کر (باغیوں سے) فرمایا:

"اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو (اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو) مجھ سے توبہ کرالو۔ اللہ کی قسم! اگر تم مجھے قتل کروگے تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نہ نماز پڑھ سکوگے، اور نہ دشمن سے جہاد کر سکوگے اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرکے فرمایا تمہارا حال بھی ایسا ہو جائے گا پھر یہ آیت پڑھی: یَا قَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَا اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ

(سورت هود آیت ۸۹)

ترجمہ: "اے میری قوم! میری ضد تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی۔"

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپ اپنا ہاتھ (ان باغیوں سے) روک کر رکھیں اس سے آپ کی دلیل زیادہ مضبوط ہوگی (قیامت کے دن)[1]

حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے کہا آپ تمام لوگوں کے امام ہیں اور یہ مصیبت جو آپ پر آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں میں آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جونسی چاہیں اختیار فرمالیں یا تو آپ گھر سے باہر آکر ان باغیوں سے جنگ کریں کیونکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور بہت زیادہ قوت ہے اور پھر آپ حق پر ہیں اور یہ باغی لوگ باطل پر ہیں یا آپ اپنے اس گھر سے باہر نکلنے کے لئے پیچھے کی طرف ایک نیا دروازہ کھول لیں کیونکہ پرانے دروازے پر تو یہ باغی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹)

اور اس نئے دروازے سے (چپکے سے) باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں کیونکہ یہ باغی لوگ مکہ میں آپ کا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت عثمانؓ نے (ایک بھی تجویز قبول نہ فرمائی اور) فرمایا میں گھر سے باہر نکل کر ان باغیوں سے جنگ کروں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے پہلے (مسلمانوں کا) خون بہانے والا میں بنوں۔ باقی رہی یہ تجویز کہ میں مکہ چلا جاؤں وہاں یہ باغی میرا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے تو میں اسے بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں بے دینی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے گا اس لیئے اس پر ساری دنیا کا آدھا عذاب ہو گا میں نہیں چاہتا کہ میں وہ آدمی بنوں اور تیسری تجویز کہ میں ملک شام چلا جاؤں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی ہیں سو میں اپنے دار ہجرت اور حضورؐ کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! اب تو آپ کے لیئے ان باغیوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہو چکا ہے (لہذا آپ ان سے جنگ کریں اور انہیں بھگا دیں) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہو سکتی ہے کہ تم تمام لوگوں کو قتل کر دو اور مجھے بھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر تم ایک آدمی کو قتل کر دو گے تو گویا کہ تم نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا (جیسے کہ سورت مائدہ آیت ۳۲ میں اس کا تذکرہ ہے) یہ سن کر میں واپس آ گیا اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا[2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کے ساتھ اس گھر میں ایسی جماعت ہے جو (اپنی صفات کے اعتبار سے) اللہ کی مدد کی ہر طرح حقدار ہے ان سے کم تعداد پر اللہ تعالیٰ مدد فرما دیا کرتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں ان سے جنگ کروں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اللہ کا واسطہ

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۲۱۱) قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۳۰) رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان محمد بن عبدالملک بن مروان لم اجد لہ سماعا من المغیرۃ۔ اھ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۸) کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۵)

دے کر کہتا ہوں کہ کوئی آدمی میری وجہ سے نہ اپنا خون بہائے اور نہ کسی اور کا[1] ابن سعدؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے اس وقت میں نے ان سے کہا آپ ان باغیوں سے جنگ کریں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنا آپ کے لئے حلال کر دیا ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ میں ان سے کبھی جنگ نہیں کروں گا آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں محاصرہ کے زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے میرے سب سے زیادہ کام آنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے ہاتھ اور ہتھیار کو روک لے (اور باغیوں پر ہاتھ نہ اٹھائے)[2] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر آپ فرما دیں تو ہم دو مرتبہ اللہ کے انصار بن کر دکھا دیں (ایک مرتبہ تو جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ ہجرت فرمائی تھی دوسری مرتبہ آج ان باغیوں سے جنگ کر کے) حضرت عثمانؓ نے فرمایا لڑنا تو بالکل نہیں ہے[3] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محاصرہ کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں ایسے سات سو حضرات تھے کہ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دے دیتے تو وہ حضرات مار مار کر باغیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیتے ان حضرات میں حضرت ابن عمر، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے[4]

حضرت عبداللہ بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کب تک ہمارے ہاتھوں کو روکے رکھیں گے؟ ہمیں تو یہ باغی لوگ کھا گئے کوئی ہم پر تیر چلاتا ہے کوئی ہمیں پتھر مارتا ہے کسی نے تلوار سونتی ہوئی ہے لہذا آپ ہمیں (ان سے لڑنے کا) حکم دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا تو ان سے لڑنے کا بالکل ارادہ نہیں۔ اگر میں ان سے جنگ کروں تو میں یقیناً ان سے محفوظ ہو جاؤں گا لیکن میں انہیں بھی اور انہیں میرے خلاف جمع کر کے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹) [2] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۶) [3] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۸) [4] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۹)

لانے والوں کو بھی اللہ کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ ہم سب کو اپنے رب کے پاس جمع ہونا ہے تمہیں ان سے جنگ کرنے کا حکم میں کسی صورت میں نہیں دے سکتا حضرت سعیدؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے بارے میں کبھی کسی سے نہیں پوچھوں گا (یعنی باغیوں سے جنگ کرکے میں شہید ہو جاؤں گا زندہ نہیں رہوں گا) چنانچہ حضرت سعیدؓ نے باہر جا کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کا سر زخمی ہو گیا[1]

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عامرؓ نے آکر حضرت سعدؓ کی خدمت میں عرض کیا اے ابا جان! لوگ تو دنیا پر لڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت سعدؓ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ میں اس فتنہ میں سردار بن جاؤں نہیں اللہ کی قسم! نہیں میں اس جنگ میں نہیں شریک ہو سکتا۔ البتہ جنگ میں شریک ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ مجھے ایک ایسی تلوار مل جائے کہ میں اگر وہ تلوار کسی مومن کو ماروں تو اس سے اُچٹ جائے اور اسے زخمی نہ کرے اور اگر کسی کافر کو ماروں تو اسے قتل کر دے (ایسی تلوار چونکہ میرے پاس ہے نہیں اس لئے میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ) میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مالدار کو پسند فرماتے ہیں جو کہ چھپا ہُوا ہو اور تقویٰ والا ہو[2]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اہلِ شوریٰ میں سے ہیں اور اس امر (خلافت) کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ کیوں نہیں جنگ کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں صرف اس صورت میں جنگ کر سکتا ہوں جبکہ لوگ مجھے ایسی تلوار لا کر دیں جس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور وہ تلوار مومن اور کافر کو پہچانتی ہو (اور کافر کو تو مارتی ہو لیکن مومن پر اثر نہ کرتی ہو) میں نے خوب جہاد کیا (جب کہ کافروں سے تھا اور بالکل صحیح طریقہ پر تھا آج تو مسلمانوں سے لڑا جا رہا ہے اور وہ بھی طلبِ دنیا کے لئے) اور میں خوب اچھی طرح جہاد

---

[1] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۵ ص ۲۳) [2] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۲۸۳) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۴) عن عمر بن سعد عن ابیہ انہ قال لی یا بنی افی الفتنۃ تامرنی۔ فذکر نحوہ۔

کو جانتا ہوں [1]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جن کا پیٹ بڑھ گیا تھا فرمایا میں اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہو۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَیں بھی اللہ کی قسم! اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ (سورت انفال آیت ۳۹)

ترجمہ "اور تم ان کفارِ (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے"۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا (ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں)، ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فسادِ عقیدہ شرک اور فتنہ کچھ باقی نہ رہا تھا اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو گیا تھا (اَدیانِ باطلہ سارے ختم ہو گئے تھے آج کی جنگ فتنہ ختم کرنے اور اللہ کے دین کے لیئے نہیں ہے) [2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما کے محاصرہ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا لوگ ضائع ہو رہے ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی ہیں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو باہر نکل کر اس جنگ میں شرکت سے کون سی چیز مانع ہے؟ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مسلمان بھائی کا خون حرام قرار دیا ہے ان دونوں آدمیوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (ترجمہ گزر چکا ہے) حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فتنہ وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا تھا اور دین صرف اللہ ہی کا ہو گیا تھا اور تم لوگ اس لیئے لڑنا چاہتے ہو تاکہ فتنہ برپا ہو اور اللہ کے علاوہ دوسروں کا دین چل پڑے [3] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ ایک سال

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۹۹) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح اھ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۴) عن ابن سیرین مثلہ وابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۱) عن ابن سیرین بمعناہ [2] اخرجہ ابنِ سعد (ج ۴ ص ۴۸) واخرجہ ابن مردویہ عن ابراہیم التیمی عن ابیہ نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۰۹) [3] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۶۴۸)

حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ - آپ نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی کتنی ترغیب دی ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا، پانچ نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا (اور میں یہ سارے کام کر رہا ہوں میرا دین اسلام پورا قائم ہے) اس آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا جو قرآن میں ہے؟ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا - اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ (سورت الحجرات آیت ۹) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ۔

ترجمہ " اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے" اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے "تم ان کفارِ (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے" آپ نے فرمایا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس آیت پر عمل کیا تھا۔ اسلام والے تھوڑے تھے اور ہر مسلمان کو دین کی وجہ سے بہت زیادہ مصیبتیں اُٹھانی پڑتی تھیں۔ کافر اسے قتل کر دیتے یا اسے طرح طرح کا عذاب دیتے۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام والے زیادہ ہو گئے اور فتنہ و فساد یعنی شرک و کفر بالکل ختم ہو گیا اس آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ (بظاہر یہ آدمی خارجی تھا) انہوں نے فرمایا حضرت عثمانؓ سے غزوۂ اُحد کے دن دیگر صحابہؓ کے ساتھ کچھ خطا ہوئی تھی لیکن ان) کو اللہ نے معاف فرما دیا (جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (سورت آل عمران آیت ۱۵۲) اور اللہ نے ان کو جو معاف فرمایا ہے تم اسے بُرا سمجھتے ہو۔ حضرت علیؓ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ان کے داماد ہیں اور پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اور یہ دیکھو حضورؐ کے گھروں کے بیچ میں حضرت علیؓ کا گھر ہے (یعنی حضرت علیؓ رشتہ میں بھی حضورؐ سے قریب تھے اور ان کا گھر بھی حضورؐ کے گھر سے قریب تھا) [1]

---

[1] زادہ عثمان بن صالح من طریق بکیر بن عبداللہ واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۹۲) من طریق نافع بنحوہ وہکذا اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۲) عن نافع۔

حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو فرمایا ہے وہ آپ نے نہیں سنا وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا تو جیسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں آپ جنگ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں (مسلمانوں سے) جنگ نہ کروں اور یہ گزشتہ آیت سنا کر مجھے قرآن پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں قتل کروں اور مجھے دوسری آیت پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے اور وہ دوسری آیت یہ ہے، وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا آخر آیت تک (سورت نساء آیت ۹۳)

ترجمہ: "اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لیئے بڑی سزا کا سامان کریں گے"۔ اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی[1] حضرت سعید بن جُبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کسے کہتے ہیں؟ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مشرکوں سے جنگ کرتے تھے اور ان مشرکوں سے لڑنے جانا بڑی سخت آزمائش کی چیز تھی اور وہ لڑائی تمہاری اس لڑائی کی طرح ملک حاصل کرنے کے لیئے نہیں تھی[2]

حضرت ابو العالیہ بَراء رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہم ایک دن حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کے پاس سے گزرے۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا روئے زمین پر ان سے زیادہ بہتر آدمی باقی رہ گیا ہے؟ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جب یہ اپنا طواف ختم کرلیں تو انہیں ہمارے پاس بلا لاؤ۔ جب ان کا طواف پورا ہو گیا اور انہوں نے (طواف کے) دو رکعت نفل پڑھ لئے تو ان حضرات کے قاصد نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

---

[1] عند البخاری ایضاً [2] عند البخاری ایضاً کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۰۸)

اور حضرت عبداللہ بن صفوانؓ آپ کو بلا رہے ہیں۔ وہ ان دونوں حضرات کے پاس آئے تو حضرت عبداللہ بن صفوانؓ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰنؓ! امیر المومنین حضرت ابن زبیر سے بیعت ہونے سے آپ کو کونسی چیز روک رہی ہے؟ کیونکہ مکہ، مدینہ، یمن اور عراق والے سب اور اکثر اہلِ شام ان سے بیعت ہو چکے ہیں۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب تک تم لوگوں نے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں اور تمہارے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اس وقت تک میں تم سے بیعت نہیں ہو سکتا۔[1] حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ فتنہ میں پریشان ہو گئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں اور تمام لوگ آپ پر راضی ہیں آپ باہر تشریف لائیں ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! جب تک میری جان میں جان ہے اس وقت تک میں اپنی وجہ سے ایک سینگی بھر خون نہیں بہنے دوں گا۔ پھر کچھ لوگوں نے آکر حضرت ابنِ عمرؓ کو ڈرایا اور یوں کہا یا تو آپ باہر تشریف لے چلیں ورنہ اسی بستر پر آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو انہوں نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور وہی پہلا جواب دیا اور باہر آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! لوگ ان کی وفات تک انہیں بیعت کرنے پر بالکل آمادہ نہ کر سکے۔[2]

حضرت خالد بن سُمَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا ہی اچھا ہو اگر آپ لوگوں کے امرِ خلافت کو سنبھال لیں کیونکہ تمام لوگ آپ (کے خلیفہ بننے) پر راضی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ذرا یہ بتائیں کہ مشرق میں کسی ایک آدمی نے میرے خلیفہ بننے کی مُخَالفت کی تو۔ انہوں نے کہا اگر ایک آدمی نے مُخَالفت کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اُمت کے معاملے کو سدھارنے کے لیئے ایک آدمی کو قتل کرنا پڑے تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اُمت نیزے کا دستہ پکڑے اور میں اس نیزے کا بھالا پکڑوں اور پھر ایک مسلمان کو قتل کیا جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا وَمَافِیہَا مل جائے۔[3] حضرت قَطَن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک

---

[1] عند البیہقی (ج ۸ ص ۱۹۲) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱) عن الحسن بنحوہ [3] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱)

آدمی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کے لیئے آپ سے زیادہ کوئی بُرا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں؟ اللہ کی قسم! مَیں نے نہ تو ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان میں پھُوٹ ڈالی ہے اور نہ ان کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اس آدمی نے کہا اگر آپ (خلیفہ بننا) چاہیں تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے انہوں نے فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ مجھے خلافت خود بخود ملے اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں (یعنی اگر ایک آدمی بھی اختلاف کرے تو مجھے منظور نہیں ہے)۔ [۱]

حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے پہلے فتنہ (جو کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا تھا) کے زمانے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ باہر آکر جنگ میں حصّہ نہیں لیتے؟ فرمایا مَیں نے اس وقت جنگ کی تھی جب کہ بت حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بُتوں کو سرزمینِ عرب سے نکال دیا۔ اب میں اس بات کو بہت بُرا سمجھتا ہوں کہ مَیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے والے سے جنگ کروں۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے دل میں یہ رائے نہیں ہے (صرف کہنے کو ہے) بلکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ ایک دوسرے کو ختم کر دیں پھر آپ کے علاوہ جب اور کوئی بچے گا نہیں تو لوگ خود ہی کہنے لگیں گے امیرالمومنین بنانے کے لیئے عبداللہ بن عمر سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ بات بالکل میرے دل میں نہیں ہے بلکہ میرے دل میں یہ ہے کہ جب تم لوگ کہو گے آؤ نماز کی طرف تو میں تمہاری بات مانوں گا اور جب تم کہو گے آؤ کامیابی کی طرف تو مَیں تمہاری مانوں گا اور جب تم الگ الگ ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا اور جب تم اکٹھے ہو جاؤ گے تو میں تم سے الگ نہیں ہوں گا۔ [۲]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے خلافت کے لیئے کوشش چل رہی تھی اور خوارج اور (شیعوں کے) فرقہ خشبیہ کا زور تھا ان دنوں کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا آپ ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور

---

[۱] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱) [۲] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۴)

ان کے ساتھ بھی۔ حالانکہ یہ تو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا جو کہے گا آؤ نماز کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ کامیابی کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے اس کا مال لینے کی طرف میں کہہ دوں گا میں نہیں آتا۔[1]

حضرت ابو الغریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اہل شام سے جنگ کرنے کا اتنا زیادہ جذبہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواریں گر جائیں گی)، ہمارے لشکر کے امیر ابو العمر طا تھے۔ جب ہمیں خبر ملی کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح ہو گئی ہے تو غصہ کے مارے ہماری کمر ٹوٹ گئی جب حضرت حسن بن علیؓ کوفہ آئے تو ابو عامر سفیان بن لیل نامی آدمی نے کھڑے ہو کر ان سے کہا السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسنؓ نے فرمایا اے ابو عامر! یہ نہ کہو میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلب ملک کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم میں صلح ہو گئی تو حضرت معاویہؓ نے حضرت حسن سے کہا آپ کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان کریں اور اپنا موقف انہیں بتائیں چنانچہ حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے (بڑوں کے) ذریعہ سے تمہارے پہلے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی اور ہمارے ذریعہ سے تمہارے بعد والوں کے خون کی حفاظت فرمائی۔ غور سے سنو سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ امر خلافت میں میرا اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف ہوا تھا۔ اب یا تو حضرت معاویہؓ خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار تھے یا واقعی میرا حق بنتا تھا۔ بہر حال جو بھی صورت تھی ہم نے اپنا حق اللہ کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۵) عن نافع مثلہ [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵)، واخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۷۰) نحوہ والخطیب البغدادی کذلک کما فی البدایۃ (ج ۸ ص ۱۹)

کی اُمّت کا کام ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں"۔

پھر حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف مُتوجّہ ہو کر فرمایا وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی، ترجمہ" اور میں (بالتعیین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے؟) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو"۔ پھر آپ نیچے اُتر آئے تو حضرت عمروؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا تم یہی چاہتے تھے (کہ حضرت حسن دستبرداری کا اعلان کر دیں اور وہ انہوں نے کر دیا)[1]

حضرت جُبیر بن نُفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں حضرت حسنؓ نے فرمایا عَرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں جس سے صلح کرتا تھا وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمت کے خون کی حفاظت ہو جائے تو کیا میں اہل حجاز کے سینڈھوں یعنی کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کر سکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے اس وقت تو میں خلافت سے دستبردار ہو گیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ کیسے کر سکتا ہوں)[2]

حضرت عامر شَعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مَروان کی ضَحّاک بن قَیس سے جنگ ہوئی تو مَروان نے حضرت اَیمن بن خُریم اَسدی رضی اللہ عنہما کو آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں حضرت اَیمن نے فرمایا میرے والد اور میرے چچا جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ جو آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دے میں اس سے جنگ نہ کروں۔ اگر تم (جنگ کرنے پر) آگ سے چھٹکارے کا پروانہ لا دو تو میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر سکتا ہوں۔ مَروان نے کہا آپ دور ہو جاؤ اور انہیں بُرا بھلا بھی کہا اس پر حضرت اَیمن نے یہ اشعار پڑھے۔

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۷۴) واخرجہ ایضاً الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵) والبیہقی (ج ۸ ص ۱۷۳) عن الشعبی بنحوہ [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۰) ایضاً قال الحاکم ہذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔

وَلَسْتُ مُقَاتِلاً رَجُلاً يُصَلِّيْ عَلٰى سُلْطَانِ اٰخَرَ مِنْ قُرَيْشٍ

کسی دوسرے قریشی کے حکومت حاصل کرنے کے لیئے میں اس آدمی سے جنگ نہیں کر سکتا جو نماز پڑھتا ہو۔

اُقَاتِلُ مُسْلِماً فِيْ غَيْرِ شَيْءٍ فَلَيْسَ بِنَافِعِيْ مَاعِشْتُ عَيْشِيْ

میں بغیر کسی بات کے مسلمان سے جنگ کروں اس سے مجھے زندگی بھر کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔

لَهُ سُلْطَانُهُ وَعَلَيَّ اِثْمِيْ مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ جَهْلٍ وَّطَيْشٍ

میری جنگ سے اس بادشاہ کی سلطنت مضبوط ہو اور مجھے گناہ ہو ایسی جہالت اور غصہ سے اللہ کی پناہ [1]

حضرت ابن حَکَم بن عَمْرو غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت حَکَم بن عَمْرو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا اور اس نے کہا اس امر خلافت کے معاملہ میں آپ ہماری مدد کرنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت حَکَم رضؓ نے کہا میں نے اپنے خاص دوست آپ کے چچازاد بھائی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب حالات ایسے ہو جائیں (یعنی خلافت پر مسلمان آپس میں لڑ پڑیں) تو اس وقت لکڑی کی تلوار بنا لینا (یعنی لڑائی میں حصہ نہ لوں) چنانچہ مَیں نے لکڑی کی تلوار بنا لی ہے [2]

حضرت اَبُوالاَشْعَث صَنْعَانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اَوْفٰی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ان کے پاس حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بہت سے صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے مَیں نے کہا آپ لوگ اس وقت لوگوں کو کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابن اَبی اَوْفٰی نے فرمایا حضرت ابو القاسم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر مَیں

---

[1] اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۷، ص ۲۹۶) رواه ابو یعلی والطبرانی بنحوه الا انه قال ولست اقاتل رجلا یصلی وقال معاذ الله من فشل وطیش وقال اقتل مسلما فی غیر جرم ورجال ابی یعلی رجال الصحیح غیر زکریا بن یحیی الحمویه وهو ثقة انتهى واخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۹۳) عن قیس بن ابی حازم والشعبی بنحوه [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷، ص ۳۰۱) رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفه۔

(مسلمانوں میں آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو میں اُحد پہاڑ پر جا کر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں۔ میں نے عرض کیا اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں؟) آپ نے فرمایا اندر والی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جانا۔ اگر وہاں بھی (تمہیں قتل کرنے) کوئی تمہارے پاس آ جائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لئے تیار ہو جانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کر کے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آ جائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضورؐ نے بتایا تھا۔[1]

حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا پر لڑ رہے ہیں تو تم اپنی تلوار لے کر پتھریلے میدان میں چلے جانا اور وہاں سب سے بڑی چٹان پر اپنی تلوار مار مار کر توڑ دینا پھر اپنے گھر آ کر بیٹھ جانا یہاں تک کہ یا تو (ناحق قتل کرنے والا) خطاکار ہاتھ تمہیں قتل کر دے یا طبعی موت تمہارا فیصلہ کر دے۔ حضورؐ نے مجھے جس بات کا حکم دیا تھا میں وہ کر چکا ہوں۔[2]

حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محمد بن مَسلَمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا یہاں تک کہ یا تو موت آ کر فیصلہ کر دے یا خطاکار ہاتھ تمہیں قتل کر دے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت محمد بن مَسلَمہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر وہ تلوار توڑ دی۔[3]

حضرت رِبعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے اس چارپائی والے سے (یعنی حضرت حُذَیفہؓ سے)

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۰۰) رواہ البزار وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہیٰ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۰۱) رجالہ ثقات [3] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰)

سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اور اس سننے میں مجھے کوئی شک یا تردّد نہیں ہے اور اگر تم آپس میں لڑو گے تو میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں گا۔ پھر اگر میرے گھر کے اندر کوئی میرے پاس آگیا تو میں اس سے کہوں گا لے (مجھے قتل کر لے اور) میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے [1]

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر پہنچی تو میں اپنی قوم کا نمائندہ بن کر چلا یہاں تک کہ میں مدینہ پہنچ گیا اور حضورؐ کی ملاقات سے پہلے آپ کے صحابہؓ سے میری ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے آنے سے تین دن پہلے حضورؐ نے ہمیں تمہاری بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارے پاس وائل بن حُجر آرہے ہیں پھر آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اپنے قریب جگہ دی اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر لوگوں کو بلایا چنانچہ سب لوگ جمع ہوگئے پھر حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے ساتھ منبر پر لے گئے میں منبر پر آپ سے نیچے تھا پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور فرمایا:

"اے لوگو! یہ وائل بن حُجر ہیں اور دُور دراز کے علاقہ حضرموت سے تمہارے پاس آئے ہیں اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے انہیں مجبور نہیں کیا ہے اور وہاں شہزادوں میں سے یہی باقی رہ گئے۔ اے وائل بن حُجر! اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہاری اولاد میں برکت نصیب فرمائے"۔

پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور مدینہ سے دُور ایک جگہ مجھے ٹھہرایا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ وہ مجھے ساتھ لے جاکر اس جگہ ٹھہرا دیں چنانچہ میں (مسجد سے) چلا اور حضرت معاویہ بھی میرے ساتھ چلے۔ راستہ میں حضرت معاویہ نے کہا اے وائل! اس گرم زمین نے میرے پاؤں کے تلوے جلا دیئے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو میں نے کہا میں تمہیں اس اونٹنی پر بٹھانے میں بخل نہ کرتا لیکن تم شہزادے نہیں ہو اس لیے تمہیں ساتھ بٹھانے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے (کہ کیا معمولی آدمی کو ساتھ بٹھا رکھا ہے) اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ پھر حضرت معاویہ نے کہا اچھا اپنی جوتی اُتار کر مجھے دے دو۔ اسے پہن کر ہی میں سورج

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۰۱) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح غیر الرجل المبہم۔

کی گرمی سے خود کو بچالوں میں نے کہا یہ دو چمڑے تمہیں دینے میں میں بخل نہ کرتا لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہوں اس لئے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بادشاہ بن گئے تو انہوں نے قریش کے حضرت بُسر بن اَرطاۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان سے کہا میں نے اس کونے والوں کو تو اپنے ساتھ اکٹھا کر لیا ہے (یہ سب تو مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں) تم اپنا لشکر لے کر چلو۔ جب تم حُدود شام سے آگے چلے جاؤ تو اپنی تلوار سونت لینا اور جو میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور یوں مدینہ چلے جانا اور مدینہ والوں میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور اگر تمہیں حضرت وائل بن حُجر زندہ ملیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ حضرت بُسر نے ایسے ہی کیا اور وہ جب مجھ تک پہنچ گئے تو مجھے حضرت معاویہ کے پاس لے گئے۔ حضرت مُعاویہؓ نے میرے شایانِ شان استقبال کا حکم دیا اور مجھے اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھ سے کہا کیا میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپ کی اُونٹنی کی پُشت ؟ میں نے کہا اے امیرالمومنین ! میں کُفر و جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہُوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے سواری پر بٹھانے سے اور جُوتی دینے سے جو انکار کیا تھا یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ ہمارے پاس کامل اسلام لے آئے ہیں اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا ہماری مدد کرنے سے آپ کو کونسی چیز روکتی ہے ؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ پر بہت اعتماد کیا تھا اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا۔ میں نے کہا (میں اس وجہ سے آپ کی مدد نہیں کر رہا ہوں) کیونکہ آپ نے اس شخصیت سے جنگ کی ہے جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کے حقدار ہیں۔ حضرت مُعاویہؓ نے کہا میں نسب میں حضرت عثمانؓ کے زیادہ قریب ہوں تو وہ حضرت عثمانؓ کے مجھ سے زیادہ کیسے حقدار ہو سکتے ہیں ؟ میں نے کہا حضورؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا (اور آپ ان کے چچا زاد بھائی ہیں) اور بھائی چچا زاد بھائی سے زیادہ حقدار ہُوا کرتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا ہم مہاجرین نہیں ہیں؟ میں نے کہا ضرور ہیں لیکن کیا ہم دونوں جماعتوں سے الگ نہیں ہیں ؟ اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں میں حاضر تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں تھے۔ حضورؐ نے مشرق کی طرف سر اُٹھا رکھا تھا۔

(اور نگاہ بھی مشرق کی طرف تھی۔حضورؐ نے ہمیں دیکھا) پھر اپنی نگاہ مشرق کی طرف لے گئے اور آپ نے فرمایا اندھیری سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے فتنے تمہارے اوپر آئیں گے پھر آپ نے بتایا کہ وہ فتنے بہت سخت ہوں گے اور وہ جلدی آنے والے ہیں اور وہ بہت بُرے ہوں گے ان لوگوں میں سے مَیں نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! وہ فتنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اے وائل! جب مسلمانوں میں دو تلواریں ٹکرانے لگیں (مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں) تو تم ان دونوں سے الگ رہنا۔حضرت معاویہؓ نے کہا کیا آپ شیعہ ہو گئے ہو؟ (یعنی حضرت علیؓ کے طرفدار اور مددگار ہو گئے ہو؟) مَیں نے کہا نہیں۔میں تو تمام مسلمانوں کا بھلا چاہتا ہوں حضرت معاویہ نے کہا اگر میں نے آپ کی یہ باتیں پہلے سُنی ہوتیں اور مجھے معلوم ہوتیں تو مَیں آپ کو یہاں نہ بلواتا۔میں نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت مُحَمّد بن مَسلَمہ نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے چٹان پر مار مار کر اپنی تلوار توڑ دی تھی حضرت معاویہ نے کہا یہ انصار تو ہیں ہی ایسے لوگ کہ ان کی ایسی باتیں برداشت کر لی جائیں گی مَیں نے کہا حضورؐ کے اس فرمان کا ہم کیا کریں؟ کہ جس نے انصار سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے انصار سے بُغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا پھر حضرت معاویہ نے کہا آپ جونسا شہر چاہو اپنے لیئے پسند کر لو۔کیونکہ اب آپ حَضرمَوت واپس نہیں جا سکتے ہیں۔مَیں نے کہا میرا قبیلہ ملکِ شام میں ہے اور میرے گھر والے کوفہ میں ہیں۔حضرت معاویہؓ نے کہا آپ کے گھر والوں میں سے ایک آدمی قبیلہ کے دس آدمیوں سے بہتر ہو گا (اس لیئے آپ کوفہ چلے جائیں) میں نے کہا میں حَضرَمَوت واپس گیا تھا لیکن وہاں واپس جانے سے مجھے کوئی خوشی نہیں تھی کیونکہ انسان جہاں سے ہجرت کر کے چلا جائے اسے وہاں شدید مجبوری کے بغیر واپس نہیں جانا چاہیئے۔حضرت معاویہ نے کہا آپ کو کیا مجبوری تھی؟ میں نے کہا حُضورؐ نے فتنوں کے بارے میں جو فرمایا تھا جسے میں ابھی ذکر کر چکا ہوں اس کی وجہ سے حَضرَمَوت چلا گیا تھا لہذا جب آپ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تو ہم آپ لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں گے اور جب آپ لوگ اکٹھے ہو جائیں گے تو ہم آپ لوگوں کے پاس آجائیں گے۔

حضرت معاویہ نے کہا میں نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا آپ وہاں چلے جائیں مَیں نے کہا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد کسی کی طرف سے ولایت قبول نہیں کر سکتا۔کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے گورنر بنانا چاہا تھا لیکن مَیں نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عمرؓ نے

بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عثمانؓ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا اور ان حضرات کی بیعت بھی میں نے نہیں چھوڑی تھی۔ جب ہمارے علاقہ کے لوگ مرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کا میرے پاس خط آیا تھا جس کی وجہ سے میں محنت کرنے کھڑا ہو گیا تھا اور سارے علاقہ میں زور لگایا اور گورنری کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمام علاقہ والوں کو اسلام میں واپس فرما دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ام حکم رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا تم کوفہ چلے جاؤ میں نے تمہیں وہاں کا گورنر بنا دیا ہے اور حضرت وائل کو ساتھ لے جاؤ ان کا اکرام کرنا اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے کہا آپ نے میرے ساتھ بدگمانی سے کام لیا۔ آپ مجھے اس انسان کے اکرام کا حکم دے رہے ہیں جس کا اکرام کرتے ہوئے میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور خود آپ کو دیکھا ہے (لہٰذا آپ نہ بھی تاکید کریں تو بھی میں ان کا اکرام کروں گا) ان کی اس بات سے حضرت معاویہ بہت خوش ہوئے۔ میں ان کے ساتھ کوفہ آیا راوی کہتے ہیں کوفہ آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت وائل کا انتقال ہو گیا[1]

حضرت ابو منہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن زیاد کو (بصرہ سے) نکال دیا گیا تو شام میں مروان خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور بصرہ میں ان (خارجی) لوگوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا جن کو قاری کہا جاتا تھا اس سے میرے والد صاحب کو بہت زیادہ غم ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تیرا باپ نہ رہے! آؤ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں چنانچہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور ہم لوگ حضرت ابو برزہؓ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئے۔ وہ بانس کے بنے ہوئے بالاخانہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی اپنے دل کی باتیں کہنے لگیں چنانچہ میرے والد عرض کرتے اے ابو برزہ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ لوگ یوں کر رہے ہیں) کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ فلاں یہ کر رہا ہے)

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف انتہیٰ۔

حضرت ابو بَرزَہؓ نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ آج صبح سے مجھے قریش کے خاندانوں پر غصّہ آرہا ہے اور مجھے اُمید ہے اس غصّہ پر مجھے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے اے چھوٹے عربوں کی جماعت! تم جانتے ہی ہو کہ زمانۂ جاہلیت میں تم لوگوں کی کیا حالت تھی۔ تعداد تھوڑی تھی لوگوں کی نگاہ میں تمہاری کوئی عزت نہیں تھی اور تم لوگ گمراہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین اسلام دے کر تم لوگوں کو بلند کر دیا اور آج دنیا میں تمہاری بہت عزت ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو لیکن اب دنیا نے تمہیں بگاڑنا شروع کر دیا ہے اور یہ جو ملک شام میں مَروان ہے یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہا ہے اور یہ جو مکّہ میں ہے یعنی حضرت ابن زبیرؓ یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں اور یہ لوگ جو تمہارے اِرد گرد ہیں جنہیں تم قاری کہتے ہو یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جب انہوں نے کسی کو نہ چھوڑا تو ان سے میرے والد نے پوچھا پھر ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں آج لوگوں میں سب سے بہترین وہ جماعت ہے جس نے خود کو زمین سے چمٹا رکھا ہو (گوشۂ گمنامی اختیار کر لیا ہو) یہ فرماتے ہوئے وہ ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ ان کے پیٹ لوگوں کے مال سے بالکل خالی ہوں اور کسی کے خون کا ان کی کمر پر بوجھ نہ ہو[1]۔ حضرت شمر بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ تم سب سے بڑے بدکار آدمی کو قتل کر دو اس نے کہا ہاں ہوگی حضرت حُذَیفہؓ نے کہا (اسے قتل کر کے) تم اس سے زیادہ بڑے بدکار ہو جاؤ گے[2]۔

مسلمان کی جان ضائع کرنے سے بچنا

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا جب تم کسی شہر کا مُحاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر شہر

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱۹۳) واخرجه البخاري والاسماعيلي ويعقوب بن سفيان في تاريخه عن ابي المنهال بنحوه كما في فتح الباري (ج ۱۳ ص ۵۷) [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۸۰)

والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ تو قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگ جو جوان ہوں [1]

مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑا لوں یہ مجھے سارے جزیرۃُ العرب (کے مل جانے) سے زیادہ محبوب ہے [2]

مسلمان کو ڈرانا، پریشان کرنا

حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور جنگِ بدر میں بھی۔ وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہیں چلا گیا اور اپنی جوتیاں وہاں ہی بھول گیا۔ ایک آدمی نے وہ جوتیاں اٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں۔ وہ آدمی واپس آکر کہنے لگا میری جوتیاں (کہاں ہیں؟) لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھیں (تھوڑی دیر وہ پریشان ہو کر ڈھونڈتا رہا) پھر اس کے بعد جس آدمی نے چھپائی تھیں اس نے کہا جوتیاں یہ ہیں اس پر حضورؐ نے فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ اس آدمی نے کہا میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ [3] حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جوتی لے کر مذاق میں غائب کر دی۔ کسی نے اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کو پریشان مت کرو کیونکہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے [4]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۲) واخرجہ الشافعی مثلہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۶۵) الا ان عندہ بیشا من جلود [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۱۲) [3] اخرجہ الطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۹۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۳) رواہ الطبرانی وفیہ حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ الہاشمی وہو ضعیف۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن السکن مثلہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳) [4] عند البزار والطبرانی وابی الشیخ (بن حیان) فی کتاب التوبیخ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۹۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۳) وفیہ عاصم بن عبید اللہ وہو ضعیف۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں چل رہے تھے ایک آدمی کو اپنی سواری پر اُونگھ آگئی۔ دوسرے نے اس کے ترکش میں سے ایک تیر نکال لیا جس سے وہ آدمی چونک گیا اور ڈر گیا اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی کے لیئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ نے یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ حضورؐ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی کو نیند آ گئی دوسرے آدمی نے جاکر اس کی رسّی لے لی اور اسے چھپا دیا۔ جب اس سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسّی نظر نہ آئی تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کے لیئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو پریشان کرے۔[2]

حضرت سُلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اس کے پاس ایک رسّی بھی تھی جو کسی نے لے لی جب حضورؐ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی نے کہا میری رسّی پتہ نہیں کہاں چلی گئی؟ یہ سُن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ کسی مسلمان کو ہرگز پریشان نہ کرے۔[3]

مسلمان کو ہلکا اور حقیر سمجھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ ٹھوکر کھا کر دروازے کی چوکھٹ پر گر گئے جس سے ان کی پیشانی پر چوٹ لگ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ! اس کا خون صاف کر دو۔ مجھے ان سے ذرا گھن آئی۔ اس پر حضورؐ ان کے چوٹ سے خون چُوس کر پھینکنے لگے اور فرمانے لگے اگر اُسامہؓ لڑکی ہوتا تو میں اسے ایسے کپڑے پہناتا اور ایسے زیور پہناتا پھر میں اس کی شادی کر دیتا۔[4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات [2] عند ابی داؤد کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۲۶۲)
[3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۴) رواہ الطبرانی من روایۃ ابن عیینۃ عن اسماعیل بن مسلم فان کان ہو العبدی فہو من رجال الصحیح وان کان ہو المکی فہو ضعیف ولبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی
[4] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۳) واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۵)

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی حضرت عائشہؓ کو ان سے گھن آتی تھی ایک دن حضورؐ گھر تشریف لائے اور حضرت اسامہؓ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! حضورؐ کے اس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دور نہیں کروں گی [1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے انتظار میں عرفات سے (مزدلفہ کو) روانگی مؤخر فرما دی۔ جب حضرت اسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا۔ حضرت عُروہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا کہ حضرت عُروہ جو یہ فرما رہے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے جو مرتد ہوئے وہ حضورؐ کے اس رویہ کو ہلکا سمجھنے کی سزا میں ہوئے ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عُروہ نے فرمایا حضورؐ کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اسامہؓ (کو ہلکا سمجھنے) کی وجہ سے ہی کفر میں مبتلا ہوئے تھے [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰؓ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا۔ حضرت عمرؓ (کو اس کا پتہ چلا تو انہوں) نے حضرت ابوموسیٰؓ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [4]

مسلمان کو غصہ دلانا

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ابھی کافر

---

[1] عند الواقدی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [2] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۴۴) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۵)
[3] اخرجه ابو عبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۹) [4] عند احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۷۲)

تھے وہ) حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آئے یہ حضرات صحابہؓ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ان حضرات نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ ابھی تک نہیں بنائی (یعنی ابھی تک حضرت ابو سفیان کو قتل کیوں نہیں کیا گیا؟) اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان حضرات سے کہا تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو! اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر ان کو غصہ دلایا ہے اگر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے پوچھا اے بھائیو! کیا میں نے تم کو غصہ دلایا ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے [1]

حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا ایک قیدی لے کر میرے پاس سے گزرے وہ اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ لینا چاہتے تھے میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ میرا مشرک قیدی ہے میں اس کے لئے حضورؐ سے امان لینا چاہتا ہوں میں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لئے بہت اچھی جگہ ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آگیا حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم بڑے غصے میں نظر آرہے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں اپنا یہ قیدی لے کر حضرت صُہَیب کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لئے بہت اچھی جگہ ہے (ان کی اس بات سے مجھے غصہ آیا ہوا ہے) حضورؐ نے فرمایا شاید تم نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں، اللہ کی قسم نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم نے ان کو ستایا ہے تو پھر تم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستایا ہے [2]

مسلمان پر لعنت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی تھے

---

[1] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۳۰۴) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۶) وابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۸۱) عن عائذ بن عمرو نحوہ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۴۹)

جن کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب حمار تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے حضورؐ نے انہیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگائے تھے۔ چنانچہ انہیں ایک دن لایا گیا (انہوں نے شراب پی رکھی تھی)، حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں چنانچہ انہیں کوڑے لگائے گئے اس پر ایک آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت بھیج۔ اسے (شراب پینے کے جُرم میں) کتنا زیادہ لایا جاتا ہے حضورؐ نے فرمایا اسے لعنت نہ کرو اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی کا لقب حمار تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی کی کپی اور شہد کی کپی ہدیہ میں دیا کرتے تھے۔ جب گھی اور شہد والا ان سے قیمت لینے آتا تو اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ! اسے اس کے سامان کی قیمت دے دیں اس پر حضورؐ صرف مسکراتے اور کچھ نہ فرماتے اور پھر آپ کے فرمانے پر قیمت اس کو دے دی جاتی۔ ایک دن ان کو حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا انہوں نے شراب پی رکھی تھی اس پر ایک آدمی نے کہا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[2]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ کو (شراب پینے کی وجہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ نے ان کو کوڑے لگائے اور چار پانچ مرتبہ ایسے ہی ہوا (اسی جرم میں پکڑ کر انہیں لایا جاتا حضورؐ ان کو کوڑے لگاتے) آخر ایک آدمی نے کہہ دیا اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ یہ کتنی زیادہ شراب پیتا ہے اور اسے کتنی مرتبہ کوڑے لگائے جا چکے ہیں حضورؐ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے مارا کسی نے اسے اپنی جوتی سے مارا کسی نے ہاتھ سے اور کسی نے کپڑے (کا کوڑا بنا کر اس) سے مارا۔ پھر آپ نے فرمایا اب بس کر دو پھر حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے ملامت کی اور اس سے کہا تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم نہیں آتی تم یہ (برا) کام کرتے ہو؟ پھر حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا۔

---

[1] اخرجه البخاری وابن جریر والبیہقی [2] عند ابی یعلی وسعید بن منصور وغیرهما کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۷)

[3] اخرجه عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۸) وعند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶) عن زید بن اسلم قال اتی بالنعیمان او ابن النعیمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ۔

جب وہ پشت پھیر کر چلا گیا لوگ اسے بد دعا دینے لگے اور اسے بُرا بھلا کہنے لگے کسی نے یہاں تک کہہ دیا اے اللہ! اسے رُسوا فرما۔ اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے نہ کہو اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔ بلکہ یہ دعا کرو اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اسے ہدایت دے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ تم ایسے نہ کہو، شیطان کی مدد نہ کرو بلکہ یہ کہو اللہ تجھ پر رحم فرمائے [1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دیکھتے کہ کوئی آدمی دوسرے کو لعنت کر رہا ہے تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا ہے یعنی اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے [2]

مسلمان کو گالی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے عرض کیا میرے چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس پر میں انہیں گالی دیتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں تو میرا ان کے ساتھ یہ رویہ کیسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو انہوں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہو گی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا اور نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جُرم سے کم ہو گی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہو گی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا وہ آدمی یہ سُن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگ گیا۔ حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔

(سورت انبیاء آیت ۴۷)

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۰۵)، [2] اخرجہ الطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۵۱)

ترجمہ: "اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہو گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں" تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آ رہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے حضرت ابوبکرؓ کا جواب نہ دینا حضورؐ کو پسند آ رہا تھا اور حضورؐ مسکرا رہے تھے جب وہ آدمی بہت زیادہ بُرا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ اس پر حضورؐ ناراض ہو کر وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی پیچھے چل پڑے اور جا کر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا آپ بیٹھے رہے جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ کو غصہ آ گیا اور آپ کھڑے ہو گئے حضورؐ نے فرمایا پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آ کُودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا پھر حضورؐ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زوردار مدد کریں گے۔ اور جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں اور جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتے ہیں [2]

حضرت نہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں عبداللہ کی زبان نہ کاٹوں تو میرے اوپر نذر واجب ہے۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں بات کی اور ان سے معافی کی درخواست کی حضرت

---

[1] اخرجہ احمد والترمذی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۴۹۹) وقال (ج ۵ ص ۴۴۲) اسناد احمد والترمذی متصلان ورواتہما ثقات [2] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۹۰) رجال احمد رجال الصحیح ورواہ ابوداؤد والا انہ لم یذکر ثم قال بابا بکر۔

عمرؓ نے کہا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے[1]

حضرت بہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی اور حضرت عبداللہؓ نے حضرت مقدادؓ کو گالی دے دی حضرت مقدادؓ نے حضرت عبداللہ کی ان کے والد حضرت عمرؓ سے شکایت لگادی تو حضرت عمرؓ نے نذر مان لی کہ وہ حضرت عبداللہ کی زبان ضرور کاٹیں گے جب حضرت عبداللہ کو اپنے والد سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد کے پاس سفارش کے لئے بھیجا (ان کی بات سن کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ یہ مستقل قانون بن جائے جس پر میرے بعد بھی عمل ہوتا رہے کہ جو آدمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دیتا ہوا پایا جائے گا اس کی زبان ضرور کاٹی جائے گی[2]

مسلمان کی برائی بیان کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی برائی کی حضورؐ نے اس سے فرمایا یہاں سے اٹھ جا تیرے کلمہ شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا حضورؐ نے فرمایا تم قرآن کا مذاق اڑا رہے ہو۔ جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کر رہے ہو)[3]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد اور سعد رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تیز بات ہو گئی۔ حضرت سعدؓ کے پاس بیٹھ کر ایک آدمی حضرت خالدؓ کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو۔ ہمارے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ (وہیں ختم ہو گئی تھی وہ آگے بڑھ کر) ہمارے دین تک نہیں پہنچ سکتی (کہ اس جھگڑے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرکے دین کا نقصان کرلیں)[4]

---

[1] اخرجہ احمد واللالکائی فی السنۃ وابوالقاسم بن بشران فی امالیہ وابن عساکر [2] عند ابن عساکر کذافی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۴۲) [3] اخرجہ ابونعیم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۴) واخرجہ الطبرانی عن طارق مثلہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۲۳) ورجالہ رجال الصحیح انتہیٰ۔

مسلمان کی غیبت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضورؐ دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے فرمان پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر حضورؐ نے اپنے دو صحابہؓ کو سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ حضورؐ یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں پھولنے کی وجہ سے اوپر اٹھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا فلاں اور فلاں دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں نیچے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا یا نبی اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے[1]

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو رجم کیا جس کے بارے میں ایک مسلمان نے کہا اس عورت کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس رجم نے تو اس کے برے عمل کو مٹا دیا اور تم نے جو (اس کی غیبت کا) برا عمل کیا ہے اس کا تجھ سے حساب لیا جائے گا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا حضرت صفیہؓ

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق و ابوداؤد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۹۳) واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ نحوہ کما فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۸) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۰۸) نحوہ مختصرا وصححہ ابن حبان کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۱۰ ص ۳۶۱) [2] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۹۳)

کی طرف سے آپ کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی چھوٹے قد والی ہے حضورؐ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو یہ بات اس کے پانی کا مزا خراب کر دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے کسی آدمی کی نقل اُتار دی۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ مجھے اتنا اور اتنا مال مل جائے اور تم میرے سامنے کسی انسان کی نقل اُتارو[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت صفیہؓ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے کہا تم صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو حضرت زینبؓ نے کہا میں اور اس یہودن عورت کو اونٹ دوں؟ حضورؐ یہ سن کر ان سے ناراض ہو گئے اور ذوالحجۃ، محرّم اور صفر کے چند دن تک حضرت زینبؓ کو حضورؐ نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے) یہاں تک کہ وہ حضورؐ سے مایوس ہو گئی تھیں[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں نے ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ تو لمبے دامن والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تھوکو تھوکو (جو کچھ منہ میں ہے اسے باہر تھوک دو) چنانچہ میں نے تھوکا تو گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا[3]

حضرت زید بن اَسلَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَرَضُ الْوَفَات میں حضور صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزواجِ مُطہّرات حضورؐ کے پاس جمع ہوئیں۔ حضرت صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میری دلی تمنا ہے کہ آپ کو جو بیماری ہے وہ مجھے ہوتی۔ اس پر دوسری اَزواجِ مُطہّرات نے (ان کی اس بات کو سچا نہ سمجھا اور اس وجہ سے انہوں نے) آنکھوں سے اشارہ کیا جسے حضورؐ نے دیکھ لیا تو حضورؐ نے فرمایا تم سب کلی کرو۔ انہوں نے کہا یَا نَبِیَّ اللہ! کس چیز سے کلی کریں؟

---

[1] اخرجہ ابو داؤد والترمذی والبیہقی قال الترمذی حدیث حسن صحیح [2] عند ابی داؤد ایضاً کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸) نحوہ وفی حدیثہ فترکہا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذا الحجۃ والمحرم شہرین او ثلاثۃ لا یاتیہا قالت زینب حتیٰ یئست عنہ [3] عند ابن ابی الدنیا کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۴)

آپ نے فرمایا تم نے ابھی جو اپنی سوکن (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارہ کیا ہے اس کی وجہ سے (تم نے مُردار گوشت کھا لیا ہے اس لیئے) کلی کرو. اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں بالکل سچی ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا) صحابہؓ نے کہا یہ آدمی کس قدر عاجز ہے! کس قدر کمزور ہے! حضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا ہے. طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی کھڑا ہوا. لوگوں کو اس کے کھڑے ہونے میں کمزوری نظر آئی تو انہوں نے کہا فلاں آدمی کس قدر کمزور ہے! حضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کر کے اس کا گوشت کھا لیا ہے۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پچھلی حدیث جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے. لوگوں نے عرض کیا ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے. حضورؐ نے فرمایا (تبھی تو یہ غیبت ہے) اگر تم وہ بات کہو جو اس میں نہ ہو پھر تو تم اس پر بہتان لگانے والے بن جاؤ گے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے تو پھر یہ اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سُست ہے اپنے کام خود نہیں کر سکتا) حضورؐ نے فرمایا تم اس کی غیبت کر رہے ہو. ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے حضورؐ نے فرمایا غیبت ہونے کے لیئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے۔[4]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸) وسندہ حسن کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۸) واخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۳۱۳) من طریق عطاء بن یسار بمعناہ [2] اخرجہ ابو یعلی والطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفی اسنادہما محمد بن ابی حمید ویقال لہ حماد وہو ضعیف جدا. انتہی [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفیہ علی بن عاصم وہو ضعیف [4] اخرجہ الاصبہانی باسناد حسن عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اُٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا حضورؐ نے فرمایا توبہ کرو۔ اس آدمی نے کہا کس چیز سے توبہ کروں؟ حضورؐ نے فرمایا (غیبت کرکے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے[1] ہیثمی کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے اس آدمی سے کہا تم خلال کرو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں کس وجہ سے خلال کروں؟ میں نے گوشت تو کھایا نہیں[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا مجھ سے اجازت لیئے بغیر کوئی بھی روزہ نہ کھولے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے روزہ رکھ لیا شام کو لوگ آکر روزہ کھولنے کی اجازت مانگنے لگے آدمی آکر اجازت مانگتا اور کہتا یا رسول اللہ! میں نے آج سارا دن روزہ رکھا آپ اب مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں روزہ کھول لوں اتنے میں ایک آدمی نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کے گھر کی دو نوجوان عورتوں نے آج سارا دن روزہ رکھا اور ان دونوں کو خود آکر آپ سے اجازت لینے سے شرم آرہی ہے آپ انہیں بھی اجازت دے دیں تاکہ وہ بھی روزہ کھول لیں۔ آپ نے اس آدمی سے منہ پھیر لیا۔ اس نے سامنے آکر پھر اپنی بات پیش کی حضورؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ اپنی بات پیش کی حضورؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے چوتھی مرتبہ بات پیش کی تو اس سے منہ پھیر کر حضورؐ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا اور اس آدمی کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو؟ جاؤ اور دونوں سے کہو کہ اگر ان دونوں کا روزہ ہے تو وہ قے کریں۔ اس آدمی نے جاکر ان دونوں عورتوں کو حضورؐ کی بات بتائی تو ان دونوں نے قے کی تو واقعی ہر ایک کی قے میں خون کا جما ہوا ٹکڑا نکلا۔ اس آدمی نے آکر حضورؐ کو بتایا حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر خون کے یہ ٹکڑے ان کے پیٹ میں رہ جاتے تو دونوں کو آگ کھاتی[3] امام احمد کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے ان دونوں عورتوں میں سے ایک سے فرمایا قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور گوشت

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی۔ واللفظ لہ ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵) [2] نقلہ الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) [3] اخرجہ ابوداؤد والطیالسی وابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والبیہقی واخرجہ احمد وابن ابی الدنیا ایضا والبیہقی من روایۃ رجل لم یسم عن عبید مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ۔

نکلا جس سے آدھا پیالہ بھر گیا پھر آپ نے دوسری سے فرمایا تم قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور تازہ گوشت نکلا جس سے پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ تو ان چیزوں سے رکھا تھا جو اللہ نے ان کے لئے حلال کی تھیں لیکن اس چیز سے کھول لیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگ گئی تھیں [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے (اور اس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا) جب یہ دونوں اٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا (بلکہ سو رہا ہے) تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سوؤ ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ سے سالن مانگ رہے ہیں (اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا) حضورؐ نے فرمایا وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں (اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضورؐ کا جواب بتایا اس پر) ان دونوں حضرات نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کونسے سالن سے روٹی کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت سے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے استغفار فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے کہو وہ تم دونوں کے لئے استغفار کرے [2]

مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرنا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ اونچا اونچا بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۶) [2] اخرجہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ المختارۃ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۱۶)

کیا تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ حضرت رَبیعہ بن اُمیّہ بن خَلَف رضی اللہ عنہ کا گھر ہے اور یہ سب لوگ اس وقت شراب پیتے ہوئے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟) حضرت عبدالرحمٰن نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم تو وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ نے ہمیں روکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا

(سورت حجرات آیت ۱۲)

ترجمہ" اور سراغ مت لگاؤ" اور ہم اس گھر والوں کے سراغ لگانے میں لگ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔[1]

حضرت شَعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو حضرت ابن عَوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ فلاں کے گھر جا کر دیکھتے ہیں (کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے) چنانچہ یہ حضرات اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی برتن میں ڈال ڈال کر اسے دے رہی ہے حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا اس کام میں لگ کر اس نے ہمارے پاس آنا چھوڑا ہوا ہے۔ حضرت ابن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ کو یہ خطرہ ہے کہ ہم تجسّس کر رہے ہیں؟ (جس سے اللہ نے روکا ہے) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا بالکل یہ یقیناً تجسّس ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب اس گناہ سے توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا آپ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے وہ اسے نہ بتائیں اور آپ اسے اپنے دل میں بہتر ہی سمجھیں۔ پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔[2]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ مسافروں نے مدینہ کے ایک کونے میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ ایک رات ان کا پہرہ دینے تشریف لے گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عمرؓ کا ایک گھر پر گزر ہوا جس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کچھ پی رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو پکار کر کہا کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے کہا جی ہاں! کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وعبد بن حمید والخرائطی [2] اخرجہ ابن المنذر وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۷)

کی نافرمانی ہو رہی ہے ؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے) منع کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے [۱]

حضرت ثور کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لئے گشت کرتے تھے ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گا نا گا رہا تھا حضرت عمرؓ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا اے اللہ کے دشمن ! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے ؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تم تجسس نہ کرو اور آپ نے تجسس کیا ہے اللہ نے فرمایا ہے : وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

(سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹)

" اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ" اور آپ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور آپ بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (سورت نور آیت ۲۷)

"تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو" حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے ؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آگئے [۲]

حضرت سُدّی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے یہ آدھی رات کا وقت تھا اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے وہاں ایک بوڑھے میاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے۔ ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے

---

[۱] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱) [۲] اخرجہ الخرائطی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۷)

فرمایا آج رات جیسا بُرا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے (اور وہ یہ بُرا کام کر رہا ہے) اس بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن اے امیر المومنین! آپ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے آپ نے گھر میں گھس کر تجسس کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے اور آپ اجازت کے بغیر گھر کے اندر آگئے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضرت عمرؓ دانت سے کپڑا پکڑ کر روتے ہوئے اس گھر سے باہر نکلے اور فرمایا اگر عمرؓ کو اس کے رب نے معاف نہ فرمایا تو اسے اس کی ماں گم کرے یہ بوڑھا یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا ہے اب تو عمرؓ نے مجھے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا۔ اس بوڑھے نے ایک عرصہ تک حضرت عمرؓ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے وہ بوڑھا ذرا چھپتا ہوا آیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا اس بوڑھے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک آدمی نے جا کر اس بوڑھے کو کہا جاؤ امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے اس رات جو منظر دیکھا تھا آج اس کی سزا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ حضرت عمرؓ اسے اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا پھر فرمایا ذرا اپنا کان میرے نزدیک کرو۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا غور سے سنو۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق دے کر اور رسولؐ بنا کر بھیجا ہے! میں نے اس رات تمہیں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ میں نے کسی کو نہیں بتایا حتیٰ کہ حضرت ابن مسعودؓ اس رات میرے ساتھ تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں بتایا۔ اس بوڑھے نے کہا اے امیر المومنین! ذرا اپنا کان میرے قریب کریں پھر اس بوڑھے نے حضرت عمرؓ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق دے کر رسولؐ بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام اب تک دوبارہ نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ زور زور سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے لگے اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کس وجہ سے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں [1]

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ اپنے گھر اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر شراب پیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ تشریف

---

[1] اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱)

لے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو محجنؓ کے پاس ان کے گھر میں چلے گئے تو وہاں ان کے پاس صرف ایک آدمی تھا حضرت ابو محجنؓ نے کہا اے امیر المومنین! یہ (گھر میں اجازت کے بغیر تجسس کے لیئے داخل ہونا) آپ کے لیئے جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمٰن بن اُرقم رضی اللہ عنہما نے کہا اے امیر المومنین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کا اس طرح اندر جانا واقعی تجسس ہے۔ حضرت عمرؓ انہیں چھوڑ کر باہر آگئے لہ

مُسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا پھر اس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہو گئی پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے اس پر اُس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گئی اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہو گئی اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں میں انہیں اس کی ساری بات بتا دوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہروں کو عبرت ہو گی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاکدامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے ٢ہ

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک لڑکی سے بُرا کام ہو گیا جس کی اسے شرعی سزا مل گئی پھر اس کی قوم والے ہجرت کر کے آئے اور اس لڑکی نے توبہ کر لی اور اس کی دینی حالت اچھی ہو گئی۔ اس لڑکی کی شادی کا پیام اس کے چچا کے پاس آیا تو اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے اس کی بات بتائے بغیر شادی کر دے تو یہ بھی ٹھیک نہیں امانتداری کے خلاف ہے اور اگر بتا دے

لہ اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱) ٢ہ اخرجہ ہناد والحارث کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۰)

تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ستر مُسلم کے خلاف ہے۔ اس کے چچا نے یہ بات حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو بتائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا (بالکل نہ بتاؤ اور) اس کی ایسے شادی کرو جیسے تم اپنی نیک بھلی لڑکیوں کی کرتے ہو[1]

حضرت شَعبی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں ایک عورت نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہا اے امیر المومنین! مجھے ایک بچہ ملا اور اس کے ساتھ ایک مصری سفید کپڑا ملا جس میں سو دینار تھے میں نے دونوں کو اُٹھا لیا (اور گھر لے آئی) اور اس بچے کے لئے دودھ پلانے والی عورت کا اُجرت پر انتظام کیا اب میرے پاس چار عورتیں آتی ہیں اور وہ چاروں اسے چومتی ہیں۔ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ ان چاروں میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے اِطلاع کر دینا (وہ عورتیں آئیں تو) اس عورت نے حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی (حضرت عمرؓ اس کے گھر گئے اور) ان میں سے ایک عورت سے حضرت عمرؓ نے کہا تم میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ اس عورت نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے (معلوم کرنے کا) اچھا انداز اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے عیب پر پردہ ڈالا ہے آپ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ پھر اس پہلی عورت سے کہا آئندہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کچھ نہ پوچھنا اور ان کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہنا اور پھر حضرت عمرؓ واپس تشریف لے گئے[2]

حضرت صالح بن کُرَز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری ایک باندی سے زنا صادر ہو گیا۔ میں اسے لے کر حضرت حَکَم بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا اے صالح! یہ تمہارے ساتھ باندی کیوں ہے؟ میں نے کہا میری اس باندی سے زنا صادر ہو گیا ہے اب میں اس کا معاملہ امام کے سامنے لے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہ اسے شرعی سزا دے۔ حضرت انسؓ نے کہا ایسے نہ کرو۔ اپنی باندی کو واپس لے جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ میں نے کہا نہیں میں ایسے نہیں کروں گا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ایسے نہ کرو اور میری بات مانو۔ وہ بار بار مجھ پر اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں باندی کو واپس گھر لے گیا[3]

---

[1] عند سعید بن منصور و البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۶) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۲۹) [3] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۹۴)

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منشی حضرت دُخَین ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عُقبہ بن عامرؓ سے کہا ہمارے چند پڑوسی شراب پیتے ہیں میں ان کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑلیں۔ حضرت عُقبہؓ نے کہا ایسے نہ کرو بلکہ اس کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو ڈراؤ۔ میں نے کہا، انہیں روکا تھا لیکن وہ رُکے نہیں اس لیئے میں تو اب ان کے لیئے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑلیں۔ حضرت عُقبہؓ نے کہا تمہارا ناس ہو ایسے نہ کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے کسی (مسلمان کے) عیب کو چھپایا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔[1]

حضرت بلال بن سعد اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ دمشق کے بدمعاشوں کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجو تو حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا میرا دمشق کے بدمعاشوں سے کیا تعلق؟ اور مجھے ان کا پتہ کہاں سے چلے گا؟ اس پر ان کے بیٹے حضرت بلال نے کہا میں ان کے نام لکھ دیتا ہوں اور ان کے نام لکھ کر دے دیئے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تمہیں ان کا پتہ کہاں سے چلا؟ تمہیں ان کا پتہ اس وجہ سے چلا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو اس لیئے ان کے ناموں کی فہرست اپنے نام سے شروع کرو اور ان کے نام حضرت معاویہ کو نہ بھیجے۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تھے ان کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے (اتنے میں کسی کی ہوا خارج ہو گئی جس کی) بدبو حضرت عمرؓ نے محسوس کی تو فرمایا میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ کھڑا ہو اور جاکر وضو کرے۔ اس پر حضرت جریر نے فرمایا اے امیرالمومنین! کیا تمام لوگ وضو نہ کرلیں؟ (اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی اس کے عیب پر پردہ بھی پڑا رہے گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں (پردہ پوشی کی کیسی اچھی ترکیب آپ نے بتائی)۔[3]

---

[1] اخرجہ ابوداؤد والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۰۷) وقال رواہ ابوداؤد والنسائی بذکر القصۃ وبدونہا وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح الاسناد قال المنذری رجال اسانیدہم ثقات ولکن اختلف فیہ علی ابراہیم بن نشیط اختلافا کثیرا [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۰۸) [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱)

مُسلمان سے دَرگزر کرنا اور اُسے معاف کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا تم لوگ یہاں سے چلو اور رَوضہ خاخ (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) پہنچ جاؤ وہاں ایک ہَودہ نشین عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور ہمارے گھوڑے ایک دوسرے سے مقابلہ میں خوب تیز دوڑ رہے تھے۔ جب ہم رَوضہ پہنچے تو ہمیں وہاں ایک ہَودہ نشین عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال دے اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال دے نہیں تو تیرے سارے کپڑے اُتار دیں گے (اور تیری تلاشی لیں گے کیونکہ جاسوس سے مسلمانوں کے راز کا خط لینے کے لئے اس کی آبرو ریزی کرنا درست ہے) چنانچہ اس نے اپنے سر کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ وہ خط لے کر ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے چند مُشرک لوگوں کے نام تھا جس میں انہوں نے حضورؐ کی راز کی بات لکھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں اور آپ کے ساتھ جو مکہ کے مہاجرین ہیں ان سب کی مشرکینِ مکہ سے رشتہ داری ہے اس رشتہ داری کی وجہ سے وہ مشرک مسلمانوں کے جو گھر والے اور مال و دولت مکہ میں ہے ان سب کی حفاظت کرتے ہیں (میرے بھی رشتہ دار مکہ میں ہیں) میں نے سوچا کہ قریش سے میرا نسبی رشتہ تو ہے نہیں اس لئے میں (آپ کا راز بتا کر) ان پر احسان کر دیتا ہوں اس وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے مُرتد ہو گیا ہوں یا اسلام کے بعد اب مجھے کفر پسند آگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو یہ تم سے بات سچی کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں حضورؐ نے فرمایا نہیں، یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے تمہیں کیا خبر؟ شاید اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ سے لے کر فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ تک

(سورت ممتحنہ آیت ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دینِ حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں. رسولؐ کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار، اللہ پر ایمان لاچکے ہو شہر بدر کرچکے ہیں اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو. تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹکے گا[1] امام احمد نے یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت حاطب نے عرض کیا کہ میں نے یہ کام نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کے لئے کیا ہے اور نہ منافق ہونے کی وجہ سے کیا ہے، مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو غالب فرمائیں گے اور حضورؐ کے دین کو کمال تک پہنچائیں گے (میں حضورؐ کا راز کفارِ مکہ کو بتا دوں گا اس سے حضورؐ کا کوئی نقصان نہ ہوگا) اصل بات یہ تھی کہ میں قریش میں اجنبی باہر کا آدمی ہوں اور میری والدہ ان کے ساتھ رہتی ہیں تو میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں. حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے کہا کیا میں اس کا سر نہ اڑا دوں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اہلِ بدر میں سے ایک آدمی کو قتل کر دو گے؟ تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو کہ تم جو چاہے کرو[2]

حضرت ابو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے بتایا کہ اس آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے. حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تو تم نے چوری نہیں کی ہے اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے. حضرت علیؓ نے فرمایا شاید تمہیں شبہ ہو گیا ہو (کہ تمہارا اونٹ ہے یا کسی اور کا) اس نے کہا نہیں. میں نے

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ بقیۃ الجماعۃ الا ابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۴)

[2] تفرد بہذا الحدیث من ہذا الوجہ الامام احمد واسنادہ علی شرط مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۴) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۳) رواہ احمد وابو یعلی ورجال احمد رجال الصحیح. انتہی واخرجہ الحاکم ایضا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۷) واخرجہ ایضا ابو یعلی والبزار والطبرانی عن عمر قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۴) ورجالہم رجال الصحیح اھ واحمد وابو یعلی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ورجال احمد رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۳).

چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے قنبر! اسے لے جاؤ اس کی انگلی باندھ دو، آگ جلالو اور جلاد کو ہاتھ کاٹنے کے لئے بلالو اور میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔ جب حضرت علیؓ واپس آئے تو اس آدمی سے کہا کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین! جب وہ ایک دفعہ آپ کے سامنے اقرار کر چکا ہے تو آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اسی کی بات پر اسے پکڑا تھا اور اسی کی بات پر اسے چھوڑا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ حضورؐ کے حکم فرمانے پر اس کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو حضورؐ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں جبکہ میرے اُمتی کا ہاتھ تم سب کی موجودگی میں کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے اسے معاف کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا وہ بہت بُرا حاکم ہے جو شرعی سزا کو معاف کر دے۔ ہاں تم لوگ آپس میں یہ جرائم ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو۔[1] (شرعاً ثابت ہونے کے بعد حاکم معاف نہیں کر سکتا)

حضرت ابو ماجد حنفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھتیجے کو لے کر آیا اس کا بھتیجا نشہ میں مدہوش تھا اس آدمی نے کہا میں نے اسے نشہ میں مدہوش پایا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اسے خوب اچھی طرح ہلاؤ اور جھنجھوڑو اور اس کے منہ سے بُو سونگھو۔ لوگوں نے اسے خوب ہلایا اور سونگھا تو اس کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم دیا تو اسے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اگلے دن اسے جیل سے باہر نکالا اور فرمایا کوڑے کی گانٹھ کو کوٹ دو تاکہ چابک جیسا ہو جائے چنانچہ اسے کوٹ دیا گیا پھر جلاد سے فرمایا اسے مارو لیکن ہاتھ اتنا نہ اٹھاؤ کہ بغل نظر آنے لگے اور ہر عضو کو اس کا حق دو۔ حضرت عبداللہ نے اسے اس طرح کوڑے لگوائے جو زیادہ سخت نہ تھے اور جلاد کا ہاتھ بھی زیادہ اوپر نہیں اٹھتا تھا۔ کوڑے لگوانے کے وقت اس آدمی نے جبّہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آدمی یتیم کا بہت بُرا سرپرست ہے (اے فلانے) تم نے اسے تمیز نہ سکھائی اور نہ اسے اچھی طرح ادب اور سلیقہ سکھایا۔ اس نے رسوائی والا کام کر لیا تھا لیکن تم نے اس پر پردہ نہ ڈالا۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمانے

---

[1] اخرجہ ابو یعلی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۱۷)

والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور جب کسی حاکم کے سامنے کسی کا جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو اب اس حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم کو شرعی سزا دے۔ پھر حضرت عبداللہ سنانے لگے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ ایک انصاری آدمی تھا جب اسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لایا گیا تو غم کے مارے حضورؐ کا بُرا حال ہو گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کہ حضورؐ کے چہرے پر راکھ چھڑک گئی ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس آدمی کے لائے جانے سے بہت گرانی ہو رہی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے گرانی کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ (تمہیں وہیں اسے معاف کر دینا چاہیئے تھا) اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں اور وہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں (میں معاف نہیں کر سکتا کیونکہ) جب حاکم کے سامنے کوئی جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اس جرم کی شرعی سزا نافذ کرے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔

(سورت نور آیت ۲۲)

ترجمہ "اور چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں"۔[1]

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جو حد شرعی قائم کی گئی اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لایا گیا پھر اس کے خلاف گواہوں نے گواہی دی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جب اس آدمی کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ غم کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اس پر راکھ چھڑک دی گئی ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس کے ہاتھ کے کٹنے سے سخت صدمہ ہو رہا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے صدمہ کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا آپ اسے چھوڑ دیتے (اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتے) حضورؐ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے تم لوگوں نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا (میں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ) امام کے سامنے جب حد شرعی ثابت ہو جائے تو وہ اسے روک نہیں سکتا۔[2]

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والبیہقی [2] عند عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۸۳ و ۸۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حج یا عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم نے ایک سوار آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے اس آدمی نے آکر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے تو پھر تمہیں بھی اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور اگر تمہیں کسی قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا میں قبیلہ بنو تمیم کا آدمی ہوں، میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے بھی لگوائے اور میرے سر کے بال بھی منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ تم لوگ نہ اس کے پاس بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ کھانا کھاؤ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئی ہیں یا تو میں تلوار لے کر حضرت ابو موسیٰ کو قتل کر دوں یا میں آپ کے پاس آجاؤں اور آپ میری جگہ بدل دیں اور مجھے ملک شام بھیج دیں کیونکہ ملک شام والے مجھے جانتے نہیں ہیں۔ (اس لئے وہاں رہنا میرے لئے آسان ہوگا) یا میں دشمن کے ساتھ جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں اور پیوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا تم دشمن سے جا ملو اور مجھے بے انتہا مال مل جائے تب بھی مجھے اس سے ذرہ برابر خوشی نہیں ہوگی اور میں تو زمانۂ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا اور یہ شراب پینا زنا جیسا (جرم) نہیں ہے اور حضرت ابو موسیٰ کو یہ خط لکھوایا۔

"سلامٌ علیک۔ امّا بعد! قبیلہ بنو تمیم کے فلاں بن فلاں نے مجھ سے اس اس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آئندہ تم اس طرح دوبارہ کرو گے تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں تم کو پھراؤں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر تم اس کے حق ہونے کو جاننا چاہتے ہو تو یہ حرکت دوبارہ کر کے دیکھو لہٰذا لوگوں میں یہ اعلان کراؤ کہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھا کریں اور اس کے ساتھ کھایا کریں اور اگر وہ (آئندہ شراب پینے سے) توبہ کر لے تو تم اس کی گواہی قبول کرو۔"

پھر حضرت عمرؓ نے اسے سواری بھی دی اور دو سو درہم بھی دیئے [1]

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۷)

مسلمان کے نامناسب فعل کی اچھی تاویل کرنا

حضرت ابوعون وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں جو بات حضرت مالک بن نُوَیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچی ہے اس کی بنیاد پر وہ مُرتد ہو گئے ہیں۔ حضرت مالک نے اس دعویٰ کا انکار کیا اور کہا میں اسلام پر ہوں میں نے اپنا دین نہیں بدلا۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت مالک کے حق میں گواہی دی لیکن حضرت خالد اپنے فیصلہ پر برقرار رہے اور انہوں نے حضرت مالک کو آگے کیا اور حضرت ضرار بن اَزْوَرْ کو حکم دیا جس پر حضرت ضرار نے حضرت مالک کو قتل کر دیا۔ (عدّت گزرنے کے بعد) حضرت خالد نے حضرت مالک کی بیوی اُمّ مُتَمّم کو قبضہ میں لے کر اس سے شادی کر لی جب حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد نے حضرت مالک کو قتل کر کے ان کی بیوی سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد نے زنا کیا ہے آپ اسے رجم کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں انہیں رجم نہیں کر سکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا انہوں نے ناحق قتل کیا ہے اس لئے بدلہ میں آپ انہیں قتل کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں انہیں قتل بھی نہیں کروں گا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر انہیں معزول ہی کر دیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جو تلوار اللہ نے کافروں پر سونتی ہے میں اسے کبھی بھی نیام میں نہیں کر سکتا۔[1]

گناہ سے نفرت کرنا گناہ کرنے والے سے نفرت نہ کرنا

حضرت ابوقِلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تھا اور لوگ اسے بُرا بھلا کہہ رہے تھے حضرت ابوالدرداءؓ نے لوگوں سے کہا ذرا یہ تو بتاؤ اگر تمہیں یہ آدمی کسی کنویں میں گرا ہوا ملتا تو کیا تم اسے نہ نکالتے؟

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۲)

لوگوں نے کہا ضرور نکالتے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا تم اسے بُرا بھلا نہ کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس گناہ سے بچا رکھا ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کو اس آدمی سے نفرت نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کے بُرے عمل سے نفرت ہے جب یہ اسے چھوڑ دے گا تو پھر یہ میرا بھائی ہے [1] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تمہارے بھائی سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ یہ بددعائیں کرنے لگ جاؤ کہ اے اللہ! اسے رسوا فرما اے اللہ! اس پر لعنت بھیج بلکہ اللہ سے اس کے لئے اور اپنے لئے عافیت مانگو۔ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اس وقت تک کسی آدمی کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتے تھے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اس کی موت کس حالت پر ہوئی ہے اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو ہم یقین کر لیتے کہ اسے بڑی خیر حاصل ہوئی ہے اور اگر اس کا خاتمہ بُرا ہوتا تو ہم اس کے بارے میں ڈرتے رہتے [2]

سینہ کو کھوٹ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی داڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اگلے دن پھر حضورؐ نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضورؐ نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضورؐ مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا میرا والد صاحب سے جھگڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرا لیں۔ انہوں نے کہا ضرور۔ پھر حضرت عبداللہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں لیکن میں نے ان کو رات میں

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۷۴) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۵) عن ابی قلابۃ مثلہ

[2] اخرجہ ایضا ابو نعیم (ج ۴ ص ۲۰۵)

زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور نمازِ فجر کے لئے بستر سے اُٹھتے ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضورؐ نے ان کے لیئے بشارت تو اتنی بڑی دی اور ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! میرا والد صاحب سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا نہ کوئی ناراضگی ہوئی اور نہ میں نے انہیں چھوڑنے کی قسم کھائی بلکہ قصہ یہ ہوا کہ میں نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقشِ قدم پر چلوں میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کونسا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ کو پہنچ گئے جو حضورؐ نے بتایا؟ انہوں نے کہا میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سُن کر چل پڑا جب میں نے پُشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔ میں نے کہا اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے[1] بَزّار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سَعْد بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سَعْد نے حضرت عبداللہ سے کہا اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی۔ نَسائی، بَیْہَقی اور اَصْبہانی کی روایت میں یہ ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے[2] ابنِ عَساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سَعْد بن

---

[1] اخرجہ احمد باسناد حسن والنسائی و رواہ ابو یعلی والبزار بنحوہ [2] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۲۸) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۰) رجال احمد رجال الصحیح وکذلک احد اسنادی البزار الا ان سیاق الحدیث لابن لہیعۃ اھ وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۴ ص ۳۳۸) لحدیث احمد وہذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین اھ واخرجہ ایضا ابن عساکر ورجالہ رجال الصحیح۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے کہا میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے بُرا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے بُرا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے یہ میرے بس میں تو ہے نہیں [1]

حضرت زید بن اَسلَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، وہ بیمار تھے لیکن ان کا چہرہ چمک رہا تھا تو کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اپنے اعمال میں سے دو عملوں پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے ایک تو یہ ہے کہ میں کوئی لَایَعنِی بات نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ میرا دل تمام مسلمانوں سے بالکل صاف تھا [2]

مسلمانوں کی اچھی حالت پر خوش ہونا

حضرت ابن بُرَیدَہ اَسلَمی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہِ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عَبّاس رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت ابن عَبّاسؓ نے کہا تم مجھے بُرا بھلا کہتے ہو حالانکہ مجھ میں تین عمدہ صفات پائی جاتی ہیں پہلی یہ کہ جب میں قرآن کی کسی آیت کو پڑھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور دوسری یہ کہ جب میں مسلمانوں کے حاکم کے بارے میں سُنتا ہوں کہ وہ انصاف والے فیصلے کرتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ مجھے کبھی بھی اپنا مقدمہ اس کے پاس فیصلہ کے لیئے لے جانا ہی نہ پڑے اور تیسری یہ کہ جب میں یہ سُنتا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں علاقہ میں بارش ہوئی ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس علاقہ میں میرا کوئی چرنے والا جانور نہیں ہوتا [3]

لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا تاکہ ٹوٹ نہ جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں

---

[1] کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۴۳)، [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۲)، [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۸۴) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ البیہقی کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۳۴) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۲) نحوہ۔

حاضر ہونے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا اپنے خاندان کا بُرا آدمی ہے (آپ نے اجازت دے دی) جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر وہ آدمی چلا گیا پھر ایک اور آدمی نے اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے جب وہ اندر آیا تو حضورؐ نے کوئی خوشی اور مسرت کا زیادہ اظہار نہیں کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں نے اجازت مانگی تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس کے سامنے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر دوسرے نے اجازت مانگی آپ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ کو اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جیسا آپ نے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! لوگوں میں سب سے بُرا آدمی وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچتے ہوں [1]

حضرت صفوان بن عسّال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ سامنے سے ایک آدمی آیا جب حضورؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ اپنے خاندان کا بُرا فرد ہے اور بُرا آدمی ہے جب وہ قریب آگیا تو آپ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا بُرا فرد ہے اور بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ آیا تو اسے آپ نے اپنے قریب بٹھایا؟ آپ نے فرمایا یہ منافق ہے میں اس کے نفاق کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برت رہا تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ یہ دوسروں کو میرا مخالف بنا دے گا اور انہیں بگاڑ دے گا [2]

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں قریش کا ایک آدمی سامنے سے آیا۔ حضورؐ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اے بُرَیدہ! تم اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ قریش کے اُونچے خاندان کا آدمی ہے اور ان میں سب سے زیادہ مالدار ہے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا۔ میں نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا۔ آخر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی معلومات کے مطابق آپ کو بتایا ہے ویسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح وفی الصحیح بعضہ۔ انتہی واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۹۰) مختصراً [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۱۹۱) قال ابونعیم ہذا حدیث غریب۔

یہ ان لوگوں میں سے ہے جن (کے نیک اعمال) کا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں فرمائیں گے (کیونکہ ان کے پاس نیک عمل ہیں ہی نہیں) [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض دفعہ ہم لوگ کچھ لوگوں کے سامنے مسکرا رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارے دل انہیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں [2]

مسلمان کو راضی کرنا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اپنا کپڑا پکڑ رکھا تھا جس سے ان کے گھٹنے ننگے ہو رہے تھے اور اس کا انہیں احساس نہیں تھا۔ انہیں دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا تمہارے یہ ساتھی جھگڑ کر آ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی جلدی میں میں ان کو نامناسب بات کہہ بیٹھا لیکن پھر مجھے ندامت ہوئی جس پر میں نے ان سے معافی مانگی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں (اب آپ جیسے فرمائیں) حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! اللہ تمہیں معاف فرمائے ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آکر پوچھا کیا یہاں ابوبکرؓ ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ تو وہ بھی حضورؐ کی خدمت میں آ گئے انہیں دیکھ کر حضورؐ کا چہرہ (غصہ کی وجہ سے) بدلنے لگا جس سے حضرت ابوبکرؓ ڈر گئے اور انہوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! قصور میرا زیادہ ہے پھر حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا تم غلط کہتے ہو لیکن اس وقت ابوبکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہتے ہیں اور انہوں نے اپنے مال اور جان کے ساتھ میرے ساتھ غم خواری کی پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا کیا تم میرے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷) وفیہ عون بن عمارۃ وہو ضعیف۔ انتہی [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۲) واخرجہ ابن ابی الدنیا وابراہیم الحربی فی غریب الحدیث والدینوری فی المجالسۃ عن ابی الدرداء فذکر مثلہ وزاد ونضحک الیہم کما فی فتح الباری (ج ۱۰ ص ۴۰۳) وہکذا اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۲)

اس ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑ دو گے ؟ چنانچہ حضورؐ کے اس فرمان کے بعد کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا پھر آپ ابوبکرؓ نے کہا (مجھ سے غلطی ہو گئی اس لیئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لیئے اللہ سے استغفار کریں حضرت عمرؓ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لیئے وہ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے فرمایا (اے عمرؓ!) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لیئے استغفار نہیں کر رہے یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر نبی بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے ہیں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لیئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنا لیتا۔ بہرحال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ غور سے سنو (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کر دو لیکن (ابوبکرؓ) ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) کہا ہمارے درمیان کوئی بات ہو جایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا آپ نے مجھے

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۹۲) [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۵)، رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح۔ اھ

خوش کیا اللہ آپ کو خوش فرمائے پھر حضرت اُم حبیبہؓ نے پیغام بھیج کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی یہی کہا[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہؓ! یہ حضرت ابوبکرؓ آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہؓ نے اجازت دی حضرت ابوبکرؓ اندر آکر حضرت فاطمہؓ کو راضی کرنے لگے اور یوں کہا اللہ کی قسم! میں نے گھر بار، مال و دولت، اہل و عیال اور خاندان صرف اس لیے چھوڑا تھا تاکہ اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہو جائیں اور (حضورؐ کے) اہل بیت آپ لوگ راضی ہو جائیں بہر حال حضرت ابوبکرؓ انہیں راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے فلاں آدمی سے نفرت ہے۔ کسی نے آکر اس آدمی سے کہا کیا بات ہے حضرت عمرؓ تم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ جب بہت سے لوگوں نے گھر آکر اس آدمی کو یہ بات کہی تو اس آدمی نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا اے عمرؓ! کیا میں نے (مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے) اسلام میں کوئی شگاف ڈالا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں پھر اس نے کہا کیا میں نے کسی انسان پر زیادتی کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا میں نے اسلام میں کوئی نئی چیز چلا دی ہے؟ (جو سنت کے خلاف ہو) حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا تو پھر آپ کس وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔

(سورت احزاب آیت ۵۸)

اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذاء پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں اور آپ نے (یہ جملہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۰۰) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۰۱) قال البیہقی ہذا مرسل حسن باسناد صحیح - اھ واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۷) عن عامر (الشعبی) بنحوہ مختصرا۔

کہہ کر) ایذاء پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو شگاف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے (واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے) اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمرؓ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کر دیا[1]

حضرت رَجَاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ مُنوّرہ میں حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اتنے میں اس حلقہ پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا گزر ہوا انہوں نے سلام کیا سب حلقہ والوں نے جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو خاموش رہے بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ حضرت حسنؓ کے پیچھے گئے اور جا کر کہا وَ عَلَیکَ السَّلَامُ وَرَحمَۃُ اللہِ پھر (حضرت ابو سعیدؓ ساتھ تھے ان سے) کہا یہ وہ انسان ہے جو تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم! جنگ صِفّین کے بعد سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی تو حضرت ابو سعیدؓ نے کہا آپ ان کے پاس جا کر اپنا عذر ان سے کیوں نہیں بیان کر دیتے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا (میں تیار ہوں اتنے میں حضرت حسنؓ اپنے گھر میں اندر جا چکے تھے) حضرت عبداللہ وہاں کھڑے ہوگئے اور حضرت ابو سعیدؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسنؓ نے اجازت دے دی پھر اندر جا کر حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے لیئے اجازت مانگی (ان کو بھی اجازت مل گئی) اور وہ اندر چلے گئے حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا حضرت حسنؓ کے گزرنے پر آپ نے جو بات ہم سے کہی تھی وہ ذرا اب پھر کہہ دیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا بہت اچھا میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم نے جنگ صِفّین کے دن ہم سے جنگ کیوں کی یا تم نے ہمارے مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کیوں کیا؟ حضرت عبداللہ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میں نے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی البتہ میں اپنے والد کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت حسنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس کام سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی

---

[1] اخرجہ ابن المنذر کذا فی الکنز ج ا ص ۲۶۰۔

ہو اس کام میں مخلوق کی بات نہیں ماننی چاہیئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا جی معلوم ہے لیکن میں والد کے ساتھ اس لئے گیا تھا کہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں مسلسل روزے رکھا کرتا تھا میرے والد نے حضورؐ سے اس بارے میں میری شکایت کی اور یوں کہا یا رسولَ اللہ عبداللہ بن عمرو دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کبھی روزے رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سویا کرو کیونکہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور حضورؐ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ! اپنے والد کی بات مانا کرو (چونکہ حضورؐ نے والد کی ماننے کی مجھے بہت تاکید کی تھی اس لئے) جب وہ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو مجھے ان کے ساتھ جانا پڑا۔[1]

حضرت رَجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد میں تھا (وہاں اور لوگ بھی تھے) کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما (بھی وہاں تھے وہ) خاموش رہے۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو پھر حضرت عبداللہ نے بلند آواز سے کہا وَعَلَیکَ السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتاؤں جو زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ انہوں نے کہا یہی حضرت ہیں جو ابھی یہاں سے گزر کر گئے ہیں اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے اب تک نہ میں ان سے بات کر سکا ہوں اور نہ انہوں نے مجھ سے بات کی ہے اور اللہ کی قسم! ان کا مجھ سے راضی ہو جانا مجھے اُحُد پہاڑ جتنا مال ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابوسعید نے ان سے کہا تم ان کے پاس چلے کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا میں جانے کو تیار ہوں چنانچہ دونوں حضرات نے طے کیا کہ اگلے دن صبح ان کے پاس جائیں گے (وہ دونوں اگلے دن صبح ان کے پاس گئے) میں بھی دونوں حضرات کے ساتھ گیا۔ حضرت ابوسعید نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی میں اور حضرت ابوسعیدؓ اندر چلے گئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت ابن عمروؓ کے لئے اجازت مانگی لیکن حضرت

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۷) رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح غیر ہاشم بن البرید وھو ثقۃ۔ انتہی

حسینؓ نے اجازت نہ دی لیکن حضرت ابوسعید اجازت مانگتے رہے آخر حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اندر آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوسعید اپنی جگہ سے ہٹنے لگے وہ حضرت حسینؓ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت حسینؓ نے حضرت ابوسعید کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت ابن عمروؓ کھڑے رہے، بیٹھے نہیں۔ جب حضرت حسینؓ نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ کو ذرا پرے کر کے بیٹھنے کی جگہ بنا دی۔ وہاں آکر حضرت عبداللہ دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے پھر حضرت ابوسعید نے سارا قصہ سنایا تو حضرت حسینؓ نے کہا اے ابن عمرو! کیا ایسی ہی بات ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا جی ہاں بالکل۔ رب کعبہ کی قسم! آپ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت حسینؓ نے کہا تو پھر آپ نے جنگ صفین کے دن مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی؟ اللہ کی قسم! میرے والد تو مجھ سے بہتر تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا بالکل آپ کے والد آپ سے بھی بہتر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری یہ شکایت کی تھی کہ عبداللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو اور دن میں روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو اور (اپنے والد) عمرو کی بات مانا کرو۔ جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اس میں شرکت کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کے لشکر میں اضافہ کیا اور نہ میں نے تلوار سونتی اور نہ نیزہ کسی کو مارا اور نہ تیر چلایا۔ حضرت حسینؓ نے کہا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس کام سے خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی نہیں ماننی چاہیئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا معلوم ہے۔ حضرت عبداللہ اپنا عذر بار بار بیان کرتے رہے جس پر آخر حضرت حسینؓ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا[1]

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۸۷) رواه الطبراني في الاوسط وفيه علي بن سعيد بن بشير وفيه لين وهو حافظ وبقية رجاله ثقات۔ انتهى

کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ایک یہ کہ ایک آدمی یہ اُمید لگا کر میری طرف خلوص چہرہ کے ساتھ آتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہو گی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرا دیتے ہیں (اب یہ اس کا مجھ سے اپنی اُمید لگانا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کر دوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے [1]

مسلمان کی ضرورت کے لئے کھڑا ہونا

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خَولہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے ساتھ چلی جا رہی تھیں کہ ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے رُکنے کو کہا حضرت عمرؓ رُک گئے اور ان کے قریب آ گئے اور ان کی طرف سَر جھکا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ کر ان کی بات سُننے لگے (چونکہ بہت بوڑھی تھیں اس لئے حضرت عمرؓ نے اُنہیں سنبھالنے کے لئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے) اور یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت خَولہ نے اپنی بات پوری کر لی اور واپس چلی گئیں۔ اس پر ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! اس بڑھیا کی وجہ سے آپ نے قریش کے بڑے بڑے مَردوں کو روکے رکھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا ناس ہو! تو جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا نہیں، مَیں نہیں جانتا حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سُنی تھی یہ حضرت خَولہ بنت ثَعلَبَہ ہیں اللہ کی قسم! اگر یہ رات تک میرے پاس سے نہ ہٹتیں تو مَیں بھی ان کی بات کے پورا ہونے تک یونہی کھڑا رہتا [2]

حضرت ثُمامہ بن حَزْن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک عورت ملی۔ اس عورت نے کہا ٹھہریئے اے عمرؓ! حضرت عمرؓ ٹھہر گئے۔ اس عورت نے حضرت عمرؓ سے بڑی سختی سے بات کی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آج جیسا منظر تو کبھی دیکھا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس عورت کی بات کیوں نہ سُنوں جب کہ یہ وہ عورت ہے جس کی بات کو اللہ نے سُنا اور اسی عورت کے

---

[1] اخرجہ الرزی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۷) [2] اخرجہ ابن ابی حاتم والدارمی والبیہقی۔

بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا۔
(سورت مُجَادَلَہ آیت ۱)
ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے مُعاملہ میں جھگڑتی تھی" ۔[۱]

مسلمان کی ضرورت کے لئے چل کر جانا

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد میں مُعتکف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے اس سے فرمایا کہ مَیں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! مَیں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبرِ اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ) اس قبر والے کی عزّت کی قسم! مَیں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے کہا اچھا کیا میں اس سے تمہاری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت ابن عبّاس یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا آپ اپنا اعتکاف بھُول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ مَیں نے اس قبر والے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عبّاسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے لئے چلے اور اس کام میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لئے یہ دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنّم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان، زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہوگی)[۲]

مسلمان کی زیارت کرنا

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم خصوصی طور پر

---

[۱] عند البخاری فی تاریخہ و ابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۸) [۲] اخرجہ الطبرانی والبیھقی واللفظ لہ والحاکم مختصر وقال صحیح الاسناد کذا فی ترغیب (ج ۲ ص ۲۷۲)

بھی اور عمومی طور پر بھی انصار کو ملنے بہت جایا کرتے تھے جب کسی سے خصوصی ملاقات کرنی ہوتی تو اس کے گھر تشریف لے جاتے اور جب عمومی ملاقات کرنی ہوتی تو ان کی مسجد میں تشریف لے جاتے (وہاں سب سے ملاقات ہو جاتی)[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک گھرانے سے ملنے تشریف لے گئے آپ نے ان کے پاس کھانا بھی کھایا جب آپ وہاں سے باہر آنے لگے تو آپ نے کمرے میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے آپ کے لئے ایک چٹائی بچھا کر اس پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نرم ہو جائے) پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو صحابہؓ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیتے تھے (تو ان میں آپس میں اتنی محبت ہو جاتی تھی) کہ جب تک ان میں سے ایک دوسرے سے مل نہ لیتا تھا اس وقت تک اسے وہ رات بہت لمبی معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بڑی محبت اور نرمی سے ملتا اور پوچھتا آپ میرے بعد کیسے رہے؟ اور دوسرے لوگوں کا (جن میں بھائی چارہ نہ ہوتا تھا) یہ حال تھا کہ تین دن کے اندر ہر ایک دوسرے سے مل کر اس کا سارا حال معلوم کر لیا کرتا تھا[3]

حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی (کوفہ سے مدینہ) ان کے پاس آئے تو ان سے حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تم ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے رہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا (جی ہاں) یہ کام ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر پوچھا کیا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں اے ابو عبدالرحمٰن! (ہماری تو یہ حالت ہے کہ) ہم میں سے کسی کو اس کا بھائی نہیں ملتا تو وہ اسے پیدل ڈھونڈتا ہوا کوفہ کے آخری کنارے تک چلا جاتا ہے اور اسے مل کر ہی واپس آتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جب تک تم یہ کام کرتے رہو گے تم لوگ خیریت سے رہو گے[4]

حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہمیں ملنے کے لئے

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۳) رواہ احمد وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۲) [3] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۴) وفیہ عمران بن خالد الخزاعی وہو ضعیف [4] اخرجہ الطبرانی وہذا منقطع کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۴۴)

مدائن سے پیدل چل کر ملکِ شام آئے اس وقت انہوں نے گھٹنوں تک کی چھوٹی شلوار پہنی ہوئی تھی۔[۱]

ملنے کے لئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضورؐ کے درمیان پڑا رہا۔[۲]

حضرت اُمِّ سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئی انہوں نے میرے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اندر آ گئے انہوں نے پوچھا (کہ یہ عورت کون ہے جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟) حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور آپ سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہو گیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا اب پیچھے میں اور آپ رہ گئے ہیں۔[۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمرؓ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لئے رکھ دیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو عبداللہ! اللہ و رسولؐ کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔[۴]

---

[۱] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۲) [۲] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ
[۳] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۷) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی وفیہ اسماعیل بن قیس بن سعد بن زید وہو ضعیف واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۷) وصححہ وقال الذہبی بل اسماعیل ضعفوہ [۴] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لیئے رکھ دیا پھر کہا اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام میں تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرماتے ہیں [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گئے۔ حضرت سلمانؓ نے ان کے لیئے ایک تکیہ رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو عبداللہ! یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان کے پاس اس کا مسلمان بھائی آتا ہے وہ اس کے اکرام و تعظیم کے لیئے ایک تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرما دیتے ہیں [2] حضرت ابراہیم بن نشیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زُبیدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے ایک تکیہ تھا انہوں نے اسے اٹھا کر میری طرف پھینکا اور فرمایا جو آدمی اپنے ہم نشین کا اکرام نہ کرے اس کا حضرت احمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے [3]

مہمان کا اکرام کرنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی شادی (کے ولیمہ) میں بلایا اور اس دن ان کی بیوی ان مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہ دُلہن تھی ان کی بیوی نے کہا کیا تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں نے حضورؐ کے لیئے کیا بھگویا تھا؟ میں نے تانبے یا پتھر کے چھوٹے برتن میں رات کو حضورؐ کے لیئے کھجوریں بھگوئی تھیں (تاکہ حضورؐ شربت پی سکیں) [4]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زُبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے انہوں نے اسے اٹھا کر ان دونوں کے لیئے

---

[1] اخرجہ الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۴) وفیہ عمران بن خالد الخزاعی وہو ضعیف۔ اھ وفی اسناد الحاکم ایضا عمران ہذا [2] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ عمران بن خالد الخزاعی وہو ضعیف [3] اخرجہ الطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۶) وقال رواہ الطبرانی موقوفا ورجالہ ثقات [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۱۰)

رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا ہم تو یہ نہیں چاہتے ہم تو کچھ سننے آئے تھے تاکہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں خوشحالی اور نیک انجامی ہے اس آدمی کے لئے جو اپنے گھوڑے کی رسی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو گائے اور بیل کی طرح (مختلف مزیدار کھانے کھانے کے لئے) اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں فلاں چیز اٹھالے اور فلاں چیز رکھ دے اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے [1]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا اکرام کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت جریرؓ دروازے پر کھڑے ہو گئے انہیں دیکھ کر حضورؐ نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ حضورؐ نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریرؓ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضورؐ کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو[2]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) گھر میں حاضر ہوئے گھر صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ حضورؐ نے اپنی چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے اسے لیا اور سینہ سے لگا کر اسے چوما اور کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو[3]

---

[1] اخرجه ابن جرير عن ابراهيم بن شيبان كذا في الكنز (ج ٥ ص ٦٦) [2] اخرجه الطبراني في الصغير والاوسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٥) وفيه عون بن عمرو القيسي وهو ضعيف۔ اه [3] عند الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٦) رواه الطبراني في الاوسط والبزار باختصار كثير وفيه من لم اعرفهم۔ انتهى

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عُیَینہ بن حِصن رضی اللہ عنہ حضور صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور یہ سب حضرات زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے حضرت عُیَینہ کے لئے گدا منگایا اور انہیں اس پر بٹھایا اور فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور قابلِ احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[۱]

حضرت عَدِی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان کے لئے ایک تکیہ رکھ دیا لیکن یہ زمین پر ہی بیٹھے اور عرض کیا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر نہ تو برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور مسلمان ہو گئے۔ صحابہؓ نے کہا یا نبی اللہ! آج ہم نے (عَدِی کے لئے) آپ کی طرف سے اکرام کا جو منظر دیکھا ہے یہ کبھی بھی کسی کے لئے نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو یہ ایک قوم کا بڑا اور محترم آدمی ہے اور جب کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی تمہارے پاس آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[۲]

حضرت ابو راشد عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے سو آدمیوں کے ہمراہ حضور صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضورؐ کے قریب پہنچ گئے تو ہم رک گئے اور میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اے ابو مُغْوِیَہ! تم آگے بڑھو (اور حالات دیکھو) اگر تمہیں اچھے حالات نظر آئیں تو واپس آکر ہمیں بتانا تو ہم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے اور اگر تمہیں کچھ اچھے حالات نظر نہ آئیں تو پھر واپس آکر بتانا ہم اپنے علاقہ کو لوٹ جائیں گے۔ میں عمر میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر (جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا اور) کہا اے محمدؐ! اَنْعِمْ صَبَاحًا آپ کی صبح اچھی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان اس طرح ایک دوسرے کو سلام نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمان ایک دوسرے کو کس طرح سلام کرتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا جب تم کسی مسلمان قوم کے پاس پہنچو تو یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ میں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ حضورؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابو مُغْوِیَہ عَبْدُ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا (یہ کنیت اور نام ٹھیک نہیں ہے) بلکہ

---

[۱] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۶) رواہ الطبرانی وفیہ من لم اعرفہم [۲] اخرجہ العسکری وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۵)

تم ابوراشد عبدالرحمٰن ہو۔ حضورؐ نے میرا اکرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے اپنی چادر پہنائی اور اپنی جوتی اور لاٹھی مجھے عطا فرمائی پھر میں مسلمان ہو گیا۔ پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں آپ اس آدمی کا بہت اکرام فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار اور عزت والا آدمی ہے (اس لئے میں نے اتنا اکرام کیا ہے) جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو تم اس کا اکرام کرو آگے اور حدیث بھی ہے [1]

قوم کے سردار کی دل جوئی کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم جُعَیل کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا مجھے تو وہ اور لوگوں کی طرح مسکین نظر آتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم فلاں کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا وہ تو سردار لوگوں میں سے ایک سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر ان جیسوں سے ساری زمین بھر جائے تو ایک جُعَیل ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! فلاں ہے تو ایسا لیکن آپ اس کا بہت اکرام کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں دل جوئی کے لیئے اس کا اتنا اکرام کرتا ہوں [2] حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے حضرت عُیَینہ بن حِصن اور حضرت اَقرع بن حابس کو سو سو (اونٹ) دیئے ہیں اور حضرت جُعَیل کو آپ نے چھوڑ دیا (انہیں کچھ نہ دیا) حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر عُیَینہ اور اَقرع سے ساری زمین بھر جائے تو جُعَیل بن سُراقہ ان سب سے بہتر ہے لیکن میں ان دونوں کی دلجوئی کر رہا ہوں اور جُعَیل کو ان کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں (کہ اللہ ان کی مدد کریں گے) [3]

---

[1] اخرجہ الدولابی فی الکنی (ج ۱ ص ۳۱) واخرجہ ابن مندہ من ہذا الوجہ مختصرا وابن السکن کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۰۹) واخرجہ ایضا العقیلی کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۶) [2] اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۳۵۳) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۰) واخرجہ الرویانی فی مسندہ وابن عبدالحکم فی فتوح مصر واسنادہ صحیح واخرجہ ابن حبان من وجہ آخر عن ابی ذر لکن لم یسم جعیلا واخرجہ البخاری من حدیث سہل بن سعد فابہم جعیلا وابا ذر۔
[3] رواہ ابن اسحاق فی المغازی و ہذا مرسل حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵۲) عن محمد ابراہیم نحوہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا اکرام کرنا

حضرت یزید بن حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت حُصَین بن سَبُرَہ اور حضرت عمرو بن مسلم تینوں حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حُصَین نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ان کی حدیث کو سنا ہے ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ اے حضرت زید! حضورؐ سے سنی ہوئی کوئی حدیث ہمیں بھی سنادیں۔ حضرت زید نے فرمایا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور بڑا عرصہ گزر گیا ہے۔ حضورؐ کی جو باتیں میں نے یاد کی تھیں اور سمجھی تھیں ان میں سے کچھ مجھے بھول گئی ہیں لہٰذا جو حدیث میں تمہیں سناؤں وہ تو تم سن لو اور جو میں تمہیں سنا نہ سکوں اس پر تم مجھے مجبور نہ کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان خُمّ نامی چشمہ کے پاس ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا:

"امّا بعد اے لوگو! غور سے سنو! میں ایک بشر ہی ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد (مَلَکُ الموت) مجھے بلانے آئے گا جس پر میں چلا جاؤں گا۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے اس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے پکڑو۔ پھر آپ نے قرآن کے بارے میں خوب ترغیب دی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے گھر والے ہیں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

حضرت حُصَین نے پوچھا اے حضرت زید! حضورؐ کے گھر والے کون ہیں؟ کیا حضورؐ کی بیویاں حضورؐ کے گھر والوں میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا حضورؐ کی بیویاں حضورؐ کے گھر والوں میں سے ہیں لیکن حضورؐ کے اصل گھر والے وہ ہیں جن کو حضورؐ کے بعد زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے حضرت حُصَین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زید نے فرمایا آلِ علیؓ، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور

آلِ عباسؓ ہیں۔ حضرت حصینؒ نے پوچھا کیا ان سب کو زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے ؟ انہوں نے فرمایا ہاں[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے بارے میں حضورؐ کی نسبت کا خیال رکھو[2]

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ حضورؐ سے بات کرنے لگے تو حضورؐ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کرلیا اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو اچانک سخت بیماری پیش آگئی ہے (جس کی وجہ سے حضورؐ آواز اُونچی نہیں کر پا رہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت عباسؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہوگیا تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کرلی تھی حضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباسؓ آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کرلیا کروں جیسے حضرت جبرائیل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کرلیا کرو[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بیٹھنے کی ایک خاص جگہ تھی وہاں سے وہ صرف حضرت عباسؓ کے لیے اُٹھا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کے اس اکرام سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عباسؓ سامنے سے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ حضورؐ نے ان کو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے چچا سامنے سے آرہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ عباسؓ سامنے آرہے ہیں انہوں

---

[1] اخرجہ مسلم کذا فی ریاض الصالحین واخرجہ ایضا ابن جریر کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۵) [2] اخرجہ البخاری کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۴) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۶۸)

نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں لیکن ان کی اولاد ان کے بعد کالے کپڑے پہنے گی اور ان کی اولاد میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔ جب حضرت عباسؓ پہنچ گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ابوبکرؓ کو کچھ فرمایا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے ان کو خیر کی ہی بات کہی ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ خیر ہی کی بات فرمایا کرتے ہیں (لیکن ذرا مجھے بتا دیں کہ آپ نے کیا فرمایا ہے) حضورؐ نے فرمایا میں نے کہا تھا میرے چچا عباسؓ آ رہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں اور ان کی اولاد ان کے بعد سیاہ کپڑے پہنے گی اور ان میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔[1]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا (جو کہ صحابی ہیں) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے دائیں طرف، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے بائیں طرف اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کے سامنے بیٹھتے اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کی راز کی باتیں لکھا کرتے تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور وہاں حضرت عباس بیٹھ جاتے۔[2]

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضرت عباسؓ غصہ میں تھے حضورؐ نے فرمایا کیا بات پیش آئی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم بنو ہاشم کا اور قریش کا کیا بنے گا؟ حضورؐ نے پوچھا تمہیں ان کی طرف سے کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بڑی بشاشت سے کھل کر ملتے ہیں اور ہم سے ملتے وقت ان کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضورؐ کو اتنا غصہ آگیا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھول گئی۔ جب آپ کا غصہ کم ہوا تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت نہ کرے پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے عباسؓ کے بارے

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۷۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار وفیہ جماعۃ لم اعرفہم۔ انتہی! واخرجہ ابن عساکر عن ابن عباس مختصراً کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۱) وقال لم ار فی سندہ من تکلم فیہ [2] عند ابن عساکر ایضاً عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۴)

میں تکلیف دیتے ہیں آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے[1] حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! یہ قریشی لوگ آپس میں ہنس مکھ اور اچھے چہرے کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم سے ایسے اجنبی چہروں کے ساتھ ملتے ہیں کہ جیسے ہم ان کو جانتے نہ ہوں حضورؐ کو یہ سن کر بہت زیادہ غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! آدمی کے دل میں ایمان اسی وقت داخل ہوگا جب وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت کرے گا[2] حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہیں لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھر واپس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! نہ معلوم مجھ سے کیا قصور ہوگیا ہے جب بھی مسجد میں جاتا ہوں مجھے لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آتی ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! جب تک تم عباسؓ سے محبت نہیں کروگے اس وقت تک تم مومن نہیں بن سکو گے[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا ان کی سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا اگر تو ایسا ہوتا ایسا ہوتا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو سخت باتیں کہہ دیں حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور آپ کا حضورؐ کے ہاں جو مرتبہ ہے اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا راستہ لیا اور حضرت عباسؓ نے اپنا۔ حضرت عمرؓ چلتے چلتے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جاکر ساری بات بتائی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں چل پڑے اور دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ نے مجھے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا میری سب سے پہلے ملاقات آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے ہوئی میں نے ان سے کہا

---

[1] اخرجہ الحاکم [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۳۳۳)، [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۹) و فیہ الفضل بن المختار وہو ضعیف۔

اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ایسا اور ویسا کہا اور خوب ڈانٹا اور مجھے سخت باتیں کہیں میں نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور حضورؐ کے ہاں جو آپ کا مرتبہ ہے اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ان کا اکرام کیا ہے اللہ تمہارا اکرام فرمائے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا کے باپ کے مانند ہوتا ہے عباسؓ سے زکوٰۃ کے بارے میں بات نہ کرو کیونکہ ہم ان سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے چکے ہیں[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عباسؓ کے والد (عبدالمطلب) کا تذکرہ کیا اور ان کے والد کی بے عزتی کی۔ اس پر حضرت عباسؓ نے اس آدمی کو تھپڑ مار دیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور کچھ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جیسے حضرت عباسؓ نے اسے تھپڑ مارا ہے ایسے ہی ہم حضرت عباسؓ کو ضرور تھپڑ ماریں گے۔ جب حضورؐ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو آپ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور لوگوں سے پوچھا بتاؤ اللہ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت آدمی کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا سنو! عباسؓ مجھ میں سے ہیں اور میں عباسؓ میں سے ہوں (ہم دونوں کا آپس میں بہت زیادہ تعلق ہے) ہمارے خاندان کے جو لوگ مر چکے ہیں انہیں برا بھلا مت کہو اس سے ہمارے خاندان کے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے[2] ابن عساکر نے ایسی ہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں آپ ہمارے لئے اللہ سے استغفار کریں (ہم سے غلطی ہو گئی ہے) چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے اللہ سے استغفار فرمایا[3]

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہوتے اور راستہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو جاتی تو یہ حضرات (ان کے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۷) عن قتادۃ مختصرا [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۲۹) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔
[3] کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۴) عن ابن عباس نحو روایۃ ابن عساکر۔

اکرام میں) سواری سے نیچے اُتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباسؓ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جُدا ہوتے[1]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اس کی پٹائی کی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور مَیں ان کی تحقیر کی اجازت دے دوں؟ اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہؓ نے بہت پسند کیا (کہ حضورؐ کے چچا کے گستاخ کی پٹائی ہو گی)[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے انہوں نے آکر سلام کیا اور کھڑے ہو کر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے حضورؐ اپنے صحابہؓ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا اے ابو الحسنؓ! یہاں آجاؤ۔ اس پر حضرت علیؓ آگے آئے اور اس جگہ حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک دم حضورؐ کے چہرۂ انور میں خوشی کے آثار نظر آئے پھر حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے[3]

حضرت رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (کوفہ کے محلہ) رَحبہ میں ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَانَا (اے ہمارے آقا) حضرت علیؓ نے کہا تم لوگ تو عرب ہو مَیں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں؟ (عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں) انہوں نے کہا ہم نے غدیر خُم کے دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میں جس کا آقا اور دوست ہوں یہ (علیؓ) بھی اس کا آقا اور دوست ہے (حضورؐ ہمارے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۶۹) [2] اخرجہ سیف وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۳)
[3] اخرجہ ابن الاعرابی کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۵۹)

آقا تھے۔ لہٰذا آپ بھی ہمارے آقا ہوئے، حضرت رُباح کہتے ہیں یہ لوگ چلے گئے تو میں ان کے پیچھے گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کے کچھ لوگ ہیں جن میں حضرت ابو ایوب انصاری بھی ہیں۔[1]

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ تو میں نے یا کسی اور نے حضرت علیؓ کی کوئی شکایت حضورؐ سے کر دی۔ میری عادت اکثر زمین کی طرف دیکھنے کی تھی میں نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ حضورؐ کا چہرۂ انور (غصہ کی وجہ سے) سُرخ ہو چکا ہے اور حضورؐ فرما رہے ہیں میں جس کا دوست ہوں علیؓ بھی اس کے دوست ہیں میں نے عرض کیا آئندہ میں آپ کو کبھی بھی حضرت علیؓ کے بارے میں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔[2]

حضرت عَمرو بن شاس رضی اللہ عنہ صلح حُدیبیہ میں شریک ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت میں یمن بھیجا میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حضرت علیؓ نے سفر میں مجھ سے کچھ اعراض برتا جس سے مجھے دل ہی دل میں ان پر غصہ آگیا جب میں مدینہ واپس آیا تو مدینہ کی مختلف مجلسوں میں حضرت علیؓ کی شکایت کی اور جو ملتا اس سے ان کی شکایت کر دیتا ایک دن میں سامنے سے آیا حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہوں تو آپ مجھے دیکھتے رہے یہاں تک میں آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عَمرو! غور سے سنو! اللہ کی قسم تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں اس بات سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔[3]

حضرت سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے ساتھ دو آدمی اور تھے ہم سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہہ دی۔ اتنے میں سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے چہرۂ انور پر صاف غصہ نظر آرہا تھا۔ میں حضورؐ کے

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۴) رجال احمد ثقات [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۸) رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ [3] اخرجہ ابن اسحاق وقد رواہ الامام احمد عن عمرو بن شاس فذکرہ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۶) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواہ احمد والطبرانی باختصار والبزار اخصر منہ ورجال احمد ثقات۔ انتہیٰ۔

غصہ سے اللہ کی پناہ چاہنے لگ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا کہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہو جس نے علیؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے [1]

حضرت عُرْوَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بُرائی کا تذکرہ کیا حضرت عمرؓ نے (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس قبر والے کو جانتے ہو۔ یہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب ہیں (حضرت علیؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں) ہمیشہ حضرت علیؓ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذاتِ اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے [2]

حضرت ابوبکر بن خالد بن عُرْفُطَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کیا آپ نے ان کو کبھی بُرا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعدؓ کی جان ہے! میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سُنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علیؓ کو بُرا بھلا نہیں کہوں گا [3]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں مجھے میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ قِصّہ سنایا کہ حضرت مُعاوِیہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا آپ ابو تُراب (حضرت علیؓ) کو بُرا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علیؓ کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی اور تینوں باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوۂ تبوک میں) جاتے ہوئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس

---

[1] اخرجہ ابو یعلیٰ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۷) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواہ ابو یعلیٰ والبزار باختصار ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح غیر محمود بن خداش وقنان وہما ثقتان۔ انتہی [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)
[3] اخرجہ ابو یعلیٰ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) اسنادہ حسن۔

بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے تھے ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوۂ خیبر میں میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ آج میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فضیلت سُن کر مجھے بہت شوق ہوا کہ یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس شوق میں میں بار بار اپنا سر اُٹھاتا کہ شاید اب حضورؐ مجھے بلا کر جھنڈا دے دیں، لیکن حضورؐ نے فرمایا علیؓ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علیؓ آئے تو ان کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لُعاب مبارک لگایا اور پھر جھنڈا انہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ۔

(سورت آل عمران آیت ۶۱)

ترجمہ " تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں" اس پر حضورؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں[1]

حضرت ابو نجیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ حج کو آئے تو انہوں نے حضرت سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو اسحاق! غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سُنتیں بھولتے جا رہے ہیں لہٰذا آپ طواف کریں ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔ طواف کے بعد حضرت مُعاویہ ان کو اپنے ساتھ دارُ النّدوہ لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا پھر حضرت علیؓ کا تذکرہ شروع کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نامناسب کلمات کہنے لگے حضرت سَعدؓ نے فرمایا آپ نے مجھے اپنے گھر میں لا کر اپنے تخت پر بٹھایا پھر آپ حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہنے لگ گئے ہیں اللہ کی قسم! حضرت علیؓ میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی بات یہ ہے

---

[1] اخرجہ احمد ومسلم والترمذی۔

کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اگر حضورؐ مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضورؐ میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے (کہ وہ حضورؐ کے داماد ہیں) اگر میں حضورؐ کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علیؓ کی طرح میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے[1]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ سبحان اللہ یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علیؓ کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا[2]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا حضورؐ کو کیسے برا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا حضرت علیؓ کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا نہیں کہا جاتا حالانکہ حضورؐ ان سے محبت فرماتے تھے[3]

حضرت ابو صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عند ابی زرعۃ الدمشقی عن عبداللہ بن ابی نجیح عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۰ و ۳۴۱) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) رجالہ رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ الجدلی وھو ثقۃ [3] عند الطبرانی و ابی یعلی قال الہیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ وھو ثقۃ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابی عبداللہ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)

کا خاندان تھا وہی میرا خاندان ہے جو حضورؐ کا دین تھا وہی میرا دین ہے لہٰذا جو میری بے عزتی کر رہا ہے وہ حقیقت میں حضورؐ کی بے عزتی کر رہا ہے [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن اَصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے (یہ ابھی کم عمر بچے تھے) انہوں نے کہا آپ میرے نانے اَبا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ تمہارے نانے اَبا کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔ حضرت علیؓ نے کہا اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں [2]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے منبر پر چڑھ کر کہا آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات ہمارے مشورہ کے بغیر ہوئی ہے [3]

حضرت اَبُو البَختَری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ میرے نانے اَبا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک یہ تمہارے نانے ابا کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے لیکن ایسا کرنے کا تمہیں کس نے کہا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اسے کسی نے نہیں کہا (پھر حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا) او دھوکہ باز! مَیں تیری خوب پٹائی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے بھتیجے کو کچھ نہ کہنا۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ اس کے نانے ابا کا منبر ہے [4]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَیں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ الخطیب فی المتفق وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶) [2] اخرجہ ابو نعیم والجابری فی جزئہ [3] عند ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۲) [4] اخرجہ ابن عساکر قال ابن کثیر سندہ ضعیف کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۵)

کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میرے نانے اَبا کے منبر سے آپ نیچے اتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر وہ منبر سے اُتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہو گا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا اس کے بعد جب ان سے مُلاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت مُعاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابنِ عمرؓ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے اس لیئے میں بھی واپس آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ تم عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاجِ شرافت آج نظر آ رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمرؓ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔[1]

حضرت عُقبہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دن بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ　　لَیْسَ شَبِیْھًا بِعَلِیٍّ

اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل و صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔ حضرت علیؓ سے نہیں ملتی حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔[2]

حضرت عُمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] عند ابن سعد وابن راہویہ والخطیب کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۱۰۵) قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۳۳) سندہ صحیح [2] اخرجہ ابن سعد احمد والبخاری والنسائی والحاکم کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۱۰۳)

کی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہؓ نے ان سے کہا آپ اپنے پیٹ کی اس جگہ سے کپڑا ہٹا دیں جس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابوہریرہؓ نے ان کے پیٹ کا بوسہ لیا ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔[1]

حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسنؓ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا کسی نے ان سے کہا یہ سلام حضرت حسن بن علیؓ نے کیا تھا وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے میرے سردار! وَعَلَيْكَ السَّلَامُ کسی نے ان سے پوچھا آپ انہیں اے میرے سردار کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور اس نے کہا جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوہریرہؓ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے راستہ میں ایک جگہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنی وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ تھے حضورؐ تیزی سے چل کر ان کے پاس پہنچے اور فرمایا میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضورؐ نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا لیکن اس میں پانی نہیں تھا، اس دن پانی بہت کم تھا لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا لوگ بھی پانی تلاش کر رہے تھے۔ حضورؐ

---

[1] قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۷) رواہ احمد والطبرانی الا انہ قال فکشف عن بطنہ ووضع یدہ علی سرتہ ورجالہما رجال الصحیح غیر عمیر بن اسحاق وہو ثقۃ۔ اھ واخرجہ ابن النجار عن عمیر کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۴) وفیہ فوضع فمہ علی سرتہ

[2] قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۸) رجالہ ثقات واخرجہ ایضا ابویعلی وابن عساکر عن سعید المقبری نحوہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۴) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۶۹) وصححہ۔

نے اعلان فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہؓ!) ایک بچہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے حضورؐ کو ایک بچہ دے دیا۔ بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے بازوؤں کی سفیدی مجھے نظر آئی۔ حضورؐ نے بچے کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے دوسرا بچہ بھی حضورؐ کو دے دیا۔ حضورؐ نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا چلو۔ چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر ادھر چلے گئے (تاکہ حضورؐ کی عورتوں کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضورؐ سے دوبارہ جا ملے۔ جب میں نے حضورؐ کا حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے کیوں نہ محبت کروں[1]

علماء کرام، بڑوں اور دینی فضائل والوں کا اکرام کرنا

حضرت عمار بن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب ہاتھ سے پکڑ لی۔ اس پر حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں (میری رکاب نہ پکڑیں) حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کریں۔ حضرت زید نے کہا آپ مجھے ذرا اپنا ہاتھ دکھائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ نکالا حضرت زید نے اسے چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبیؐ کے گھر والوں کے ساتھ ایسے اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۷)

ابنِ عَبّاس رضی اللہ عنہما نے ان کی رِکاب پکڑلی۔ حضرت زید نے فرمایا اے اللہ کے رسُولؐ کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہوجائیں۔ حضرت ابنِ عَبّاسؓ نے کہا نہیں۔ ہم عُلَماء کے ساتھ اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کیا کرتے ہیں [1] حضرت ابنِ عَبّاس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رِکاب پکڑلی اور یوں کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے تعلیم دینے والوں اور اپنے بڑوں کی رِکاب پکڑا کریں [2]

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حُضور صَلّی اللہ عَلَیہ وسَلّم حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہم اور صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ حُضورؐ نے وہ پیالہ حضرت ابوعُبَیدہؓ کو دیا حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا یا نبیَّ اللہ! آپ کا اس پیالہ پر مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا نہیں، تم لے لو۔ انہوں نے لے کر پینے سے پہلے پھر عرض کیا یا نبیَّ اللہ! آپ لے لیں۔ حُضورؐ نے فرمایا تم پیو کیونکہ برکت ہمارے بڑوں کے ساتھ ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے [3]

حضرت رافع بن خَدِیج اور حضرت سَہل بن ابی حَثمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن سَہل اور حضرت مُحَیِّصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر گئے اور کھجوروں کے ایک باغ میں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن سَہل کو قتل کردیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن سَہل، حضرت حُوَیِّصہ بن مسعود اور حضرت مُحَیِّصہ بن مسعود رضی اللہ عنہم حُضور صَلّی اللہ عَلَیہ وسَلّم کی خدمت میں آئے اور اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں حُضورؐ سے بات کرنے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن نے بات شروع کی یہ ان سب میں چھوٹے تھے۔ اس پر حُضورؐ نے فرمایا بڑوں کی بڑائی قائم کرو۔ یحییٰ راوی کہتے ہیں کہ حُضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ جو عمر میں بڑا ہے وہ بات کرے۔ چنانچہ ان حضرات نے اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں بات کی۔ حُضورؐ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم اپنے مقتول کے قصاص کے حقدار بن سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں ہے (اس لئے ہم قسم نہیں کھاسکتے ہیں)

---

[1] عند یعقوب بن سفیان باسناد صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۶۱) واخرجہ الطبرانی عن الشعبی نحوہ ورجالہ رجال الصحیح غیر رزین الرمانی وھو ثقۃ کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۴۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۵) نحوہ واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۲۳) عن ابی سلمۃ نحوہ وصححہ علی شرط مسلم ولیعقوب بن سفیان عن الشعبی نحو حدیث عمار بن ابی عمار کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۲۲) [2] عند ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۸) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵) وفیہ علی بن یزید الالہانی وھو ضعیف۔

حضورؐ نے فرمایا تو پھر اگر یہود کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو ان کے ذمہ قصاص نہیں آئے گا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو کافر لوگ ہیں (یہ تو جھوٹی قسم کھالیں گے) اس پر حضورؐ نے (جھگڑا ختم کرانے کے لیئے) اپنے پاس سے ان کو دیت یعنی خون بہا دیا[1]

حضرت وائل بن حجرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضرموت میں) ہماری بڑی سلطنت تھی اور وہاں کے تمام لوگ ہماری بات مانتے تھے ہمیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی خبر ملی تو میں یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے شوق میں وہاں سے چل پڑا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی حضورؐ اپنے صحابہؓ کو میرے آنے کی خوشخبری سنا چکے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور تمام نبیوں پر درود بھیجا اتنے میں تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجرؓ تمہارے پاس دُور دراز کے علاقے حضرموت سے اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے ان کو آنے پر مجبور نہیں کیا اور یہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے شوق میں آئے ہیں میں نے کہا (یا رسول اللہ!) آپ ٹھیک فرما رہے ہیں[2] حضرت وائل بن حجرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا یہ وائل بن حجرؓ نہ تو تم لوگوں کے شوق میں آئے ہیں اور نہ تم لوگوں سے ڈر کر آئے ہیں بلکہ یہ تو اللہ و رسولؐ کی محبت میں آئے ہیں۔ حضورؐ نے اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیونکہ یہ ابھی اپنی سلطنت چھوڑ کر نئے نئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے خاندان والوں نے جو کچھ میرا تھا وہ سب مجھ سے چھین لیا۔ حضورؐ نے فرمایا جتنا انہوں نے لیا ہے وہ بھی تمہیں دوں گا اور اس کا دُگنا اور بھی دے دوں گا۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا زخم ہرا

---

[1] اخرجہ البخاری [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۳) وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۴) رواہ الطبرانی من طریق میمونۃ بنت حجر بن عبد الجبار عن عمتہا ام یحیی بن عبد الجبار ولم اعرفہا وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

ہوگیا اور اس میں سے خون بہنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے گلے لگا لیا اور ان کے خون کے چھینٹے حضورؐ کے چہرے اور داڑھی پر پڑ رہے تھے جو بھی حضورؐ کو خون سے بچانے کی جتنی کوشش کرتا حضورؐ اتنے ہی حضرت سعدؓ کے اور قریب ہو جاتے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔[1]

انصار کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور واپس آگئے تو ان کا زخم پھٹ گیا (اور اس میں سے خون بہنے لگ گیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا سر لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سعدؓ کے جسم کو ایک سفید کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ لیکن وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ جب اسے چہرہ پر ڈالا گیا تو ان کے دونوں پاؤں کھل گئے۔ حضرت سعدؓ گورے چٹے اور بھاری بھر کم آدمی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! سعدؓ نے تیرے راستے میں خوب جہاد کیا ہے اور تیرے رسولؐ کو سچا مانا ہے اور جو کام ان کے ذمہ لگا تھا وہ کام انہوں نے اچھے طریقے سے پورا کر دیا ہے اس لئے تو ان کی روح کو اپنے دربار میں اس طرح قبول فرما جس طرح تو بہترین سے بہترین روح کو قبول فرماتا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی یہ دعا سنی تو آنکھیں کھول کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! غور سے سنئیے! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ جب حضرت سعدؓ کے گھر والوں نے دیکھا کہ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے تو کسی نے آکر حضورؐ کو بتایا کہ حضرت سعدؓ کے گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے ہیں حضورؐ نے فرمایا (اب یہ تو دنیا سے جانے والے ہیں اور) اس وقت تم اس گھر میں جتنے ہو اتنے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے سعدؓ کی وفات پر حاضر ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت سعدؓ کی والدہ رو رو کر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وَیْلُ اُمِّكَ سَعْدًا حَزَامَةً وَجِدًّا

اے سعد! تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو تو تو ایسا تھا کہ ہر کام پوری احتیاط سے اچھی طرح کیا کرتا تھا اور پوری محنت کرتا تھا۔ کسی نے ان کی والدہ سے کہا کیا آپ حضرت سعدؓ کا مرثیہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۶)

کہہ رہی ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ سچے شعر کہہ رہی ہے دوسرے لوگ جھوٹے شعر کہتے ہیں۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے رات کا کھانا رکھا گیا تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ کھانا کھالیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حضرت مُعَیقِیب بن ابی فاطمہ دَوسی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی وہ حبشہ ہجرت کرکے گئے تھے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا قریب آکر یہاں بیٹھ جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے علاوہ کسی اور کو کوڑھ کی یہ بیماری ہوتی تو وہ مجھ سے ایک نیزے کی مقدار دور بیٹھتا اس سے قریب نہ بیٹھتا[1]

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دوپہر کے کھانے کے لئے بلایا لوگ ڈر گئے۔ لوگوں میں حضرت مُعَیقِیب رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں کوڑھ کی بیماری تھی انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ کھانا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم اپنے سامنے اور اپنے قریب سے کھاؤ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ میرے ساتھ اس پیالہ میں نہ کھاتا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا[2]

حضرت عبدالواحد بن ابی عَون دَوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طفیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی دَوس سے واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور پھر حضورؐ کی وفات تک مدینہ میں حضورؐ کے ساتھ رہے (حضورؐ کی وفات پر) جب عرب کے لوگ مُرتد ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ گئے اور مُرتدین کے ساتھ خوب جہاد کیا طُلَیحہ اور سارے علاقہ نجد کے مُرتدین سے فارغ ہو کر یہ حضرات یمامہ چلے گئے ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت عَمرو بن طفیل بھی تھے۔ خود حضرت طفیل جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور ان کے بیٹے حضرت عَمرو زخمی ہو گئے اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ ایک مرتبہ یہ حضرت عَمروؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانا لایا گیا حضرت عَمرو ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ شاید تم اپنے کٹے ہوئے (زخمی) ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک اس کھانے کو نہیں چکھوں گا جب تک تم اپنے ہاتھ سے کھانے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۸۰) [2] عندہ ایضا من وجہ آخر۔

کو آپس میں نہیں ملاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! اس وقت یہاں جتنے لوگ ہیں ان میں سے ایک بھی تمہارے علاوہ ایسا نہیں ہے جس کے جسم کا کچھ حصہ جنت میں ہو (ایسے تو صرف تم ہی ہو) پھر حضرت عمروؓ مسلمانوں کے ساتھ جنگِ یرموک میں گئے اور وہاں شہید ہو گئے[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگوں کے سارے مجمع کو ایک دم اجازت دے دیتے ہو (ایسے نہ کرو بلکہ) جب تمہیں میرا یہ خط مل جائے تو پھر تم یہ ترتیب بناؤ کہ پہلے فضیلت و شرافت والے چیدہ چیدہ لوگوں کو اجازت دو۔ جب یہ لوگ بیٹھ جایا کریں پھر عام لوگوں کو اجازت دو[2]

بڑوں کو سردار بنانا

حضرت حکیم بن قیس بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیت فرمائی۔

"اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے بڑے کو سردار بنانا کیونکہ جب کوئی قوم اپنے بڑے کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے آباؤ اجداد کی ٹھیک طرح جانشین بنتی ہے اور جب وہ اپنے سب سے چھوٹے کو سردار بناتی ہے تو اس سے ان کا درجہ برابر والوں کی نگاہ میں کم ہو جاتا ہے۔ اپنے پاس مال رکھو اور اسے حاصل کرو کیونکہ مال سے کریم اور سخی آدمی کو شرافت ملتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے انسان کمینے اور کنجوس آدمی کا ضرورت مند نہیں رہتا اور لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیونکہ یہ انسان کے لئے کمائی کا سب سے ادنیٰ اور گھٹیا ذریعہ ہے (جسے سخت مجبوری میں ہی اختیار کرنا چاہیئے) جب میں مر جاؤں تو مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے نوحہ نہیں کیا تھا اور جب میں مر جاؤں تو مجھے کسی ایسی جگہ دفن کرنا جس کا قبیلہ بنو بکر بن وائل کو پتہ نہ چل سکے (تاکہ وہ میری قبر کے ساتھ کوئی نامناسب حرکت نہ کر سکیں) کیونکہ میں زمانۂ جاہلیت میں ان کو غافل دیکھ کر ان پر چھاپے مارا کرتا تھا"[3]

---

[1] اخرجہ ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۸)، [2] اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۵)، [3] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۴) و اخرجہ احمد ایضاً نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۵۳) و اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۲۶) ایضاً نحوہ۔

رائے اور عمل میں اختلاف کے باوجود ایک دُوسرے کا اکرام کرنا

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا فرماتے ہیں کہ جب ہم جنگِ جَمَل میں کھڑے ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری صفوں کو ترتیب دے دی تو انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ (چونکہ ہمارے مقابلہ پر مسلمانوں کی ہی ایک جماعت ہے اس لئے) کوئی آدمی نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ مارے اور نہ تلوار چلائے اور ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت نرم بات کرو کیونکہ یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہو گیا وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہو گا۔ چنانچہ ہم لوگ یُوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ جب دن بلند ہو گیا تو (مقابل لشکر کے) تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! (حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ) حضرت محمد بن حَنَفِیَّہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آگے جھنڈا لئے کھڑے تھے تو ان سے حضرت علیؓ نے پکار کر پوچھا اے ابنِ حَنَفِیَّہ! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے ہماری طرف مُتَوَجِّہ ہو کر کہا اے امیرالمومنین! (انہوں نے کہا) اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! اس پر حضرت علیؓ نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! قاتلینِ عثمانؓ کو منہ کے بل گرا دے۔[1]

حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اہلِ جَمَل کو تین دن دعوت دی پھر ان سے جنگ کی جب تیسرا دن ہُوا تو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا انہوں نے ہمیں بہت زیادہ زخمی کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے لوگوں کے سارے حالات معلوم ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں پھر حضرت علیؓ نے فرمایا پانی ڈال کر لاؤ۔ چنانچہ پانی آیا تو اس سے وضو کر کے حضرت علیؓ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا مانگی پھر ان سے فرمایا اگر تم ان لوگوں پر غالب آجاؤ تو بھاگنے والے کا

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۸۰)

پیچھا نہ کرنا اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کرنا اور یہ لوگ میدان جنگ میں جو ہتھیار لائے ہیں ان پر تو قبضہ کر لینا اس کے علاوہ جتنا سامان یا ہتھیار ہیں وہ سب مرنے والے کے ورثاء کے ہیں امام بیہقیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث مُنقَطِع ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ نہیں لیا اور کسی مرنے والے کے ہتھیار بھی نہیں لیئے ۱؎

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں مروان بن حکم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نے آپ کے والد سے زیادہ اچھی طرح غلبہ پانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ جنگ جمل کے دن جونہی ہم لوگ شکست کھا کر بھاگے تو ان کے آدمی نے زور سے اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے ۲؎

حضرت عَبْدِ خَیْرْ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں کسی نے حضرت علیؓ سے اہل جمل (یعنی جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مخالف تھے ان) کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی اس لیئے ہم نے ان سے جنگ کی تھی اب انہوں نے بغاوت سے توبہ کر لی ہے جسے ہم نے قبول کر لیا ہے ۳؎ حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا ہم ان مخالفوں پر کلمہ شہادت کی وجہ سے احسان کریں گے (یعنی انہیں قتل نہیں کریں گے) اور جو قتل ہو جائیں گے ان کے سامان اور ہتھیار کا وارث ان کے بیٹوں کو بنائیں گے (ہم نہیں لیں گے)

حضرت اَبُو البَخْتَرِی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ تو فرمایا منافق تو اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں (اور یہ لوگ تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اس لیئے منافق نہیں ہیں) پھر پوچھا گیا پھر یہ کیا ہیں؟ فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی ۴؎

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابو حَبِیْبَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل جمل سے فارغ ہو گئے (اور اس جنگ میں حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کی مخالف

۱؎ عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۱) ۲؎ عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۱) ۳؎ عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۲)
۴؎ اخرجہ البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۷۳)

جماعت میں تھے اور وہ شہید ہوئے تھے) تو میں حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے حضرت عمرانؒ کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے حضرت عمرانؒ کو خوب خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے قریب بٹھا کر کہا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے والد کو ان لوگوں میں شامل کر دیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ (سورۃ الحجر آیت ۴۷)

ترجمہ "اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔" پھر فرمایا اے میرے بھتیجے! فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ اور فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ ان کے والد (حضرت طلحہؓ) کی اولاد کی ماؤں (یعنی ان کی بیویوں) کے بارے میں پوچھا پھر فرمایا ہم نے ان سالوں میں تمہاری زمین پر اس لئے قبضہ کئے رکھا تاکہ لوگ تم سے چھین نہ لیں پھر فرمایا اے فلانے! انہیں لے کر ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ ان گزشتہ سالوں کی تمام آمدن انہیں دے دے اور ان کی زمین بھی انہیں دے دے۔ ایک کونے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک حارث اعور تھا ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ (حضرت علیؓ) سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ہم انہیں قتل کر رہے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بنیں (یہ کیسے ہو سکتا ہے) اس پر حضرت علیؓ نے (ناراض ہو کر) فرمایا تم دونوں یہاں سے اٹھ کر اللہ کی زمین کے سب سے دور والے علاقے میں چلے جاؤ اگر میں اور حضرت طلحہؓ اس آیت کا مصداق نہیں ہیں تو پھر کون ہو گا؟ اے میرے بھتیجے! جب تمہیں کوئی ضرورت ہوا کرے تو تم ہمارے پاس آجایا کرو۔[1]

ابن سعد نے حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ان دونوں کی بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زور سے ایک چیخ ماری جس سے سارا محل دہل گیا اور پھر فرمایا جب ہم اس آیت کا مصداق نہیں ہوں گے تو پھر کون ہو گا؟ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن جرموز نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (ابن جرموز نے جنگ جمل میں حضرت زبیر رضی اللہ کو شہید کیا تھا) حضرت علیؓ نے بڑی دیر کے بعد اجازت دی تو اس نے اندر آکر کہا جن لوگوں نے خوب زور شور سے

---

[1] اخرجه البيهقي ايضا (ج ۸ ص ۱۷۳) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۴) عن ابي حبيبة نحوه وعن ربعي بن حراش بمعناه۔

جنگ کی تھی آپ ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں! حضرت علیؓ نے فرمایا تیرے منہ میں خاک ہو مجھے یقین ہے کہ میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ [1] حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اور پھر پچھلی آیت تلاوت فرمائی:

حضرت عمرو بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک آدمی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے تو اُسے ڈانٹ کر فرمایا بکواس بند کرو، چپ کرو۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے اور گالیاں دینے والے تجھ پر مسلّط کرے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی[2] ترمذی کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عمار نے فرمایا دفع ہوجا۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے، کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچا رہا ہے؟[3]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہماری اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک مؤقف اختیار کیا ہے (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی بات مانتے ہیں یا ان کی[4] حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ کوفہ والوں کو (حضرت علیؓ کی مدد کے لئے) تیار کر کے لے آئیں تو حضرت عمار نے یہ بیان فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے پیچھے چلتے ہو یا ان کے[5]

---

[1] عند ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۱۱۳) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۶۵) نحوہ و الترمذی [3] کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۶۰) [4] عند ابن عساکر و ابو یعلی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۶) [5] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۷۴) قال البیہقی رواہ البخاری فی الصحیح۔

اپنی رائے کے خلاف بڑوں کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھنے گیا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھا دی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں میں گرے ہوئے نظر آرہے تھے پھر فرمایا حضرت عمرؓ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرأت سَیْلَحِیْن شہر (یہ بغداد کے قریب مشہور شہر تھا) کے راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اس میں سے نکلتا نہیں تھا اور جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آرہا ہے اس کے اندر نہیں جارہا ہے [1]

اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونا

حضرت شُرَیح بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت اَبُو الدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ سے کہا اے قاری لوگو! (اے عُلَمَاء کی جماعت!) تمہیں کیا ہوا تم ہم سے زیادہ بُزدل ہو اور جب تم سے کچھ مانگا جائے تو تم بہت زیادہ کنجوس بن جاتے ہو اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لقمے لیتے ہو۔ حضرت اَبُو الدَّرْدَاءؓ نے اس سے اِعراض فرما لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قِصّہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت اَبُو الدَّرْدَاءؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت اَبُو الدَّرْدَاءؓ نے کہا اللہ اسے معاف فرمائے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ان سے جو بات بھی سُنیں ہر بات پر ان کی پکڑ کریں؟ جس آدمی نے حضرت اَبُو الدَّرْدَاءؓ کو یہ باتیں کہی تھیں حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور اسے کھینچ کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لے آئے۔ اس آدمی نے کہا ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۱)

کر رہے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت وحی میں بھیجی وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ۔ (سورت توبہ آیت ۶۵)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے[1]

حضرت جُبیر بن نُفیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ سے زیادہ انصاف کا فیصلہ کرنے والا اور حق بات کہنے والا اور منافقوں پر آپ سے زیادہ سخت آدمی کوئی نہیں دیکھا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ غلط کہہ رہے ہو ہم نے وہ آدمی دیکھا ہے جو حضورؐ کے بعد حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں تم سب غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والے تھے اور میں تو اپنے گھر والوں کے اُونٹ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوں[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ فلاں جگہ جمع ہیں اور وہ آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل بتا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور آدمی بھیج کر ان سب کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اے بدترین لوگو! اے قبیلے کے شریرو! اے پاکدامن عورت کو بگاڑنے والو! انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ ہمیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ہم سے کیا غلطی ہوگئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ یوں ہی یہ سخت کلمات کہے پھر فرمایا تم لوگوں نے مجھ میں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں کیوں فرق ڈالا؟ (اور مجھے ان سے بہتر کیوں بتایا؟) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میری دلی تمنا ہے کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے مجھے حضرت ابو بکرؓ تاحدِ نگاہ نظر آتے رہیں[3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اُمت کے نبیؐ کے بعد ان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا جو

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) فضائل الصحابۃ قال ابن کثیر اسنادہ صحیح کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۰) [3] عند اسد بن موسیٰ۔

بھی میری اس بات کے بعد کوئی اور بات کہے گا وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی[1]

حضرت زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے یہ (یعنی حضرت عمرؓ) ہمارے نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ اسے کوڑے سے مارنے لگے اور فرمانے لگے یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مجھ سے، میرے باپ سے، تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں[2]

حضرت ابو زناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیرالمومنین! کیا بات ہے کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان سے زیادہ فضائل والے اور ان سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور آپ کو بڑی سبقت حاصل ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو قریش قبیلہ کا ہے تو میرے خیال میں تو قریش قبیلہ کی شاخ عائذہ کا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اور اگر تو زندہ رہا تو تجھے اس طرح ڈراؤں گا کہ تجھے اس سے بچ نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا تیرا ناس ہو! حضرت ابوبکرؓ کو چار صفات میں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ انہیں حضورؐ کی زندگی میں امام بنایا گیا۔ دوسری یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی اور تیسری یہ کہ ہجرت کے موقع پر وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ غار میں تھے اور چوتھی یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام لوگوں کی مذمت کی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی تعریف بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ۔

(سورۃ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ: اگر تم لوگ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے"[3]

---

[1] عند اللالکائی [2] عند خیثمۃ فی فضائل الصحابۃ کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۰) [3] اخرجہ خیثمۃ وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۵) واخرجہ العشاری عن ابن عمر بمعناہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۴۴)

حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں ان کی خدمت میں ایک گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یہ گھوڑا مجھے سواری کے لئے دے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مَیں یہ گھوڑا ایسے لڑکے کو سواری کے لئے دے دوں جسے ناتجربہ کاری کے باوجود گھوڑوں پر سوار کیا گیا ہو یہ مجھے تمہیں دینے سے زیادہ محبوب ہے۔ اس آدمی کو غصہ آگیا اور اس نے کہا میں آپ سے بھی اور آپ کے باپ سے بھی زیادہ عمدہ گھوڑے سوار ہوں۔ جب اس آدمی نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ کی شان میں گستاخی کے یہ کلمات کہے تو مجھے غصہ آگیا اور مَیں نے کھڑے ہو کر اس کا سَر پکڑا اور ناک کے بَل اسے گھسیٹا جس سے اس کی ناک سے ایسے خون بہنے لگ گیا کہ جیسے کسی بڑے مشکیزہ کا منہ کھُل گیا ہو (چونکہ وہ انصاری تھا اس لئے) انصار نے مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب اس کا پتہ چلا تو فرمایا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں انہیں حضرت مُغیرہ بن شعبہ سے بدلہ دلواؤں گا میں انہیں ان کے گھروں سے نکال دوں یہ مجھے اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مَیں انہیں ایسے لوگوں سے بدلہ دلواؤں جو اللہ کے لئے اللہ کے بندوں کو بُرائیوں سے روکتے ہیں[1]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنی لُنگی ٹخنے سے نیچے لٹکا رکھی ہے تو اس سے فرمایا اپنی لنگی اوپر کر لو (حضرت ابنِ مسعود کی لُنگی بھی نیچے تھی) اس آدمی نے کہا اے ابنِ مسعودؓ! آپ بھی اپنی لُنگی اوپر کر لیں۔ حضرت عبداللہ (ابن مسعود) نے اس سے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میں لوگوں کا امام بنتا ہوں (میں لُنگی نیچے کر کے لوگوں سے اپنی پنڈلیاں چھپاتا ہوں تاکہ ان کے دِل میں مجھ سے نفرت پیدا نہ ہو) کسی طرح سے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ اس آدمی کو مارنے لگے اور فرمانے لگے کیا تم ابنِ مسعودؓ کی بات کا جواب دیتے ہو؟[2]

حضرت علاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے اَساتذہ سے یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر پر کھڑے ہوئے اس گھر کی عمارت کو دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی آدمی نے کہا اے امیرالمومنین! یہ کام آپ کے علاوہ کوئی اور

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۱) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح انتہیٰ [2] اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵۵)

کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا کیا تم مجھے حضرت عبد اللہ سے مُتنفِّر کرنا چاہتے ہو؟ [1]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کا حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پر کوئی حق تھا اس نے حضرت اُمّ سلمہؓ کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سُوج گئی۔ [2]

حضرت اُمّ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ابن سبا انہیں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتا ہے تو حضرت علیؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا کیا آپ ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کو دوسروں سے افضل قرار دیتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اتنی سزا تو ضروری ہے کہ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ [3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ عبد اللہ بن اسود حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درجہ کو کم بتاتا ہے تو انہوں نے تلوار منگالی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کی تو فرمایا جس شہر میں مَیں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسے ملک بدر کر کے مُلکِ شام بھیج دیا۔ [4]

حضرت کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ تمام انسانوں سے بہتر ہیں حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تُو نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تُو نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ مَیں نے حضورؐ کو دیکھا ہے تو پھر تو مَیں تمہیں قتل کر دیتا اور اگر تم کہتے کہ مَیں نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تم پر حدِ شرعی جاری کر دیتا (کیونکہ تم نے جو کہا ہے یہ بہتان ہے بہتان باندھنے کی سزا دیتا) [5]

---

[1] اخرجہ یعقوب بن سفیان و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۵) [2] اخرجہ ابو عبید فی الغریب و ابو سفیان بن عیینۃ واللالکائی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۰) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۸ ص ۲۵۳) [4] اخرجہ العشاری واللالکائی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۴) [5] اخرجہ العشاری عن الحسن بن کثیر۔



حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں اگر میں اس کام سے صراحتاً پہلے منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ان کو ضرور سزا دیتا کیونکہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں نے جس کام سے ابھی روکا نہ ہو اس پر کسی کو سزا دوں لہٰذا میرے آج کے اس اعلان کے بعد اگر کسی نے ایسی بات کہی تو وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد تو ہم نے کئی نئے کام ایسے شروع کر دیئے ہیں جن کے بارے میں اللہ ہی فیصلہ کرے گا (کہ وہ صحیح ہیں یا غلط)۔ [1]

حضرت سُوَید بن غَفَلَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کر رہے تھے اور ان دونوں کے درجے کو گھٹا رہے تھے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ ساری بات بتائی۔ انہوں نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے دل میں ان دونوں حضرات کے بارے میں اچھے اور نیک جذبات کے علاوہ کچھ اور رکھے۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور ان کے وزیر تھے اور پھر منبر پر تشریف لے جا کر زبردست بیان فرمایا اور اس میں یہ فرمایا:

> "لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو (معزز و محترم) باپوں کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے میں بیزار اور بری ہوں بلکہ انہوں نے جو غلط باتیں کہی ہیں ان پر سزا دوں گا؟ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا فرمایا! ان دونوں سے صرف وہی محبت کرے گا جو مومن اور متقی ہوگا اور ان دونوں سے وہی بغض رکھے گا جو بدکار اور خراب ہوگا۔ یہ دونوں حضرات سچائی اور وفاداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ دونوں حضورؐ کے زمانے میں نیکی کا حکم فرمایا کرتے تھے اور برائی سے روکا کرتے تھے اور سزا دیا کرتے تھے۔ جو کچھ بھی کرتے تھے اس میں حضورؐ

---

[1] اخرجہ ابن ابی عاصم وابن شاہین واللالکائی والاصبہانی وابن عساکر

کی رائے مبارک کے کچھ بھی خلاف نہیں کیا کرتے تھے اور حضورؐ بھی کسی کی رائے کو ان دونوں حضرات کی رائے جیسا وزنی نہ سمجھتے تھے اور حضورؐ کو ان دونوں سے جتنی محبت تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی۔ حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ ان دونوں سے بالکل راضی تھے اور (اس زمانے کے) تمام لوگ بھی ان سے راضی تھے۔ پھر (حضورؐ کی آخر زندگی میں) حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی ذمہ داری دی گئی پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو دنیا سے اُٹھا لیا تو مسلمانوں نے ان پر نماز کی ذمہ داری کو برقرار رکھا بلکہ ان پر زکوٰۃ کی ذمہ داری بھی ڈال دی کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہمیشہ اکٹھا ہی آتا ہے۔ بنو عبدالمطلب میں سے میں سب سے پہلے ان کا نام (خلافت کے لیے) پیش کرنے والا تھا۔ انہیں تو خلیفہ بننا سب سے زیادہ ناگوار تھا بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی اور ان کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ اللہ کی قسم! (حضورؐ کے بعد) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے وہ ان میں سے سب سے بہترین تھے۔ سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ رحم دل اور بڑے عقلمند اور متقی انسان اور سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو شفقت اور رحم دلی میں حضرت میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ اور معاف کرنے اور وقار سے چلنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ وہ (خلیفہ بن کر) بالکل حضورؐ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا کچھ لوگ ان کی خلافت پر راضی تھے کچھ راضی نہیں تھے۔ میں ان میں سے تھا جو ان کی خلافت پر راضی تھے لیکن اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے ایسے عمدہ طریقے سے خلافت کا کام سنبھالا کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے وہ سب لوگ بھی ان کی خلافت پر راضی ہو چکے تھے جو شروع میں راضی نہیں تھے اور وہ امر خلافت کو بالکل حضورؐ کے اور حضورؐ کے ساتھی یعنی حضرت ابوبکرؓ کے نہج پر لے کر چلے اور وہ ان دونوں حضرات کے نشانِ قدم پر اس طرح چلے جس طرح اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے نشانِ قدم پر چلتا ہے اور وہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کے بعد رہ جانے والوں میں سب سے بہترین تھے اور بڑے مہربان اور رحم دل تھے ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کرتے

تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حق کو ان کی زبان پر اس طرح جاری کر دیا تھا کہ ہمیں نظر آتا تھا کہ فرشتہ ان کی زبان پر بول رہا ہے، ان کے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور ان کی ہجرت کو دین کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا اور اللہ نے مومنوں کے دل میں ان کی محبت اور منافقوں کے دل میں ان کی ہیبت ڈالی ہوئی تھی اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو دشمنوں کے بارے میں سخت دل اور سخت کلام ہونے میں حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ اور کافروں پر دانت پیسنے اور سخت ناراض ہونے میں حضرت نوحؑ کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ اب بتاؤ تمہیں کون ان دونوں جیسا لا کر دے سکتا ہے؟ ان دونوں کے درجے کو وہی پہنچ سکتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اور ان کا اِتباع کرے گا۔ جو ان دونوں سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جو ان سے بُغض رکھے گا وہ مجھ سے بُغض رکھنے والا ہے اور میں اس سے بَری ہوں۔ اگر ان دونوں حضرات کے بارے میں میں یہ باتیں پہلے کہہ چکا ہوتا تو میں ان کے خلاف بولنے والوں کو آج سب سے سخت سزا دیتا۔ لہٰذا میرے آج کے اس بیان کے بعد جو اس جرم میں پکڑ کر میرے پاس لایا جائے گا اس کو وہ سزا ملے گی جو بُہتان باندھنے والے کی سزا ہوتی ہے۔ غور سے سُن لو اس اُمت کے نبیؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر اللہ ہی جانتے ہیں کہ خیر اور بہتری کہاں ہے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اور تم سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔[1]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگ میں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا تمہیں اس کا کہاں سے پتہ چلا؟ اس آدمی نے کہا کیونکہ انہوں نے بہت سے نئے کام کئے ہیں حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو کیا تم اس کی شادی بغیر مشورے

---

[1] عند خیثمہ واللالکائی وابی الحسن البغدادی والشیرازی وابن مندہ وابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۴۶)

کے کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دو بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں جو رائے تھی کیا اس سے بہتر کوئی رائے ہو سکتی ہے؟ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں، حضورؐ استخارہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے استخارہ کرنے پر اللہ تعالیٰ حضورؐ کے لئے خیر اور بہتر صورت کا انتخاب کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے اپنی دو بیٹیوں کی جو شادی کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خیر کا انتخاب کیا تھا یا نہیں؟ میں نے تمہاری گردن اڑا دینے کے بارے میں غور کیا تھا لیکن ابھی اللہ کو یہ منظور نہیں تھا غور سے سنو! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔[1]

حضرت سالم کے والد کہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ملے جن کی زبان میں کچھ کمزوری تھی جس کی وجہ سے ان کی بات صاف ظاہر نہیں ہوتی تھی انہوں نے (شکایت کے انداز میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی جماعت! یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کہا کرتے تھے (یعنی تینوں کا نام اکٹھا لیا کرتے تھے کیونکہ تمام صحابہؓ تینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے) اب تو مال ہی مقصود ہو گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ اگر اسے مال دے دیں پھر تو حضرت عثمانؓ اسے پسند ہیں۔[2]

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پیدل جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد نے کہا تم ایسے لوگوں کو برا کہہ رہے ہو جنہیں اللہ کی طرف سے بہت سے فضائل و انعامات مل چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! یا تو تم انہیں برا کہنا چھوڑ دو نہیں تو میں تمہارے لئے بددعا کر دوں گا اس نے جواب میں کہا یہ تو مجھے ایسے ڈرا رہے ہیں جیسے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۸) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۲۳۵) عن سالم۔

کہ یہ نبی ہوں۔ حضرت سعدؓ نے یہ بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر یہ ان لوگوں کو بُرا کہہ رہا ہے جنہیں تیری طرف سے بہت سے فضائل و انعامات مل چکے ہیں تو تُو اسے عبرتناک سزا دے۔ چنانچہ ایک بُختی اُونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ اس اونٹنی نے اس آدمی کو روند ڈالا (اور اسے مار ڈالا) میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے ابو اسحاق! اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی[1] حضرت مُصعَب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا تو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ایک اُونٹ یا اونٹنی نے آکر اسے مار ڈالا۔ اس پر حضرت سعدؓ نے ایک غلام آزاد کیا اور یہ قسم کھائی کہ آئندہ کسی کے لئے بددعا نہیں کیا کریں گے[2]

حضرت قَیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ کے ایک بازار میں چلا جا رہا تھا جب میں اُحجارُ الزَّیت مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی اپنی سواری پر بیٹھا ہُوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے لوگ اس کے چاروں طرف کھڑے ہیں اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آکر وہاں کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے حضرت سعدؓ آگے بڑھے لوگوں نے انہیں راستہ دیا۔ انہوں نے اس آدمی کے پاس کھڑے ہو کر کہا او فلانے! تو کس وجہ سے حضرت علی بن ابی طالب کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ کیا وہ سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے؟ کیا انہوں نے سب سے پہلے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے بڑے زاہد اور سب سے بڑے عالم نہیں تھے؟ ان کے اور بہت سے فضائل ذکر کئے اور یہ بھی کہا کیا وہ حضورؐ کے داماد نہیں تھے؟ کیا غزوات میں حضورؐ کا جھنڈا ان کے پاس نہیں ہوتا تھا؟ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر یہ آدمی تیرے ایک دوست کو بُرا کہہ رہا ہے تو ان لوگوں کے بکھرنے سے پہلے ان کو اپنی قدرت دکھا۔ چنانچہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا[3]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۴۹۹) [3] عند الحاکم ایضا قال الحاکم (ج ۳ ص ۵۰۰) ووافقہ الذہبی ہذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ اھ واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) عن ابن المسیب نحو السیاق الاول۔

حضرت رُباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ بڑی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور کوفے والے ان کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے حضرت سعید بن زید نامی ایک صحابی تشریف لائے۔ حضرت مُغیرہ نے انہیں سلام کیا اور تخت پر اپنے پیروں کے قریب انہیں بٹھایا اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی آیا اور بُرا بھلا کہنے لگ گیا حضرت سعید نے پوچھا اے مُغیرہ! یہ کسے بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت سعید نے کہا اے مُغیرہ بن شُعبہ! اے مُغیرہ بن شُعبہ! اے مُغیرہ بن شُعبہ! کیا میں سُن نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کو آپ کے سامنے بُرا بھلا کہا جا رہا ہے اور آپ نہ اس پر انکار کر رہے ہیں اور نہ اسے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میرے کانوں نے حضورؐ سے سُنی ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں حضورؐ سے غلط بات نقل نہیں کر سکتا کیونکہ میں غلط بات نقل کروں گا تو کل قیامت کے دن جب آپ سے میری ملاقات ہوگی تو حضورؐ مجھ سے اس غلط بات کے بارے میں پوچھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے' ابوبکرؓ جنت میں جائیں گے' عمرؓ جنت میں جائیں گے' عثمانؓ جنت میں جائیں گے' علیؓ جنت میں جائیں گے' طلحہؓ جنت میں جائیں گے' زبیرؓ جنت میں جائیں گے عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں جائیں گے' سعد بن مالکؓ جنت میں جائیں گے اور نویں نمبر پر اسلام لانے والا جنت میں جائے گا اگر میں اس کا نام لینا چاہتا تو لے سکتا تھا اس پر مسجد والوں نے شور مچا دیا اور قسم دے کر پوچھنے لگے اے رسُول اللہ کے صحابی! وہ نواں آدمی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا تم مجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھ رہے ہو اور اللہ بہت بڑے ہیں نواں مسلمان میں ہوں اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دسویں ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور قسم کھا کر کہا ایک آدمی کسی موقع پر حضورؐ کے ساتھ رہا ہو جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو اور تمہیں حضرت نُوحؑ کی عمر مل جائے تو بھی یہ عمل تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے زیادہ افضل ہوگا[1]

حضرت عبداللہ بن ظالم مازنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے جانے لگے تو حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت مُغیرہؓ نے خطیب لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے میں لگا دیا۔ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضرت سعیدؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر میرا ہاتھ

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۵)

پکڑا میں ان کے پیچھے چل دیا انہوں نے فرمایا کیا تم اس آدمی کو دیکھتے نہیں جو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے اور ایک جنتی آدمی کو برا کہنے کا حکم دے رہا ہے؟ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے (ان میں سے ایک حضرت علیؓ ہیں) اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا[1]

بڑوں کی وفات پر رونا

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو ان کی خدمت میں پینے کی کوئی چیز لائی گئی (انہوں نے اسے پیا) تو وہ زخم کے راستہ سے باہر آگئی (اور سب کو پتہ چل گیا کہ اب بچنے کی امید نہیں ہے) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ہائے عمرؓ، ہائے میرے بھائی! آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا؟ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے میرے بھائی! ایسے نہ کہو کیا آپ جانتے نہیں کہ جس کے مرنے پر اونچی آواز سے رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا (بشرطیکہ وہ مرتے وقت اس کی وصیت کر کے گیا ہو)[2] حضرت ابو بُردہ کے والد کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اونچی آواز سے روتے ہوئے آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا مجھ پر؟ حضرت صہیبؓ نے کہا جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کے مرنے پر رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا؟ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما ان کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے کہا اے رسول اللہ کے صحابی! اے رسول اللہ کے سسر! اور اے امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے عبداللہ! مجھے بٹھا دو میں یہ سب کچھ سن کر اب مزید اور صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا کر بٹھا لیا اور حضرت حفصہؓ سے کہا تمہارے اوپر جو میرے حق ہیں ان کا واسطہ دے کر میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تم آج کے بعد مجھ پر نوحہ کرو۔ تمہاری آنکھوں پر تو میں کوئی پابندی نہیں لگا سکتا (کیونکہ آنسو سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے)

---

[1] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۹۶) واخرجہ احمد وابو نعیم فی المعرفۃ وابن عساکر عن رباح نحو ما تقدم کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۷۹) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۶۲)

لیکن یہ یاد رکھو کہ جس میّت پر نوحہ کیا جائے گا اور جو اوصاف اس میں نہیں ہیں وہ بیان کیئے جائیں گے تو فرشتے اسے لکھ لیں گے۔

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رو رہے تھے کسی نے ان سے پوچھا کہ اے اَبُوالاَعْوَر! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام (کے نقصان) پر رو رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آکر ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی خبر دی اس دن میں نے لوگوں کو جتنا غمگین اور جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا اور کسی دن نہیں دیکھا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ حضرت عمرؓ فلاں کُتّے سے محبت کرتے ہیں تو میں بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا تھا اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ کانٹے دار جھاڑیوں کو بھی حضرت عمرؓ کے انتقال کا غم محسوس ہوا ہے [1]

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب انہیں حضرت نُعمان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے [2]

حضرت ابو اَشعث صَنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صَنعا کے گورنر جن کا نام حضرت ثُمامہ بن عدی رضی اللہ عنہ تھا انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ جب انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو رونے لگے اور فرمایا اب ہم سے نبوّت کے طرز پر چلنے والی خلافت چھین لی گئی ہے اور بادشاہت اور زبردستی لینے کا دور آگیا ہے اور جو آدمی زور لگا کر جس چیز پر غلبہ پالے گا وہ اسے کھا جائے گا [3]

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی شہادت پر رو رہے تھے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت اَبُوہُریرہ رضی اللہ عنہ ان مَظالِم کا ذکر کرتے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے تھے تو رونے لگ جاتے اور ان کا ہائے ہائے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۳) عن عبد الملک بن زید [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۷)
[3] اخرجہ ابونعیم کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۷) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۰) نحوہ۔

کرکے زور زور سے رونا مجھے ایسے یاد ہے کہ جیسے میں اب سن رہا ہوں حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو حُمَید ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہؓ میں سے تھے جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت ابو حُمَیدؓ نے یہ نذر مانی کہ اے اللہ! میں نذر مانتا ہوں کہ اب آئندہ فلاں اور فلاں کام نہیں کیا کروں گا اور تیری ملاقات تک یعنی موت تک کبھی نہیں ہنسوں گا۔[1]

بڑوں کی موت پر دِلوں کی حالت کو بدلا ہُوا محسوس کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (دفن کرکے اور) مٹی میں چھپا کر ہٹے ہی تھے کہ ہمیں اپنے دل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگ گئے تھے۔[2]

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم سب کے چہرے ایک طرف تھے لیکن جب آپ ہمیں دنیا میں چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے تو ہمارے چہرے دائیں بائیں الگ الگ سمت میں ہو گئے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم سب کا رُخ ایک طرف تھا جب اللہ نے آپ کو اٹھا لیا تو ہم اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔[3]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ دن آیا جس دن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اُٹھا لیا تو اس دن مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی تھی اور ابھی ہم نے حضورؐ کے دفن سے فارغ ہو کر ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ ہمیں اپنے دِل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگے۔[4]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں مَیں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے اور اس دن سے زیادہ اچھا اور زیادہ روشن دن میں نے کوئی نہیں دیکھا اور میں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضورؐ کا انتقال ہُوا اور میں نے اس دن سے زیادہ بُرا اور زیادہ تاریک دن کوئی نہیں دیکھا۔[5]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۸)، [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ [3] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۴)، [4] عند ابن سعد (ج ۲ ص ۲۷۴)، [5] عند ابن سعد ایضاً (ج ۱ ص ۲۳۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرات شوریٰ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کا رُویّہ دیکھا (کہ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرا خلیفہ بن جائے) تو فرمایا کہ (اب اُمّت کے حالات ایسے ہیں کہ) اگر تم سب اِمارت کے طالب بن جاؤ تو مجھے اس میں کم خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور اگر تم سب اِمارت کو ایک دوسرے پر ڈالنے لگو تو مجھے اس میں زیادہ خطرہ نظر آرہا ہے اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِنتقال کی وجہ سے ہر مسلمان گھرانے کے دین اور دنیا میں کمی آئی ہے۔[1]

کمزور اور فقیر مسلمانوں کا اکرام کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چھ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے میں، حضرت ابن مسعودؓ، قبیلہ ہُذیل کے ایک صاحب، حضرت بلال رضی اللہ عنہم اور دو آدمی اور بھی تھے راوی کہتے ہیں میں ان دونوں کے نام بھول گیا تو مشرکوں نے حضورؐ سے کہا کہ ان (چھ آدمیوں) کو اپنی مجلس سے باہر بھیج دیں یہ ایسے اور ایسے (یعنی کمزور مسکین قسم کے) لوگ ہیں (اور ہم بڑے مالدار اور سردار لوگ ہیں ان غریبوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے ہیں) اس پر حضورؐ کے دل میں ایسا کرنے کا خیال آگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

(سورت انعام آیت ۵۲)

ترجمہ" اور ان لوگوں کو نہ نکالیئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں"۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے چند سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت صُہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم اور ان جیسے کچھ اور کمزور و شکستہ حال مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ان سرداروں نے کہا یا رسول اللہ! (از راہِ مذاق حضورؐ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا) کیا آپ کو

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲، ۳) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۶) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۱۹) عن سعد مختصرا وقال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔

اپنی قوم میں سے یہی لوگ پسند آئے؟ کیا ہمیں ان لوگوں کے تابع بن کر چلنا پڑے گا؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ ان لوگوں کو آپ اپنے پاس سے دُور کر دیں تو پھر شاید ہم آپ کا اِتباع کر لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ سے لے کر فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تک۔

(سورت انعام آیت ۵۱)

ترجمہ: اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس اُمید پر کہ وہ ڈر جاویں اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے مُتعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے مُتعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ اس وقت حضورؐ (مکہ کے سردار) اُبَی بن خلف سے (دعوت کی) بات کر رہے تھے۔ اس لئے حضورؐ ان کی طرف مُتوجّہ نہ ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۔

(سورت عبس آیت ۱)

ترجمہ: پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) چیں بجبیں ہو گئے اور مُتوجّہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔ اس کے بعد حضورؐ ہمیشہ ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى نابینا حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہُوا کہ یہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے آپ مجھے سیدھا راستہ بتا دیں اس وقت حضورؐ کے پاس مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا حضورؐ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ اُسی دوسرے کی طرف ہی مُتوجّہ رہے اور حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۶)، واخرجہ احمد والطبرانی نحوہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۱) رجال احمد رجال الصحیح غیر کردوس وھو ثقۃ انتہی [2] اخرجہ ابویعلی

اس مُشرک سے فرمایا تمہیں میری بات میں کوئی حرج نظر آتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اِس پر عَبَسَ وَتَوَلّٰی نازل ہوئی لہ

حضرت خَبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَقرع بن حابس تمیمی اور عُیَینہ بن حِصن فزاری آئے تو انہوں نے حُضور صلّی اللہ عَلَیہِ وَسلّم کو حضرت عمّارؓ حضرت بلال، حضرت خباب بن اَرت رضی اللہ عنہم اور دوسرے کمزور نادار مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا ان دونوں کو یہ لوگ حقیر نظر آئے اس لیئے دونوں نے حُضورؐ کو الگ لے جا کر تنہائی میں یہ کہا کہ آپ کے پاس عَرب کے وُفود آتے ہیں لیکن ہمیں اس بات سے شرم آرہی ہے کہ (ہم لوگ بڑے آدمی ہیں) ہمیں جب عَرب کے لوگ ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اس لیئے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں اُٹھا کر بھیج دیا کریں۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ان دونوں نے کہا آپ ہمیں یہ بات لکھ کر دے دیں۔ آپ نے ایک کاغذ منگوایا اور لکھنے کے لیئے حضرت علیؓ کو بلایا ہم لوگ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السّلام یہ آیتیں لے کر آگئے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا۔ (سورت انعام آیت ۵۴) پہلی آیت کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ " اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یُوں کہہ دیجیئے کہ تم پر سلامتی ہے"۔ اس پر آپ نے وہ کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلالیا۔ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ۔ پھر ہم حُضورؐ کے اتنے قریب ہوئے کہ ہمارے گھٹنے حُضورؐ کے گھٹنوں سے جا ملے اور پھر حُضورؐ کا یہ معمول تھا کہ جب ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے اور اُٹھنا چاہتے تو ہمیں یونہی بیٹھا ہُوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے

لہ عند ابی یعلیٰ وابن جریر وروی الترمذی ہذا الحدیث مثلہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۷۰)

یہ آیت نازل فرمائی: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ (سورت کہف آیت ۲۸)

ترجمہ "اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے نہ ہٹنے پائیں۔" اس کے بعد ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے اور جب حضورؐ کے اٹھ کر جانے کا وقت آجاتا تو ہم حضورؐ کو بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم کھڑے نہ ہو جاتے آپ بیٹھے ہی رہتے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس اور ان جیسے دیگر مؤلفۃ القلوب لوگوں نے (یعنی وہ نومسلم جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل جوئی کیا کرتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مسجد کے اگلے حصہ میں بیٹھ جائیں اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما اور دوسرے مسلمان فقراء کو اور ان کے جبّوں کی بدبو کو ہم سے دور کر دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر خلوص و مودت کی باتیں کریں اور آپ سے (قرآن و حدیث) لے لیں۔ یہ فقراء حضرات اون کے جبّے پہنا کرتے تھے۔ دوسرے سوتی کپڑے ان کے پاس نہیں ہوتے تھے (ان جبّوں سے اون کی بو آیا کرتی تھی) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ سے لے کر نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا تک جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ کی دھمکی دی۔ (سورت کہف آیت ۲۸ و ۲۹)

ترجمہ "اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات)

لہ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۶) واخرجہ ابن ماجہ عن خباب بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۶) واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن الاقرع بن حابس وعیینۃ بن حصن بنحوہ الی آخر الآیۃ ولم یذکر ما بعدہ کما فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۴۵)

اُن سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لیئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی۔" اس پر حضورؐ اُٹھے اور ان فقیر مسلمانوں کو تلاش کرنے لگے تو حضورؐ کو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مل گئے پھر آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے مجھے وفات سے پہلے خود ہی اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنی اُمت کے ان لوگوں کے ساتھ ہی رہا کروں پھر آپ نے فرمایا میرا مرنا اور جینا سب تمہارے ساتھ ہوگا۔[1]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیس بن مطاطیہ ایک حلقہ کے پاس آیا اس حلقہ میں حضرت سلمان فارسی، حضرت صُہیب رُومی اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے۔ قیس نے کہا یہ اَوس و خزرج (عرب ہیں اور بڑے لوگ ہیں یہ) اس آدمی کی مدد کے لیئے کھڑے ہوئے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن ان (عجمی) غریب و فقیر، بے حیثیت لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ یہ بھی مدد کے لیئے کھڑے ہوگئے ان کی مدد سے فائدہ کیا؟) حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر قیس کا گریبان پکڑا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور جا کر حضورؐ کو اس کی بات بتائی۔ اس پر حضورؐ غصہ میں (جلدی کی وجہ سے) چادر گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور حضورؐ نے اعلان کے لیئے آدمی بھیجا جس نے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر لوگوں میں اعلان کیا (لوگ جمع ہو گئے پھر حضورؐ نے بیان فرمایا) اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! بے شک رب ایک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اور باپ بھی ایک ہے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور دین بھی ایک ہے (یعنی اسلام) غور سے سُنو! یہ عربیت نہ تمہاری ماں ہے اور نہ تمہارا باپ۔ یہ تو ایک زبان ہے لہٰذا جو بھی عربی زبان میں بات کرنے لگ جائے وہ خود عربی شمار ہوگا۔ قیس کا گریبان پکڑے ہوئے حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس منافق کے

---

[1] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۳۴۵)

بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ دوزخ میں جائے گا۔ چنانچہ حضورؐ کے انتقال کے بعد یہ قیس مرتد ہو گیا اور اسی حال میں مارا گیا[1]

والدین کا اکرام کرنا

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو سخت گرم و پتھریلی زمین میں اپنے کندھوں پر اُٹھا کر دو فرسخ یعنی چھ میل لے گیا وہ اتنی گرم تھی کہ میں اگر اس میں گوشت کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کے احسانات کا بدلہ ادا کر دیا؟ حضورؐ نے فرمایا شاید دردِ زہ کی ایک ٹیس کا بدلہ ہو گیا ہو (لیکن اس کے احسانات تو اس کے علاوہ اور بہت ہیں)[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اس کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا اے فلانے! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا یہ میرے والد ہیں حضورؐ نے فرمایا ان کے آگے نہ چلو اور ان سے پہلے نہ بیٹھو اور ان کا نام لے کر نہ پکارو اور ان کو گالی دیئے جانے کا ذریعہ نہ بنو (کہ تم کسی کے باپ کو گالی دے دو وہ جواب میں تمہارے باپ کو گالی دے دے)[3]

حضرت ابو غسان ضبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد صاحب کے ساتھ (مدینہ منورہ کے) پتھریلے میدان میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے والد ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کے آگے مت چلا کرو بلکہ ان کے پیچھے یا ان کے ساتھ پہلو میں چلا کرو اور کسی کو اپنے اور ان کے درمیان نہ آنے دو اور اپنے والد کے مکان کی ایسی چھت پر نہ چلو جس کی منڈیر نہ ہو

---

[1] اخرجہ ابن عساکر عن مالک عن الزہری کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۴۶) [2] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۷) وفیہ الحسن بن ابی جعفر وہو ضعیف من غیر کذب ولیث بن ابی سلیم مدلس۔ انتہی [3] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۷) وفیہ علی بن سعید بن بشیر شیخ الطبرانی وہو لین وقد نقل ابن دقیق العید انہ وثق ومحمد بن عروۃ بن البرند لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

کیونکہ اس سے ان کے دل میں (چھت سے تمہارے نیچے گر جانے کا) خطرہ پیدا ہوگا (اور وہ اس سے پریشان ہوں گے) اور گوشت والی ہڈی پر تمہارے والد کی نگاہ پڑچکی ہو تم اسے نہ کھاؤ ہو سکتا ہے وہ اسے کھانا چاہتے ہوں [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تم ان دونوں کی خدمت کرو (ان کے محتاج خدمت ہونے کی وجہ سے) تمہارا جہاد یہی ہے [2] مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت ہونا چاہتا ہوں اور اللہ سے اس کا اجر لینا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، دونوں ہی زندہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اللہ سے اجر لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اس آدمی نے کہا میں آپ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت ہونے آگیا ہوں لیکن میں اپنے والدین روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ان دونوں کے پاس واپس جاؤ اور انہیں (خوش کر کے) ایسے ہی ہنساؤ جیسے تم انہیں (پریشان کر کے) رلا کر آئے ہو۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یمن کا ایک آدمی ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہارا یمن میں کوئی ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا ان دونوں نے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دے دی تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم ان دونوں کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت مانگو اگر وہ تمہیں اجازت دے دیں پھر تو تم جہاد میں جاؤ ورنہ ان ہی کی خدمت کرتے رہو۔ ابویعلیٰ اور طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن مجھ میں (جہاد میں جانے کی) قدرت نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری والدہ زندہ ہیں حضورؐ

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۷) وابو غسان وابو غنم الراوی عنہ لم اعرفہما وبقیۃ رجالہ ثقات [2] اخرجہ الستۃ الا ابن ماجہ۔

نے فرمایا اپنی والدہ کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کے سامنے حاضر ہو جاؤ (یعنی مرتے دم تک تم اس کی خدمت کرتے رہو) جب تم یہ کرو گے تو گویا تم نے حج، عمرہ اور جہاد سبھی کچھ کر لیا۔[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تم اس بستی میں جانے کی تیاری کر لو جس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں انشاء اللہ اللہ تعالیٰ وہ بستی فتح کر کے تمہیں دیں گے۔ حضورؐ کا مقصد خیبر جانا تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا میرے ساتھ اَڑیل سواری والا اور کمزور سواری والا ہرگز نہ جائے یہ سُن کر حضرت ابو ہُرَیرہ رضی اللہ عنہ نے جا کر اپنی والدہ سے کہا میرا سامان سفر تیار کر دو کیونکہ حضورؐ نے غزوہ کی تیاری کا حکم فرمایا ہے ان کی والدہ نے کہا تم جا رہے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے بغیر اندر آ جا نہیں سکتی۔ حضرت ابو ہُرَیرہؓ نے کہا میں حضورؐ سے پیچھے نہیں رہ سکتا ان کی والدہ نے اپنا پستان نکال کر اپنے دودھ کا واسطہ دیا (لیکن حضرت ابو ہُرَیرہؓ نہ مانے) تو ان کی والدہ نے چُپکے سے حضورؐ کی خدمت میں آ کر ساری بات حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا کام تمہارے بغیر ہی ہو جائے گا اس کے بعد حضرت ابو ہُرَیرہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو حضورؐ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ حضرت ابو ہُرَیرہؓ نے کہا یا رسُولَ اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے اِعراض فرما رہے ہیں ضرور میری طرف سے آپ کو کوئی بات پہنچی ہے جس کی وجہ سے آپ ایسا فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری والدہ نے اپنا پستان نکال کر تمہیں اپنے دودھ کا واسطہ دیا لیکن تم نے پھر بھی اس کی بات کو نہ مانا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے دونوں والدین کے پاس یا دونوں میں سے ایک کے پاس رہو گے تو تم اللہ کے راستہ میں نہیں ہو؟ آدمی جب والدین کے پاس رہ کر ان کی خدمت اچھی طرح کرتا ہے اور ان سے حُسنِ سُلوک کر کے ان کا حق ادا کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہی ہوتا ہے۔ حضرت اَبُو ہُرَیرہ کہتے ہیں اس کے دو سال بعد میری والدہ کا اِنتقال ہوا تو میں ان کے اِنتقال تک کسی غزوہ میں نہیں گیا۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[2]

طَبرانی نے حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پلانے کی جگہ پر کھڑے تھے (جہاں قریش حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے) کہ اتنے میں ایک عورت

---

[1] عند ابی یعلی والطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۹۳) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۲) وفیہ علی بن یزید الالہانی۔ ہو ضعیف۔ انتہی

اپنا بیٹا لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا میرا یہ بیٹا غزوہ میں جانا چاہتا ہے لیکن میں اسے روک رہی ہوں۔ حضورؐ نے اس کے بیٹے سے فرمایا جب تک تمہاری والدہ تمہیں اجازت نہ دے یا اس کا انتقال نہ ہو جائے اس وقت تک تم ان کی خدمت میں رہو اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔ طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی اور اس کی والدہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے وہ آدمی جہاد میں جانا چاہتا تھا اور اس کی والدہ اُسے روک رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے رہو تمہیں ان کی خدمت میں رہنے پر اتنا ہی اجر ملے گا جتنا جہاد میں جانے سے ملے گا[1] حضرت طلحہ بن معاویہ سُلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا والدہ کے پیروں سے چمٹ جاؤ تمہاری جنت وہیں ہے[2] حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جہاد میں جانے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان دونوں کے قدموں کے نیچے ہے[3] حضرت معاویہ بن جاہمہ سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں غزوہ میں جانا چاہتا ہوں میں اس بارے میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ان کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ حضرت جاہمہ دوسری تیسری مرتبہ مختلف مجلسوں میں جا کر حضورؐ سے یہی پوچھتے رہے حضورؐ یہی جواب دیتے رہے[4]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت نُعیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کرنے گئے۔ چلتے چلتے وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس پہنچے تو اسے پہچان لیا اور اس کے نیچے بیٹھ گئے پھر فرمایا میں نے دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ الطبرانی و فی الاسناد رشدین بن کریب و ہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۲)

[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۸)، رواہ الطبرانی عن ابن اسحاق و ہو مدلس عن محمد بن طلحۃ و لم اعرفہ و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی [3] عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۸) رجالہ ثقات۔ اھ

[4] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷)

اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں اس گھاٹی سے ایک آدمی آیا اور حضورؐ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا پھر اس نے کہا یا رسُولَ اللہ! میں اس لیئے آیا ہوں تاکہ میں آپ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کروں اور میری نیّت صرف اللہ کو راضی کرنے اور آخرت اچھی بنانے کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا واپس جاکر ان کی خدمت کرو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔ وہ آدمی یہ سُن کر جہاں سے آیا تھا وہاں ہی واپس چلا گیا ^۱

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ کلثُوم سے شادی کا پیام (ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) دیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا ابھی تو وہ چھوٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میرے تعلُّق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلُّق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ (اس نکاح کے ذریعہ سے) میرا حضورؐ سے تعلُّق اور رشتہ قائم ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم اپنے چچا کی شادی (اپنی بہن سے) کردو۔ ان حضرات نے کہا وہ بھی عورتوں میں سے ایک مستقل عورت ہے۔ اسے اپنا اختیار ہے حضرت علیؓ غصہ میں وہاں سے کھڑے ہوگئے تو حضرت حسنؓ نے ان کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا اے اباجان! میں آپ کے چھوٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا تو پھر دونوں حضرت عمرؓ سے اس کی شادی کردو ^۲

حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کھجور کے ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے (درخت بیچنے کے بجائے) اندر سے کھود کر کھجور کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور اس کا گودا نکال کر اپنی والدہ کو کھلا دیا۔ لوگوں نے ان سے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کھجور کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ چکی ہے؟ انہوں نے کہا میری والدہ نے کھجور کا گودا مجھ سے مانگا تھا اور میری عادت یہ ہے کہ جب میری والدہ مجھ سے کچھ مانگتی ہیں اور اس کا دینا میرے بس میں ہو تو میں وہ چیز ضرور ان کو دیتا ہوں ^۳

---

^۱ اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۳۸) وفیہ ابن اسحاق وھو مدلس ثقۃ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح ان کا مولی ام سلمۃ ناعم وھو الصحیح وان کان نعیما فلم اعرفہ انتہی ^۲ اخرجہ البیہقی عن حسن بن حسن عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۶) ^۳ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۹)

بچوں کے ساتھ شفقت کرنا اوران سب کے ساتھ برابر سلوک کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما (گھر سے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں اُلجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے۔ حضورؐ انہیں اُٹھانے کے ارادے سے منبر سے نیچے اُترنے لگے صحابہؓ نے جب حضرت حسینؓ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اُٹھا کر حضورؐ کے پاس لے آئے۔ حضورؐ نے انہیں لے کر اُٹھا لیا اور فرمایا شیطان کو اللہ مارے اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اُتر آیا۔ مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچے کو میرے پاس لے آئے۔[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آکر آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ پھر حضورؐ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جب حضورؐ رکوع میں گئے تو وہ حضورؐ کی پشت پر کھڑے ہو گئے پھر حضورؐ نے اُٹھ کر انہیں چھوڑ دیا تو وہ چلے گئے۔[2]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آکر حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ آپ نے انہیں نیچے نہ اُتارا (بلکہ یوں ہی آپ سجدے میں رہے) یہاں تک کہ وہی خود نیچے اُترے اور کبھی آپ ان کے لئے دونوں ٹانگیں کھول دیا کرتے اور وہ ایک طرف سے آکر حضورؐ کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف سے نکل جاتے۔[3]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۵) رواہ الطبرانی عن شیخہ حسن ولم ینسبہ عن عبداللہ بن علی الجارودی ولم اعرفہما وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہیٰ [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۵) رواہ البزار وفی اسنادہ خلاف۔ اھ [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۵) وفیہ علی بن عابس وھو ضعیف۔ اھ

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی تھی انہوں نے کہا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی شکل حضورؐ سے سب سے زیادہ ملتی تھی اور حضورؐ کو ان سب سے زیادہ محبت تھی۔ بعض دفعہ حضورؐ سجدے میں ہوتے یہ آکر حضورؐ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہو جاتے حضورؐ سجدے سے نہ اٹھتے۔ بعض دفعہ یہ حضورؐ کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ ان کے لئے اپنے پاؤں کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے جب آپ سجدے میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کود کر آپ کی پشت پر بیٹھ جایا کرتے۔ جب لوگ ان دونوں کو روکنا چاہتے تو حضورؐ انہیں اشارہ فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو (جو کرتے ہیں انہیں کرنے دو) اور نماز پوری کر کے انہیں سینے سے لگاتے اور پھر اپنی گود میں بٹھا لیتے اور ارشاد فرماتے کہ جسے مجھ سے محبت ہے اسے ان دونوں سے بھی محبت کرنی چاہیئے [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کوئی ایک آکر حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے حضورؐ ان کی وجہ سے سجدہ لمبا فرما دیتے بعد میں لوگ کہا کرتے یا نبی اللہ! آپ نے بڑا لمبا سجدہ کیا؟ آپ فرماتے میرے بیٹے نے مجھے سواری بنا لیا تھا اس لئے مجھے جلدی اٹھنا اچھا نہ لگا [3]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے کندھے پر (آپ کی نواسی) حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے اسی طرح نماز پڑھنی شروع کر دی جب رکوع میں جاتے تو انہیں

---

[1] عند البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۶) وفیہ علی بن عابس وھو ضعیف۔ انتہی [2] عند ابی یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۹) رواہ ابو یعلی والبزار وقال فاذا قضی الصلوۃ ضمھما الیہ والطبرانی باختصار ورجال ابی یعلی ثقات وفی بعضھم خلاف۔ انتہی [3] عند ابی یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) وفیہ محمد بن ذکوان وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

نیچے اُتار دیتے اور جب (سجدے سے) سر اُٹھاتے تو انہیں پھر اُٹھا کر بٹھا لیتے[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کبھی اسے چومتے اور کبھی اسے۔ آپ یوں ہی چلتے چلتے ہمارے پاس پہنچ گئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زبان اور ہونٹ کو چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضورؐ نے چوسا ہو اسے کبھی عذاب نہیں ہو سکتا[3]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے عرض کیا میرے تو دس بچے پیدا ہوئے میں نے تو ان میں سے ایک کا بھی کبھی بوسہ نہیں لیا۔ حضورؐ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے[4]

حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آدمی اولاد کی وجہ سے کنجوسی کرتا ہے اور نادانی والے کام کرتا ہے (بچوں کی وجہ سے لڑ پڑتا ہے) اور اولاد کی وجہ سے آدمی بزدلی اختیار کر لیتا ہے (کہ میں مر گیا تو میرے بعد بچوں کا کیا ہو گا؟)[5] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ شفقت کرتے تھے۔ حضورؐ کا ایک صاحبزادہ تھا جو مدینہ کے کنارے کے محلہ میں کسی

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۸۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۳۹) عن ابی قتادہ نحوہ [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۹) رواہ احمد رجالہ ثقات وفی بعضہم خلاف ورواہ البزار ورواہ ابن ماجہ باختصار انتہی [3] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۷) رجالہ رجال الصحیح غیر عبدالرحمٰن بن ابی عوف وہو ثقۃ انتہی [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۶) ورجالہ ثقات۔ انتہی واخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۸۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نحوہ [5] عند البزار ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۵)

عورت کا دودھ پیا کرتا تھا اس عورت کا خاوند لوہار تھا۔ ہم اسے ملنے جایا کرتے تو اس لوہار کا سارا گھر بھٹی میں اِذخر گھاس جلانے کی وجہ سے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضورؐ اپنے اس بیٹے کو چوما کرتے تھے اور ناک لگا کر اسے سونگھا کرتے [1]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت اپنی دو بیٹیاں لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اسے تین کھجوریں دیں اس نے ہر بیٹی کو ایک کھجور دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں رکھنے لگی وہ دونوں بچیاں اسے دیکھنے لگیں اس پر اس نے (اس کھجور کو نہ کھایا بلکہ) اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور چلی گئی پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو اس عورت کا یہ قصہ انہوں نے حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ اپنے اس (مشفقانہ رویہ کی) وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی ہے [2]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آئی اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے تھے اس نے حضورؐ سے کچھ مانگا۔ حضورؐ نے اسے تین کھجوریں دے دیں ہر ایک کے لیئے ایک کھجور۔ اس عورت نے ہر ایک کو ایک کھجور دی۔ وہ دونوں بچے اپنے حصہ کی کھجور کھا کر ماں کو دیکھنے لگ گئے۔ اس پر اس عورت نے اپنے حصہ کی اس تیسری کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو آدھی کھجور دے دی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا چونکہ اس عورت نے اپنے بیٹوں پر رحم کیا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرما دیا ہے [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جسے وہ (ازراہِ شفقت) اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم اس بچے پر رحم کر رہے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس پر جتنا رحم کھا رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر رحم فرما رہے ہیں وہ تو اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہیں تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں [4]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۸۷) عن انس بمعناہ [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۸) وفیہ عبید اللہ بن فضالۃ ولم اعرفہ ولبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی [3] عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۵) وفیہ خدیج بن معاویۃ الجعفی وہو ضعیف [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۶)

اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا اس نے اسے چوم کر اپنی ران پر بٹھا لیا۔ پھر اس کی ایک بیٹی آگئی اس نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے دونوں سے ایک برابر سلوک کیوں نہیں کیا؟ (بیٹی کو نہ چوما اور نہ اسے ران پر بٹھایا)[1]

پڑوسی کا اکرام کرنا

حضرت معاویہ بن حَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میرے پڑوسی کا کیا حق ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو اور اس کا انتقال ہو جائے تو تم اس کے جنازے میں جاؤ اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو تم اسے قرضہ دے دو۔ اور اگر وہ فقیر اور بدحال ہو جائے تو تم اس کی پردہ پوشی کرو (کہ ایسے چپکے سے اس کی مدد کرو کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے) اور اگر اسے کوئی اچھی چیز حاصل ہو جائے تو تم اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کو تسلی دو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اونچی نہ بناؤ اس سے اس کی ہوا بند ہو جائے گی اور جب بھی تم ہنڈیا میں کوئی سالن پکاؤ تو چمچہ بھر کر اس میں سے اسے بھی دے دو ورنہ تمہارے سالن کی خوشبو سے اسے بے چینی اور تکلیف ہوگی (کیونکہ اس کے گھر میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے ہاں ہے)[2] بیہقیؒ نے شُعَبُ الْاِیْمَان میں ایسی ہی روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ ننگا ہو تو اسے تم پہناؤ۔[3]

حضرت محمد بن عبداللہ بن سَلام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبر کرو۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دوبارہ جا کر عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبر کرو۔ میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا میرے پڑوسی نے تو مجھے تنگ کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے گھر کا سارا سامان اٹھا کر گلی میں ڈال لو اور تمہارے پاس جو آئے اسے یہ بتاتے رہنا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بہت پریشان کیا ہوا ہے اس طرح سب اس پر لعنت بھیجنے لگ جائیں گے (پھر آپ

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۵۶) رواه البزار فقال حدثنا بعض اصحابنا ولم يسمه و بقية رجاله ثقات [2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۶۵) و فيه ابوبكر الهذلي و هو ضعيف۔ اهـ
[3] كما في الكنز (ج ۵ ص ۴۴)

نے فرمایا) جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیئے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ یا تو وہ خیر کی بات کہے یا چپ رہے [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے میں تشریف لے جانے لگے تو فرمایا آج ہمارے ساتھ وہ نہ جائے جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہو اس پر ایک آدمی نے کہا میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم آج ہمارے ساتھ مت جاؤ [2]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا زنا کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا زنا تو حرام ہے اللہ اور رسولؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے یہ قیامت تک حرام رہے گا۔ آپ نے فرمایا آدمی دس عورتوں سے زنا کرلے اس کا گناہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا آپ لوگ چوری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا چونکہ اللہ اور رسولؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے یہ حرام ہے۔ آپ نے فرمایا آدمی دس گھروں سے چوری کرلے اس کا گناہ پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے سے کم ہے [3]

حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے لوگوں کے واسطہ سے حضرت ابوذرؓ کی ایک حدیث پہنچی تھی میں چاہتا تھا کہ خود ان سے میری ملاقات ہو جائے (تاکہ وہ حدیث ان سے براہِ راست سن لوں) چنانچہ ایک دفعہ ان سے میری ملاقات ہو گئی تو میں نے ان سے کہا اے ابوذرؓ! مجھے آپ کی طرف سے ایک حدیث پہنچی ہے میں (اس حدیث کو براہِ راست آپ سے سننے کے لئے) آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تیرے باپ کا بھلا کرے اب تو تمہاری مجھ سے ملاقات ہو گئی ہے بتاؤ (وہ کون سی حدیث ہے؟) میں نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو پسند کرتا ہے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۴۴) [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۰) وفیہ یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی وہو ضعیف۔ اھ [3] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۶۸) رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ ثقات۔

اور تین آدمیوں سے بُغض رکھتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا میرے خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھوٹ بیان کروں میں نے کہا وہ تین آدمی کون سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک تو وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستہ میں جم کر ثواب کی اُمید میں غزوہ کرے اور زوردار جنگ کرے اور آخر کار وہ شہید ہو جائے اور اس آدمی کا تذکرہ تمہیں اپنے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مل جائے گا پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (سورت صف آیت ۴)

ترجمہ" اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح سے مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے"۔ میں نے کہا دوسرا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا دوسرا وہ آدمی ہے جس کا پڑوسی بُرا آدمی ہے جو اسے تکلیف پہنچاتا رہتا ہے اور وہ اس کی تکلیفوں پر مسلسل صبر کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس پڑوسی کی اصلاح فرما کر) اسے اور زندگی دے دے یا اسے دُنیا سے اُٹھا لے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[1]

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اپنے پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ پڑوسی تو یہاں ہی رہے گا اور (لڑانے والے) باقی لوگ چلے جائیں گے[2]

نیک رفیقِ سفر کا اکرام کرنا

حضرت رَباح بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حضورؐ نے ہم میں سے ہر تین آدمیوں کو ایک اُونٹ سواری کے لیئے دیا صحرا اور جنگل میں تو ہم میں سے دو سوار ہو جاتے اور ایک پیچھے سے اونٹ کو چلاتا اور پہاڑوں میں ہم سب ہی اُتر جاتے۔ حضورؐ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت پیدل چل رہا تھا حضورؐ

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی واللفظ لہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۱) اسناد الطبرانی واحد اسنادی احمد رجالہ رجال الصحیح وقد رواہ النسائی وغیرہ غیر ذکر الجار [2] اخرجہ ابن المبارک وابو عبید فی الغریب والخرائطی وعبدالرزاق عن عبدالرحمٰن بن القاسم کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۴۴)۔

نے مجھ سے فرمایا اے رُباحؓ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پیدل چل رہے ہو؟ (کیا بات ہے؟) میں نے کہا میں تو ابھی اُترا ہوں اس وقت میرے دونوں ساتھی سوار ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ (آگے چلے گئے اور آپ) کا گزر میرے دونوں ساتھیوں کے پاس سے ہوا جس پر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور دونوں اس سے اُتر گئے۔ جب میں ان دونوں کے پاس پہنچا تو دونوں نے کہا تم اس اونٹ پر آگے بیٹھ جاؤ اور (مدینہ) واپسی تک تم یوں ہی بیٹھے رہو۔ ہم دونوں باری باری سوار ہوتے رہیں گے (تم نے اب پیدل نہیں چلنا) میں نے کہا کیوں؟ ان دونوں نے کہا حضورؐ ہمیں ابھی فرما کر گئے ہیں کہ تمہارا ساتھی بہت نیک آدمی ہے تم اس کے ساتھ اچھی طرح رہو۔[1]

لوگوں کے مرتبے کا لحاظ کرنا

حضرت عَمْرو بن مخُراق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھانا کھا رہی تھیں کہ ان کے پاس سے ایک باوقار آدمی گزرا اسے بلا کر انہوں نے اپنے ساتھ (کھانے پر) بٹھا لیا اتنے میں ایک اور آدمی ان کے پاس سے گزرا (اسے بلایا نہیں بلکہ) اسے (روٹی کا) ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان سے کسی نے پوچھا (کہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیوں نہیں کیا) حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہمیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق معاملہ کریں (اور ہر ایک کو اس کے درجے پر رکھیں)۔[2] حضرت مَیمُون بن اَبی شَبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مانگنے والا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا (اور اس نے مانگا) حضرت عائشہؓ نے فرمایا اسے ایک ٹکڑا دے دو۔ پھر ایک باوقار آدمی آیا تو اسے اپنے ساتھ (دسترخوان پر) بٹھا لیا۔ کسی نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا (الگ الگ معاملہ) کیوں کیا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہمیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3] ابو نُعَیم نے اس طرح روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں تھیں تو انہوں نے قریش کے کچھ لوگوں کے لیے دوپہر کا کھانا تیار کرنے کا حکم دیا (جب وہ کھانا تیار ہو گیا تو)

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۴۲)، [2] اخرجہ الخطیب فی المتفق کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۴۲)، [3] اخرجہ ایضا ابو داؤد فی السنن و ابن خزیمۃ فی صحیحہ والبزار وابو یعلی وابو نعیم فی المستخرج والبیہقی فی الادب والعسکری فی الامثال۔

ایک مالدار با وقار آدمی آیا۔ آپ نے فرمایا اسے بلا لو اسے بلایا گیا تو وہ سواری سے نیچے اترا اور (بیٹھ کر) کھانا کھایا پھر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ایک مانگنے والا آیا تو فرمایا اسے (روٹی کا) ٹکڑا دے دو پھر فرمایا اس مالدار کے ساتھ (اکرام کا) یہ معاملہ کرنا ہی ہمارے لئے مناسب تھا اور اس فقیر نے آکر مانگا تو میں نے اسے اتنا دینے کو کہہ دیا جس سے وہ خوش ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[1] پہلے یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ایک جوڑا اور سو دینار دیئے۔ کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے لحاظ سے پیش آؤ اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ تھا۔

مسلمان کو سلام کرنا

قبیلہ مُزَینہ کے حضرت اَغَر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک جَرِیب (ایک پیمانہ جس میں چار قفیز غلہ آتا تھا) کھجوریں دینے کا حکم دیا کھجوریں ایک انصاری کے پاس تھیں وہ انصاری دینے میں ٹال مٹول کرتے رہے میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! تم صبح ان کے ساتھ جاؤ اور (اس انصاری سے) لے کر کھجوریں ان کو دے دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا صبح نماز پڑھ کر فلاں جگہ آ جانا۔ میں نماز پڑھ کر وہاں گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں اس انصاری کے پاس گئے۔ راستہ میں جو آدمی بھی حضرت ابو بکرؓ کو دور سے دیکھتا وہ فوراً ان کو سلام کرتا حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ لوگ (پہلے سلام کر کے) فضیلت میں تم سے آگے نکل گئے ہیں؟ اب آئندہ سلام میں تم سے آگے کوئی نہ نکلنے پائے اس کے بعد ہمیں جو آدمی بھی دور سے نظر آتا ہم اس کے سلام کرنے سے پہلے اسے جلدی سے فوراً سلام کر دیتے[2]

---

[1] لفظ ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۳۷۹) وقد صحح ہذا الحدیث الحاکم فی معرفۃ علوم الحدیث وکذا غیرہ وتعقب بالانقطاع وبالاختلاف علی راویہ فی رفعہ قال السخاوی وبالجملۃ فحدیث عائشۃ حسن کذا فی شرح الاحیاء للزبیدی (ج ۶ ص ۲۹۵) [2] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط واحد اسنادی الکبیر رواتہ محتج بہم فی الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۰۶) واخرجہ ایضا البخاری فی الادب (ص ۱۴۵) وابن جریر وابو نعیم والخرائطی کما فی الکنز (ج ۵ ص ۵۲)

حضرت زُہرہ بن حُمیضہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکرؓ انہیں سلام کرتے لوگ جواب میں ہمارے الفاظ سے زیادہ الفاظ سلام میں ذکر کرتے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آج تو لوگ (اجر و ثواب میں) ہم پر غالب آگئے ایک روایت میں یہ ہے کہ آج تو لوگ ہم سے خیر میں بہت آگے نکل گئے[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سواری پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکرؓ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے۔ لوگ جواب میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آج تو لوگ ہم سے بہت آگے نکل گئے[2]

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ وعظ فرمایا تو اس میں یہ فرمایا ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو چاہے وہ کام تمہاری مرضی کا ہو یا نہ ہو کیونکہ صبر بہت اچھی خصلت ہے اب تمہیں دنیا پسند آنے لگ گئی ہے اور اس نے اپنے دامن تمہارے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور اس نے اپنی زینت والے کپڑے پہن لیے ہیں حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ (کو تو اعمال کا شوق تھا اس لیئے وہ) اپنے گھر کے صحن میں بیٹھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس لیے یہاں بیٹھے ہیں تاکہ ہم لوگوں کو سلام کریں اور پھر لوگ بھی ہمیں سلام کریں[3]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ چلتے اور راستہ میں کوئی درخت آجاتا جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے تھے تو پھر جب ہم اکٹھے ہوتے تھے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے[4]

حضرت طُفَیل بن اُبَی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا کرتا وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ کا جس کباڑیئے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرضیکہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے میں نے کہا آپ بازار کس لیے

---

[1] عند ابن ابی شیبۃ [2] عند البخاری فی الادب کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۲ و ۵۳) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۶) [4] اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۰۷) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۴۸) بنحوہ۔

آتے ہیں ؟ نہ تو آپ کسی بیچنے والے کے پاس رُکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں ۔ آیئے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا اے پیٹو ! میرا پیٹ بڑا تھا ۔ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہٰذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں اس لیے ہمیں جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے [1]

حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی جس سے ملاقات ہوتی تھی اسے فوراً سلام کرتے تھے ۔ راوی کہتے ہیں میرے علم میں ایسا کوئی آدمی نہیں جس نے انہیں پہلے سلام کیا ہو البتہ ایک یہودی قصداً ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا اور (جب حضرت ابواُمامہ پاس پہنچے تو) ایک دم باہر آکر اس نے ان کو پہلے سلام کر لیا ۔ حضرت ابواُمامہ نے اس سے فرمایا اے یہودی ! تیرا ناس ہو تُو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا میں نے یہ دیکھا کہ آپ سلام بہت زیادہ کرتے ہیں (اور سلام میں پہل کرتے ہیں) اس سے مجھے پتہ چلا کہ یہ کوئی فضیلت والا عمل ہے اس لیے میں نے چاہا کہ یہ فضیلت مجھے بھی حاصل ہو جائے حضرت ابواُمامہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کو ہماری اُمتِ مُسلمہ کے لیے آپس کا سلام بنایا ہے اور ہمارے ساتھ رہنے والے ذِمّی کافروں کے لئے اسے امن کی نشانی بنایا ہے [2]

حضرت محمد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس جارہے تھے میں ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ چل رہا تھا راستہ میں جس آدمی پر ان کا گزر ہوتا چاہے وہ مسلمان ہوتا یا نصرانی ، چھوٹا یا بڑا حضرت ابواُمامہؓ اسے سَلَامٌ عَلَیْکُم ضرور کہتے ۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہماری طرف مُتوجّہ ہو کر کہا اے میرے بھتیجے ! ہمیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم آپس میں سلام پھیلائیں [3] حضرت بشیر بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کوئی آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان سے پہلے سلام نہیں کر سکتا تھا [4]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۰) واخرجہ مالک عن الطفیل بن ابی بن کعب نحوہ وفی روایۃ انما نغدو من اجل السلام نسلم علی من لقینا کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۱) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۴۸) عن الطفیل بن ابی بنحوہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۳) رواہ الطبرانی عن شیخہ بکر بن سہل الدمیاطی ضعفہ النسائی وقال غیرہ مقارب الحدیث ۔ انتہی [3] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۶ ص ۱۱۲) [4] عند البخاری فی الادب (ص ۱۴۵)

سلام کا جواب دینا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ! آپ نے جواب میں فرمایا وَعلیکَ السّلامُ ورحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ پھر دوسرے نے آکر کہا السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ! ورحمۃُ اللہِ آپ نے فرمایا وَعلیکَ السّلامُ ورحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ پھر تیسرے نے آکر کہا السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ ورحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا وَعلیکَ۔ اس پر اس آدمی نے کہا یا رسولَ اللہ! فلاں اور فلاں نے آکر آپ کو سلام کیا (اور میں نے بھی آپ کو سلام کیا آپ نے تینوں کو سلام کا جواب دیا لیکن) ان دونوں کو آپ نے مجھ سے اچھا جواب دیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے سلام میں کوئی چیز تو چھوڑی نہیں (کیونکہ تم نے السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ! ورحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ کہا) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ (سورت نساء آیت ۸۶)

ترجمہ" اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو" (چونکہ تم نے سلام میں سارے ہی الفاظ کہہ دیئے تھے اس لیے) میں نے تمہارے سلام کا جواب تمہارے ہی الفاظ میں دیا ہے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا وَعلیکَ السّلامُ ورحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ اور میں کچھ الفاظ اور بڑھانے لگی تو حضورؐ نے فرمایا سلام ان الفاظ پر پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا رحمۃُ اللہِ وبرکاتہٗ علیکم اہلَ البیت [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے (اندر آنے کی) اجازت لینے کے لئے فرمایا السّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ جواب میں حضرت سعد نے آہستہ سے کہا وَعلیکَ السّلامُ ورحمۃُ اللہ اور اتنا آہستہ جواب دیا کہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۳) فیہ ہشام بن لاحق قواہ النسائی وترک احمد حدیثہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۴) رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح وہو فی الصحیح باختصار۔ انتہی

حضورؐ سُن نہ سکے تین دفعہ یہی ہوا کہ حضورؐ سلام فرماتے اور حضرت سعدؓ چپکے سے جواب دیتے۔ اس پر حضورؐ واپس جانے لگے تو حضرت سعدؓ حضورؐ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا ہر سلام میرے کانوں تک پہنچا اور میں نے آپ کے ہر سلام کا جواب دیا لیکن قصداً آہستہ سے کہا تاکہ آپ سن نہ سکیں میں نے چاہا کہ آپ کے سلام کی برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کرلوں پھر وہ حضورؐ کو اپنے گھر لے گئے اور ان کے سامنے تیل پیش کیا۔ حضورؐ نے وہ تیل نوش فرمایا کھانے کے بعد حضورؐ نے یہ دعا پڑھی اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کو ملنے جایا کرتے تھے۔ جب آپ انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تو انصار کے بچے آکر آپ کے گرد جمع ہو جاتے آپ ان کے لئے دعا فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کو سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہا۔ حضرت سعدؓ نے جواب تو دیا لیکن آہستہ سے دیا تاکہ حضورؐ سُن نہ سکیں حضورؐ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضورؐ کا معمول یہی تھا کہ تین دفعہ سے زیادہ سلام نہیں کیا کرتے تھے تین دفعہ میں گھر والے اندر آنے کی اجازت دے دیتے تو ٹھیک ورنہ آپ واپس تشریف لے جاتے پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی۔ [2]

حضرت محمد بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے حضرت عمرؓ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمانؓ کی شکایت کی۔ یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے ان کے سلام کو سُنا ہی نہیں۔ میں تو کسی گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا آپ کیا سوچ رہے تھے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے بُرے خیالات

---

[1] اخرجہ احمد عن ثابت البنانی ورویٰ ابوداؤد لبعضہ [2] رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۴)

میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ سارا بھی مجھے مل جائے تو بھی میں ان بُرے خیالات کو زبان پر نہیں لا سکتا جب شیطان نے میرے دل میں یہ بُرے خیالات ڈالنے شروع کیے تو میں نے دل میں کہا اے کاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے نجات کیسے ملے گی؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضورؐ سے پوچھا تھا کہ شیطان جو بُرے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے ان سے ہمیں نجات کیسے ملے گی؟ حضورؐ نے فرمایا ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔[1]

یہی واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس سے زیادہ تفصیل سے ابن سعد نے نقل کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! کیا میں آپ کو حیران کُن بات نہ بتاؤں؟ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں حضرات چل پڑے اور میرے پاس آئے تو مجھ سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عثمانؓ! تمہارے بھائی (عمرؓ) نے بتایا ہے کہ وہ تمہارے پاس سے گزرے تھے اور انہوں نے تمہیں سلام کیا تھا لیکن تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! میں نے ایسا تو نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا بالکل کیا ہے اور اللہ کی قسم! یہ تکبّر تم بنو اُمیّہ کی پرانی خصلت ہے میں نے کہا (اے عمرؓ!) مجھے نہ تو تمہارے گزرنے کا پتہ چلا اور نہ تمہارے سلام کرنے کا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ آپ کسی سوچ میں تھے جس کی وجہ سے آپ کو پتہ نہ چلا۔ میں نے کہا جی ہاں! حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپ کیا سوچ رہے تھے؟ میں نے کہا میں یہ سوچ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا لیکن میں حضورؐ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ اس اُمت کی نجات کس چیز میں ہے؟ میں یہ سوچ بھی رہا تھا اور اپنی اس کوتاہی پر حیران بھی ہو رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے حضورؐ سے یہ بات پوچھی تھی اور حضورؐ نے مجھے بتائی تھی۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے حضورؐ سے یہ پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! اس اُمت کی نجات کس چیز میں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تھا جو آدمی مجھ

---

[1] اخرجہ ابو یعلی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۷) و قال قال البوصیری فی زوائد العشرۃ سندہ حسن

سے اس کلمہ کو قبول کرلے گا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا تو یہ کلمہ اس آدمی کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگا۔ حضورؐ نے اپنے چچا پر یہ کلمہ پیش کیا تھا: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور میں نے دو دفعہ یہ کہا اے امیرالمومنین! کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں البتہ یہ بات ہے کہ میں ابھی مسجد میں حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور (جب حضرت عثمانؓ آگئے تو) ان سے فرمایا آپ نے اپنے بھائی (سعدؓ) کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ نے کیا ہے اور بات اتنی بڑھی کہ انہوں نے اپنی بات پر قسم کھالی اور میں نے اپنی بات پر قسم کھالی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ کو یاد آگیا تو انہوں نے فرمایا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ آپ میرے پاس سے ابھی گزرے تھے۔ اس وقت میں اس بات کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور وہ بات ایسی ہے کہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے تو میری نگاہ پر اور میرے دل پر ایک پردہ پڑجاتا ہے (جس کی وجہ سے نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ کچھ سمجھ آتا ہے) میں نے کہا میں آپ کو وہ بات بتاؤں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ فرمایا (کہ دعا کے شروع میں اسے پڑھنا چاہیئے) اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور حضورؐ اس سے باتوں میں مشغول ہوگئے پھر حضورؐ کھڑے ہوگئے (اور چل پڑے) میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا پھر مجھے خطرہ ہوا کہ میرے پہنچنے سے پہلے کہیں حضورؐ گھر کے اندر نہ چلے جائیں اس لیئے میں نے زمین پر پاؤں زور سے مارے اس پر حضورؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ کون ہے ابواسحاق ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں ہے بس یہ بات ہے کہ آپ نے دعا کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ کیا تھا پھر یہ دیہاتی آگیا تھا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۱۲)

اور آپ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں وہ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ان کلمات کے ساتھ جو مسلمان بھی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے[1]

سلام بھیجنا

حضرت اَبُوالبَختَری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بَجَلی رضی اللہ عنہما حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے۔ اندر جاکر انہیں سلام کیا اور یہ دعائیہ کلمات کہے حَیَّاکَ اللہُ اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا کیا آپ ہی سلمان فارسی ہیں؟ حضرت سلمان نے کہا جی ہاں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا معلوم نہیں۔ اس پر ان دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا شاید یہ وہ سلمان فارسی نہیں ہیں جنہیں ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے ان دونوں سے کہا میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ میں نے حضورؐ کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں لیکن حضورؐ کا ساتھی وہ ہے جو حضورؐ کے ساتھ جنت میں چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے) آپ لوگ کس ضرورت کے لئے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا وہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا انہوں نے جو ہدیہ تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۷ ص ۶۸) رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح غیر ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص وھو ثقۃ و روی الترمذی طرفا من آخرہ۔ انتہی واخرجہ ایضا ابویعلیٰ والطبرانی فی الدعاء وصحح عن سعد بن ابی وقاص نحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸)

ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں۔ ہمارے پاس ہر طرح کے مال و سامان ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں حضرت سلمانؓ نے کہا میں تمہارا مال یا سامان لینا نہیں چاہتا میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے ان دونوں نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا ہے بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا حضرت سلمانؓ نے کہا میں اس کے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ سلام ہے [1]

مُصافحہ اور مُعانقہ کرنا

حضرت جُندُب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ سے ملتے تو جب تک انہیں سلام نہ کر لیتے اس وقت ان سے مُصافحہ نہ فرماتے [2]

ایک آدمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا اگر اس میں راز کی کوئی بات نہ ہوئی تو وہ حدیث میں تمہیں ضرور سنا دوں گا اس آدمی نے کہا جب آپ حضرات حضورؐ سے ملا کرتے تھے تو کیا حضورؐ آپ لوگوں سے مُصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا جب بھی حضورؐ سے میری مُلاقات ہوئی حضورؐ نے مجھ سے ضرور مُصافحہ فرمایا [3]

حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ سے مُلاقات ہوئی حضورؐ نے ان سے مُصافحہ کرنا چاہا۔ حضرت حُذیفہؓ نے ایک طرف ہٹ کر عرض کیا کہ میں اس وقت جُنبی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۰) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر یحییٰ بن ابراہیم المسعودی وہو ثقۃ۔ انتہیٰ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۱) عن ابی البختری مثلہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۶) رواہ الطبرانی وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہیٰ [3] اخرجہ احمد والرویانی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۴)

مُصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درخت کے پتے گر جاتے ہیں [۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم (ملتے وقت) ایک دوسرے کے سامنے جُھکا کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہم نے کہا تو کیا ہم ایک دوسرے سے مُعانقہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہم نے کہا تو کیا ایک دوسرے سے مُصافحہ کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں (یعنی مُصافحہ تو ہر وقت ہونا چاہیئے اور مُعانقہ سفر سے آنے پر ہونا چاہیئے ویسے نہیں) [۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جُھک جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس آدمی نے کہا تو کیا اسے چمٹ جائے اور اس کا بوسہ لینے لگے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مُصافحہ کرے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں [۳] رزین کی روایت میں یہ ہے کہ چمٹنے اور بوسہ لینے کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ ہاں اگر سفر سے آیا ہو تو ایسا کر سکتا ہے [۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا حضورؐ (زیادہ خوشی کی وجہ سے) ننگے ہی اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہو کر ان کی طرف چل دیئے (یعنی اوپر کا بدن ننگا تھا) اللہ کی قسم! میں نے نہ اس سے پہلے حضورؐ کو (کسی کا) ننگے (استقبال کرتے ہوئے) دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ حضورؐ نے جا کر ان سے مُعانقہ فرمایا اور ان کا بوسہ لیا [۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے مُصافحہ کیا کرتے اور جب سفر سے آیا کرتے تو آپس میں مُعانقہ کیا کرتے [۶]

---

[۱] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۷) وفیہ مصعب بن ثابت وثقہ ابن حبان وضعفہ الجمہور [۲] اخرجہ الدارقطنی وابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۴) [۳] عند الترمذی (ج ۲ ص ۹۷) قال الترمذی ہذا حدیث حسن [۴] کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۲) [۵] اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۹۷) قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب [۶] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح انتہی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رات کے کسی حصہ میں اپنا کوئی بھائی یاد آجاتا تو (رات گزارنی مشکل ہوجاتی اور) آپ فرماتے ہائے یہ رات کتنی لمبی ہے (فجر کی) فرض نماز پڑھتے ہی تیزی سے (اس بھائی کی طرف) جاتے اور جب اس سے ملتے تو اسے گلے لگاتے اور اس سے چمٹ جاتے[1] حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملکِ شام آئے تو عام لوگ اور وہاں کے بڑے آدمی سب ان کا استقبال کرنے آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت اَبُوعُبَیْدَہ رضی اللہ عنہ۔ لوگوں نے کہا ابھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت اَبُوعُبَیْدَہؓ آئے تو حضرت عمرؓ (سواری سے) نیچے اُترے اور ان سے مُعانقہ کیا پھر اور حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی[2]

مُسلمان کے ہاتھ، پاؤں اور سَر کا بوسہ لینا

حضرت شَعْبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خیبر سے واپس آئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کا استقبال کیا۔ حضورؐ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جعفرؓ کے آنے کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے ان کو اپنے ساتھ چمٹا کر ان سے مُعانقہ کیا[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بَیْعت کی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد ہم نے حضرت سَلَمہ کے ہاتھ کو چُوما اور انہوں نے اس سے منع نہ فرمایا[4] حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بوسہ لیا[5]

---

[1] اخرجہ المحاملی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۴۲) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۱) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۴) [4] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۲) رجالہ ثقات وفی الصحیح منہ البیعۃ اھ [5] اخرجہ ابویعلیٰ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۲) وفیہ یزید بن ابی زیاد و ہولین الحدیث و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہیٰ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بوسہ لیا ہے[1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (غزوۂ تبوک سے میرے پیچھے رہ جانے پر) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری توبہ قبول ہو جانے کی آیت نازل ہوئی تو میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضورؐ کا ہاتھ لے کر چوما[2]

حضرت ابورجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جگہ جمع ہیں اور ان کے بیچ میں ایک آدمی ہے جو دوسرے آدمیوں کے سر کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا تھا کہ میں آپ پر قربان جاؤں اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے میں نے پوچھا یہ چومنے والا کون ہے؟ اور کس کو چوم رہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ اس وجہ سے لے رہے ہیں کہ سب کی رائے یہ تھی کہ جن مرتدین نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے ان سے جنگ نہ کی جائے اور اکیلے حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سے جنگ کی جائے اور آخر سب کی رائے کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل ہوا اور اس میں اسلام کا بہت فائدہ ہوا[3]

حضرت زارع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم (مدینہ منورہ) آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں تو ہم آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینے لگے[4] حضرت مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اشج رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے اور آکر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہاتھ لے کر اسے چوما حضورؐ نے ان سے فرمایا غور سے سنو! تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ پسند کرتے ہیں۔ حضرت اشج نے عرض کیا کیا یہ عادتیں فطرتاً میرے اندر موجود تھیں یا بعد میں میرے اندر پیدا ہوئی ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ عادتیں تمہارے اندر فطرتاً موجود تھیں۔ انہوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری فطرت میں ایسی عادتیں رکھ دیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ پسند کرتے ہیں[5]

---

[1] ذکر فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) وقال للموصلی بلین۔ اھ واخرجہ ابوداؤد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بسند حسن کما قال العراقی (ج ۲ ص ۱۸۱) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۲) وفیہ یحیی بن عبدالحمید الحمانی وہو ضعیف۔ اھ واخرجہ ابوبکر بن المقرئی فی کتاب الرخصۃ فی تقبیل الید بسند ضعیف قالہ العراقی (ج ۲ ص ۱۸۱) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۵۰) [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۴۴) [5] عندہ ایضاً فی الادب (ص ۸۶)

حضرت تمیم بن سَلَمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام پہنچے تو حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مُصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا پھر دونوں (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانے کو یاد کر کے) تنہائی میں بیٹھ کر رونے لگے حضرت تمیم فرمایا کرتے تھے کہ (بڑوں کے) ہاتھ چومنا سُنّت ہے [1]

حضرت یحییٰ بن حارث ذِماری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مُلاقات ہوئی میں نے عرض کیا کیا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے بیعت کی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ مجھے دیں تاکہ میں اسے چُوم لوں چنانچہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور میں نے اسے چُوما [2]

حضرت یونس بن مَیسَرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت یزید بن اسود کے ہاں بیمار پُرسی کے لئے گئے اتنے میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی وہاں آگئے۔ حضرت یزید نے جب ان کو دیکھا تو اپنا ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر پھیرا کیونکہ حضرت واثلہ نے (ان ہاتھوں سے) حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے بیعت کی تھی۔ حضرت واثلہ نے حضرت یزید سے کہا اے یزید! آپ کا اپنے رَب کے بارے میں کیسا گمان ہے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا ہے۔ حضرت واثلہ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرے گا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا اگر اچھا گمان کرے گا تو اچھا معاملہ کروں گا اور بُرا کرے گا تو بُرا کروں گا [3]

حضرت عبدالرحمٰن بن رَزِین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم رَبذہ کے پاس سے گزرے تو ہمیں لوگوں نے بتایا کہ یہاں حضرت سَلَمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ ہم ان کے پاس گئے جا کر ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے بیعت کی تھی اور انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ ان کا ہاتھ خوب

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق والخرائطی فی مکارم الاخلاق والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۴)
[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۲) وفیہ عبدالملک القاری ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی
[3] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۳۰۶)

بڑا تھا جیسے کہ اونٹ کا پاؤں ہو چنانچہ ہم نے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ کو چوما۔[1] حضرت ابن جُدعان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چھوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ثابت نے ان کے ہاتھ کو چوما۔[2] حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور دونوں پاؤں چوم رہے تھے۔[3]

مسلمان کے اِحترام میں کھڑا ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو بات چیت میں اور اُٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مشابہ ہو۔ حضورؐ جب حضرت فاطمہؓ کو آتا ہوتے دیکھتے تو ان کو مَرحَبًا کہتے پھر کھڑے ہو کر ان کا بوسہ لیتے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر لا کر انہیں اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضورؐ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ مَرحَبًا کہتیں پھر کھڑے ہو کر حضورؐ کا بوسہ لیتیں۔ مَرَضُ الوَفات میں وہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں تو حضورؐ نے انہیں مَرحَبًا کہا اور ان کا بوسہ لیا اور پھر چپکے سے ان سے کچھ بات کی جس پر وہ رونے لگ پڑیں۔ حضورؐ نے دوبارہ ان سے چپکے سے کچھ بات کی جس پر وہ ہنسنے لگ پڑیں۔ میں نے عورتوں سے کہا میں تو سمجھتی تھی کہ ان کو یعنی حضرت فاطمہؓ کو عام عورتوں سے بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک عام عورت ہی نکلیں پہلے رو رہی تھیں پھر ایک دم ہنسنے لگ پڑیں۔ پھر میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ حضورؐ نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا (یہ راز کی بات ہے اگر میں آپ کو بتا دوں تو) پھر تو میں راز فاش کرنے والی ہو جاؤں گی۔ جب حضورؐ کا اِنتقال ہو گیا تب حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ حضورؐ نے مجھے چپکے سے پہلے یہ کہا تھا کہ میرا اِنتقال ہونے والا ہے اس پر میں رونے لگ گئی تھی۔ اس کے بعد پھر چپکے سے یہ فرمایا تھا کہ تم میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملو گی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگی۔ (اس پر میں ہنسنے لگی تھی)۔[4]

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۴۴) واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۹) عن عبدالرحمٰن بن زید العراقی نحوه [2] اخرجه البخاری ایضاً فی الادب (ص ۱۴۴) [3] اخرجه البخاری ایضاً فی الادب (ص ۱۴۴) [4] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳۸)

حضرت ہلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لاتے تو ہم آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ دوبارہ اپنے گھر تشریف لے جاتے۔[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس باہر تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے حضورؐ نے فرمایا جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں (ہاتھ باندھ کر) کھڑے ہوتے ہیں تم ایسے مت کھڑے ہو۔[2]

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے کہا کھڑے ہو جاؤ ہم اس منافق کے خلاف مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کھڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونا چاہیئے کسی اور کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔ (آنے والے کے دل میں یہی جذبہ ہونا چاہیئے کہ لوگ میرے لئے کھڑے نہ ہوں)[3]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت جتنی محبوب تھی اتنی کسی اور کی نہیں تھی لیکن جب حضورؐ کو (آتا ہوا) دیکھ لیا کرتے تھے تو کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کھڑا ہونا حضورؐ کو پسند نہیں ہے (حضورؐ چاہتے تھے کہ صحابہؓ کے ساتھ بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ رہیں تکلفات نہ ہوں)[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جب ان کے لئے کوئی آدمی اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا تو اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔[5]

---

[1] اخرجہ البزار عن محمد بن ہلال قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۰) ہکذا وجدتہ فیما جمعتہ ولعلہ عن محمد بن ہلال عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وہو الظاہر خان ہلال تابعی ثقۃ اھ عن محمد بن ہلال ابن ابی ہلال عن ابیہ عن جدہ وہو بعید ورجال البزار ثقات۔ انتہیٰ [2] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۵) واخرجہ ابوداؤد مثلہ کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) [3] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۰) وفیہ راو لم یسم وابن لہیعۃ اھ [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۸) واخرجہ الترمذی وصححہ کما قال العراقی فی تخریج الاحیاء والامام احمد والبوداؤد کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۷) [5] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۶۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۰) عن نافع عن ابن عمر مقتصرا علی فعلہ۔

حضرت ابو خالد والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ کھڑے ہوئے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ آگے بڑھیں کہ اتنے میں وہ باہر آئے اور فرمایا کیا بات ہے تم لوگ سینہ تان کر (فوجیوں کی طرح) کھڑے ہوئے نظر آرہے ہو! [1]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے باہر حضرت عبد اللہ بن عامر اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے حضرت عبد اللہ بن عامرؓ تو کھڑے ہوگئے لیکن حضرت ابن زبیرؓ بیٹھے رہے اور ان دونوں میں حضرت ابن زبیرؓ بلند مرتبہ اور وزنی تھے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے اس کے لئے کھڑے ہوں اسے دوزخ کی آگ میں اپنا گھر بنا لینا چاہئے [2]

مسلمان کی خاطر اپنی جگہ سے ذرا سرک جانا

حضرت واثلہ بن خطاب قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکیلے بیٹھے ہوئے تھے آپ اس کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جگہ تو بہت ہے (پھر آپ کیوں اپنی جگہ سے سرکے؟) حضورؐ نے اس کو فرمایا یہ بھی مومن کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اپنی جگہ سے اس کی خاطر سرک جائے [3]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ اس آدمی کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! جگہ تو بہت ہے آپ نے فرمایا یہ بھی مسلمان کا حق ہے [4] اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر والوں کے اکرام کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اپنی جگہ سے سرکے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۲۸) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۴۴) [3] اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۵) [4] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۰) رجالہ ثقات الا ان اباعمیر عیسیٰ بن محمد بن النحاس لم اجد لہ سماعا من ابی الاسود واللہ اعلم ۔ انتہیٰ

اور یوں کہا اے ابوالحسنؓ! یہاں آجاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ حضورؐ کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔

پاس بیٹھنے والے کا اکرام کرنا

حضرت کثیر بن مُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے کس وجہ سے اپنے پاؤں پھیلا رکھے تھے؟ اس لئے پھیلائے تھے تاکہ کوئی نیک آدمی یہاں آکر بیٹھ جائے۔ حضرت محمد بن عبّادہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابل احترام میرے پاس بیٹھنے والا ہے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ قابل اکرام میرے پاس بیٹھنے والا ہے اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کی گردن پھلانگ آئے اور میرے پاس بیٹھ جائے[1]

مسلمان کے اکرام کو قبول کرنا

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت علیؓ نے ان کے لئے ایک گدا بچھایا ان میں سے ایک تو گدے پر بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ جو زمین پر بیٹھ گیا اسے حضرت علیؓ نے فرمایا اٹھو اور گدے پر بیٹھو کیونکہ ایسے اکرام کا انکار تو گدھا ہی کر سکتا ہے[2]

مسلمان کے راز کو چھپانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں (ان کے خاوند) حضرت خُنیس بن حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہوگیا۔ میری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۶۷) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق قال عبدالرزاق ہذا منقطع کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۵)

سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ چند دن کے بعد حضورؐ نے حفصہؓ سے شادی کا پیغام دیا۔ آخر میں نے حضورؐ سے اس کی شادی کر دی پھر حضرت ابوبکرؓ مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں اس سے مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا ہاں آیا تو تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے اس وقت تمہیں اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ میں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا (جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضورؐ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں) اور میں حضورؐ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر حضورؐ ان سے شادی نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی جب میں نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت سے فارغ ہو گیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ کے پاس سے باہر چلا گیا باہر بچے کھیل رہے تھے میں کھڑے ہو کر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے اور بچوں کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا پھر حضورؐ نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لئے بھیج دیا اور گویا کہ وہ کام میرے منہ میں ہے میں آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتلانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچا تو انہوں نے پوچھا آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا حضورؐ نے کسی کام سے بھیج دیا تھا میری والدہ نے پوچھا وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا وہ حضورؐ کی راز کی بات ہے میری والدہ نے کہا ٹھیک ہے حضورؐ کا راز چھپا کر رکھنا۔ چنانچہ میں نے آج تک حضورؐ کا وہ راز کسی انسان کو نہیں بتایا (اے میرے شاگرد!) اگر میں کسی کو بتاتا تو تمہیں تو ضرور بتا دیتا[2]

یتیم کا اکرام کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶۱) واخرجہ ایضا احمد وابن سعد والبخاری والنسائی والبیہقی وابو یعلیٰ وابن حبان مع زیادۃ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۰) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۶۹) واخرجہ البخاری ایضا فی صحیحہ ومسلم عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ مختصرا کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۸)

دل کی سختی کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو[1]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلایا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی[2]

حضرت بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضورؐ نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میں یہ سن کر رونے لگ پڑا۔ حضورؐ نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہؓ تمہاری ماں[3]

والد کے دوست کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے جب اُونٹنی پر سفر کرتے کرتے اکتا جاتے تو آرام کرنے کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور ایک پگڑی بھی ساتھ لے جاتے جسے (بوقت ضرورت) سر پر باندھ لیتے ایک دن وہ اس گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں حضرت ابن عمرؓ نے اسے اپنا وہ گدھا دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جا اور پگڑی بھی اسے دے دی اور فرمایا اس سے اپنا سر باندھ لینا۔ حضرت ابن عمرؓ کے ایک ساتھی نے ان سے کہا آپ جس گدّے پر آرام کیا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دیا اور جس پگڑی سے اپنا سر باندھا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ص ۱۶۰) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ [2] عند الطبرانی وفی اسنادہ من لم یسم ولقیۃ مدلس کما قال الہیثمی (ج ۸ص ۱۶۰) [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ص ۱۶۱) وفیہ من لایعرف۔ اھ واخرجہ البخاری فی تاریخہ عن بشیر بن عقربۃ بنحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ص ۱۵۳) وابن مندہ وابن عساکر اطول منہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۶)

(آپ نے ایسا کیوں کیا؟) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے اِنتقال کے بعد اس کے محبت و تعلق والوں سے اچھا سلوک کرے اس دیہاتی کے والد (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محبوب دوست تھے[1] اَدَبُ الْمُفْرَد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کیا اس دیہاتی کو دو درہم دینے کافی نہیں تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو اور ان سے تعلقات ختم نہ کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے نُور کو بجھا دیں گے[2]

حضرت ابو اُسَید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کے اِنتقال کے بعد کوئی ایسا کام ہے جس کے کرنے سے میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا شمار ہو جاؤں؟ حُضورؐ نے فرمایا ہاں ان دونوں کے لیئے دُعا کرنا، اِستغفار کرنا اور ان کے جانے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور والدین کے ذریعہ سے جو رشتہ داری بنتی ہے اس کا خیال رکھنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا[3]

مُسلمان کی دعوت قبول کرنا

حضرت زیاد بن اَنعُم افریقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک غزوہ میں سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ ہماری کشتی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کشتی سے جا ملی۔ جب ہمارا دوپہر کا کھانا آگیا تو ہم نے انہیں (کھانے کے لیئے) بلا بھیجا اس پر حضرت ابو ایوبؓ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تم نے مجھے بلایا ہے لیکن میں روزے سے ہوں۔ پھر بھی میں تمہاری دعوت ضرور قبول کروں گا کیونکہ میں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مسلمان کے اپنے بھائی پر چھ حق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی کام چھوڑے گا تو اپنے بھائی کا حق واجب چھوڑے گا جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرے اور اسے جب چھینک آئے تو اسے جواب دے جب بیمار ہو تو اس

[1] اخرجہ ابو داؤد والترمذی ومسلم کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۶۹) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۹) بنحوہ مختصراً [3] عند ابی داؤد۔

کی عیادت کرے اور جب اس کا انتقال ہو تو اس کے جنازے میں شریک ہو اور جب اس سے نصیحت کا مطالبہ کرے تو اسے نصیحت کرے۔ آگے پوری حدیث ذکر کی ہے [1]

حضرت حُمَیدبن نُعَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہما کو کسی نے کھانے کی دعوت دی جسے ان حضرات نے قبول کر لیا (اور اس کے گھر کھانے کے لئے تشریف لے گئے) جب یہ دونوں حضرات کھانا کھا کر وہاں سے باہر نکلے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا میں اس کھانے میں شریک تو ہو گیا ہوں لیکن اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس نے یہ کھانا اپنی شان دکھلانے کے لئے کھلایا ہے [2]

حضرت مُغیرہ بن شُعْبہ رضی اللہ عنہ نے شادی کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔ حضرت مُغیرہؓ نے ان کو (شادی کے) کھانے پر بلایا۔ جب حضرت عثمانؓ (کھانے کے لئے) تشریف لائے تو فرمایا میرا تو روزہ تھا لیکن میں نے چاہا کہ آپ کی دعوت قبول کر لوں اور آپ کے لئے برکت کی دعا کر دوں (یعنی آنا ضروری ہے کھانا ضروری نہیں ہے) [3]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی دوست یا پڑوسی یا رشتہ دار سرکاری ملازم ہو اور وہ تمہیں کچھ ہدیہ دے یا تمہاری کھانے کی دعوت کرے تو تم اسے قبول کر لو (اگر اس کی کمائی میں کچھ شبہ ہے تو) تمہیں تو وہ چیز بغیر کوشش کے مل رہی ہے اور (غلط کمائی کا) گناہ اس کے ذمہ ہو گا [4]

مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دِہ چیز کو دُور کر دینا

حضرت مُعاویہ بن قُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت مَعقِل مُزنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائی۔ آگے جا کر مجھے بھی راستہ میں ایک تکلیف دہ چیز نظر آئی میں جلدی سے اس کی طرف بڑھا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے میں بھی اس کام کو کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم نے بہت اچھا کیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو مسلمانوں کے راستہ سے کسی تکلیف دہ

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۴) [2] اخرجہ ابن المبارک واحمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶)

[3] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶) [4] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶)

چیز کو ہٹائے گا اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی ایک نیکی بھی (اللہ کے ہاں) قبول ہو گئی وہ جنت میں داخل ہو گا [1]

چھینکنے والے کو جواب دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ کو چھینک آگئی اس پر صحابہؓ نے کہا یَرْحَمُكَ اللهُ! حضورؐ نے فرمایا یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی اس نے پوچھا یا رسول اللہ! میں (اس چھینک آنے پر) کیا کہوں؟ حضرت نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اس کو جواب میں کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا تم لوگ یَرْحَمُكَ اللهُ کہو۔ اس آدمی نے کہا میں ان لوگوں کے جواب میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ [3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ سکھاتے تھے کہ جب ہم میں سے کسی کو چھینک آجائے تو ہم اسے چھینک کا جواب دیں [4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سکھاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنا چاہئے اور جب وہ یہ کہہ لے تو اس کے پاس والوں کو یَرْحَمُكَ اللهُ کہنا چاہئے جب پاس والے یہ کہہ چکیں تو اسے يَغْفِرُ اللهُ لِي وَلَكُمْ کہنا چاہئے [5]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ایک کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا یَرْحَمُكَ اللهُ

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۸۷) [2] اخرجہ الطبرانی (قال الہیثمی (ج ۸ ص ۵۷) وفیہ اسباط بن عزرۃ ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح ۔ اھ [3] اخرجہ احمد وابو یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۵۷) وفیہ ابو معشر نجیح وہو لین الحدیث وبقیۃ رجالہ ثقات واخرجہ ابن جریر والبیہقی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا نحوہ کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۸۴) [4] اخرجہ الطبرانی واسنادہ جید کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۵۷) [5] عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی وفیہ عطاء بن السائب وقد اختلط ۔

پھر گھر کے کونے میں ایک اور آدمی کو چھینک آگئی اور اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ حضورؐ نے فرمایا یہ آدمی (ثواب میں) اس سے اُنیس درجے بڑھ گیا [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ حضورؐ نے ایک کی چھینک کا تو جواب دیا لیکن دوسرے کو جواب نہ دیا حضورؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو حضورؐ نے فرمایا اس نے تو چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تھا اور اس دوسرے نے نہیں کہا تھا (اس لیئے میں نے پہلے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا) [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی ان میں سے ایک دوسرے سے (دنیاوی لحاظ سے) زیادہ مرتبہ والا تھا۔ بلند مرتبہ والے کو چھینک آئی اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہیں کہا حضورؐ نے اسے چھینک کا جواب نہ دیا پھر دوسرے کو چھینک آگئی اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تو حضورؐ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اس پر اس بلند درجے والے نے کہا مجھے آپ کے پاس چھینک آئی لیکن آپ نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور اسے چھینک آئی تو اس کی چھینک کا جواب دیا حضورؐ نے فرمایا اس نے (چھینکنے کے بعد) اللہ کا نام لیا تھا اس لیئے میں نے بھی اللہ کا نام لے دیا اور تم اللہ کو بھول گئے تو میں نے بھی تمہیں بھلا دیا [3]

حضرت ابوبُردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت اُمّ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھے مجھے چھینک آئی تو انہوں نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور حضرت اُمّ فضل کو چھینک آئی تو حضرت ابوموسیٰ نے ان کی چھینک کا جواب دیا۔ میں نے جاکر اپنی والدہ کو ساری بات بتائی۔ جب حضرت ابوموسیٰ میری والدہ کے پاس آئے تو میری والدہ نے ان کی خوب خبر لی اور فرمایا میرے بیٹے کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور حضرت اُمّ فضل کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا تو حضرت ابوموسیٰ نے میری

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۶) وقال الا باس بسندہ [2] اخرجہ الشیخان وابوداؤد والترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۴۵) [3] عند احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۵۸) رجال احمد رجال الصحیح غیر یعلی بن ابراہیم وہو ثقۃ مامون۔ اھ واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۶) والبیہقی وابن النجار وابن شاہین کما فی الکنز (ج ۵ ص ۵۷)

والدہ سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب مت دو اور میرے بیٹے کو چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہیں کہا اس لیئے میں نے اس کی چھینک کا جواب نہیں دیا اور حضرت اُمّ فضل کو چھینک آئی انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اس لیئے میں نے ان کی چھینک کا جواب دیا اس پر میری والدہ نے کہا تم نے اچھا کیا[1]

حضرت مکحول اَزدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مسجد کے کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اگر تم نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا ہے تو پھر یَرْحَمُکَ اللّٰہ[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو چھینک آتی اور کوئی انہیں یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہتا تو یہ اسے جواب میں کہتے یَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ وَغَفَرَ لَنَا وَلَکُمْ[3]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی اس آدمی نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو حضرت ابن عمرؓ نے اس سے کہا تم نے کنجوسی سے کام لیا جب تم نے اللہ کی تعریف کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود بھیج دیتے۔ حضرت ضحاک بن قیس یشکری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی تو اس آدمی نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا اگر تم اس کے ساتھ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ ملا کر پورا کر دیتے تو زیادہ اچھا تھا[4] حضرت ابوجمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنا کہ جب وہ کسی کو چھینک کا جواب دیتے تو کہتے عَافَانَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ مِنَ النَّارِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ[5]

مریض کی بیمار پرسی کرنا اور اسے کیا کہنا چاہیئے

حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں درد تھا جس کی وجہ سے

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۷) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۶) [3] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۷) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۶) نحوہ [4] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۷) [5] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۳۵)

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میری بیمار پرسی فرمائی [1]

حضرت سَعدبن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَجَّۃُ الوَداع والے سال میں میں بہت زیادہ بیمار ہوگیا تھا جب حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو مَیں نے کہا میری بیماری زیادہ ہوگئی ہے اور مَیں مالدار آدمی ہوں اور میرا اور کوئی وارث نہیں ہے صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ حُضورؐ نے فرمایا نہیں۔ مَیں نے کہا آدھا مال صدقہ کر دوں؟ حُضورؐ نے فرمایا نہیں۔ ہاں تہائی مال صدقہ کر دو اور تہائی بھی بہت ہے تم اپنے وُرثا کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو بھی خرچہ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس پر تمہیں اللہ کی طرف سے اَجر ضرور ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے مُنہ میں ڈالو گے اس پر بھی اَجر ملے گا۔ مَیں نے کہا یا رسولَ اللہ! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اور مہاجرین تو آپ کے ساتھ مکّہ سے واپس چلے جائیں گے میں یہاں ہی مکّہ میں رہ جاؤں گا اور میرا اِنتقال یہاں مکّہ میں ہو جائے گا اور چونکہ میں مکّہ سے ہجرت کر کے گیا تھا تو میں اب یہ نہیں چاہتا کہ میرا یہاں اِنتقال ہو۔ حُضورؐ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی لمبی ہوگی (اور تمہارا اس مرض میں یہاں اِنتقال نہیں ہوگا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہوگا اور تمہاری عزّت میں اضافہ ہوگا اور تمہارے ذریعہ سے اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت فائدہ ہوگا اور دوسروں کا بہت نقصان ہوگا (چنانچہ عراق کے فتح ہونے کا یہ ذریعہ بنے) اے اللہ! میرے صحابہؓ کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (درمیان میں مکّہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکّہ میں موت دے کر) انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔ ہاں قابلِ رحم سَعد بن خَوْلہ ہے (کہ وہ مکّہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور اب یہاں فوت ہو گئے ہیں) ان کے مکّہ میں فوت ہونے کی وجہ سے حُضورؐ کو ان پر ترس آرہا تھا [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوگیا تو حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میری عیادت کے لئے تشریف لائے مَیں اس وقت بے ہوش تھا۔ حُضورؐ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے

---

[1] اخرجہ ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۲۴) [2] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۱۷۳) واللفظ لہ ومسلم (ج ۲ ص ۳۹) الا اربعۃ

افاقہ ہو گیا میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ حضورؐ تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کیا کروں؟ میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں؟ تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہو گئی[1]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے اس گدھے کے پالان پر فدک کی بنی ہوئی چادر پڑی ہوئی تھی اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے چلتے چلتے حضورؐ کا گزر ایک مجلس پر ہوا جس میں عبداللہ بن اُبی ابن سلُول بھی تھا ابھی تک عبداللہ نے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا اس مجلس میں مسلمان، مشرک، بُت پرست اور یہودی سب ملے جلے بیٹھے تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب آپؐ کی سواری کا گرد و غبار اس مجلس پر پڑا تو عبداللہ بن اُبی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی اور کہا ہم پر گرد و غبار نہ ڈالو۔ حضورؐ سلام کر کے وہاں کھڑے ہو گئے اور سواری سے نیچے اُتر کر انہیں اللہ کی دعوت دینے لگ گئے اور انہیں قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن اُبی نے کہا اے آدمی! جو آپ کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے کوئی بات زیادہ اچھی نہیں ہو سکتی لیکن آپ ہماری مجلسوں میں آ کر اپنی بات سنا کر ہمیں تکلیف نہ پہنچایا کریں آپ اپنے ٹھکانہ پر واپس جائیں اور ہم میں سے جو آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنا دیا کریں۔ حضرت ابن رواحہ نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں اور ہمیں اپنی بات سنایا کریں ہمیں یہ بہت پسند ہے۔ اس پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے ہی والے تھے اس لئے حضورؐ ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے پھر حضورؐ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس پہنچ گئے حضورؐ نے ان سے فرمایا اے سعد! ابوحُباب یعنی عبداللہ بن اُبی نے جو کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا؟ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اسے معاف کر دیں اور اس سے درگزر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرما دیا حالانکہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے (مدینہ کی) اس بستی والوں نے تو اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ اسے تاج پہنا کر اپنا سردار بنا لیں لیکن اتنے میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق

---

[1] اخرجہ البخاری فی صحیحہ (ج ۲ ص ۸۴۳) و اخرجہ فی الادب (ص ۵۷) مثلہ

لے کر آ گئے جس کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا بس اس وجہ سے اسے آپ سے حسد ہے اور آپ کی سیادت اس کے گلے تلے نہیں اتر رہی ہے آج جو کچھ آپ نے اسے کرتے دیکھا ہے وہ سب اسی غصہ اور حسد کی وجہ سے ہے[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی بیمار کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

ترجمہ "کوئی ڈر کی بات نہیں۔ انشاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہے" چنانچہ اسے بھی یہ کلمات کہے تو اس نے جواب میں کہا آپ سے پاکی کا ذریعہ کہہ رہے ہیں۔ بات ایسے نہیں ہے بلکہ یہ تو بہت تیز بخار ہے جو ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے اور یہ بخار تو اسے قبرستان دکھا کر چھوڑے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا تو پھر ایسے ہی ہی[2] چنانچہ وہ اسی بیماری (میں مر گیا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بہت تیز بخار ہو گیا چنانچہ میں ان دونوں حضرات کے پاس گئی اور میں نے کہا اے اباجان! آپ کیسے ہیں؟ اے بلالؓ! آپ کیسے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ کا جب بخار تیز ہوتا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

"ہر آدمی اپنے گھر والوں میں رہتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اللہ تمہاری صبح خیر و عافیت والی بنائے حالانکہ موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے" اور جب حضرت بلالؓ کا بخار اتر جاتا تو وہ (مکہ کو یاد کر کے) یہ شعر پڑھتے۔

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِيْ إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ

غور سے سنو! کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میں کوئی رات (مکہ) کی وادی میں گزاروں گا اذخر اور میرے ارد گرد (مکہ کا) گھاس اور جلیل گھاس ہوگا۔

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۴۵) [2] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۴۴)

اور کیا میں کسی دن مجنّہ کے چشموں پر اتروں گا اور کیا شامہ اور طفیل نامی (مکہ کے) پہاڑ مجھے نظر آئیں گے۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر یہ ساری بات بتائی تو حضورؐ نے دعا مانگی اے اللہ! ہمیں مکہ سے جتنی محبت ہے اتنی یا اس سے زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے اے اللہ! مدینہ کو صحت افزاء مقام بنا دے اور ہمارے لئے اس کے مُدّ اور صاع (دو پیمانوں میں) برکت ڈال دے اور اس کا بخار جُحفہ مقام پر منتقل کر دے[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے۔ پھر آپ نے پوچھا تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے پھر حضورؐ نے پوچھا تم میں سے آج کون کسی جنازہ میں شریک ہوا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں پھر آپ نے پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے۔ حضورؐ نے فرمایا جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا[2]

حضرت عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بھی مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اگر وہ صبح کو کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو شام تک اس کے لیئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے (اس عیادت کے بدلہ میں) جنت میں ایک باغ ملے گا اور اگر وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو اس کے لیئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ ملے گا[3] حضرت عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو ان سے حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا آپ عیادت کی نیت سے آئے ہیں یا صرف ملنے کے لیئے آئے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں۔ میں تو عیادت کی نیت سے آیا ہوں اس پر حضرت علیؓ نے پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا[4]

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۴۴) [2] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۵ ،) [3] اخرجہ ابن جریر والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۰) وقال قال الی البیہقی ہکذا رواہ اکثر اصحاب شعبۃ موقوفا وقد روی من غیر وجہ عن علی مرفوعا۔ انتہی وہکذا اخرجہ ابو داؤد عن عبداللہ بن نافع نحوہ موقوفا وقال اسند ہذا عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر وجہ صحیح [4] وہکذا اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت ابو فاختہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور پوچھا اے ابو موسیٰؓ! آپ عیادت کرنے آئے ہیں یا ملنے؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! نہیں۔ میں تو عیادت کرنے آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک خریف یعنی باغ عطا فرماتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے پوچھا اے امیرالمومنین! خریف کسے کہتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا خریف پانی کی وہ نالی ہے جس سے کھجوروں کے باغ کو پانی دیا جاتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ تم حسنؓ کی عیادت کرنے آئے ہو حالانکہ تمہارے دل میں (میرے بارے میں) بہت کچھ ہے۔ حضرت عمروؓ نے ان سے کہا آپ میرے رب تو ہیں نہیں کہ جدھر چاہیں اُدھر میرے دل کو پھیر دیں (بس اللہ ہی نے میرے دل میں ایسی رائے ڈالی ہے جو آپ کی رائے کے خلاف ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا اس سب (اختلاف رائے) کے باوجود ہم آپ کو آپ کے فائدے کی بات ضرور بتائیں گے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیج دیتے ہیں دن میں جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے شام تک وہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور رات کو جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے صبح تک وہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔[2]

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ (کوفہ کے محلہ) کندہ میں کسی بیمار کی عیادت کرنے گئے۔ اس کے پاس جا کر انہوں نے کہا تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ مومن کی بیماری کو اس کے گناہوں کے مٹنے کا اور اس سے اللہ کے راضی ہونے کا ذریعہ بناتے ہیں اور فاجر و بدکار کی بیماری تو ایسی ہے کہ جیسے اونٹ کو اس کے گھر والوں نے

---

[1] اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۹۱) [2] اخرجہ احمد ایضا (ج ۱ ص ۹۷) واخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۳ ص ۳۱) ورجال احمد ثقات۔

باندھ دیا پھر اسے کھول دیا۔ اونٹ کو کچھ پتہ نہیں کہ اسے کیوں باندھا تھا اور اسے کیوں چھوڑا ہے ؟[1]

حضرت سعید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ایک دوست کی عیادت کرنے گیا جو کہ قبیلہ کندہ کا تھا۔ ان سے حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر اسے عافیت عطا فرماتے ہیں اس سے اس کے زمانۂ ماضی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ زمانہ میں وہ اللہ کی رضا کا طالب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فاجر بندے کو بھی کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں پھر سے عافیت عطا فرماتے ہیں لیکن وہ اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے گھر والوں نے پہلے باندھا تھا پھر اسے کھول دیا اس اونٹ کو کچھ خبر نہیں کہ گھر والوں نے اسے کیوں باندھا تھا پھر اسے کیوں چھوڑا تھا۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا حال ہے ؟ اور جب اس کے پاس سے کھڑے ہونے لگتے تو فرماتے خَارَ اللّٰہُ لَکَ اللہ تمہیں خیر عطا فرمائے۔[3] حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کرنے گئے ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گھر میں ایک عورت تھی جسے ان کا ایک ساتھی دیکھنے لگا تو اس سے حضرت عبداللہ نے کہا اگر تیری آنکھ پھوٹ جاتی تو یہ تیرے لئے (نا محرم کو دیکھنے سے) زیادہ بہتر تھا۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ اگر اس کی موت میں کچھ دیر ہے تو وہ آدمی ضرور ٹھیک ہو جاتا۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے اَذْہِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشَافِیَ اِلَّا اَنْتَ[6] ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔[7]

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۷)، [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۶) [3] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۸)، [4] اخرجہ البخاری ایضا (ص ۸۷) [5] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۹)، [6] اخرجہ ابن ابی شیبۃ ورواہ احمد والترمذی وقال حسن غریب والدورقی وابن جریر وصححہ [7] کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے لَابَأْسَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَايَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَاشَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھتے جہاں تکلیف ہوتی اور یہ دعا پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ لَابَأْسَ [3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے تشریف لائے جب آپ باہر جانے لگے تو فرمایا اے سلمانؓ! اللہ تمہاری بیماری کو دور کر دے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور تمہیں دین میں اور جسم میں مرتے دم تک عافیت نصیب فرمائے [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو حضورؐ یہ دعا پڑھتے اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا [5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ حفاظت کی دعا کرتے اور پچھلی حدیث والے کلمات ذکر کیے اور آگے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مرض الوفات میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ ہوگئی تو میں حضورؐ کا ہاتھ لے کر حضورؐ کے جسم پر پھیرنے لگی اور یہی کلمات پڑھنے لگی حضورؐ نے اپنا ہاتھ مجھ سے کھینچ لیا اور فرمایا اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھے رفیق (اعلیٰ یعنی اپنے آپ) سے ملا دے۔ یہ حضورؐ کا آخری کلام تھا جو میں نے حضورؐ سے سنا [6]

---

[1] عند ابن مردویہ وابی علی الحداد فی معجمہ [2] عند ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۱) [3] اخرجہ ابو یعلیٰ قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۹۹) رجالہ موثقون [4] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عمرو بن خالد القرشی وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۹۹) [5] اخرجہ البخاری فی صحیحہ (ج ۲ ص ۸۴۷) [6] اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۴)۔

اندر آنے کی اجازت مانگنا

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام فرماتے تو تین دفعہ فرماتے (یعنی اجازت مانگنے کے لئے گھر سے باہر تین دفعہ سلام زور سے فرماتے اجازت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ باہر سے واپس چلے جاتے یا مطلب یہ ہے کہ جب مجمع زیادہ ہوتا تو سارے مجمع کو سنانے کے لئے حضورؐ تین دفعہ سلام فرماتے دائیں طرف اور بائیں طرف اور سامنے یا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ جب کسی کو ملنے اس کے گھر جاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے ایک اجازت لینے کے لئے اور دوسرا اندر جاتے وقت اور تیسرا واپسی کے وقت) اور جب کوئی اہم بات فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے (تاکہ کم سے کم سمجھ والا بھی بات سمجھ جائے)۔[1]

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ملنے کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے چنانچہ حضورؐ نے (اجازت کے لئے باہر سے) فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ میرے والد نے (حضورؐ کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا۔ میں نے کہا کیا آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دینا نہیں چاہتے؟ انہوں نے کہا ذرا حضورؐ کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو حضورؐ نے پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (میرے والد) حضرت سعدؓ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ! اور اس کے بعد حضورؐ واپس چل پڑے۔ حضرت سعد حضورؐ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ سے جواب دیا ہے بس آہستہ اس لئے جواب دیا تاکہ آپ ہمیں بار بار سلام کریں۔ چنانچہ حضورؐ ان کے ساتھ واپس آئے۔ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کے لئے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضورؐ نے غسل کیا پھر حضرت سعدؓ نے حضورؐ کو زعفران یا وَرس (خوشبودار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضورؐ نے اوڑھ لیا پھر حضورؐ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندانِ سعدؓ پر نازل فرما۔ پھر حضورؐ نے کچھ کھانا نوش فرمایا۔ پھر جب حضورؐ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے حضورؐ کے سامنے ایک گدھا پیش کیا جس پر ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے کہا اے قیس! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ میں ساتھ چل

---

[1] اخرجہ البخاری فی صحیحہ (ج ۲ ص ۹۲۳)

پڑا حضورؐ نے مجھ سے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ میں نے انکار کیا حضورؐ نے فرمایا یا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ اس پر میں واپس چلا گیا [۱]

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے بنو عامر کے ایک آدمی نے یہ قصہ سنایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کیا میں اندر آجاؤں؟ حضورؐ نے باندی سے فرمایا باہر جا کر اس آدمی سے کہو کہ وہ یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آجاؤں؟ اس نے اندر آنے کی اجازت لینے میں اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ میں نے حضورؐ کی یہ بات باہر سے سن لی اور باندی کے باہر آنے سے پہلے ہی میں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آجاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ اندر آجاؤ۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی [۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانے میں تھے کہ حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا عمرؓ اندر آجائے [۳] خطیب نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا عمرؓ اندر آجائے [۴]؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی پھر حضورؐ نے مجھے اجازت دی [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر ہمیں بلایا ہم لوگ آئے اور ہم نے اجازت مانگی [۶]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت لینے کے لیئے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا حضورؐ نے فرمایا ان کے لیئے (دروازہ) کھول دو [۷]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اندر

---

[۱] عند ابی داؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) [۲] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۵۸) واخرجہ ایضا ابو داؤد کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) [۳] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ [۴] اخرجہ ابو داؤد والنسائی عن عمر رضی اللہ عنہ نحوہ والخطیب واللفظ والترمذی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۱) [۵] اخرجہ البیہقی قال البیہقی حسن غریب کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۱) [۶] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۵) رجالہ رجال الصحیح غیر اسحاق بن اسرائیل وہو ثقۃ [۷] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۵) وفیہ ضرار بن صرد وہو ضعیف۔

آنے کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت مت مانگو۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے میں آکر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اشارہ فرمایا ذرا پرے ہٹ جاؤ (میں پرے ہٹ گیا) اور پھر آکر میں نے اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا اجازت لینے کی ضرورت تو صرف نگاہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حجرہ میں جھانکا (حضورؐ نے دیکھ لیا) حضورؐ ایک تیر یا کئی تیر کے پھل لے کر اس کی طرف کھڑے ہو کر لپکے میں آپ کو دیکھ رہا تھا کہ گویا آپ اسے اچانک چوکے مارنے کے لیے موقع تلاش کر رہے تھے [2]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ میں سے جھانکا اس وقت حضورؐ کے ہاتھ میں ایک کنگھی تھی جس سے آپؐ سر کھجا رہے تھے جب حضورؐ نے اسے (جھانکتے ہوئے) دیکھ لیا تو فرمایا اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں یہ کنگھی تمہاری آنکھ میں مار دیتا۔ نگاہ کی وجہ سے ہی اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہ ملی آخر میں واپس آگیا حضرت عمرؓ نے (حضرت ابو موسیٰؓ کو بلایا اور) فرمایا آپ اندر کیوں نہیں آگئے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس آگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیئے کہ وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمہیں اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے؟ حضرت ابیؓ نے فرمایا (ہم سب نے حضورؐ سے یہ حدیث سنی ہے اس لیئے) آپ کو یہ حدیث سنانے کے لیئے ہم لوگوں میں سے سب سے کم عمر آدمی ہی کھڑا ہو گا۔ میں سب سے چھوٹا تھا میں نے کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی [4] حضرت عُبید بن عُمیر راوی نے حضرت عمرؓ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ حضورؐ

---

[1] اخرجہ الطبرانی ورجال الروایۃ الثانیۃ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۴) [2] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۹۲۲)
[3] عندہ ایضا (ج ۲ ص ۱۰۲۰) [4] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۹۲۳)

کی یہ بات مجھ سے واقعی چھپی رہی۔ بس بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا۔[1]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تین مرتبہ اجازت مانگی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں واپس چل پڑا۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا (میں آگیا) تو مجھ سے فرمایا اے اللہ کے بندے! آپ کو میرے دروازے پر انتظار کرنا بڑا مشکل لگا آپ کو معلوم ہونا چاہیئے لوگوں کو آپ کے دروازے پر انتظار کرنا ایسے ہی مشکل لگتا میں نے کہا (نہیں میں اس وجہ سے واپس نہیں گیا) بلکہ میں نے آپ سے تین دفعہ اجازت مانگی تھی جب نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے؟ (کہ تین دفعہ میں اجازت نہ ملے تو آدمی واپس چلا جائے) میں نے کہا میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو بات ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو وہ آپ حضورؐ سے سن لیں؟ اگر آپ اس پر گواہ نہ لائے تو میں آپ کو عبرتناک سزا دوں گا۔ میں وہاں باہر آیا اور چند انصار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے پاس آیا میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا اس میں کسی کو شک ہے؟ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کی بات بتائی تو انہوں نے کہا آپ کے ساتھ ہمارا سب سے کم عمر آدمی ہی جائے گا اس پر میرے ساتھ حضرت ابو سعید خدری یا حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور وہاں جا کر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ملنے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے وہاں پہنچ کر حضورؐ نے سلام کیا لیکن حضورؐ کو (اندر آنے کی) اجازت نہ ملی پھر حضورؐ نے دوبارہ سلام کیا پھر تیسری مرتبہ سلام کیا لیکن حضورؐ کو اجازت نہ ملی تو حضورؐ نے فرمایا جو ہمارے ذمہ تھا وہ ہم نے کر دیا اس کے بعد حضورؐ واپس آگئے۔ پیچھے سے حضرت سعدؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! آپ نے جتنی دفعہ سلام کیا میں نے ہر مرتبہ آپ کا سلام سنا اور میں نے ہر دفعہ جواب دیا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو بار بار سلام کریں (اس لئے میں آہستہ جواب دیتا رہا) اس پر حضرت ابو موسیٰ نے کہا اللہ کی قسم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں پوری امانت داری سے کام لینے والا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (میں آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہوں) لیکن میں نے چاہا کہ (مزید اطمینان کے لئے) اچھی طرح سے اس کی تحقیق ہو جائے۔[2]

---

[1] عندہ ایضا (ج ۲ ص ۹۲۰) [2] عند البخاری ایضا فی الادب المفرد۔

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی ایک باندی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور اس نے (دروازے پر پہنچ کر) کہا کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں وہ واپس چلی گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے بلاؤ اور اسے کہو کہ وہ (اجازت لینے کے لئے) یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آجاؤں؟[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اسلم! میرے دروازے پر پہرہ دیا کرو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ لینا۔ ایک دن انہوں نے میرے جسم پر نئے کپڑے دیکھے تو پوچھا یہ کپڑے تمہیں کہاں سے مل گئے؟ میں نے کہا حضرت عُبَیْدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عبیداللہؓ سے تو لے لیا کرو اور کسی سے ہرگز نہ لینا۔ پھر میں ایک دن دروازہ پر کھڑا (پہرہ دے رہا) تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اندر چلا جاؤں۔ میں نے کہا امیر المومنین کچھ دیر کے لئے مشغول ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے کانوں کے پیچھے مارا کہ میری چیخ نکل گئی۔ میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گیا انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا حضرت زبیرؓ نے مجھے مارا ہے اور ان کی ساری بات حضرت عمرؓ کو بتادی۔ اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے اللہ کی قسم! میں زبیرؓ کو دیکھ لوں گا پھر فرمایا انہیں اندر بھیج دو۔ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کے پاس اندر بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے اس غلام کو کیوں مارا؟ حضرت زبیرؓ نے کہا یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم لوگوں کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا اس سے پہلے اس نے کبھی میرے دروازے سے آپ کو واپس کیا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو اگر اس نے آپ سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر انتظار کرلیں کیونکہ امیر المومنین ذرا مشغول ہیں تو آپ انتظار کر لیتے اور مجھے معذور سمجھ لیتے۔ اللہ کی قسم! جب کسی درندہ کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اسے کھا جاتے ہیں (آپ نے اسے مارا ہے تو دوسرے بھی مارنے لگ جائیں گے)۔[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے انہیں اجازت دے دی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اسے روک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ اسے کنگھی

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۱) [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۱)

کرنے دو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ میرے پاس پیغام بھیج دیتے تو خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ ضرورت تو مجھے ہے (اس لئے مجھے ہی آنا چاہیئے تھا)[1]

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد ہم لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے ہمیں اجازت دے دی اور اپنی بیوی پر ایک چادر ڈال دی اور فرمایا میں نے اسے پسند نہ کیا کہ تم لوگوں سے انتظار کرواؤں[2]

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ اپنی والدہ کے پاس جانے لگا تو والد صاحب (کمرے کے) اندر داخل ہو گئے میں بھی ان کے پیچھے اندر جانے لگا تو وہ میری طرف مڑے اور اس زور سے میرے سینے پر مارا کہ میں سُرین کے بل گر گیا پھر فرمایا کیا تم اجازت لیئے بغیر اندر آرہے ہو؟[3]

حضرت مُسلم بن نذیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی اور اندر جھانک کر کہا کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت حُذیفہؓ نے فرمایا تیری آنکھ تو اندر آچکی ہے ہاں تیری سُرین ابھی اندر نہیں آئی اور ایک آدمی نے کہا کیا میں اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں؟ حضرت حُذیفہؓ نے فرمایا اگر والدہ سے اجازت نہ لوگے (تو کبھی تم اپنی والدہ کو ایسی حالت میں دیکھو گے جو تمہیں بالکل اچھی نہ لگے گی[4]

حضرت ابو سُوَید عَبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں گئے اور جا کر ہم ان کے دروازے پر بیٹھ گئے تاکہ ہمیں اندر جانے کی اجازت مل جائے جب اجازت ملنے میں دیر ہو گئی تو میں کھڑے ہو کر دروازے کے سوراخ سے اندر دیکھنے لگ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ کو اس کا پتہ چل گیا۔ جب انہوں نے ہمیں اجازت دے دی تو ہم اندر جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا ابھی تم میں سے کون میرے گھر میں جھانک رہا تھا؟ میں نے کہا میں۔ انہوں نے فرمایا تم نے میرے گھر میں جھانکنا کس وجہ سے جائز سمجھا؟ میں نے کہا اجازت ملنے میں دیر ہو رہی تھی اس لیئے میں نے دیکھ لیا مستقل دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا پھر ساتھیوں نے ان سے کئی باتیں پوچھیں۔ میں نے کہا

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۸۹)، [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۶) والرجل لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح [3] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۵۵)، وصحح سندہ الحافظ فی الفتح (ج ۱۱ ص ۲۰)
[4] اخرجہ البخاری ایضا (ص ۱۵۹)

اے ابو عبدالرحمٰن! آپ جہاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جو جہاد کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا[1]

مُسلمان سے اللہ کے لئے محبّت کرنا

حضرت بُراء بن عَازِب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حُضورؐ نے پوچھا کہ اسلام کا کون سا دستہ سب سے زیادہ مضبوط ہے؟ صحابہؓ نے کہا نماز۔ حُضورؐ نے فرمایا نماز بہت اچھی چیز ہے لیکن جو میں پوچھ رہا ہوں وہ یہ نہیں ہے۔ صحابہؓ نے کہا رَمضان کے روزے۔ حُضورؐ نے فرمایا روزہ بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ صحابہؓ نے کہا جہاد۔ حُضورؐ نے فرمایا جہاد بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ چیز نہیں ہے پھر فرمایا ایمان کا سب سے مضبوط کڑا یہ ہے کہ تم اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے بُغض رکھو[2]۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ کسی نے کہا جہاد۔ حُضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بُغض رکھنا ہے[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صرف مُتّقی آدمی سے محبت کیا کرتے تھے[4]

حضرت عثمان بن اَبی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو آدمی ایسے ہیں کہ جب حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہوا تو حُضورؐ کو ان دونوں سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما[5]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے تھے اور اس لشکر میں حُضورؐ کے عام صحابہؓ ہوتے تھے تو کسی نے حضرت عمروؓ سے کہا حُضورؐ آپ کو امیر بناتے تھے اور اپنے قریب کرتے تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے حضرت عمروؓ

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۴۴) وابو الاسود و برکۃ بن یعلی التیمی لم اعرفہما۔ [2] اخرجہ احمد وفیہ لیث بن ابی سلیم وضعفہ الاکثر [3] عند احمد ایضا وفیہ رجل لم یسم وعند ابی داؤد طرف منہ کذا فی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۹۰) [4] اخرجہ ابو یعلی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۷۴) [5] اخرجہ ابن عساکر۔

نے کہا حضورؐ واقعی مجھے امیر بنایا کرتے تھے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضورؐ اس طرح میرا دل لگانے کے لیئے فرماتے تھے یا واقعی حضورؐ کو مجھ سے محبت تھی لیکن میں تمہیں ایسے دو آدمی بتاتا ہوں کہ جب حضورؐ کا انتقال ہوا اس وقت حضورؐ کو ان سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم [1] ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! یہ (عمار بن یاسر) جنگِ صفین کے دن آپ لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ حضرت عمروؓ نے کہا آپ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں واقعی وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے تھے [2]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر) بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اندر جانے کی اجازت لینے آئے اور یوں کہا اے اُسامہؓ! اندر جا کر حضورؐ سے ہمارے لیئے اجازت لے آؤ۔ میں نے اندر جا کر کہا یا رسولَ اللہ! حضرت علیؓ اور حضرت عباس اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دونوں کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے انہیں اندر بھیج دو۔ ان دونوں نے اندر آکر عرض کیا یا رسولَ اللہ! ہم آپ سے یہ پوچھنے آئے ہیں آپ کو اپنے رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا فاطمہ بنتِ محمدؐ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کے گھر والوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے اور وہ ہے اُسامہ بن زیدؓ۔ ان دونوں حضرات نے کہا ان کے بعد کون؟ حضورؐ نے فرمایا پھر علی بن ابی طالبؓ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا یا رسولَ اللہ! آپ نے اپنے چچا کو تو سب سے آخر میں کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا علیؓ نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے (اور ہمارے ہاں درجہ دین کی محنت کے مطابق ملتا ہے) [3]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسولَ اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اس آدمی نے پوچھا اور مردوں میں سے کون؟ حضورؐ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اس آدمی نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا ابوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ [4]

---

[1] عند ابن عساکر ایضاً کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۸) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۸۸) [3] اخرجہ الطیالسی والترمذی وصحّحہ والرویانی والبغوی والطبرانی والحاکم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [4] عند ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۵۱)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے کہا میں مردوں میں سے پوچھ رہا ہوں حضورؐ نے فرمایا ان کے والد[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا۔ پاس بیٹھے ہوئے اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس آدمی سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے کہا نہیں حضورؐ نے فرمایا اسے بتا دو۔ چنانچہ وہ صاحب اس کے پیچھے گئے اور اسے کہا میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس آدمی نے جواب میں دعا دی اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ جس ذات کی وجہ سے تم نے مجھ سے محبت کی وہ تم سے محبت کرے[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضورؐ کے پاس آکر سلام کیا اور پھر واپس چلا گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس آدمی سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے یہ بات بتا دی ہے؟ میں نے کہا نہیں حضورؐ نے فرمایا یہ بات اپنے بھائی کو بتا دو۔ چنانچہ میں اسی وقت وہاں سے چل پڑا اور جا کر اسے سلام کیا پھر میں نے اس کا کندھا پکڑ کر کہا اللہ کی قسم! میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اس نے کہا میں بھی آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اور میں نے کہا اگر حضورؐ مجھے اس کا حکم نہ دیتے تو میں یہ (بتانے کا) کام نہ کرتا[3]

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ان کو یہ بات بتا دی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں بتا دو۔ پھر جب میری حضرت ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا مجھے آپ سے اللہ کے لئے محبت ہے۔ انہوں نے جواب میں مجھے یہ دعا دی اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ پھر میں نے واپس آکر حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی

---

[1] عند ابن سعد (ج ۸ ص ۶۷) [2] اخرجہ ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۷) واخرجہ ابن عساکر وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ وابونعیم عن الحارث بنحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۴۲) [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۲) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہما رجال الصحیح غیر الازرق بن علی وحسان بن ابراہیم وکلاہما ثقۃ۔

محبت کے بتلانے میں بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا تو حضرت ابن نے فرمایا یہ آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو عباس! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (کیونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اگر تمہیں کسی سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ اسے بھی تم سے ہے)[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی مجھ سے ملے اور پیچھے سے میرا کندھا پکڑ کر انہوں نے کہا غور سے سنو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے جواب میں یہ دعا دی اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ پھر انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے بتا دے اگر حضورؐ نے یہ نہ فرمایا ہوتا تو میں تمہیں نہ بتاتا۔ پھر مجھے وہ شادی کا پیام دینے لگے اور یوں کہا دیکھو ہمارے ہاں ایک لڑکی ہے (اور تو اس میں بہت خوبیاں ہیں بس ایک خرابی ہے کہ) وہ کانی ہے (یعنی اس کا عیب بھی بتا دیا تاکہ معاملہ صاف رہے)۔[3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے بغض رکھو اور اللہ کے لئے دوستی کرو اور اللہ کے لئے دشمنی کرو۔ کیونکہ اللہ کی دوستی اور قرب صرف ان ہی صفات سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جب تک آدمی ایسا نہیں بن جائے گا وہ چاہے کتنی نمازیں پڑھ لے اور چاہے کتنے روزے رکھ لے ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ اب تو لوگوں کا بھائی چارہ صرف دنیاوی امور کی وجہ سے رہ گیا ہے۔[4]

مسلمان سے بات چیت چھوڑ دینا اور تعلقات ختم کر لینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں زاد بھائی حضرت طفیل کے بیٹے حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کچھ بیچا یا کچھ ہدیہ میں دیا

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۲) وفیہ من لم اعرفہم [2] اخرجہ ابو یعلی وفیہ محمد بن قدامہ شیخ ابی یعلی ضعفہ الجمہور ووثقہ ابن حبان وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۷۵) [3] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۸۰) [4] اخرجہ الطبرانی وفیہ لیث بن ابی سلیم والاکثر علی ضعفہ کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۹۰)

تو ان کو پتہ چلا کہ (ان کے بھانجے) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم! (یوں کھلا خرچ کرنے سے) یا تو حضرت عائشہؓ از خود رُک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا کر انہیں روک دُوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا حضرت عبداللہ نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں اللہ کے لئے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ جب (بات چیت چھوڑے ہوئے) کافی دن ہو گئے تو حضرت ابن زبیرؓ نے کسی کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ابن زبیرؓ کے بارے میں نہ تو کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب حضرت ابن زبیرؓ نے دیکھا کہ بہت زیادہ عرصہ گزر گیا ہے تو انہوں نے قبیلہ بنی زُہرہ کے حضرت مِسوَر بن مَخرَمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن اَسوَد بن عَبدِ یَغُوث رضی اللہ عنہما سے بات کی اور ان سے کہا میں آپ دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس ضرور لے جائیں کیونکہ مجھ سے قطع تعلق کر لینے کی نذر ماننا حضرت عائشہؓ کے لئے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اپنی چادروں میں لپٹے ہوئے حضرت ابن زبیرؓ کو لے کر آئے اور حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی اور یوں کہا السَّلامُ عَلَیکِ ورحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا آجاؤ۔ ان حضرات نے کہا کیا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں سب آجاؤ۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں جب یہ حضرات اندر آئے تو حضرت ابن زبیرؓ پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہؓ سے لپٹ گئے اور انہیں اللہ کا واسطہ دے کر رونے لگ گئے اور حضرت مِسوَر اور حضرت عبدالرحمٰن بھی انہیں واسطہ دینے لگے کہ وہ ابن زبیرؓ سے ضرور بات کریں اور ان کے عذر کو قبول کر لیں اور یوں کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کسی مسلمان سے قطع تعلق کر لینے سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ جب ان حضرات نے (صلہ رحمی اور معاف کرنے کے) فضائل بار بار یاد دلائے اور مسلمان سے قطع تعلق کر لینے کی مُمانعت کا بار بار ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ ان دونوں کو سمجھانے لگیں اور رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نے نذر مان رکھی ہے اور نذر کو توڑنا بہت سخت ہے لیکن وہ دونوں حضرات اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن زبیرؓ سے بات کر ہی لی اور اپنی قسم کے توڑنے کے کفّارے میں چالیس غلام آزاد کیے اور جب انہیں اپنی یہ قسم یاد آتی تو اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے گیلا ہو جاتا[1]

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۸۹۷) واخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۵۹) عن عوف بن الحارث بن الطفیل نحوہ۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے تھی (کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اس بھانجے کی تربیت خود کی تھی) اور وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ جو کچھ بھی آتا تھا وہ سارے کا سارا صدقہ کر دیتی تھیں کچھ بچا کر نہیں رکھتی تھیں۔ اس پر حضرت ابن زبیرؓ نے کہا حضرت عائشہؓ کے ہاتھوں کو اتنا زیادہ خرچ کرنے سے روکنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی حضرت ابن زبیرؓ (بہت پریشان ہوئے اور) انہوں نے قریش کے بہت سے آدمیوں کو اور خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہیال والوں کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی کی سفارش قبول نہ کی آخر حضورؐ کے ننہیال میں سے قبیلہ بنو زہرہ کے حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن زبیرؓ سے کہا جب ہم اجازت لے کر اندر جانے لگیں تو تم پردہ کے اندر چلے جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا (آخر حضرت عائشہؓ ان سے راضی ہوگئیں اور انہوں نے اپنی قسم توڑ دی) پھر حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دس غلام بھیجے جنہیں حضرت عائشہؓ نے (قسم توڑنے کے کفارے میں) آزاد کر دیا اور بعد میں بھی اور غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے اور فرمایا (چالیس غلام آزاد کر کے بھی اطمینان نہیں ہو رہا ہے اس لیئے) اچھا تو یہ تھا کہ میں نذر میں اپنے ذمہ کوئی عمل مقرر کر لیتی تاکہ اب اسے کر کے میں مطمئن ہو جاتی (مثلاً یوں کہتی اگر میں ابن زبیرؓ سے بات کروں تو دو غلام آزاد کروں گی تو اب دو آزاد کر کے میں مطمئن ہو جاتی میں نے تو صرف یہ کہا کہ میں نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیرؓ سے بات نہیں کروں گی اور اس میں عمل کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی[1]

آپس میں صلح کرانا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبا والے آپس میں لڑ پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا آؤ چلیں ان کی صلح کرائیں[2]

---

[1] اخرجہ البخاری ایضاً فی الصحیح (ج ۱ ص ۲۹۷) [2] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۳۷۱)

حضرت سہل کی ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو عمرو بن عوف کا آپس میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہؓ کو لے کر ان میں صلح کرانے تشریف لے گئے آگے اور بھی مضمون ہے[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن اُبی کے پاس تشریف لے جائیں تو یہ بہت مناسب ہوگا۔ چنانچہ حضورؐ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ راستہ کی زمین شور یلی تھی جب حضورؐ اس کے پاس پہنچے تو اس (بدبخت) نے کہا آپ مجھ سے دُور رہیں اللہ کی قسم! آپ کے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس پر ایک انصاری نے کہا اللہ کی قسم! حضورؐ کا گدھا تم سے زیادہ اچھی خوشبو والا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی قوم کے ایک آدمی کو غصہ آگیا اور ان دونوں میں گالم گلوچ شروع ہو گئی اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھیوں کو غصہ آگیا یہاں تک کہ وہ چھڑیوں ہاتھوں اور جوتوں سے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں پھر یہ خبر ملی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔

(سورت حجرات آیت ۹)

ترجمہ" اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو"[2] اور بیمار کی بیمار پرسی کے عنوان کے ذیل میں امام بخاری کی یہ حدیث حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکی ہے کہ اس پر مسلمان مشرکین اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے والے ہی تھے اس لیے حضورؐ ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَوس اور خزرج انصار کے دو قبیلے تھے اور زمانۂ جاہلیت میں ان میں آپس میں بڑی دشمنی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو یہ ساری دشمنی جاتی رہی اور اللہ نے ان کے دلوں میں اُلفت پیدا فرما دی۔ ایک دفعہ یہ حضرات اپنی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اَوس کے ایک آدمی نے ایسا شعر پڑھا جس میں خزرج کی بُرائی کا ذکر تھا تو جواب میں خزرج کے ایک آدمی نے اَوس کی بُرائی والا شعر پڑھ دیا وہ دونوں باری باری ایسے اشعار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے

---

[1] عند البخاری ایضاً (ص ۳۷۰) [2] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۳۷۰)

ہتھیار لے کر لڑنے کے لئے چل دیئے۔ یہ خبر حضورؐ تک پہنچی اور اس بارے میں وحی بھی نازل ہوئی آپ جلدی سے تشریف لائے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں (تاکہ آسانی سے تیز چل سکیں) جب آپ نے ان کو دیکھا تو اونچی آواز سے یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورت آل عمران آیت ۱۰۲)

ترجمہ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا" آپ نے مزید اور آیات بھی پڑھیں۔ ان آیات کو سنتے ہی ان حضرات نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے[1]

مسلمان سے سچا وعدہ کرنا

حضرت ہارون بن رِیَاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا فلاں آدمی کو تلاش کرو کیونکہ میں نے اس سے اپنی بیٹی (کی شادی کرنے) کا ایک قسم کا وعدہ کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اللہ سے میری ملاقات اس حال میں ہو کہ نفاق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یعنی وعدہ خلافی مجھ میں ہو اس لئے میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی ہے[2]

مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی ایک مجلس کے پاس سے گزرا اس آدمی نے سلام کیا جس کا اس مجلس والوں نے جواب دیا جب وہ ان لوگوں سے آگے چلا گیا تو مجلس کے ایک آدمی نے کہا مجھے تو یہ آدمی بالکل پسند نہیں ہے۔ مجلس کے دوسرے لوگوں نے کہا چپ کرو اللہ کی قسم! ہم تمہاری یہ بات اس آدمی کو ضرور بتائیں گے۔ اے فلانے! جاؤ اور اس اس نے جو کہا ہے وہ اسے بتا دو (چنانچہ اس نے جا کر اس آدمی کو یہ بات بتا دی اس پر) اس آدمی نے جا کر حضورؐ کو ساری بات بتا دی اور اس آدمی نے جو کہا تھا وہ بھی بتا دیا اور یوں کہا یا رسول اللہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۸۰) رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ غسان بن الربیع و ہو ضعیف۔ اھ

[2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۵۹)

آپ اسے آدمی بھیج کر بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ مجھ سے کیوں بُغض رکھتا ہے۔ چنانچہ (اس آدمی کے آنے پر) حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تم اس آدمی سے کیوں بُغض رکھتے ہو؟ اس آدمی نے کہا یارسولُ اللہ! مَیں اس کا پڑوسی ہوں اور مَیں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ مَیں نے اسے کبھی نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس یہی (فرض) نماز ہی پڑھتا ہے جسے نیک و بَد ہر ایک پڑھتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا ذرا اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مَیں نے نماز کا وضو ٹھیک نہ کیا ہو یا نماز کو بے وقت پڑھا ہو؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یارسولُ اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ مَیں نے اسے کبھی کسی مسکین کو کھانا کھلاتے ہوئے (یعنی نفلی صدقہ کرتے ہوئے) نہیں دیکھا بس یہ تو صرف زکوٰۃ ادا کرتا ہے جو نیک و بَد ہر ایک ادا کر ہی لیتا ہے دوسرے آدمی نے کہا یارسولُ اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے مجھے کسی سائل کو منع کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضورؐ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یارسولُ اللہ! مَیں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں میں نے اسے کبھی نفلی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس (رمضان کے) مہینے کے ہی روزے رکھتا ہے جنہیں نیک و بَد ہر ایک رکھ ہی لیتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا یارسولُ اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ میں بیمار بھی نہ ہوں اور سفر پر بھی نہ ہوں اور پھر میں نے اس دن روزہ نہ رکھا ہو؟ حضورؐ نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ اس پر حضورؐ نے اس سے فرمایا میرے خیال میں تو یہ آدمی تم سے بہتر ہے (کیونکہ تم میں کدورت ہے اور اس میں نہیں ہے)[1]

مسلمان کی تعریف کرنا اور تعریف کی کونسی صورت اللہ کو ناپسند ہے

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو لَیث کے ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر تین مرتبہ عرض کیا یارسول اللہ! مَیں آپ کو شعر سنانا چاہتا ہوں (آخر چوتھی مرتبہ میں حضورؐ نے اجازت دے دی) تو انہوں نے حضورؐ کو وہ اشعار

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۷۰)

سنائے جن میں حضورؐ کی تعریف تھی سن کر حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی شاعر اچھے شعر کہتا ہے تو تم نے بھی اچھے شعر کہے ہیں [1]

حضرت خلّاد بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گیا انہوں نے میرے منہ پر میری تعریف کی اور یوں کہا کہ میں نے آپ کے منہ پر آپ کی تعریف اس لیے کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے (کیونکہ تعریف سے وہ پھولے گا نہیں بلکہ اس کا اعمال پر یقین بڑھے گا کہ نیک اعمال کی وجہ سے لوگ تعریف کر رہے ہیں) [2]

حضرت مطرّف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا یہ قصہ بیان کیا کہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا ہم نے عرض کیا آپ ہمارے سردار ہیں حضورؐ نے فرمایا (حقیقی) سردار تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا آپ فضیلت میں ہم سب سے بڑے ہیں اور ہم سب سے زیادہ سخی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو بلکہ اس میں بھی کچھ کمی کر و تو اچھا ہے شیطان تم پر غلبہ پا کر تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے (ان لوگوں کے مبالغہ پر حضورؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا) رزین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس جیسی روایت نقل کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو درجہ مجھے عطا فرمایا ہے تم مجھے اس سے بڑھاؤ، میں محمد بن عبداللہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اس پر آپ نے فرمایا تم میرے بارے میں وہ کہو جو میں تمہیں بتلاتا ہوں تاکہ شیطان تمہیں صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے مجھے اسی درجہ پر رکھو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں [4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۱۹) وفیہ راوٍ لم یسم وعطاء بن السائب اختلط [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۱۹) وفیہ ابن لہیعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات [3] اخرجہ ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۵۰) [4] عند ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۲) واخرجہ احمد عن انس نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۴)

آدمی کی تعریف کی تو حضورؐ نے اسے تین دفعہ فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی. تم میں سے کسی نے اگر کسی کی تعریف ضرور ہی کرنی ہو اور اسے اس کی اچھی صفات یقینی طور سے معلوم ہوں تو یوں کہنا چاہیئے کہ میرا فلاں کے بارے میں یہ گمان ہے اور اللہ ہی اسے بہتر جانتے ہیں اللہ کے سامنے وہ کسی کو مقدس بنا کر پیش نہ کرے بلکہ یوں کہے میرا گمان یوں ہے میرا خیال یہ ہے [1]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا تم نے (زیادہ تعریف کر کے) اس آدمی کی کمر توڑ دی [2]

حضرت رَجاء بن ابی رَجاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت مِحجَن اَسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم بصرہ والوں کی مسجد تک پہنچے تو وہاں مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر حضرت بُریدہ اَسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے. مسجد میں سَکبَہ نامی آدمی بڑی لمبی نماز پڑھ رہے تھے. حضرت بُریدہ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی (اور ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا اس لیئے انہوں نے کہا اے مِحجَن! کیا آپ بھی ویسی نماز پڑھتے ہیں جیسی سَکبَہ پڑھتے ہیں. حضرت مِحجَن نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس آگئے اور حضرت مِحجَن نے کہا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر ہم لوگ چلنے لگے اور چلتے چلتے ہم اُحُد پہاڑ پر چڑھ گئے. حضورؐ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہائے حسرت اور افسوس ایک دن اس بستی کو بستی والے چھوڑ دیں گے حالانکہ اس دن یہ بستی بہت زیادہ آباد ہو گی. دَجّال مدینہ آئے گا لیکن اسے مدینہ کے ہر دروازے پر فرشتہ ملے گا اس لیئے وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر حضورؐ اُحُد پہاڑ سے نیچے اُترے جب ہم مسجد پہنچے تو حضورؐ نے ایک آدمی کو رکوع سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا. حضورؐ نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یا رسولَ اللہ! یہ فلاں ہے اور اس کی بہت زیادہ تعریف کرنے لگا. حضورؐ نے فرمایا بس کرو اس کی تعریف اسے نہ سناؤ ورنہ یہ ہلاک ہو جائے گا پھر آپ چلنے لگے اور جب اپنے حجروں کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ کر تین دفعہ فرمایا تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو [3]

---

[1] اخرجہ الشیخان و ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۵۰) [2] عند البخاری ایضاً کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۲)
[3] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۵۱)

اسی روایت کو امام احمد نے بھی ذرا تفصیل سے نقل کیا ہے ان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت مِحجَن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضورؐ کے سامنے اس نمازی کی تعریف مُبالغہ کے ساتھ کرنے لگا اور میں نے کہا یا رسولُ اللہ! یہ فلاں آدمی ہے اور اس میں یہ اور یہ خوبیاں ہیں حضورؐ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اسے یہ باتیں نہ سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر حضورؐ چلنے لگے جب ہم حجرہ کے پاس پہنچ گئے تو حضورؐ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا پھر آپ نے فرمایا تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو[1]

امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت مِحجَن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! یہ فلاں ہیں اور یہ مدینہ والوں میں سے سب سے اچھے ہیں اور مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا اسے مت سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر فرمایا تم ایسی اُمت ہو جس کے ساتھ اللہ نے آسانی کا ارادہ فرمایا ہے[2]

حضرت ابراہیم تیمیؒ کے والد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ان کے پاس آکر سلام کیا لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے تو اس آدمی کو ذبح کر ڈالا اللہ تمہیں ذبح کرے تم اس کے منہ پر اس کے دین کے بارے میں اس کی تعریف کر رہے ہو[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم مجھے بھی ہلاک کر رہے ہو اور اپنے آپ کو بھی[4]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کوڑا بھی رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی حضرت عمرؓ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت جارُود رضی اللہ عنہ آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ قبیلہ رَبیعہ کے سردار ہیں اس کی اس بات کو حضرت عمرؓ نے اور ان کے آس پاس کے لوگوں نے اور خود حضرت جارُودؓ نے بھی سُن لیا۔ جب حضرت جارُودؓ حضرت

---

[1] اخرجہ الامام احمد (ج ۵ ص ۳۲) عن رجاء بطولہ نحوہ [2] اخرجہ احمد ایضا من طریق عبداللہ بن شقیق واخرجہ ابن جریر والطبرانی مختصرا کما فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۸۲) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب عن ابراہیم التیمی عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۲) [4] عند ابن ابی الدنیا فی الصمت کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۷)

عمرؓ کے قریب آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑا مارا۔ حضرت جارُودؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آپ کا کیا قصور کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے میرا کیا قصور کیا ہے؟ کیا تم نے اس کی بات کو نہیں سُنا ہے؟ حضرت جارُودؓ نے کہا سُنا ہے تو پھر کیا ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اس کے تعریفی کلمات سُن کر) کہیں تمہارے دل میں (عُجب اور کبر بڑائی وغیرہ کا) بُرا اثر نہ پیدا ہو جائے اس لئے میں نے چاہا کہ یہ سارا اثر جھاڑ دوں [1]

حضرت ہَمّام بن حارِث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مِقداد رضی اللہ عنہ جو بھاری بھر کم تھے وہ اس آدمی کی طرف گئے اور گھٹنوں کے بَل بیٹھ کر اس کے منہ پر کنکریوں کی لپیں بھر کر ڈالنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا آپ کو کیا ہو گیا؟ حضرت مِقداد نے کہا حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جب تم (دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیئے اور لوگوں کو بگاڑنے کے لیئے) تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دیا کرو (حضرت مِقداد نے اس کا ظاہری مطلب مراد لیا ہے لیکن بظاہر حُضورؐ کا مقصد یہ ہے کہ اسے کچھ نہ دو) [2]

حضرت ابو مَعْمَر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑے ہو کر ایک امیر کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مِقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے کہ (غلط مقصد کے لیئے) تعریف کرنے والوں کے چہروں پر ہم مٹی ڈالا کریں [3]

حضرت عطاء بن ابی رَباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی دوسرے آدمی کی تعریف کرنے لگا تو حضرت ابن عمرؓ اس کے چہرے کی طرف مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو [4]

حضرت عطاء بن ابی رَباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف کر رہا تھا (کچھ دیر کے بعد) حضرت ابن عمرؓ اس کے چہرے پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا میں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو [5]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے لوگوں میں سے سب سے بہتر! یا یوں کہا اے لوگوں میں سے سب سے

---

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۷) [2] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۴۱۴) واللفظ لہ وابوداؤد (ج ۵ ص ۱۴۱) [3] اخرجہ مسلم ایضا والترمذی (ج ۲ ص ۶۲) والبخاری فی الادب (ص ۵۰) [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۱) [5] عند احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۱۷) رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ

بہتر کے بیٹے! تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا نہ میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے اُمید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں اللہ کی قسم! (بلا وجہ تعریفیں کر کے) تم آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عُجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے) [1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض دفعہ آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے لیکن جب وہ واپس جاتا ہے تو اس وقت اس کے پاس دین میں سے کچھ باقی نہیں ہوتا اس کی صورت یہ ہے کہ وہ آدمی باہر جا کر ایسے آدمی کے پاس جاتا ہے جو نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہے اور نہ اس کے نفع نقصان کا اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں (اس سے کچھ لینے کے لیے اس کی تعریفیں کرتا ہے لیکن وہ اسے کچھ نہیں دیتا) اور وہ اس حال میں واپس جاتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی ہوتی اور وہ (غلط تعریف کر کے) اللہ کو اپنے پر ناراض بھی کر چکا ہوتا ہے [2]

صلہ رحمی اور قطع رحمی

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (نبوّت سے پہلے) قریش شدید قحط میں مبتلا ہوئے حتیٰ کہ انہیں پرانی ہڈیاں تک کھانی پڑیں اور اس وقت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت عبّاس بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوش حال قریش میں کوئی نہیں تھا۔ حضورؐ نے حضرت عبّاس سے فرمایا اے چچا جان! آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کے بھائی ابو طالب کے بچے بہت زیادہ ہیں اور آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ قریش پر سخت قحط آیا ہوا ہے آیئے ان کے پاس جاتے ہیں اور ان کے کچھ بچے ہم سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے جا کر ابو طالب سے کہا اے ابو طالب! آپ اپنی قوم کا (بُرا) حال دیکھ رہے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ بھی قریش کے ایک فرد ہیں (قحط سے آپ کا حال بھی بُرا ہو رہا ہے) ہم آپ کے پاس اس لیئے آئے ہیں تاکہ آپ کے کچھ بچے ہم سنبھال لیں ابو طالب نے کہا (میرے بڑے بیٹے) عقیل کو میرے لیئے رہنے دو اور باقی بچوں کے ساتھ تم

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۷) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۱۸) رواہ الطبرانی باسانید و رجال احدہا رجال الصحیح۔

جو چاہو کرو۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو لے لیا یہ دونوں ان حضرات کے پاس اس وقت تک رہے جب تک یہ مالدار ہو کر خود کفیل نہ ہو گئے حضرت سلیمان بن داؤد راوی کہتے ہیں کہ حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جُوَیرِیَہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں یہ غلام آزاد کرنا چاہتی ہوں حضورؐ نے فرمایا تم یہ غلام اپنے اس ماموں کو دے دو جو دیہات میں رہتے ہیں یہ ان کے جانور چرایا کرے گا اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

(سورت اسراء آیت ۲۶)

ترجمہ" اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؓ! فدک بستی (کی آمدنی) تمہاری ہے (فدک بستی حجاز میں مدینہ سے دو تین دن کے فاصلہ پر تھی جو حضورؐ کو مالِ غنیمت میں ملی تھی)[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں میں برداشت کر کے ان سے درگزر کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں (بلاوجہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں اور مجھ پر سختی کرتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا اگر تم ویسے ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ کی پھنکی ڈال رہے ہو (تمہارے حسنِ سلوک کے بدلہ میں برا سلوک کر کے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں) اور جب تک تم ان صفات پر رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے مددگار رہے گا[4]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن کے ساتھ میں رشتہ جوڑتا ہوں

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۳) وفیہ من لم اعرفہم [2] اخرجہ البزار ورجالہ رجال الصحیح کذا قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۳) [3] اخرجہ الحاکم فی تاریخہ وابن النجار قال الحاکم تفرد بہ ابراہیم بن محمد بن میمون عن علی بن عباس کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۸) [4] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۳۱۵) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۱) عن ابی ہریرۃ مثلہ۔

اور وہ رشتہ توڑتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا ہوں وہ پھر بھی مجھ پر ظلم کرتے جاتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں تو کیا میں ان کی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دوں؟ حضورؐ نے فرمایا اس طرح تو تم سب (ظلم میں) شریک ہو جاؤ گے بلکہ تم فضیلت والی صورت اختیار کرو اور ان سے صلہ رحمی کرتے رہو جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ ایک مددگار فرشتہ رہے گا۔[1]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو ایوب سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شب جمعہ میں جمعرات کی شام کو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ہماری اس مجلس میں جو بھی قطع رحمی کرنے والا بیٹھا ہوا ہے میں اسے پوری تاکید سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے۔ اس پر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ انہوں نے یہ بات تین دفعہ کہی تو اس پر ایک جوان اپنی پھوپھی کے پاس گیا جس سے اس نے دو سال سے تعلقات ختم کر رکھے تھے اور اسے چھوڑا ہوا تھا وہ جب اپنی پھوپھی کے پاس پہنچا تو پھوپھی نے اس سے پوچھا میاں تم کیسے آگئے؟ اس نے کہا میں نے ابھی حضرت ابوہریرہؓ کو ایسے اور ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے (اس وجہ سے آیا ہوں) پھوپھی نے کہا ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ انہوں نے ایسے کیوں فرمایا ہے؟ (اس نوجوان نے واپس جا کر ان سے پوچھا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب جمعہ میں ہر جمعرات کی شام کو تمام بنی آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں (اور انسانوں کے اعمال تو قبول ہو جاتے ہیں لیکن) قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔[2]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنے لگے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند رہتے ہیں (تو اس کی وجہ سے ہماری دعا بھی قبول نہ ہو گی)۔[3]

---

[1] عند احمد وفیہ حجاج بن ارطاۃ وہو مدلس وبقیۃ رجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۴) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۲) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۱) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا ان الاعمش لم یدرک ابن مسعود۔ انتہیٰ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کے اخلاق وعادات کیسے تھے اور ان کی آپس کی معاشرت کیسی تھی

حُسنِ اَخلاق کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق

حضرت سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا حضورؐ کے اَخلاق قرآن ہے۔ (یعنی آپ کے اَخلاق قرآن میں مذکور ہیں یا جو اَخلاق قرآن میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب حضورؐ میں تھے)[1] ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن لوگوں کے سب سے اچھے اخلاق لے کر آیا ہے[2]

حضرت اَبُو الدَّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضورؐ کے اخلاق قرآن ہے جہاں قرآن راضی ہوتا ہے وہاں حضورؐ راضی ہوتے تھے اور جہاں قرآن ناراض ہوتا ہے وہاں حضور ناراض ہوتے تھے[3] حضرت زید بن بابنوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اُمّ المؤمنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ مسلم واخرجہ احمد عن جبیر بن نفیر والحسن البصری عن عائشۃ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۵) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۰) عن سعد بن ہشام عن عائشۃ نحوہ و اخرجہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۵۶) عن جبیر بن نفیر عن عائشۃ نحوہ وابن سعد (ج ۱ ص ۹۰) عن مسروق عنہا نحوہ [3] عند یعقوب بن سفیان

کے اخلاق کیسے تھے؟ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم نے سورت مُؤمِنُوْن پڑھی ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے دس آیتیں پڑھو (میں نے دس آیتیں پڑھیں تو) فرمایا بس اِن آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب کچھ حضورؐ کے اخلاق تھے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہیں تھا جب بھی آپؐ کو آپ کا کوئی صحابی پکارتا یا گھر کا کوئی آدمی پکارتا تو آپؐ اس کے جواب میں لَبَّیْكَ کہتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورت نُون آیت ۴) ترجمہ "بیشک آپ اخلاقِ (حَسَنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں [2]

قبیلہ بنو سُواءَہ کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن کی یہ آیت وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ نہیں پڑھتے ہو؟ (لو حضورؐ کے حُسنِ اخلاق کا قصہ سنو) ایک مرتبہ حضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی حضورؐ کے لئے کھانا تیار کر رہی تھی اور حضرت حَفصہ رضی اللہ عنہا بھی تیار کر رہی تھیں لیکن انہوں نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر لیا (اور حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا مجھے پتہ چلا کہ وہ کھانا بھیج رہی ہیں تو) میں نے باندی سے کہا جا اور حَفصہ کا پیالہ اُلٹ دے چنانچہ حضرت حفصہ حضورؐ کے سامنے کھانا رکھنے لگیں تو باندی نے پیالہ اُلٹ دیا جس سے کھانا اِدھر اُدھر بکھر گیا (اور پیالہ ٹوٹ گیا) حضورؐ نے پیالہ کے ٹکڑے جمع کئے اور جو کھانا زمین پر بکھر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اس کھانے کو آپؐ نے اور صحابہ نے نوش فرمایا۔ پھر میں نے اپنا پیالہ بھیجا۔ حضورؐ نے وہ سارا پیالہ حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا اپنے برتن کی جگہ یہ برتن لے لو اور اس میں جو کھانا ہے اُسے کھا لو۔ میں نے حضورؐ کے چہرے پر اس واقعہ سے ناگواری کا اثر کچھ بھی نہ دیکھا [3]

---

[1] اخرجہ البیہقی ورواہ النسائی کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۵) [2] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۵۰) عن عروۃ [3] عند ابن ابی شیبۃ عن قیس بن وہب کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۴)

حضرت خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق بتائیں. حضرت زیدؓ نے فرمایا میں حضورؐ کا پڑوسی تھا جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپ میرے پاس پیغام بھیجتے میں آکر وحی لکھ لیتا جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپؐ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے پینے کی بات کرتے تو آپ بھی کرتے (یعنی آپ ہمارے ساتھ گھل مل کر بے تکلفی سے رہتے اور مُباح باتوں میں ہمارا ساتھ دیتے) یہ سب کچھ میں حضورؐ کی طرف سے بیان کر رہا ہوں [1]

حضرت صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (حضورؐ کے حسنِ اخلاق کا قصہ تم کو سناتی ہوں) حضورؐ نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھا رکھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا اری ٹھہر جا اے بنتِ حُیَیّ! ٹھہر جا (یہ کوئی سونے کا وقت ہے) جب حضورؐ صہبا ء مقام پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ! مجھے تمہاری قوم (یہودِ خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انہوں نے میرے بارے میں یہ کہا تھا (حضورؐ ان یہودیوں کی بُری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے) [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے اللہ کی قسم! سخت سردی کی صبح کو جو بھی غلام یا باندی یا بچہ آپؐ کی خدمت میں پانی لاتا (تاکہ آپ اُسے استعمال کریں اور پھر وہ اسے برکت کے لئے واپس لے جائے) تو

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۵۷) واخرجہ الترمذی (ص ۲۵) نحوہ وکذلک البیہقی کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۲) والطبرانی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۱۷) وقال واسنادہ حسن وابن ابی داؤد فی المصاحف وابویعلی والرویانی وابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۸۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۰) ایضا نحوہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵) رواہ الطبرانی فی الاوسط وابویعلی باختصار ورجالہما ثقات الا ان الربیع ابن ابی صفیۃ بنت حیی لم اعرفہ اھ

آپ انکار نہ فرماتے بلکہ سخت سردی کے باوجود آپؐ اس پانی سے چہرہ اور ہاتھ دھو لیتے اور جب بھی آپ سے کوئی آدمی بات پوچھتا تو آپؐ پوری توجہ سے اس کی بات سنتے اور اپنا کان اس کے قریب کر دیتے اور آپؐ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے اور وہی آپؐ کو چھوڑ کر جاتا تو جاتا اور جب کوئی آپؐ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپؐ اسے پکڑنے دیتے اور وہی آپؐ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا آپ نہ چھوڑتے [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ کے خادم یعنی غلام اور باندیاں اپنے برتنوں میں پانی لے کر آتے آپؐ کے پاس جو بھی برتن لایا جاتا آپ (برکت کے لئے) اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتے۔ بعض دفعہ یہ لوگ سردیوں کی صبح میں ٹھنڈا پانی لاتے تو حضورؐ اس میں بھی ہاتھ ڈال دیتے [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے یا کوئی اور آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہی دوسرا آدمی اپنا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ سے علیحدہ کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ کی طرف منہ کر کے بات کرتا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے یہاں تک کہ فارغ ہو کر وہی آدمی آپؐ سے چہرہ پھیر لیتا اور کبھی کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ حضورؐ نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں۔ (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا) [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی حضورؐ کے کان میں بات کر رہا ہو اور حضورؐ اس سے اپنا سر دور کر لیں بلکہ وہی آدمی اپنا سر دور کرتا اور یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ حضورؐ کا ہاتھ کسی آدمی نے پکڑ رکھا ہو اور حضورؐ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑایا ہو۔ بلکہ وہی آدمی حضورؐ کا ہاتھ چھوڑتا [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتا تو حضورؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے وہی حضورؐ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا اور نہ

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۵۷) [2] عند مسلم (ج ۲ ص ۲۵۶) [3] عند یعقوب بن سفیان ورواہ الترمذی وابن ماجہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۹) وابن سعد (ج ۱ ص ۹۹) نحوہ [4] عند ابی داؤد تفرد بہ ابو داؤد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۹)

کبھی آپؐ کے گھٹنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے پھیلے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور جب بھی آپؐ سے کوئی مصافحہ کرتا تو آپ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس وقت تک دوسری طرف متوجہ نہ ہوتے جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو لیتا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ والوں کی کوئی بچی آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضورؐ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے اور پھر وہ جہاں چاہتی حضورؐ کو لے جاتی۔[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی باندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور اپنی ضرورت کے لئے جہاں چاہے لے جاتی۔[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے امِّ فلاں! تم جونسی گلی چاہو دیکھ لو میں وہاں تمہارا کام کر دوں گا (گلی اس لئے مقرر کروائی تاکہ اس کا کام بھی کر دیں اور اجنبی عورت سے خلوت بھی نہ ہو گلی تو عام گذر گاہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک گلی بتائی) حضورؐ نے اس گلی میں جاکر ایک طرف ہو کر علیحدگی میں اس کی بات سنی یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کی ساری بات کہہ لی۔[4] حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر سے واپس آیا تو حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑا ہی نہیں۔ آخر میں نے ہی آپؐ کا ہاتھ چھوڑا۔[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو جو ان دونوں میں سے زیادہ آسان ہوتا اُسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ کام گناہ ہوتا تو آپؐ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور حضورؐ کبھی بھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے ہاں کسی کو اللہ کا حرام کردہ کام کو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس سے ضرور بدلہ لیتے لیکن یہ بدلہ لینا اللہ کے لئے ہوتا۔[6]

---

[1] عند البزار والطبرانی واسناد الطبرانی حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵) [2] عند احمد ورواہ ابن ماجہ [3] عند احمد ورواہ البخاری فی کتاب الادب من صحیحہ معلقاً کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۹) [4] رواہ مسلم فی صحیحہ (ج ۲ ص ۲۵۶) واخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۵۷) عن انس مثلہ [5] اخرجہ الطبرانی وفیہ الجلد بن ایوب وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷) [6] اخرجہ مالک واخرجہ البخاری ومسلم کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۶) واخرجہ ابو داؤد والنسائی واحمد کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۷) وابو نعیم فی الدلائل (ص ۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی اپنے کسی خادم کو یا کسی عورت کو یا کسی اور چیز کو نہیں مارا اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور جب بھی آپ کو دو (دنیاوی) کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتا وہی آپؐ کو زیادہ پسند ہوتا بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا اگر وہ گناہ ہوتا تو حضورؐ اس سے سب سے زیادہ دُور رہتے اور آپؐ کے ساتھ کتنی بھی زیادتی کی جاتی آپ اپنی ذات کی وجہ سے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے البتہ کوئی اللہ کا حکم توڑتا تو اس سے اللہ کے لئے بدلہ لیتے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو البتہ جب اللہ کا حکم توڑا جاتا تو حضورؐ اس پر سب سے زیادہ ناراض ہوتے اور جب بھی آپؐ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتا اسے ہی اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا [2]

حضرت ابو عبداللہ جَدَلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضورؐ نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور نہ بتکلف فحش بات کرتے تھے اور نہ بازاروں میں چلاتے اور شور مچاتے تھے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے اور درگذر فرماتے [3]

حضرت تَوْأمہ کے غلام حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ حضورؐ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب کسی سے توجہ ہٹاتے تو ادھر سے اپنا سارا جسم

---

[1] عند احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۶) واخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۲۵۶) وابو نعیم فی الدلائل مختصراً وعبد الرزاق و عبد بن حمید والحاکم نحو حدیث احمد کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰) [2] عند الترمذی فی الشمائل (ص ۲۵) واخرجہ ابو یعلی والحاکم کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰) [3] اخرجہ ابو داؤد والطیالسی وفی آخر الحدیث او قال یعفو ویغفر شک ابو داؤد ورواہ الترمذی وقال حسن صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۰) عن ابی عبد اللہ عن عائشۃ نحوہ واحمد والحاکم کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰)

ہٹا لیتے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نہ آپ طبعاً فحش بات کرنے والے تھے اور نہ بتکلف فحش بات کیا کرتے تھے اور نہ آپؐ بازاروں میں شور مچانے والے تھے [1] اور نہ میں نے آپؐ سے پہلے آپؐ جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ گالی دینے کی عادت تھی اور نہ کسی پر لعنت کرنے کی اور نہ آپؐ طبعاً فحش گو تھے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے کہ فلاں کو کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے [3] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ بتکلف۔ اور آپؐ فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضورؐ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا یا رسولَ اللہ! انس سمجھدار لڑکا ہے یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی سفر حضر میں خدمت کی اللہ کی قسم! میں نے جو کام کیا اس پر آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہ کیا ہوا اس پر آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا [5] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بااخلاق تھے ایک مرتبہ آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا میں نے اوپر سے ویسے ہی کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ تھا کہ جس کام کا حضورؐ حکم دے رہے ہیں میں اس کے لئے ضرور جاؤں گا چنانچہ میں وہاں سے باہر آیا تو میرا گذر چند بچوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں وہاں کھڑا ہو گیا) اچانک حضورؐ نے آکر پیچھے سے میری گدّی پکڑ لی۔ میں نے حضورؐ کی طرف دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے چھوٹے سے انس! جہاں جانے کو میں نے تمہیں کہا تھا تم وہاں گئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں ابھی جاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے حضورؐ کی نو سال خدمت کی ہے۔

---

[1] عند یعقوب بن سفیان [2] زادہ آدم [3] عند احمد و رواہ البخاری [4] عند البخاری ایضا و رواہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۶) [5] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۲۵۳)

مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی (غلط) کام کر دیا ہو تو اس پر حضورؐ نے فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کوئی کام چھوڑ دیا ہو تو یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟[1]
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی مجھے اُف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کے لئے یہ فرمایا یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضورؐ نے مجھے کام بتایا ہو اور میں نے اس میں سستی کی ہو یا اُسے بگاڑ دیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملامت کی ہو بلکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے اسے چھوڑ دو اگر یہ کام ہونا مقدر ہوتا تو ہو جاتا۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے آپؐ نے نہ کبھی مجھے گالی دی اور نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور اگر آپ نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہو گئی تو آپؐ اس پر مجھے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی ناراض ہوتا تو اُسے فرماتے اسے چھوڑ دو اگر یہ کام مقدر ہوتا تو یہ ضرور ہو جاتا۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔ میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے پاس تحفہ دینے کے لئے اس بیٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس لئے آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں جب تک آپ چاہیں گے یہ آپ کی خدمت کرے گا چنانچہ میں نے حضورؐ کی دس سال خدمت کی اِس عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی مجھے مارا نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔[5]

---

[1] عند مسلم ایضا [2] عند مسلم ایضا و زاد ابو الربیع بشیٔ لیس مما یصنعہ الخادم و لم یذکر قولہ واللہ و اخرجہ البخاری عن انس بنحوہ [3] عند احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۷) و اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۱۱) عن انس مثلہ [5] عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۵۱) [6] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے اخلاق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ایسے ہیں جن کے چہرے سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور جن میں حیا سب سے زیادہ ہے اگر یہ حضرات تم سے بات کریں تو کبھی غلط بات نہیں کہیں گے اور اگر تم ان سے کوئی بات کروگے تو وہ تمہیں جھوٹا نہیں سمجھیں گے وہ حضرات یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابو عُبَیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم [1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ایسے ہیں جن کے چہرے سب سے زیادہ خوبصورت، جن کے اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیا سب سے زیادہ ہے وہ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوعُبَیدہ رضی اللہ عنہم ہیں [2]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے صحابہ میں سے جس کے بھی اخلاق پر گرفت کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں بس ایک ابوعُبَیدہ بن جراح ایسے ہیں کہ ان کی گرفت نہیں کر سکتا [3]

حضرت عبدالرحمن بن عثمان قریشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ (اپنے خاوند) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹیا! ابوعبداللہ (یعنی حضرت عثمانؓ) کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ میرے صحابہ میں سے سب سے زیادہ ان کے اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج۱ ص ۵۶) [2] کذا فی الاصابۃ (ج۲ ص ۲۵۳) وقال فی سندہ ابن لہیعۃ [3] اخرجہ یعقوب بن سفیان کذا فی الاصابۃ (ج۲ ص ۲۵۳) وقال ہذا مرسل و رجالہ ثقات۔ اھ و اخرجہ الحاکم (ج۳ ص ۲۶۶) عن الحسن نحوہ ہذا مرسل غریب و رواتہ ثقات [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج۹ ص ۸۱) رجالہ ثقات.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت رُقَیَّہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ان کے ہاتھ میں کنگھی تھی انہوں نے کہا ابھی حضورؐ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے ہیں میں ان کے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ابُوعبد اللہ (یعنی حضرت عثمانؓ) کو کیسا پایا میں نے کہا بہت اچھا۔ حضورؐ نے فرمایا ان کا اکرام کرتی رہو کیونکہ وہ اخلاق میں میرے صحابہ میں سے میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم صورت اور اَخلاق میں میرے مُشابہ ہو [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما تینوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ نے حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور محبت کرنے والے ساتھی ہو یہ سن کر حضرت زید (خوشی کے مارے) وَجْد میں آ کر اچھلنے لگ گئے۔ پھر حضورؐ نے حضرت جعفر سے فرمایا تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو اس پر حضرت جعفر حضرت زید سے زیادہ اچھلے۔ پھر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں یہ سُن کر میں حضرت جعفر سے بھی زیادہ اُچھلا [3] حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہارے اَخلاق میرے اخلاق جیسے ہیں اور تمہاری شکل وصورت مجھ سے ملتی جلتی ہے لہذا تم مجھ سے ہو اور اے علی! تم مجھ سے ہو اور میرے بیٹوں یعنی نواسوں کے والد ہو [4]

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات سنی ہے کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ اس کے بدلہ میں مجھے سُرخ اونٹ

---

[1] عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۱) وفیہ محمد بن عبد اللہ یروی عن المطلب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ اھ واخرجہ الحاکم وابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۴) [2] اخرجہ احمد واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۷۲) [3] عند ابن ابی شیبۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۰) [4] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۷۲) رواہ الطبرانی عن شیخہ احمد بن عبد الرحمٰن بن عقال وھو ضعیف انتہی۔

مل جائیں (جو کہ عربوں میں سب سے عمدہ مال شمار ہوتا تھا) میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جعفر کی صورت اور سیرت مجھ سے بہت ملتی ہے اور اے عبداللہ! اللہ کی ساری مخلوق میں تم اپنے والد کے سب سے زیادہ مشابہ ہو (میں والد کے مشابہ ہوا۔ اور والد حضورؐ کے مشابہ ہیں تو میں بھی حضورؐ کے مشابہ ہو گیا)[1]

حضرت بُحَرِیَہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کہتی ہیں میرے چچا حضرت خِداش رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالہ میں کھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضورؐ سے وہ پیالہ بطور ہدیہ مانگ لیا (حضورؐ نے ان کو وہ پیالہ دے دیا) چنانچہ وہ پیالہ ہمارے ہاں رکھا رہتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ پیالہ میرے پاس نکال کر لاؤ ہم زمزم کے پانی سے بھر کر وہ پیالہ حضرت عمرؓ کے پاس لاتے حضرت عمرؓ اس میں سے کچھ پیتے اور کچھ (برکت کے لئے) اپنے سر اور چہرے پر ڈال لیتے پھر ایک چور نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ وہ ہمارے سامان کے ساتھ اسے بھی چوری کر کے لے گیا۔ پیالہ کی چوری کے بعد حضرت عمر ہمارے پاس آئے اور حسبِ دستور پیالہ کا مطالبہ کیا ہم نے کہا اے امیر المؤمنین! وہ پیالہ تو ہمارے سامان کے ساتھ چوری ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ چور تو بڑا سمجھدار ہے جو حضورؐ کا پیالہ چرا کر لے گیا راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے نہ تو چور کو بُرا بھلا کہا اور نہ اس پر لعنت بھیجی[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عُیَیْنَہ بن حصن بن (حُذَیْفہ بن) بَدر رضی اللہ عنہ (مدینہ) آئے اور وہ اپنے بھتیجے حضرت حُر بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے حضرت حُر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے اور عبادت گذار عُلَماء ہی حضرت عمرؓ کی مجلسِ شوریٰ میں ہوتے تھے چاہے وہ جوان ہوتے یا عمر رسیدہ۔ حضرت عُیَیْنَہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے میرے بھتیجے! تمہیں امیر المؤمنین کے ہاں بڑا درجہ حاصل ہے تم اُن سے میرے لئے آنے کی اجازت حاصل کرو انہوں نے جا کر اپنے چچا کے لئے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو اُن سے یہ کہا اے ابن خطاب! دیکھو اللہ کی قسم! آپ ہمیں زیادہ نہیں

---

[1] اخرجہ العقیلی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۲)

[2] اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۵) واخرجہ ایضا ابن بشران فی امالیہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰)

دیتے اور ہمارے درمیان عدل کا فیصلہ نہیں کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور حضرت عُیینہ کو سزا دینے کا ارادہ فرمالیا. حضرت حُرؓ نے کہا اے امیرالمؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (سورۃ اعراف آیت ۱۹۹) ترجمہ "سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے" اور یہ بھی ان جاہلوں میں سے ہے (اس لئے آپ ان کی اس بات سے کنارہ کریں) جب حضرت حُرؓ نے یہ آیت پڑھی تو اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ وہیں رُک گئے (اور سزا دینے کا ارادہ چھوڑ دیا) اور حضرت عمرؓ کی یہ بہت بڑی صفت تھی کہ وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتے پھر انہیں بتایا جاتا کہ اللہ کی کتاب اس کام سے روک رہی ہے تو فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیتے اور ایک دم رُک جاتے [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی بات پر غصہ آیا پھر کسی نے ان کے سامنے اللہ کا نام لے لیا یا انہیں آخرت کی پکڑ سے ڈرایا یا ان کے سامنے قرآن کی آیت پڑھ دی تو حضرت عمرؓ غصہ میں جس کام کا ارادہ کر چکے ہوتے تھے اس سے ایک دم رُک جایا کرتے تھے [2]

حضرت اَسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اسلم! تم لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت اچھا پایا لیکن انہیں جب غصہ آجاتا ہے تو پھر مسئلہ بڑا مشکل ہو جاتا ہے. حضرت بلالؓ نے فرمایا آئندہ اگر تمہاری موجودگی میں حضرت عمر کو غصہ آجائے تو تم ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگ جانا اِنْشَاءَ اللہ ان کا غصہ چلا جائے گا. حضرت مالک دار (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے ڈانٹا اور مارنے کے لئے کوڑا اٹھالیا میں نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس پر حضرت عمرؓ نے وہ کوڑا نیچے رکھ دیا اور فرمایا تم نے ایک بڑی ذات کا مجھے واسطہ دیا ہے [3]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ البخاری وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی کذا فی المنتخب (ج۴ ص۴۱۶)

[2] عند ابن سعد [3] کذا فی المنتخب (ج۴ ص۴۱۳)

شروع سے میرے دوست تھے اور جس دن وہ اسلام لائے اس دن سے لے کر جنگِ اُحد میں شہادت پانے تک وہ میرے ساتھ رہے۔ وہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں ہمارے ساتھ گئے تھے اور سارے قافلہ میں سے وہ میرے رفیقِ سفر رہے میں نے کوئی آدمی ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور مخالفت نہ کرنیوالا نہیں دیکھا [۱] حضرت حَبّہ بن جُوَین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہم نے حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ کی چند باتوں کا تذکرہ کیا اور لوگوں نے اِن کی تعریف کی اور یوں کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور ان سے زیادہ نرمی سے تعلیم دینے والا اور ہم نشین کے ساتھ ان سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا اور ان سے زیادہ تقویٰ و احتیاط والا نہیں دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا مَیں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ تمام باتیں سچے دل سے کہہ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے اللہ! مَیں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ مَیں بھی ان کے بارے میں وہ تمام باتیں کہتا ہوں جو ان لوگوں نے کہی ہیں بلکہ مَیں تو ان سے بھی زیادہ کہتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے قرآن پڑھا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا (یعنی حلال کو اختیار کیا اور حرام کو چھوڑ دیا) وہ دین کے بہت بڑے فقیہ اور سنتِ نبوی کے زبردست عالم تھے [۲]

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی کسی خادم کو لعنت نہیں کی بس ایک مرتبہ ایک خادم کو لعنت کی تھی تو اُسے آزاد کر دیا تھا حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادم کو لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور ابھی اتنا ہی کہا تھا اے اللہ اس پر لَعْ کہ رُک گئے اور لفظ پورا نہ کیا اور فرمایا مَیں اس لفظ کو زبان سے کہنا نہیں چاہتا [۳] اور صحابہ کرام کے مال خرچ کرنے کے شوق کے عنوان کے ذیل میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے، سب سے زیادہ اچھے اَخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے [۴]

---

[۱] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۲) [۲] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۰) [۳] ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۷) [۴] اخرجہ الحاکم بطولہ

بُردباری اور درگذر کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بُردباری

امام بخاری اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزدہ حُنین میں فتح پانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیفِ قلب کی وجہ سے مال دینے میں) بہت سے (نئے) لوگوں کو ترجیح دی (اور پرانوں کو نہ دیا نئے لوگوں کو وہ سارا مال غنیمت دے دیا) چنانچہ حضرت اَقرَع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے اور حضرت عُیَینہ بن حِصن رضی اللہ عنہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی کچھ لوگوں کو دیا اس پر ایک آدمی نے کہا مالِ غنیمت کی اس تقسیم میں اللہ کی رِضا مقصود نہیں رہی۔ میں نے کہا میں یہ بات حضورؐ کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کو بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا چنانچہ میں بھی صبر کروں گا ابخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اللہ کی رضا اس میں مقصود ہے میں نے کہا میں یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے جاکر حضورؐ کو بتا دیا حضورؐ نے فرمایا جب اللہ اور اس کے رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا۔

بخاری اور مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابُوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ لوگوں میں کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں بنو تمیم کا ایک آدمی ذُوالخُوَیصِرہ آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا تیرا ناس ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا (اگر میں انصاف نہیں کروں گا) تو میں ناکام و برباد ہو جاؤں گا۔ جب میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا۔ حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

مجھے اجازت دیں۔ میں اِس کی گردن اُڑا دوں. حضورؐ نے فرمایا نہیں اِسے چھوڑ دو۔ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ ان کے نماز روزے کے مقابلہ میں تم اپنے نماز روزہ کو کم سمجھو گے یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اِن کی ہنسلی سے آگے (ان کے دل کی طرف) نہیں جائے گا (یا قرآن ہنسلی سے آگے بڑھ کر اُوپر اللہ کی طرف نہیں جائے گا) اور یہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر اِس سے پار ہو کر آگے چلا جاتا ہے تیر کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کی تانت کو دیکھا جائے (جس سے پھل کو لکڑی پر مضبوط کیا جاتا ہے) تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کی لکڑی کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کے پَر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی حالانکہ یہ تیر اس شکار کی اوجھڑی اور خون میں سے گذر کر پار گیا ہے لیکن اِس اوجھڑی اور خون کا اس میں کوئی نشان نظر نہیں آئے گا ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کے ایک بازو کا گوشت عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہلتا ہو گا یہ لوگ اُس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ لوگوں میں اختلاف اور انتشار کا زور ہو گا حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی میں بھی ان کے ساتھ تھا. حضرت علیؓ نے اس آدمی کو لانے کا حکم دیا لوگ اسے ڈھونڈ کر حضرت علیؓ کے پاس لے آئے اور حضورؐ نے اس کی جو نشانی بتائی تھی وہ میں نے اُس میں پوری طرح سے دیکھی[1]

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب (منافقوں کا سردار) عبداللہ بن اُبَی مر گیا تو اس کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن اُبَی رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی قمیض دے دیں میں اس میں اپنے باپ کو کفناؤں گا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لئے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ حضورؐ نے انہیں اپنی قمیض دے دی اور فرمایا جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا میں اس کی

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۶۲)

نمازِ جنازہ پڑھوں گا۔ جب حضورؐ کی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو پیچھے کھینچ کر کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے (استغفار کرنے اور نہ کرنے) دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (سورۃ توبہ آیت ۸۰) ترجمہ "خواہ آپ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں"۔ چنانچہ حضورؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (سورۃ توبہ آیت ۸۴) ترجمہ "اور ان میں کوئی مر جائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیئے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن اُبَیّ مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے جب آپؐ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن اُبَیّ کی نمازِ جنازہ پڑھانے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا اور میں اس کے دن گنوانے لگا حضور مسکراتے رہے جب میں بہت کچھ کہہ چکا تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! پیچھے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے (منافقوں کے لئے استغفار کرنے نہ کرنے کا) اختیار دیا ہے میں نے (استغفار کرنے کی صورت کو) اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کرتا پھر حضورؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے اور اس کے دفن ہونے تک آپؐ اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ بہر حال حضورؐ کے مقابلہ پر جو میں نے جرأت سے کام لیا اس پر مجھے بہت حیرانی تھی اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں (کہ اس میں کیا مصلحت تھی) اللہ کی قسم! ابھی اس بات کو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی منافق کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہوئے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے تک آپؐ کا یہی دستور رہا[1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب

---

[1] عند احمد وھکذا رواہ الترمذی وقال حسن صحیح

عبداللہ بن اُبَیّ مر گیا تو اس کے صاحبزادے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسولُ اللہ! اگر آپ اس کے جنازہ میں تشریف نہیں لائیں گے تو لوگ ہمیں ہمیشہ اس کا طعنہ دیتے رہیں گے۔ چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ اسے قبر میں رکھ چکے ہیں تو آپؐ نے فرمایا قبر میں رکھنے سے پہلے تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا چنانچہ اُسے قبر سے نکالا گیا اور حضورؐ نے اس پر سر سے لے کر پاؤں تک دم فرمایا آپؐ نے اُسے اپنی قمیض پہنائی (کیونکہ اس نے جنگِ بدر کے موقع پر حضورؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیض پہنائی تھی حضورؐ اس کے اس احسان کا بدلہ دینا چاہتے تھے اور اُس کے بیٹے کی دلداری بھی کرنا چاہتے تھے) [1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن اُبَیّ کو قبر میں رکھ دیا گیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے چنانچہ حضورؐ کے فرمانے پر اسے باہر نکالا گیا حضورؐ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اُس پر دم فرمایا اور اُسے اپنی قمیض پہنائی [2]

حضرت زید بن اَرقَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جس کی وجہ سے آپؐ چند دن بیمار رہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنوئیں میں پھینک دیا ہے آپ آدمی بھیج کر اُسے منگوالیں۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ اسے نکال کر حضورؐ کی خدمت میں لائے حضورؐ نے ان گرہوں کو کھولا تو حضورؐ ایسے ٹھیک ہو کر کھڑے ہوئے کہ جیسے کسی بندھن سے نکلے ہوں۔ (معلوم ہو جانے کے باوجود) حضورؐ نے نہ تو یہ بات آخری دم تک اِس یہودی کو بتائی اور نہ اس نے اس کا کوئی ناگوار اثر حضورؐ کے چہرے پر کبھی دیکھا [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا تھا جس کے اثر کی وجہ سے آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت میں آپ گئے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت سفیان راوی کہتے تھے یہ اثر سب سے سخت جادو کا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے دُعا مانگی تھی وہ اللہ نے قبول فرمالی میرے پاس دو فرشتے آئے ایک

---

[1] عند احمد ورواہ النسائی [2] عند البخاری کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۷۸) [3] اخرجہ احمد ورواہ النسائی

میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے پاس۔ سر والے نے دوسرے سے کہا ان حضرت کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو ہوا ہے پہلے نے پوچھا جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنو زُریق کا ہے اور یہودیوں کا حلیف اور منافق ہے پہلے نے پوچھا اس نے جادو کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی پر اور کنگھی سے گرے ہوئے بالوں پر کیا ہے پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں ذروان کنویں کے اندر جو پتھر رکھا ہوا ہے اس کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور یہ چیزیں اس میں سے نکالیں اور فرمایا یہ کنواں وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے اس کنویں کا پانی ایسا سُرخ تھا جیسے مہندی والے برتن کو دھونے کے بعد پانی کا رنگ لال ہوتا ہے اور اس کنویں کے کھجوروں کے درخت ایسے وحشت ناک تھے کہ جیسے شیطانوں کے سر ہوں میں نے حضورؐ سے عرض کیا یہ چیزیں آپ نے لوگوں کو کیوں نہ دکھا دیں؟ انہیں دفن کیوں کر دیا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے تو (جادو سے) شفا عطا فرما دی ہے اور میں کسی کے خلاف شر و فتنہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا۔[1] امام احمد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھ ماہ تک یہ حال رہا کہ آپ کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ بیوی کے پاس گئے ہوں اور حالانکہ حقیقت میں گئے ہوئے ہوتے نہیں تھے پھر آپ کے پاس دو فرشتے آئے آگے اور حدیث بیان کی۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ حضورؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (تو آپ کو پتہ چل گیا) اس عورت کو آپؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضورؐ نے اس سے اس زہر ملانے کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے صاف کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے خلاف تمہارے اس منصوبہ کو ہرگز کامیاب کرنے والے نہیں تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] عند البخاری و رواہ احمد و مسلم [2] کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۵۷۴)

گلے کے کوّے پر اِس زہر کا اثر دیکھتا رہا[1] حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضورؐ کی خدمت میں دعوت میں بھیجا (اس میں سے کچھ کھانے کے بعد) حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا رُک جاؤ اِس گوشت میں زہر مِلا ہوا ہے۔ حضورؐ نے اس یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے کہا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ آپ کو بتا دیں گے (کہ اس میں زہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کی جان آپ سے چھوٹ جائے گی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ) یہ سُن کر حضورؐ نے اِسے کچھ نہ کہا[2] اِمام احمد حضرت ابو ہُریرہ والی اِس حدیث جیسی حدیث حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب بھی حضورؐ کو اس زہر کی وجہ سے جسم میں تکلیف محسوس ہُوا کرتی تو آپ سینگی لگوالتے چنانچہ ایک مرتبہ سفر میں آپ تشریف لے گئے اور آپؐ نے اِحرام باندھا اور آپ کو اِس زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے سینگی لگوائی[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بکری کو بھُونا اور پھر اس میں زہر ملایا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دستی کو لیا اور اِس میں سے نوش فرمانے لگے اور آپ کے ساتھ چند صحابہ نے بھی اس کا گوشت کھایا پھر حضورؐ نے اُن سے فرمایا اپنے ہاتھ روک لو۔ حضورؐ نے آدمی بھیج کر اس عورت کو بلایا اور اُس سے فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس یہودی عورت نے کہا آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ دستی کا ٹکڑا جو میرے ہاتھ میں ہے اس نے مجھے بتایا ہے اِس عورت نے کہا ہاں میں نے ملایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا زہر ملا کر تو کیا حاصل کرنا چاہتی تھی؟ اس عورت نے کہا میں نے سوچا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو یہ زہریلی بکری آپ کا نقصان نہیں کر سکے گی اور اگر آپ نبی نہیں تو ہماری جان آپ سے چھوٹ جائے گی۔ حضورؐ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور اسے سزا نہ دی اور جن صحابہ نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا ان میں

---

[1] اخرجہ الشیخان [2] عند البیہقی و رواہ ابو داؤد نحوہ و احمد و البخاری عن ابی ہریرۃ مطولاً [3] عند احمد تفرد بہ احمد و اسنادہ حسن

سے بعض صحابہ کا انتقال ہوگیا اور اس زہریلی بکری کا جو گوشت آپ نے کھایا تھا اس کی وجہ سے آپؐ نے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی۔ حضرت ابوہند رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینگ اور چھری سے سینگی لگائی حضرت ابوہند انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انتقال کرنے والے صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے اور حضورؐ کے فرمانے پر اس عورت کو قتل کر دیا گیا[1] حضرت مروان بن عثمان بن ابی سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بشر بن براء بن معرور کی بہن آئیں تو حضورؐ نے ان کو فرمایا اے امّ بشر! میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ جو بکری کا گوشت خیبر میں کھایا تھا اس کی وجہ سے مجھے اس وقت اپنے دل کی رگ کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے اور تمام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نبوت سے نوازا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا ہے[2]

حضرت جعدہ بن خالد بن صمہ جشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے آدمی کو دیکھا تو ہاتھ سے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر یہ (مال) اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ہوتا تو تمہارے لئے بہتر تھا پھر حضورؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور صحابہ نے بتایا کہ یہ آدمی آپ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ) قتل کرنا چاہتا تھا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا ڈرو مت اگر تمہارا یہ ارادہ تھا تو اللہ نے تمہیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے اسّی آدمی ہتھیار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر حملہ آور ہونے لگے تھے وہ لوگ بے خبری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضورؐ نے ان کے خلاف بددعا کی تو وہ سب پکڑے گئے حضرت عفان راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو معاف فرمادیا اور یہ آیت نازل ہوئی وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ (سورت الفتح آیت ۲۴) ترجمہ "اور وہ ایسا ہے اس نے

---

[1] عند ابی داؤد اخرجہ ابو داؤد عن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہ نحو حدیث جابر۔ [2] عند ابن اسحاق وہکذا ذکر موسیٰ بن عقبۃ عن الزہری عن جابر انتہی من البدایۃ (ج۴ ص ۲۰۸) مختصراً [3] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج۲ ص۲۵) اخرجہ احمد والطبرانی باسناد صحیح۔ اھ

ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو اُن پر قابو دے دیا تھا"۔ [1] یہی قصہ حضرت عبداللہ بن مُغفّل رضی اللہ عنہ اور زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں اس میں یہ ہے کہ ہم لوگ حُدَیْبِیَہ میں اسی طرح ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ہتھیار لگائے ہوئے تیس نوجوان ظاہر ہوئے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی سننے کی طاقت ختم کر دی اس لئے وہ کچھ کر نہ سکے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے کھڑے ہو کر اُن کو پکڑ لیا۔ حضورؐ نے اُن سے پوچھا کیا تم لوگ کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ یا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ اُن لوگوں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (میرے قبیلہ) دَوس نے (میری دعوت) نہیں مانی اور (اسلام قبول کرنے) انکار کر دیا اس لئے آپ ان کے خلاف بددعا کر دیں۔ حضورؐ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے کہا اب تو قبیلہ دَوس والے ہلاک ہو گئے (کیونکہ حضورؐ اُن کے لئے بددعا فرمانے لگے ہیں) لیکن حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! دَوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ اے اللہ! دَوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ اے اللہ! دَوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ چنانچہ حضرت طفیل واپس گئے اور خیبر کے موقع پر دَوس کے ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے لے آئے [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی بُردباری

حضرت ابو زعراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں، میری پاکیزہ بیویاں اور میری نیک اولاد بچپن میں سب سے زیادہ بُردبار تھی اور

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی [2] اخرجہ احمد ایضا والنسائی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۹۲) [3] اخرجہ الشیخان

بڑے ہو کر سب سے زیادہ علم والی بن گئی ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جھوٹ اور غلط بات کو دُور کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے باؤلے بھیڑیئے کے دانتوں کو توڑتا ہے اور جو چیزیں تم سے زبردستی چھینی جاتی ہیں وہ ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ واپس کرواتا ہے اور تمہاری گردن کی (غلامی کی) کی رسیاں کھولتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے اللہ شروع کراتا ہے اور اختتام کو پہنچاتا ہے [۱] اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گذر چکا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ بُردبار کوئی نہیں دیکھا [۲]

شفقت اور مہربانی

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفقت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بعض دفعہ نماز شروع کرتا ہوں اور میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں نماز ذرا لمبی پڑھاؤں گا لیکن میں نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سُن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ بچہ کے رونے سے اس کی ماں پریشان ہوگی [۳]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دوزخ میں جب حضورؐ نے اس جواب پر اس کے چہرے پر (ناگواری) کا اثر دیکھا تو فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں (بہتر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے جنتی یا دوزخی ہونے کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ بعض روایات میں ان کے جنتی ہونے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا) اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں) [۴]

حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[۱] اخرجہ عبد الغنی بن سعید فی ایضاح الاشکال کذا فی المنتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۰) [۲] اخرجہ ابن سعد فی شاورۃ اہل الرای (ج ۱ ص ۴) [۳] اخرجہ الشیخان کذا فی صفۃ الصفوۃ (ص ۶۶)
[۴] اخرجہ مسلم انفرد باخراجہ مسلم کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۶۶)

خدمت میں خون بہا ادا کرنے میں مدد لینے آیا حضورؐ نے اسے کچھ دے دیا۔ پھر حضورؐ نے اس سے پوچھا کیا میں نے تم پر احسان کر دیا؟ اس دیہاتی نے کہا نہ آپ نے احسان کیا اور نہ اچھا سلوک کیا۔ کچھ مسلمانوں کو اس کی اس بات پر غصہ آگیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر اسے مارنا چاہا تو حضورؐ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ رُک جاؤ۔ جب حضورؐ وہاں سے کھڑے ہو کر اپنے گھر پہنچے تو اس دیہاتی کو گھر بلا کر فرمایا تم ہمارے پاس کچھ لینے آئے تھے ہم نے تم کو (وہاں صحابہؓ کے سامنے) کچھ دیا جس پر تم نے کچھ نازیبا بات کہہ دی اس کے بعد حضورؐ نے اس دیہاتی کو کچھ اور دیا اور اس سے پوچھا اب تو میں نے تم پر احسان کر دیا اس دیہاتی نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ہمارے پاس آئے تھے اور تم نے مانگا ہم نے تمہیں کچھ دیا لیکن تم نے اس پر نامناسب بات کہہ دی جس کی وجہ سے میرے صحابہ کے دل میں تمہارے اُوپر غصہ آگیا لہٰذا اب تم ان کے پاس جا کر ان کے سامنے وہ بات کہہ دینا جو تم نے اب میرے سامنے کہی ہے تاکہ ان کا غصہ جاتا رہے اس نے کہا بہت اچھا چنانچہ جب وہ دیہاتی صحابہؓ کے پاس واپس پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے کچھ مانگا تھا جس پر ہم نے اسے کچھ دیا تھا لیکن اس پر اس نے نامناسب بات کہی تھی اب ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب وہ راضی ہو گیا ہے کیوں اے دیہاتی بات ایسے ہی ہے نا؟ اس دیہاتی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے پھر حضورؐ نے فرمایا میری اور اس دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی ایک اونٹنی تھی جو بدک گئی لوگ اس کے پیچھے لگ گئے اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو میں اسے خود پکڑ لوں گا میں اس کے مزاج و عادت کو خوب جانتا ہوں میں نرمی کر کے اسے پکڑ لوں گا۔ چنانچہ وہ اونٹنی کی طرف چل پڑا اور زمین پر پڑا ہوا کھجور کا بیکار خوشہ لے کر اسے بلاتا رہا یہاں تک کہ وہ آگئی اور مان گئی آخر اس نے اس پر کجاوہ کسا اور اس پر بیٹھ گیا اس نے پہلے جو بات کہی تھی اس پر اگر میں تمہاری بات مان کر اسے سزا دے دیتا تو یہ دوزخ میں داخل ہو جاتا [1]

[1] اخرجہ البزار قال البزار لا نعلمہ یروی الا من ہذا الوجہ قلت وہو ضعیف بحال ابراہیم بن الحکم بن

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی شفقت

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بات کریں کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں اس وقت تو ان کے رعب کا یہ حال ہے کہ کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردے میں ان سے ڈرتی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جا کر حضرت عمرؓ سے یہ بات کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا کیونکہ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کتنی مہربانی، شفقت اور نرمی ہے تو یہ میرے کندھے سے کپڑے اتارلیں [1]

شرم و حیاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کنواری لڑکی اپنے پردے میں جتنی شرم و حیاء والی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ حیا والے تھے اور جب حضورؐ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تھی تو آپؐ کے چہرے سے اس ناگواری کا صاف پتہ چل جاتا تھا [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا تو ساری کی ساری خیر ہی خیر ہے [3]

از صفحہ گذشتہ — ابان کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۴۰۴) واخرجہ ایضا ابن حیان فی صحیحہ وابو الشیخ وابن الجوزی فی الوفاء کما قال الخفاجی (ج ۲ ص ۸۷) ص ۲ اخرجہ الدینوری کذا فی المنتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۶)

حاشیہ صفحہ ہذا [1] اخرجہ البخاری وزداہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۶) والترمذی فی الشمائل (ص ۲۶) وابن سعد (ج ۱ ص ۹۲) واخرجہ الطبرانی عن عمران بن حصین نحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷) رواہ الطبرانی باسنادین ورجال احدہما رجال الصحیح ۔اھ [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷) رجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن عمر المقدمی وہو ثقۃ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک آدمی پر زرد رنگ دیکھا جو آپؐ کو بُرا محسوس ہوا جب وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ اسے یہ کہہ دو کہ وہ یہ زرد رنگ دھوڈالے تو بہت اچھا ہو آپؐ کی اکثر عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی کی کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو آپؐ اس آدمی کے منہ پر اسے براہِ راست نہ کہا کرتے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کے کسی عیب کی خبر پہنچتی تو اس آدمی کا نام لے کر یوں نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا کہ وہ یوں کہتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں اور یوں کہتے ہیں۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ایک غلام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے (حیا کی وجہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم کی جگہ کبھی نہیں دیکھی۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی حیاء

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضورؐ حضرت عائشہؓ کی چادر اوڑھے ہوئے اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اجازت دے دی اور آپ اسی طرح لیٹے رہے اور وہ اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپؐ اسی طرح لیٹے رہے وہ بھی اپنے ضرورت کی بات کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں پھر میں نے اجازت مانگی تو آپؐ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے کپڑے ٹھیک کر لو (پھر مجھے اجازت دی) میں بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلا گیا تو حضرت

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ ابوداؤد والترمذی فی الشمائل والنسائی فی الیوم واللیلۃ [2] عند ابی داؤد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۸) [3] اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۲۶) عن موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید الخطمی

عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپ نے حضرت عثمانؓ کے آنے پر جتنا اہتمام کیا اتنا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے آنے پر نہیں کیا؟ حضورؐ نے فرمایا عثمان بہت ہی حیا والے آدمی ہیں تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں انہیں اسی حالت میں اجازت دے دوں گا تو وہ اپنی ضرورت کی بات کہہ نہ سکیں گے اس حدیث کے بہت سے راوی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے پھر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے حضورؐ باتیں کر رہے تھے اور حضورؐ کے گھٹنے کھلے ہوئے تھے (باقی حضرات کے آنے پر تو حضورؐ ایسے رہے لیکن) حضرت عثمانؓ کے آنے پر حضورؐ نے اپنے گھٹنوں پر کپڑا ڈال دیا اور اپنی زوجۂ محترمہ (حضرت عائشہؓ) سے فرمایا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ یہ حضرات حضورؐ سے کچھ دیر بات کر کے چلے گئے تو حضرت عائشہ نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے والد اور دیگر صحابہ اندر آئے تو آپ نے نہ تو گھٹنے پر اپنا کپڑا ٹھیک کیا اور نہ مجھے پیچھے ہونے کو کہا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے عثمانؓ سے ایسے ہی حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور رسولؐ سے کرتے ہیں اگر وہ اندر آتے اور تم میرے پاس بیٹھی ہوتیں تو وہ نہ تو بات کر سکتے اور نہ واپس جانے تک سر اٹھا سکتے [2]

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ مسلم و ابو یعلی عن عائشہ ورواہ احمد من وجہ آخر عن عائشۃ نحوہ واحمد والحسن بن عرفۃ عن حفصۃ رضی اللہ عنہا مثل حدیث عائشۃ [2] عند الطبرانی ہذا حدیث غریب من ہذا الوجہ وفیہ زیادۃ علی ما قبلہ وفی سندہ ضعف کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۲۰۳ و ۲۰۴) وحدیث حفصۃ رضی اللہ عنہا اخرجہ ایضا الطبرانی فی الکبیر والاوسط مطولا وابو یعلی باختصار کثیر واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۲) وحدیث ابن عمر اخرجہ ایضا ابو یعلی نحوہ وفیہ ابراہیم بن عمر بن ابان وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ باحیا ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض دفعہ حضرت عثمان گھر میں ہوتے اور دروازہ بھی بند ہوتا لیکن پھر بھی وہ غسل کے لئے اپنے کپڑے نہ اتار سکتے اور وہ اتنے شرمیلے تھے کہ (غسل کے بعد) جب تک وہ کپڑے سے ستر نہ چھپا لیتے کمر سیدھی نہ کر سکتے یعنی سیدھے کھڑے نہ ہو سکتے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اللہ سے حیاء کرو کیونکہ میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اللہ سے شرما کر اپنے سر کو ڈھک لیتا ہوں۔[2]

حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عُمارہ بن غُراب یَحْصُبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مَظعون رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسولَ اللہ! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میرے سَتر کو دیکھے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا مجھے اس سے شرم آتی ہے اور یہ مجھے بہت بُرا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیوی کو تمہارا لباس اور تمہیں اس کا لباس بنایا ہے اور (بعض دفعہ) میرے گھر والے میرا سَتر اور میں ان کا سَتر دیکھ لیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسولَ اللہ! آپ ایسا کر لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا پھر آپ کے بعد کون ہو سکتا ہے! (جس کا ہر کام میں اِتّباع کیا جائے ایسے تو آپ ہی ہیں) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مظعون تو بہت زیادہ باحیا، پاکدامن اور سَتر چھپا کر رکھنے والے ہیں۔[3]

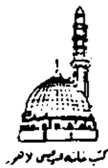
حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔[4]

---

[1] اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۷۳) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۲) رواہ احمد و رجالہ ثقات اھ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۶) مثلہ۔ [2] اخرجہ سفیان کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۴) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸۷) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۸۴) عن ابن مجلز نحوہ وعن ابن سیرین مثلہ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی تاریک کمرے میں غسل کر لیتے تو سیدھے کھڑے نہ ہوتے بلکہ کمر جھکا کر کبڑے بن کر چلتے اور کپڑے لے کر پہن لیتے (پھر سیدھے ہوتے) [۱] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب سویا کرتے تو اس ڈر سے کپڑے پہنے رہتے کہ کہیں سوتے میں ان کا ستر نہ کھل جائے [۲] حضرت عبادہ بن نُسَیّ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابُو مُوسیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ لنگی باندھے بغیر پانی میں کھڑے ہیں تو فرمایا میں مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی طرح کروں [۳]

حضرت اَشَجّ عَبْدُ الْقَیْس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہ دو خصلتیں کون سی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُردباری اور حیاء میں نے پوچھا یہ پہلے سے میرے اندر تھیں یا اب پیدا ہوئی ہیں. حضورؐ نے فرمایا نہیں. پہلے سے تھیں میں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا فرمایا جو اسے پسند ہیں [۴]



[۱] عند ابی نعیم ایضا [۲] عند ابی نعیم (ج ۴ ص ۸۲) [۳] اخرجہ ایضا ابو نعیم (ج ۴ ص ۸۴)
[۴] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ابو نعیم عن الشج کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۴۰)

تواضُع اور عاجزی

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تواضع

حضرت اَبُوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اُتر رہا ہے تو انہوں نے کہا جب سے یہ فرشتہ پیدا ہُوا ہے اِس وقت سے اَب تک یہ زمین پر کبھی نہیں اُترا۔ جب وہ فرشتہ زمین پر اُتر گیا تو اس نے کہا اے محمدؐ! آپ کے رَب نے مجھے آپ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ کو بادشاہ اور نبی بناؤں یا بندہ اور رَسُول؟ حضرت جبرائیل نے کہا اَے محمدؐ! آپ اپنے رَب کے سامنے تواضع اختیار کریں تو حضورؐ نے فرمایا میں بندہ اور رسُول بننا چاہتا ہوں [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس حدیث کو بیان کر کے آخر میں فرماتی ہیں کہ اِس کے بعد حضورؐ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا بلکہ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے [2] مال واپس کرنے کے باب میں طَبرانی وغیرہ کی روایت سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی اِسی کے ہم معنی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت اَبُو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابُو اَمامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ فرمایا حضورؐ کی ساری گفتگو قرآن (کے مطابق) ہُوتی تھی آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور بیان مختصر کرتے تھے نماز لمبی پڑھتے تھے۔ آپ ناک نہیں چڑھاتے تھے اور اس سے تکبّر محسوس نہیں فرماتے تھے کہ مسکین اور کمزور آدمی کے ساتھ جا کر

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹) رواہ احمد والبزار وابویعلی ورجال الاولین رجال الصحیح ورواہ ابویعلی باسناد حسن [2] کما قال الہیثمی عن عائشہ رضی اللہ عنہا بمعناہ مع زیادۃ فی اولہ

اس کی ضرورت پوری کر کے ہی آئیں [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور لغو و بیکار بات بالکل نہ فرماتے تھے گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور اُون کا کپڑا پہن لیتے تھے اور غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور اگر تم غزوۂ خیبر کے دن حضورؐ کو دیکھتے کہ گدھے پر سوار ہیں جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی تو عجیب منظر دیکھتے ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ بیمار کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شرکت فرماتے تھے [2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اُون پہنتے تھے اور بکری کی ٹانگوں کو قابو کر کے اس کا دودھ نکالتے اور مہمان کی خاطر مدارت خود کرتے [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھا کرتے تھے، زمین پر کھایا کرتے تھے اور بکری کی ٹانگ باندھ کر دودھ نکالا کرتے تھے اور کوئی غلام جَو کی روٹی کی دعوت کیا کرتا تو اسے بھی قبول فرما لیا کرتے تھے [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (مدینہ سے باہر کی آبادی) عوالی کا کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت جَو کی روٹی پر بلاتا تو بھی آپ اسے قبول فرما لیتے [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی آدمی جَو کی روٹی اور بد ذائقہ چربی کی دعوت دیتا تو آپؐ اُسے قبول فرما لیا کرتے (اور اپنا سب کچھ دوسروں پر خرچ کرنے کا یہ عالم تھا کہ) آپ کی ایک زِرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور انتقال تک آپ کے پاس اتنا مال جمع نہ ہو سکا کہ جسے دے کر آپ اس زِرہ کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰) واخرجہ البیہقی والنسائی عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۵) [2] اخرجہ الطیالسی وفی الترمذی وابن ماجہ عن انس بعض ذلک کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۵) عن انس بطولہ [3] اخرجہ البیہقی وہذا غریب من ہذا الوجہ ولم یخرجوہ واسنادہ جید کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۵) واخرجہ الطبرانی عن ابی موسی مثلہ ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰) [4] عند الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰) [5] عند الطبرانی ایضا ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰)

یہودی سے چھڑا لیتے [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ آواز دی حضورؐ ہر مرتبہ جواب میں لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ فرماتے [2]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بدکلام تھی ایک مرتبہ وہ حضورؐ کے پاس سے گزری حضورؐ ایک اونچی جگہ پہ بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے۔ یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا؟ پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا تو بھی کھا لے۔ اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضورؐ نے اسے دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں۔ حضورؐ نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھا لیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم و حیا غالب آگئی اور اس کے بعد اس نے اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی [3]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا تسلی رکھو میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت بھی کھا لیا کرتی تھی [4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے [5] حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا آپؐ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا میں نے ٹھیک کرنے کے لئے حضورؐ سے جوتی لے لی۔

---

[1] عند الترمذی فی الشمائل (ص ۲۳) [2] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰) رواہ ابو یعلی فی الکبیر عن شیخہ جبارۃ بن المغلس وثقہ ابن نمیر وضعفہ الجمہور وبقیۃ رجالہ ثقات رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ ایضا ابو نعیم فی الحلیۃ وتمام والخطیب کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۵) [3] اخرجہ الطبرانی واسنادہ ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱) [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰) وفیہ من لم اعرفہم [5] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹۳)

حضورؐ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے کر فرمایا تسمہ تو میرا ٹوٹا اور ٹھیک تم کرو اس سے فوقیت نظر آتی ہے اور میں دوسروں پر اپنی فوقیت پسند نہیں کرتا (بلکہ میں تو سب کے برابر بن کر رہنا چاہتا ہوں) [۱]

حضرت عبداللہ بن جُبَیر خُزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ جا رہے تھے کسی نے کپڑے سے آپؐ پر سایہ کر دیا جب آپؐ کو زمین پر سایہ نظر آیا تو آپؐ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک صاحب چادر سے آپ پر سایہ کر رہے تھے حضورؐ نے فرمایا رہنے دو اور کپڑا اس سے لے کر رکھ دیا اور فرمایا میں بھی تم جیسا آدمی ہوں (اپنے لئے امتیازی سلوک نہیں چاہتا) [۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دل میں کہا معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزید اور کب تک ہم میں رہیں گے یہ معلوم کرنے کے لئے میں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ سایہ کے لئے ایک چھپّر بنالیں تو بہت اچھا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا میں تو لوگوں میں ایسے گھل مل کر رہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ میری ایڑیاں روندتے رہیں اور میری چادر کھینچتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (دنیا سے اٹھا کر) مجھے ان لوگوں سے راحت دے (میں اپنے لئے الگ جگہ بنانا نہیں چاہتا) [۳]

حضرت عِکرِمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پتہ چلاؤں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اور کتنا رہیں گے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ عام لوگوں کے ساتھ رہنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے ان کا سارا گرد و غبار آپ پر آجاتا ہے اس لئے اگر آپ اپنے لئے ایک تخت بنالیں جس پر بیٹھ کر آپ لوگوں سے بات کیا کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو پچھلی حدیث میں گزر گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ اب آپؐ ہم میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔ [۴]

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے

---

[۱] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱) وفیہ من لم اعرفہ۔ اھ [۲] اخرجہ الطبرانی ورجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱) [۳] اخرجہ البزار ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱)
[۴] اخرجہ الدارمی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۸۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۹۳) عن عکرمۃ نحوہ

فرمایا کہ گھر والوں کے کام کاج میں لگ جاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے [1] حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کچھ کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں حضورؐ اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرتے اور اپنے کپڑے سی لیا کرتے آپ گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے جس طرح آپ لوگ کرتے ہیں۔ حضرت عَمرہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ بھی انسان ہی تھے تو اور انسانوں کی طرح آپ اپنے کپڑوں میں سے (شبہ کی وجہ سے) جوئیں نکال لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ نکالتے تھے اور اپنے کام خود کیا کرتے تھے [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہ فرماتے (بلکہ خود اس سے وضو فرماتے) اور جب آپؐ کوئی صدقہ دینا چاہتے تو خود دیتے [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپؐ نہ خچر پر سوار تھے اور نہ ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیدل تشریف لائے تھے) [4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کجاوے پر حج فرمایا اور کجاوے پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی اس کے باوجود آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ مجھے ایسے حج کی توفیق عطا فرما جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے تو لوگ اونچی جگہوں پر چڑھ کر حضورؐ کو دیکھ رہے تھے لیکن تواضع اور عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر کجاوے کو لگا ہوا تھا [6] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے تو آپؐ کی ٹھوڑی تواضع

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ البخاری وابن سعد (ج ۱ ص ۹۱) نحوہ [2] عند البیہقی ورواہ الترمذی فی شمائل کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۴) [3] عند القزوینی یضعف کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۸۰) [4] اخرجہ البخاری کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۶۵) [5] اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۲۴) [6] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶۹) وفیہ عبداللہ بن ابی بکر المقدمی وہو ضعیف۔ اھ

کی وجہ سے کجاوے پر تھی ۔[1] حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم ذِی طُویٰ مقام پر پہنچے تو اپنی سواری پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپ نے سُرخ یمنی دھاری دار چادر سر پر باندھی ہوئی تھی اور اس کا ایک کنارہ منہ پر ڈالا ہُوا تھا جب حضورؐ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے سرفراز فرمایا ہے تو حضورؐ نے اللہ کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کے لئے اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ آپ کی داڑھی کجاوے کے درمیانی حصے کو لگ رہی تھی ۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا حضورؐ کپڑا بیچنے والوں کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں ایک شلوار خریدی بازار والوں نے ایک (سونا چاندی) تولنے والا رکھا ہوا تھا حضورؐ نے اس سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ اور حضورؐ نے وہ شلوار لے لی مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شلوار لے کر اٹھانی چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا چیز کا مالک خود اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ہاں اگر وہ مالک اتنا کمزور ہو کہ اپنی چیز کو اٹھا نہ سکتا ہو تو پھر اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کر دے۔ مَیں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! آپ یہ شلوار پہنیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں دن رات سفر و حضر میں پہنوں گا کیونکہ مجھے سَتر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ سَتر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی ۔[3]

دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تولنے والے سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ اس تولنے والے نے کہا مَیں نے یہ بات کسی اَور سے نہیں سنی۔ مَیں نے اسے کہا کہ تیرے ہلاک ہونے اور تیرے دین کے بگاڑ کے لئے یہ کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا یہ سن کر اس نے ترازو وہیں پھینکی اور کود کر اٹھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو لے کر اُسے بوسہ دینا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ ایسے تو عجم کے لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اور مَیں تو بادشاہ نہیں ہوں میں تو آپ لوگوں میں سے ہی ایک آدمی

---

[1] اخرجہ البیہقی [2] رواہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹۳) [3] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والبویعلی اخرجہ من طریق ابن زیاد الواسطی واخرجہ احمد فی سندہ ابن زیاد دھو وشیخہ ضعیفان کذا فی نسیم الریاض (ج ۲ ص ۱۰۵) وقال الحجر ضعفہ بمتابعتہ ومنہ معلم الاتخطیۃ ابن القیم لاوجہ لہا۔ انتہی

ہوں چنانچہ اس نے جھکتا ہوا تولا اور اپنے تولنے کی اجرت لی [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی تواضع

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اونٹ پر بیٹھ کر ملک شام تشریف لائے تو لوگ اس بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے (کہ امیر المؤمنین کو گھوڑے پر سفر کرنا چاہیئے تھا اونٹ پر نہیں کرنا چاہیئے تھا وغیرہ وغیرہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لوگوں کی نگاہ ایسے انسانوں کی سواری کی طرف جا رہی ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اس سے شام کے کفار مراد ہیں) [2]

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ رضی اللہ عنہ کا ایک عورت پر گزر ہوا جو عَصِیدہ گھونٹ رہی تھی (عَصِیدہ وہ آٹا ہے جسے گھی ڈال کر پکایا جائے) حضرت عمرؓ نے اس سے کہا عَصِیدہ کو اس طرح نہیں گھونٹا جاتا یہ کہہ کر اس سے حضرت عمرؓ نے ڈوئی لے لی اور فرمایا اس طرح گھونٹا جاتا ہے اور اسے گھونٹ کر دکھایا [3] حضرت ہشام بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو (عورتوں سے) یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی گرم نہ ہو جائے تم میں سے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے اور جب پانی گرم ہو جائے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالتی جائے اور ڈوئی سے اس کو ہلاتی جائے اس طرح اچھی طرح مِل جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں بنے گا [4]

حضرت زِر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ رضی اللہ عنہ عیدگاہ ننگے پاؤں جا رہے ہیں [5] حضرت عمر مُخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ سب نماز میں جمع ہو جائیں ضروری بات کرنی ہے جب لوگ کثرت سے جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا اے لوگو! میری چند خالائیں تھیں جو قبیلہ بنو مخزوم

---

[1] ذکرہ الہیثمی فی المجمع (ج ۵ ص ۲۱) عن ابی ہریرۃ مثل الحدیث الذی قبلہ قال الہیثمی رواہ ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط وفیہ یوسف بن زیاد وہو ضعیف [2] اخرجہ ابن عساکر واخرجہ ابن المبارک کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۷) [3] اخرجہ ابن سعد عن حزام بن ہشام [4] کذا فی المنتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۷) [5] اخرجہ المروزی فی العیدین کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۸)

کی تھیں میں اِن کے جانور چرایا کرتا تھا وہ مجھے مٹھی بھر کشمش اور کھجور دے دیا کرتی تھیں میں اس پر سارا دن گزارا کرتا تھا اور وہ بہت ہی اچھا دن ہوتا تھا پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اور تو کوئی خاص بات کہی نہیں۔ بس اپنا عیب ہی بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عوف! تیرا بھلا ہو! میں تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا میرے نفس نے مجھ سے کہا تو امیر المومنین ہے تجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ تو میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی میں اپنی قبیلہ بنو مخزوم کی خالاؤں کو میٹھا پانی لاکر دیا کرتا تھا وہ مجھے کشمش کی چند مٹھیاں دے دیا کرتی تھیں۔ بس یہ کشمش ہی کھانے کی چیز ہوتی تھی۔ آخر میں یہ بھی فرمایا مجھے اپنے نفس میں کچھ بڑائی محسوس ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے کچھ نیچے جھکاؤں

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھے ہوئے باہر نکلے ان کے پاس سے ایک جوان گدھے پر گذرا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھا لے وہ نوجوان کود کر گدھے سے نیچے اترا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ سوار ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا تم مجھے نرم جگہ بٹھانا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ بیٹھنا چاہتے ہو چنانچہ وہ جوان گدھے پر آگے بیٹھا اور حضرت عمرؓ اس کے پیچھے۔ آپ جب مدینہ منورہ داخل ہوئے تو آپ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے[۳]

حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ نکلا اور ہم مدینہ میں گری ہوئی آدھ کچری کھجوریں چننے لگے کہ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کوڑا لئے ہوئے آگئے جب لڑکوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب کھجوروں کے باغ میں اِدھر اُدھر بکھر گئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا اور میری لنگی میں کچھ کھجوریں تھیں جو میں نے وہاں سے چنی تھیں۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ کھجوریں وہ ہیں جو ہوا سے نیچے گری ہیں (یعنی میں نے درخت سے نہیں توڑی ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری

---

[۱] اخرجہ الدینوری عن محمد بن عمر المخزومی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۷) [۲] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۳) عن ابی عمیر الحارث بن عمیر عن رجل بمعناہ [۳] اخرجہ الدینوری کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۷)

تنگی میں رکھی ہوئی ان کھجوروں کو دیکھا اور مجھے نہ مارا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! (میں اب گھر جانا چاہتا ہوں راستہ میں) آگے لڑکے کھڑے ہیں جو میری یہ تمام کھجوریں چھین لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چلو (میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں) چنانچہ حضرت عمر میرے ساتھ میرے گھر تک آئے [۱]۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مکہ سے مدینہ واپس آتے تو مدینہ سے ذرا پہلے) مُعَرَّس مسجد ذو الحُلَیفہ) میں قیام فرماتے اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے سوار ہوتے تو سواری پر پیچھے کسی کو ضرور بٹھاتے اور کوئی نہ ملتا تو کسی لڑکے کو ہی بٹھا لیتے اور اسی حال میں مدینہ میں داخل ہوتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا کیا حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے تواضع کے خیال سے بٹھایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں تواضع کے خیال سے بھی بٹھاتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ پیدل آدمی کو سواری مل جائے اس کا بھی فائدہ ہو جائے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اور بادشاہوں جیسے نہ ہوں (کہ وہ تو کسی عام آدمی کو اپنے پیچھے بٹھاتے نہیں) پھر وہ بتلانے لگے کہ اب تو لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے خود سوار ہو جاتے ہیں اور غلام اور لڑکوں کو اپنے پیچھے پیدل چلاتے ہیں اور یہ بہت ہی عیب کی بات ہے [۲]۔

حضرت مَیمُون بن مِہْران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ہَمْدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے [۳]۔

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اپنے وضوء کا انتظام خود کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ یہ انتظام کر دیا کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے جس میں وہ آرام کرتے ہیں [۴]۔ حضرت زبیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری دادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ (تہجد

---

[۱] اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۹۰) [۲] اخرجہ البیہقی عن مالک عن عمہ عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۴۳)
[۳] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۰) [۴] اخرجہ ابن سعد و احمد فی الزہد و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۴۵)

کے وقت) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو نہ جگاتے ہاں اگر کوئی از خود اٹھا ہوا ہوتا تو اسے بلا لیتے اور وہ آپ کو وضو کے لیے پانی لا دیتا اور آپ ہمیشہ روزہ رکھتے لے

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک چادر میں سوئے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے حالانکہ اس وقت آپ امیر المومنین تھے ۲ے حضرت اُنَیسہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ محلّہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر (دودھ نکلوانے کے لیے) حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتی تھیں، حضرت ابوبکر انھیں خوش کرنے کے لیے فرمایا کرتے کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابن عَفراء کی طرح تمہیں دودھ نکال کر دوں ۳ے حضرات خُلفاء اور اُمَرا کی طرزِ زندگی کے عنوان کے ذیل میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مُسَیّب وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تاجر آدمی تھے روزانہ صبح جا کر خرید و فروخت کرتے ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی اس کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا اپنے محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے۔ جب یہ خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اَب تو حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا نہیں، میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لیے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اُٹھائی ہے یہ مجھے اُن اَخلاقِ کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلہ والوں کا دودھ نکالا کرتے تھے اور بعض دفعہ اَز راہِ مذاق محلّہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے؟ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہرحال جیسے وہ کہتی ویسے ہی کرتے۔

حضرت صالح کمبل فروش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا یا کسی مرد نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا نہیں (میں نے یہ کھجوریں بچوں کے لیے خریدی ہیں اس لیے) بچوں کا باپ ہی ان

لے عند ابن المبارک فی الزہد کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۶۳) ۲ے اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۰)
۳ے اخرجہ ابن سعد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۱)

کے اُٹھانے کا زیادہ حقدار ہے [1]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار میں تنہا تشریف لے جاتے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے جسے راستہ معلوم نہ ہوتا اسے راستہ بتاتے، گمشدہ چیز کا اعلان کرتے، کمزور کی مدد کرتے اور دکاندار اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو اسے قرآن کی یہ آیت سناتے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا (سورت قصص آیت ۸۳)
ترجمہ: یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا" اور فرماتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے حاکم ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ عدل و انصاف اور تواضع والے ہیں [2]

حضرت جُرموز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آرہے ہیں اور انھوں نے قطر کی بنی ہوئی دو سرخی مائل چادریں اوڑھی ہوئی ہیں ایک لنگی آدھی پنڈلی تک اور دوسری اتنی ہی لمبی چادر اپنے اوپر لپیٹی ہوئی ہے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے جسے لے کر وہ بازاروں میں جایا کرتے اور بازار والوں کو اللہ سے ڈرنے کا اور عمدہ طریقہ سے بیچنے کا حکم دیا کرتے اور فرماتے پورا تولو اور پورا ناپو اور یہ بھی فرماتے کہ گوشت میں ہوا نہ بھرو (اس طرح گوشت موٹا نظر آئے گا اور لوگوں کو دھوکا لگے گا [3]

حضرت ابُو مَطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا اپنی لنگی اونچی کر لے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کر لے اگر تو مسلمان ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا پھر حضرت علی چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا بیچو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۸۱) واخرجہ ابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۶) والبو القاسم البغوی کما فی البدایۃ (ج ۸ ص ۵) عن صالح بنحوہ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۶) واخرجہ ابو القاسم البغوی نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۸ ص ۵) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۸) واخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۴۸)

خادمہ رو رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے حضرت علیؓ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھجوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا میں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ حضرت علی امیر المومنین ہیں اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں حضرت علیؓ نے فرمایا جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا پھر کھجور والوں کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا مسکین کو کھلایا کرو اس سے تمہاری کمائی بڑھ جائے گی پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں! مجھے ایک قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علیؓ کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی (وہ حضرت علیؓ کو نہ پہچان سکا) اور اسے پہن لیا اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی۔ پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آگیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے۔ چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی [1]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آٹا گوندھتیں اور ان کے سر کے بال لگن سے ٹکراتے [2]

حضرت مطلب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرب کی بیوہ خاتون یعنی حضرت ام سلمہ

---

[1] اخرجہ ابن راھویہ واحمد فی الزھد وعبد بن حمید وابو یعلی والبیہقی وابن عساکر وضعف کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۷)، [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۲ ص ۴۱۲)

رضی اللہ عنہا شام کو تو تمام مسلمانوں کے سردار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں دُلہن بن کر آئیں اور رات کے آخری حصہ میں آٹا پیسنے لگیں۔[1]

حضرت سلامہ عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا ایک بھانجا گاؤں سے آیا اسے قُدامہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اس نے مجھ سے کہا میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنا اور انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم انہیں ملنے چلے وہ ہمیں مدائن شہر میں مل گئے وہ ان دنوں بیس ہزار فوج کے امیر تھے وہ تخت پر بیٹھے ہوئے کھجور کے پتوں کی ٹوکری بنا رہے تھے۔ ہم نے انہیں جا کر سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ! یہ میرا بھانجا دیہات سے میرے پاس آیا ہے آپ کو سلام کرنا چاہتا ہے۔ حضرت سلمان نے فرمایا وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ میں نے کہا یہ کہتا ہے کہ اسے آپ سے محبت ہے انہوں نے فرمایا اللہ اسے اپنا محبوب بنائے۔[2]

حضرت حارث بن عُمَیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدائن میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی کھال رنگنے کی جگہ میں دونوں ہاتھوں سے ایک کھال کو رگڑ رہے ہیں جب میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا ذرا اپنی جگہ ٹھہرنا میں ابھی باہر آتا ہوں۔ میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں (میں نے تمہیں پہچان لیا ہے) بلکہ میری روح نے تمہاری روح کو پہلے پہچانا میں نے بعد میں تمہیں پہچانا کیونکہ تمام روحیں جمع شدہ لشکر ہیں تو جن روحوں کا آپس میں وہاں تعارف اللہ کی خاطر ہو گیا وہ تو ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتی ہیں اور جن کا جوڑ اللہ کے علاوہ کسی وجہ سے ہوا وہ ایک دوسرے سے مانوس نہیں ہوتیں۔[3]

حضرت اَبُو قِلَابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت سلمان آٹا گوندھ رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا یہ کیا ہے؟ (کہ آپ خود ہی آٹا گوندھ رہے ہیں) انہوں نے فرمایا (آٹا گوندھنے والے) خادم کو ہم نے کسی کام کے لئے بھیج دیا اس لیے ہم نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ ہم اس کے ذمہ دو کام لگا دیں۔ پھر اس آدمی نے کہا فلاں صاحب آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔ حضرت سلمان نے پوچھا تم کب آئے تھے؟ اس نے کہا اتنے عرصے سے آیا ہوا ہوں۔ حضرت سلمان نے فرمایا اگر تم اس کا سلام نہ پہنچاتے تو پھر یہ وہ امانت شمار ہوتی جو تم نے ادا نہیں کی (تمہارے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۶۴) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۷) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۹۶) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۸) عن الحارث مطولاً وجعل ماذکرہ سلمان من المرفوع

ذمہ باقی رہتی) [1]

حضرت عمرو بن ابو قرّہ کِندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بات پیش کی کہ وہ ان کی ہمشیرہ سے شادی کرلیں لیکن حضرت سلمان نے انکار کردیا بلکہ (میرے والد کی آزاد کردہ) بُقَیرَہ نامی باندی سے شادی کرلی پھر (میرے والد) حضرت ابُو قُرّہ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان کے درمیان کچھ بات ہوئی ہے تو میرے والد حضرت سلمان کے پاس گئے وہاں جاکر انہوں نے حضرت سلمان کے بارے میں پوچھا تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ اپنے سبزی کے کھیت میں ہیں۔ میرے والد وہاں چلے گئے تو وہاں حضرت سلمان کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں سبزی تھی انہوں نے اپنی لاٹھی اس ٹوکری کے دستے میں ڈال کر اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی پھر وہ لوگ وہاں سے چل پڑے جب حضرت سلمان کے گھر پہنچے اور وہ اپنے گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو انہوں نے کہا السّلامُ علیکم پھر انہوں نے (میرے والد) حضرت ابو قرّہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ میرے والد نے اندر جاکر دیکھا تو بچھونا بچھا ہوا تھا اور اس کے سرہانے چند کچی اینٹیں تھیں اور تھوڑی سی کچھ اور چیز بھی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے میرے والد سے کہا تم اپنی (آزاد کردہ) باندی کے اس بستر پر بیٹھ جاؤ جسے وہ اپنے لیے بچھاتی ہے [2]

قبیلہ بنو عَبدِ قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو گدھے پر سوار ایک لشکر میں دیکھا جس کے وہ امیر تھے انہوں نے شلوار پہنی ہوئی تھی جس کی پنڈلیاں (ہوا کی وجہ سے) ہل رہی تھیں لشکر والے کہہ رہے تھے امیر صاحب آرہے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھے اور بُرے کا پتہ تو آج (یعنی دنیا سے جانے) کے بعد (قیامت کے دن) چلے گا [3] قبیلہ بنو عَبدِ قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے امیر تھے میں ان کے ساتھ ساتھ تھا وہ لشکر کے چند جوانوں کے پاس سے گزرے۔ جوان انہیں دیکھ کر ہنسنے اور کہنے لگے یہ ہیں تمہارے امیر۔ میں نے حضرت سلمان سے کہا اے ابو عبد اللہ! کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑو (جو کرتے ہیں کرنے دو) کیونکہ اچھے اور بُرے کا پتہ تو آج کے بعد (کل قیامت کے دن) چلے گا اگر تمہارا بس چلے تو مٹی کھا لینا لیکن دو آدمیوں کا

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۴) واحمد کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۱۸) عن ابی قلابۃ بنحوہ [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۸) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۹۹)

بھی امیر نہ بننا اور مظلوم اور بے بس و مجبور کی بددعا سے بچنا کیونکہ ان کی دعا کو کوئی نہیں روک سکتا (سیدھی عرش پر جاتی ہے) [1] حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے وہ گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن کر باہر لوگوں میں نکلتے تو لوگ انہیں دیکھ کر کہتے گرگ آمد گرگ آمد ــــ حضرت سلمان پوچھتے یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگ بتاتے کہ یہ آپ کو اپنے ایک کھلونے سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حضرت سلمان فرماتے کوئی بات نہیں (دنیا میں اچھا یا برا ہونے سے فرق نہیں پڑتا) اصل میں اچھا وہ ہے جو کل اچھا شمار ہو [2]

حضرت ہریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار ہیں جس کی پیٹھ ننگی ہے اور انہوں نے سُنبلان مقام کی بنی ہوئی چھوٹی سی قمیص پہن رکھی تھی جو نیچے سے تنگ تھی ان کی پنڈلیاں لمبی تھیں ان پر بال بھی بہت تھے قمیص ان کی اونچی تھی جو گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی میں نے دیکھا کہ بچے پیچھے سے ان کے گدھے کو بھگا رہے ہیں میں نے بچوں کو کہا کیا تم امیر سے پرے نہیں ہٹتے؟ حضرت سلمان نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اچھے برے کا تو کل پتہ چلے گا [3]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے ایک دفعہ قبیلہ بنو تیم اللہ کا ایک شامی آدمی آیا اس کے پاس بھوسے کا ایک گٹھڑ تھا اسے راستہ میں حضرت سلمان ملے انہوں نے گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن رکھا تھا اس آدمی نے ان سے کہا آؤ میرا یہ گٹھڑ اٹھا لو وہ آدمی ان کو پہچانتا نہیں تھا حضرت سلمان نے وہ گٹھڑ اٹھا لیا جب اور لوگوں نے حضرت سلمان کو دیکھا تو انہوں نے انہیں پہچان لیا اور اس آدمی سے کہا یہ تو (ہمارے) گورنر ہیں۔ اس آدمی نے حضرت سلمان سے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں حضرت سلمان نے فرمایا نہیں میں تمہارے گھر تک اسے پہنچاؤں گا۔ دوسری سند کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمان نے فرمایا میں نے (تمہاری خدمت کی) نیت کی ہے اس لیے جب تک میں اسے تمہارے گھر تک نہیں پہنچا دوں گا اسے (سر سے اتار کر) نیچے نہیں رکھوں گا [4]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کوئی چیز تیار کیا کرتے تھے جب انہیں اس کام سے کچھ رقم مل جاتی تو گوشت یا مچھلی خرید کر اسے پکاتے پھر کوڑھ کے مریضوں کو بلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے [5]

---

[1] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۶۳) [2] عند ابن سعد ایضاً [3] عند ابن سعد ایضاً [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۳) [5] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۰)

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر بنا کر بھیجتے تو اس کے معاہدہ نامہ میں (لوگوں کو) یہ لکھتے کہ جب تک یہ تمہارے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے رہیں تم ان کی بات سنتے رہو اور مانتے رہو چنانچہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کے معاہدہ نامہ میں یہ لکھا کہ ان کی بات سنو اور مانو اور جو تم سے مانگیں وہ ان کو دے دو۔ وہ جب حضرت عمرؓ کے پاس سے جب چلے تو وہ گدھے پر سوار تھے گدھے پر پالان پڑا ہوا تھا اور اس پر ان کا زادِ سفر بھی تھا جب یہ مدائن پہنچے تو وہاں کے مقامی ذمّی لوگوں نے اور دیہات کے چودھریوں نے ان کا استقبال کیا اس وقت ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی اور گدھے پہ پالان پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنا معاہدہ نامہ ان لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو انہوں نے کہا آپ جو چاہیں ہم سے فرمائش کریں۔ انہوں نے فرمایا جب تک میں تم میں رہوں مجھے کھانا اور میرے اس گدھے کا چارہ دیتے رہو پھر وہ کافی عرصہ تک رہے پھر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ (مدینہ) آجاؤ جب حضرت عمر کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہؓ مدینہ پہنچنے والے ہیں تو وہ ان کے راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حذیفہؓ انہیں نہ دیکھ سکیں حضرت عمر نے دیکھا کہ وہ اسی حالت پر واپس آرہے ہیں جس حالت پر گئے تھے تو باہر نکل کر انہیں چمٹ گئے اور فرمایا تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں[۱] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن پہنچے تو وہ گدھے پر سوار تھے جس پر پالان پڑا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی جسے وہ گدھے پر بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے[۲] حضرت طلحہ بن مُصَرِّف راوی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک طرف لٹکا رکھے تھے۔

حضرت سُلیم ابو ہُذَیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جَرِیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر وُضو کا کام کرتا تھا حضرت جریرؓ گھر سے باہر آتے اور خچر پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے اپنے غلام کو بٹھا لیتے[۳]

حضرت عبد اللہ بن سَلَام رضی اللہ عنہ بازار میں گزر رہے تھے اور ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا رکھا ہوا تھا کسی نے ان سے کہا آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کو اتنا دے رکھا ہے کہ آپ کو خود اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے آپ تو دوسروں سے اٹھوا سکتے ہیں۔ فرمایا میں اپنے دل سے تکبّر نکالنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ آدمی جنت

---

[۱] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۲۳) [۲] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۷) [۳] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۲) وسلمۃ ومحمد بن منصور الکلبی لم اعرفہما وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔

میں نہیں جاسکے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تواضع کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ آدمی کو جو بھی ملے اسے سلام میں پہل کرے اور مجلس کی اچھی جگہ کے بجائے ادنیٰ جگہ میں بیٹھنے پر راضی ہو جائے اور دکھاوے اور شہرت کو بُرا سمجھے۔[2]

مزاح اور دل لگی

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مزاح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔[3]

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مزاح فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں اس آدمی نے کہا آپ کا مزاح کیسا ہوتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے حضورؐ کے مزاح کا یہ قصہ سنایا کہ حضور نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق تمام لوگوں سے عمدہ تھے میرا ایک بھائی ابوعُمیر نامی تھا جو دودھ چھوڑ چکا تھا جب حضور ہمارے ہاں تشریف لاتے اور اسے دیکھ لیتے تو فرماتے اے ابوعُمیر! تمہارے نُغیر (یعنی لال چڑیا یا بلبل) کا کیا ہوا؟ نُغیر پرندے کے ساتھ ابوعُمیر کھیلا کرتا تھا۔ بعض دفعہ نماز کا وقت آتا اور آپ ہمارے گھر میں ہوتے تو آپ ارشاد فرماتے کہ میرے نیچے جو بچھونا ہے اسے جھاڑو اور اس پر پانی چھڑکو۔ ہم ایسے ہی کرتے پھر حضور آگے کھڑے ہو جاتے ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے آپ ہمیں نفل نماز پڑھاتے وہ بچھونا کھجور کے پتوں کا بنا ہوا تھا۔[5]

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتیٰ کہ آپ

---

[1] اخرجہ الطبرانی باسناد حسن ورواہ الاصبہانی الا انہ قال مثقال ذرۃ من کبر کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۲۲۵) [2] اخرجہ العسکری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳) [3] اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۱۷) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۴۱) عن ابی ہریرۃ مثلہ [4] اخرجہ ابن عساکر وضعفہ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۴۳) [5] اخرجہ احمد وقد رواہ الجماعۃ الا ابا داؤد من طرق عن انس بنحوہ کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۸)

میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے اَبُوعُمیرؓ اَلنُّغَیر پرندے کا کیا بنا؟ [1] حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو اُنکے ایک بیٹے کو بڑا غمگین دیکھا جس کی کنیت ابوعُمیرؓ تھی حضورؐ کا معمول یہ تھا کہ آپ جب ابوعمیر کو دیکھا کرتے تو اس سے مزاح فرمایا کرتے چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے ابوعمیر غمگین نظر آرہا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ اس کا نُغیر پرندہ مر گیا ہے جس سے یہ کھیلا کرتا تھا اس پر حضورؐ اُسے (دل لگی کے لیے) فرمانے لگے اے ابوعمیر اَلنُّغیر پرندے کا کیا بنا؟ [2]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور سے اپنے لیے سواری مانگی تو حضور نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لیے جانور چاہیے وہ بچہ تو سواری کے کام نہیں آسکے گا) حضور نے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ [3]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجھے ازراہِ مزاح فرمایا' او دو کان والے! [4]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے ایک آدمی کا نام زاہر تھا وہ گاؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (سبزی ترکاری وغیرہ) ہدیہ لایا کرتے اور جب یہ واپس جانے لگتے تو حضورؐ انہیں شہر کی چیزیں دے دیا کرتے اور حضور فرماتے زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کا شہر ہیں حضور کو ان سے بڑی محبت تھی لیکن تھے یہ بدصورت۔ ایک مرتبہ حضرت زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے حضور نے پیچھے سے جا کر ان کی کولی ایسی طرح بھری کہ وہ حضورؐ کو دیکھ نہ سکیں یعنی ان کی کمر اپنے سینے سے لگا کر ان کی بغلوں کے نیچے سے دونوں ہاتھ لے جا کر ان کی آنکھوں پر رکھ دیئے۔ حضرت زاہر نے کہا مجھے چھوڑ دو یہ کون ہے؟ پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضورؐ کو پہچان لیا اور اپنی پیٹھ حضورؐ کے سینے سے اچھی طرح چمٹانے لگے اور حضور بطور مذاق فرمانے لگے

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۴۲) وهكذا لفظ الترمذی
[2] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۶) [3] اخرجه احمد ورواه ابوداؤد والترمذی وقال الترمذی صحیح غریب کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۴۴) واخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۴۱) عن انس نحوه واخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۲۴) عن محمد بن قیس رضی اللہ عنہ بمعناه الا انه جعل السائلة ام ایمن رضی اللہ عنہا [4] اخرجه ابوداؤد کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۴۶) واخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ۱۶) وقال قال ابواسامة رضی اللہ عنہ یعنی یمازحه واخرجه ابونعیم وابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۲)

اس غلام کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو مجھے کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے حضورؐ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ اللہ کے ہاں تمہاری بڑی قیمت ہے۔ [1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت ابوبکرؓ نے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز حضورؐ سے اونچی ہو رہی ہے انہوں نے اندر جا کر تھپڑ مارنے کے لئے حضرت عائشہؓ کو پکڑا اور فرمایا تم اپنی آواز اللہ کے رسول سے اونچی کر رہی ہو حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کو روکنے لگے حضرت ابوبکرؓ اسی غصّہ میں واپس چلے گئے۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا دیکھا میں نے تمہیں کیسے اس آدمی سے چھڑا لیا۔ چند دن کے بعد پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (اجازت ملنے پر اندر گئے) تو دیکھا کہ دونوں میں یعنی حضورؐ اور عائشہؓ میں صلح ہو چکی ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا جیسے آپ دونوں نے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا ایسے ہی اپنی صلح میں بھی مجھے شریک کر لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم نے تمہیں شریک کر لیا تمہیں شریک کر لیا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گئی میں اس وقت نو عمر لڑکی تھی میرے جسم پر گوشت بھی کم تھا اور میرا بدن بھاری نہیں تھا حضورؐ نے لوگوں سے کہا آپ لوگ آگے چلے جائیں۔ چنانچہ سب چلے گئے تو مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں۔ چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو میں حضورؐ سے آگے نکل گئی اور حضورؐ خاموش رہے۔ پھر میرے جسم پر گوشت زیادہ ہو گیا اور میرا بدن بھاری ہو گیا اور میں پہلے قصّہ کو بھول گئی تو پھر میں آپ کے ساتھ سفر میں گئی آپ نے لوگوں سے کہا آگے چلے جاؤ۔ لوگ آگے چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے

---

[1] اخرجہ احمد وہذا اسناد رجالہ کلہم ثقات علی شرط الصحیحین ولم یروہ الا الترمذی فی الشمائل ورواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۶) واخرجہ ایضا ابو یعلی والبزار قال الہیثمی ورجال احمد رجال الصحیح واخرجہ البزار والطبرانی عن سالم ابی الجعد عن رجل من اشجع یقال زاہر بن حرام الاشجعی رجل بدوی وکان لا یزال یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطرفۃ او ہدیۃ فذکر بمعناہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۹) رواہ البزار والطبرانی ورجالہ موثقون ۔ اھ

[2] اخرجہ ابو داؤد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۶)

دوڑ میں مقابلہ کر دں چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو حضور مجھ سے آگے نکل گئے حضور ہنسنے لگے اور فرمایا یہ پہلی دوڑ کے بدلے میں ہے (اب معاملہ برابر ہو گیا) [1]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں چل رہے تھے۔ ایک حُدی خواں (حُدی اُن اشعار کو کہا جاتا ہے جنہیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلنے لگتے ہیں) حضور کی اَزواجِ مطہرات کے اونٹوں کو حُدی پڑھ کر آگے سے چلا رہا تھا اور یہ اَزواجِ مطہرات حضور سے آگے آگے جارہی تھیں حضورؐ نے (حُدی خواں کو) فرمایا اے اَنجشہ! تیرا بھلا ہو ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو (اونٹوں کو زیادہ تیز نہ چلاؤ) [2] حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کے پاس آئے اُن اَزواجِ مطہرات کے ساتھ حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضور نے فرمایا اے اَنجشہ! ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو (اونٹ زیادہ حُدی سن کر مستی میں آگئے تو یہ عورتیں گر جائیں گی یا حُدی کے اشعار سے ان کے دل چکنا چور ہو جائیں گے) حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں حضور نے ایسی بات ارشاد فرمائی ہے اگر تم میں سے کوئی یہ بات کہتا تو تم اسے عیب کی بات سمجھتے اور وہ بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو [3]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بوڑھی عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسولَ اللہ! آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا اے اُمّ فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی وہ عورت روتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ نے فرمایا اسے بتا دو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان کنواری بن کر جنت میں جائے گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (سورت واقعہ آیت ۳۵، ۳۶) ترجمہ: "ہم نے (وہاں کی) اِن عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔" [4]

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۶۸)؛ [2] اخرجہ احمد و فی الصحیحین نحوہ عن انس کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۷) [3] عند البخاری فی الادب (ص ۴۱)

[4] اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا مزاح و دل لگی

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے عرض کیا کیا سارا ہی آجاؤں ؟ حضور نے فرمایا سارے ہی آجاؤ چنانچہ میں اندر چلا گیا حضرت ولید بن عثمان بن ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عوف نے جو یہ کہا کہ کیا میں سارا ہی آجاؤں ؟ یہ خیمے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا [1]

حضرت ابن ابی مُلَیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مذاق کی بات کی تو حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ ! اس قبیلہ کی بعض مذاق کی باتیں قبیلہ کنانہ سے ہیں حضور نے فرمایا یہ خاندان ہمارے مذاق کا ایک حصہ ہے [2]

حضرت ابو الہیثم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے خود سنا کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مذاق کہہ رہے تھے اللہ کی قسم ! جونہی میں نے آپ سے جنگ کرنی چھوڑی تمام عرب نے بھی چھوڑ دی ورنہ آپ کی وجہ سے سینگ والا اور بے سینگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے حضورؐ سن کر مسکراتے رہے اور آپ نے فرمایا اے ابو حنظلہ ! تم بھی ایسی باتیں کرتے ہو [3]

حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مذاق میں ایک دوسرے پر خربوزے پھینکتے تھے لیکن جب حقیقت اور کام کا وقت ہوتا تو اس وقت وہ مردِ میدان ہوتے (یعنی اس وقت مذاق نہیں کرتے تھے جب کام نہ ہوتا تو کبھی کبھار کرتے تھے) [4] حضرت قرّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپس میں ہنسی مذاق کیا کرتے تھے ؟ حضرت ابن سیرین نے کہا ہاں وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مذاق میں یہ شعر پڑھا کرتے ۔

يُحِبُّ الْخَمْرَ مِنْ مَّالِ النَّدَامٰی　　　　وَيَكْرَهُ اَنْ تُفَارِقَهُ الْفُلُوْسُ

---

[1] اخرجہ ابو داؤد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۶) [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۴۱) [3] اخرجہ الزبیر بن بکار و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۴) [4] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۴۱)

وہ (بخیل ہے اس لیے) اپنے ہم نشینوں کے مال سے شراب پینا چاہتا ہے اور مال کی جدائی سے اسے بڑی ناگواری ہوتی ہے [1]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بُصریٰ (ملکِ شام کا ایک شہر) تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت نُعَیمان اور حضرت سُوَیبِط بن حَرمَلہ رضی اللہ عنہما بَدری صحابی بھی تھے حضرت سُوَیبِط کھانے کے سامان کے ذمّہ دار تھے حضرت نُعَیمان نے ان سے کہا مجھے کچھ کھانا کھلا دو حضرت سُوَیبِط نے کہا حضرت ابوبکر گئے ہوئے ہیں جب وہ آجائیں گے تو کھلا دوں گا حضرت نُعَیمان کی طبیعت میں ہنسی اور مذاق بہت زیادہ تھا وہاں قریب میں کچھ لوگ اپنے جانور لے کر آئے ہوئے تھے حضرت نُعَیمان نے ان سے جا کر کہا میرا ایک خوب چُست اور طاقتور عَرَبی غلام ہے تم لوگ اسے خرید لو ان لوگوں نے کہا بہت اچھا حضرت نُعَیمان نے کہا بس اتنی بات ہے کہ وہ ذرا باتونی ہے اور شاید وہ یہ بھی کہہ کریں آزاد ہوں اگر تم اس کے اس کہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دو گے تو پھر رہنے دو یہ سودا مت کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو اسے خریدیں گے اور اسے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ ان لوگوں نے دس جوان اونٹنیوں کے بدلے میں انہیں خرید لیا حضرت نُعَیمان دس اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے اور آکر ان لوگوں سے کہا یہ رہا تمہارا وہ غلام۔ اسے لے لو۔ جب وہ لوگ حضرت سُوَیبِط کو پکڑنے لگے تو حضرت سُوَیبِط نے کہا حضرت نُعَیمان غلط کہہ رہے ہیں میں تو آزاد آدمی ہوں ان لوگوں نے کہا انہوں نے تمہاری یہ بات ہمیں پہلے ہی بتا دی تھی چنانچہ وہ لوگ حضرت سُوَیبِط کے گلے میں رسّی ڈال کر لے گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر واپس آئے تو انہیں اس قصّہ کا پتہ چلا تو وہ اور ان کے ساتھی ان خریدنے والوں کے پاس گئے اور ساری بات بتا کر ان کی اونٹنیاں انہیں واپس کیں اور حضرت سُوَیبِط کو واپس لے کر آئے پھر مدینہ واپس آکر ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضورؐ اور آپ کے صحابہ اس قصّہ کو یاد کر کے سال بھر ہنستے رہے [2] (ان حضرات کے دل بالکل صاف ستھرے تھے

---

[1] ذکرہ الهیثمی (ج ۸ ص ۸۹) ہکذا ذکرہ الهیثمی بلا اسناد وسقط ذکر مخرجہ [2] اخرجہ احمد واخرجہ ابو داؤد الطیالسی والرویانی وقد اخرجہ ابن ماجہ فقلبہ جعل المازح سویبط والمتابع نعیمان وروی الزبیر بن بکار فی کتاب الفکاہۃ ہذہ القصۃ من طریق اخری عن ام سلمۃ الا انہ سماہ سلیط بن حرملۃ وافنہ تصحیفا وقد تعقبہ ابن عبد البر وغیرہ کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۸) وقد اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۶) (ج ۳ ص ۵۷۲) حدیث ام سلمۃ من طرق

اور حضرت سُوَیبطؓ کو معلوم تھا کہ حضرت نُعیمانؓ کی طبیعت میں ہنسی مذاق بہت ہے اس لیے انہوں نے کچھ بُرا نہ منایا۔

حضرت ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی اونٹنی مسجد سے باہر بٹھا کر مسجد کے اندر چلا گیا حضرت نُعیمان بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ جنہیں النُّعَیمان کہا جاتا تھا ان سے حضورؐ کے بعض صحابہ نے کہا ہمارا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو اور ہمیں اس کا گوشت کھانے کو مل جائے تو بہت مزہ آئے گا حضورؐ بعد میں اونٹنی کی قیمت اس کے مالک کو دے دیں گے چنانچہ حضرت نُعیمانؓ نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا پھر وہ دیہاتی باہر آیا اور اپنی اونٹنی کو دیکھ کر چیخ پڑا کہ اے محمد! ہائے ان لوگوں نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا اس پر حضورؐ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نُعیمان نے حضورؐ نُعیمان کے پیچھے چل پڑے اور اس کا پتہ کرتے کرتے آخر حضرت ضُباعہ بنت زُبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ گئے حضرت نُعیمانؓ اُس کے اندر ایک گڑھے میں چھپے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اونچی آواز سے تو یہ کہا یا رسول اللہ! میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن انگلی سے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں حضرت نُعیمانؓ چھپے ہوئے تھے حضورؐ نے وہاں جا کر انہیں باہر نکالا تو پتوں وغیرہ کی وجہ سے ان کا چہرہ بدلا ہوا تھا حضورؐ نے ان سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جن لوگوں نے اب آپ کو میرا پتہ بتایا ہے انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ اس اونٹنی کو ذبح کر دو حضورؐ مسکرانے لگے اور ان کا چہرہ صاف کرنے لگے اور پھر حضورؐ نے اس دیہاتی کو اس اونٹنی کی قیمت ادا کی۔[1]

حضرت عبداللہ بن مُصعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مَخْرَمہ بن نوفل بن اُہَیب زُہری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ایک نابینا بڑے میاں تھے ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی ایک دن وہ مسجد میں پیشاب کرنے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ حضرت نُعیمان بن عَمرو بن رِفاعہ بن حارث بن سَواد نَجّاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہیں مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور ان سے کہا یہاں بیٹھ کر پیشاب کر لو اور انہیں وہاں بٹھا کر خود وہاں سے چلے گئے انہوں نے وہاں پیشاب کر لیا تو لوگوں

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۵۰۵) وہکذا ذکرہ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۵۷۰) عن الزبیر بن بکار عن ربیعۃ بن عثمان

نے شور مچا دیا۔ پیشاب کرنے کے بعد انہوں نے کہا تمہارا بھلا ہو مجھے یہاں کون لایا تھا؟ لوگوں نے کہا نعیمان بن عمرو انہوں نے کہا اللہ اس کے ساتھ یہ کرے اور یہ کرے (یعنی انہیں بد دعا دی اور میں بھی نذر مانتا ہوں کہ اگر وہ میرے ہاتھ لگ گئے تو میں انہیں اپنی اس لاٹھی سے بہت زور سے ماروں گا چاہے ان کا کچھ بھی ہو جائے۔ اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے یہاں تک کہ حضرت مخرمہ بھی بھول گئے، ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عثمان بڑی یکسوئی سے نماز پڑھا کرتے تھے ادھر ادھر توجہ نہ فرمایا کرتے حضرت نعیمان حضرت مخرمہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ نعیمان کو مارنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں۔ وہ کہاں ہے ہمیں بتاؤ حضرت نعیمان نے لاکر انہیں حضرت عثمان کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا یہ ہیں مارلو حضرت مخرمہ نے دونوں ہاتھوں سے لاٹھی اس زور سے ماری کہ حضرت عثمان کے سر میں زخم ہو گیا لوگوں نے انہیں بتایا کہ آپ نے تو امیر المومنین حضرت عثمان کو مار دیا۔ حضرت مخرمہ کے قبیلہ بنو زہرہ نے جب یہ سنا تو وہ سب جمع ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا اللہ نعیمان پر لعنت کرے۔ تم نعیمان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا (اس لیے ان کی رعایت کرنی چاہیے [1]

سخاوت اور جُود

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کے کاموں میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان شریف میں ہوتا جب آپ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی اور حضرت جبرائیل رمضان کی ہر رات میں حضور سے ملا کرتے اور آپ سے قرآن کا دور کرتے اور پھر تو آپ خیر اور نیکی کے کاموں میں عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے فرمایا ہو نہیں [3]

---

[1] اخرجہ الزبیر عن عمہ مصعب بن عبد اللہ جدہ کذا فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۵۷۰) وہکذا ذکرہ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۵۷۰) زبیر بن بکار [2] اخرجہ الشیخان کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۶۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۹۵) عنہ نحوہ [3] اخرجہ الشیخان کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۳)

حضرت ابو اُسَید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بھی مانگی جاتی تھی آپ اسے روکتے نہیں تھے (بلکہ دے دیا کرتے تھے) [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی اور آپ کا دینے کا ارادہ ہوتا تو آپ ہاں فرماتے اور (نہ ہونے کی وجہ سے) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش ہو جاتے اور کسی چیز کے بارے میں نہ نہ فرماتے [2]

حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ بن عَفْراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت مُعَوِّذ بن عَفْراء نے ایک صاع تازہ کھجوریں جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا حضور کو ککڑی بہت پسند تھی اس وقت بحرین سے کچھ زیورات حضور کے پاس آئے ہوئے تھے حضور نے ہاتھ بھر کر وہ زیورات مجھے عطا فرمائے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور نے مجھے اتنے زیور یا سونا عطا فرمایا جس سے میرے دونوں ہاتھ بھر گئے [3] امام احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا یہ زیور پہن کر اپنے آپ کو آراستہ کر لینا۔

حضرت ام سُنبُلہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر گئیں آپ کی ازواجِ مُطَہَّرات نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم نہیں لیں گی حضور نے ازواجِ مُطَہَّرات کو فرمایا تو انہوں نے لیا پھر حضور نے حضرت ام سُنبُلہ کو ایک وادی بطور جاگیر کے عطا فرمائی۔ جسے حضرت عبداللہ بن جَحْش نے بعد میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے خرید [4] مال خرچ کرنے کے عنوان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی سخاوت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے یہ نیت کی ہے کہ میں یہ کپڑا عرب کے سب سے زیادہ سخی آدمی کو دوں گی یا اس ہی حضرت

---

[1] عند احمد فی حدیث طویل عن عبداللہ بن ابی بکر قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳) ورجالہ ثقات الا ان عبداللہ بن ابی بکر لم یسمع من ابی سید۔ اھ [2] عند الطبرانی فی الاوسط فی حدیث طویل قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳) وفیہ محمد بن کثیر الکوفی وہو ضعیف۔ اھ

[3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳) واسنادہ حسن۔ اھ واخرجہ الترمذی عن الربیع مختصرا کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۶) [4] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۴) وفیہ عمرو بن قیظی ولم اعرفہ رجالہ ثقات۔ اھ

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے حضورؐ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس نوجوان کو دے دو (چنانچہ اس عورت نے حضرت سعید کو وہ کپڑا دے دیا) اسی وجہ سے ان کپڑوں کو سعیدی کپڑے کہا گیا۔[1] مال خرچ کرنے کے عنوان میں صحابہ کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

ایثار و ہمدردی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو دینار و درہم کا اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ حقدار نہیں سمجھتا تھا اور اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ ہمیں دینار و درہم سے اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ محبت ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے[2] ایثار کے اور قصے سخت پیاس، کپڑوں کی کمی، انصار کے قصوں اور ضرورت کے باوجود خرچ کرنے کے عنوان میں گزر چکے ہیں۔

صبر کرنا

عام بیماریوں پر صبر کرنا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا حضورؐ کو بخار چڑھا ہوا تھا آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی میں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کتنا تیز بخار چڑھا ہوا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہم (اَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) پر اسی طرح سخت تکالیف و آزمائش آیا کرتی ہے اور ہمارا اجر و ثواب بھی دگنا ہوتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن پر آئی ہے؟ آپ نے فرمایا نبیوں پر۔ میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ نے فرمایا علماء پر۔ میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ نے فرمایا نیک بندوں پر۔ بعض نیک بندوں کے جسم میں اتنی جوئیں پڑ جاتی تھیں کہ اسی میں ان کا انتقال ہو جاتا تھا اور بعضوں پر اتنی تنگدستی آئی تھی کہ انہیں جبہ کے علاوہ کوئی اور چیز پہننے کو نہ ملتی تھی لیکن تمہیں دنیا ملنے سے جتنی خوشی ہوتی ہے انہیں آزمائش اور تکلیف سے اس

---

[1] اخرجہ الزبیر بن بکار و ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۸۹) [2] اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۵) رواہ الطبرانی باسانید و بعضہا حسن۔ اھ

سے زیادہ خوشی ہوتی تھی [1]

حضرت ابو عُبَیدہ بن حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے گئیں حضور کو بخار چڑھا ہوا تھا آپ کے فرمانے پر پانی کا ایک مشکیزہ درخت پر لٹکایا گیا پھر آپ اس کے نیچے لیٹ گئے اور اس مشکیزہ سے پانی کے قطرے آپ کے سر پر ٹپکنے لگے۔ چونکہ آپ کو بخار بہت تیز تھا اس (کی تیزی کم کرنے کے) لیے آپ نے ایسا کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ وہ آپ کی بیماری کو دور کر دے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ حضور نے فرمایا۔ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخت تکلیف و آزمائش انبیاء علیہم السلام پر آتی ہے۔ پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیمار ہو گئے پھر آپ کی بیماری بڑھنے لگی اور آپ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے کہا ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ اس پر ناراض ہوتے حضور نے فرمایا مومن بندوں پر تکلیف زیادہ آتی ہے اور مومن بندے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے چاہے بیماری ہو یا کانٹا ہی لگے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے درجے بلند فرما دیتے ہیں [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کرام کا بیماریوں پر صبر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی اجازت مانگی حضور نے پوچھا یہ کون ہے؟ بخار نے کہا اُمّ مِلدم ہوں (یہ بخار کی کنیت ہے) حضور نے بخار کو حکم دیا کہ قُبا والوں میں چلے جاؤ (چنانچہ بخار ادھر چلا گیا) اور انہیں بخار ہونے لگا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ انہیں کتنا بخار ہوا انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بخار کی شکایت کی حضور نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم لوگ چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دوں اور اللہ تعالیٰ تمہارا بخار دور کر دے اور اگر

---

[1] اخرجہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیا والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح علی شرط مسلم ولہ شواہد کثیرۃ کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۲۴۳) واخرجہ البیہقی کمافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷۰) نحوہ [2] اخرجہ البیہقی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴) واخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر بنحوہ قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۹۲) واسناد احمد حسن [3] اخرجہ ابن سعد والحاکم والبیہقی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴) واخرجہ احمد نحوہ قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۹۲) ورجالہ ثقات

تم چاہو تو (تمہارا بخار باقی رہے اور) یہ بخار تمہارے لیے (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ بن جائے ان قُبا والوں نے عرض کیا کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر تو بخار کو رہنے دیں [1] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی حضور نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں بخار ہوں گوشت کو کاٹتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں حضور نے فرمایا جاؤ قُباء والوں کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار قُبا چلا گیا (اور قُبا والوں کے چہرے زرد ہو گئے) تو انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بخار کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دُعا کروں اور وہ تمہارا بخار دُور کر دے اور اگر تم چاہو تو بخار کو رہنے دو اور تم لوگوں کے باقی تمام گناہ معاف ہو جائیں انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ! آپ بخار کو رہنے دیں [2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ اپنے ان صحابہ کے پاس بھیج دیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں حضور نے فرمایا۔ انصار کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار ان کے پاس چلا گیا اور سب کو بخار آنے لگا جس کی وجہ سے وہ سب گر گئے۔ انصار نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے ہاں بخار آیا ہوا ہے آپ ہمارے لیے صحت و شفا کی دُعا فرما دیں حضور نے دُعا فرمائی تو بخار چلا گیا ایک عورت حضور کے پیچھے آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے دُعا فرما دیں میں بھی انصار میں سے ہوں اس لیے میرے لیے بھی وہی دُعا فرما دیں جیسے آپ نے انصار کے لیے دُعا فرمائی حضور نے فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کون سی زیادہ پسند ہے ایک یہ کہ میں تمہارے لیے دُعا کر دوں اور تمہارا بخار چلا جائے دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لیے جنّت واجب ہو جائے؟ اس نے تین دفعہ کہا نہیں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا اللہ کی قسم! میں اللہ کی جنّت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا وہ چند دن نہ آیا تو حضور نے فرمایا کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آ رہا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسے بخار ہو گیا ہے۔

---

[1] اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۶۰) رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح وابو یعلی وابن حبان فی صحیحہ۔ اھ
[2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۰۶) وفیہ ہشام بن لاحق وثقہ النسائی وضعفہ احمد وابن حبان۔ اھ واخرجہ البیہقی عن سلمان نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۰) [3] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۰) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۷۷) عن ابی ہریرۃ بمعناہ

حضورؐ نے فرمایا اٹھو اس کی عیادت کے لیے چلیں جب حضورؐ اس نوجوان کے گھر میں اس کے پاس گئے تو وہ رونے لگا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا مت رو کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ بخار میری امت کے لیے جہنم کے بدلے میں ہے [1]

حضرت ابو السفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے اور انہوں نے عرض کیا اے خلیفۂ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے کسی طبیب کو نہ بلا لائیں جو آپ کو دیکھ لے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا طبیب مجھے دیکھ چکا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) ان لوگوں نے پوچھا پھر اس طبیب نے آپ کو کیا کہا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس نے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں ایسے کر گزرتا ہوں [2] حضرت معاویہ بن قرّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان کے پاس ان کے ساتھی آئے اور انہوں نے کہا اے ابو الدرداءؓ! آپ کو کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے گناہوں سے شکایت ہے انہوں نے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں جنت چاہتا ہوں انہوں نے کہا کیا ہم آپ کے لیے کسی طبیب کو بلا نہ لائیں؟ انہوں نے فرمایا طبیب نے ہی تو مجھے (بیمار کر کے بستر پر) لٹایا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) [3]

حضرت عبدالرحمٰن بن غَنْم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ملکِ شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ طاعون تو عذاب ہے لہٰذا تم لوگ اس سے بھاگ کر وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ یہ بات جب حضرت شُرَحبیل بن حَسنہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہیں غصہ آ گیا اور فرمایا حضرت عمرو بن عاص غلط کہتے ہیں میں تو شروع زمانہ میں مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر چکا تھا اور ان دنوں حضرت عمرو بن عاص تو اپنے گھر والوں کے اونٹ سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی وہ کافر تھے) یہ طاعون تو تمہارے نبی کی دعا ہے۔ (کیونکہ حضورؐ نے دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! میری امت کو نیزوں کے ذریعے بھی اپنے راستہ کی شہادت نصیب فرما اور طاعون کے ذریعہ بھی) اور یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ طاعون سے جو مرے گا وہ اللہ کے ہاں شہید شمار ہوگا) اور تم سے پہلے جو نیک لوگ تھے یہ ان کی وفات کا ذریعہ ہے۔ یہ بات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! اس طاعون کی بیماری میں سے معاذ کی اولاد کو وافر حصہ نصیب فرما

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیہ عمر بن راشد ضعفہ احمد وغیرہ ووثقہ العجلی کما فی المجمع (ج ۲ ص ۳۰۲) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۱) وابن ابی شیبۃ واحمد فی الزہد وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴) وہناد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴)
[3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۸) واخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۱۱۸) عن معاویۃ مثلہ

چنانچہ ان کی دو بیٹیاں اسی بیماری میں انتقال کر گئیں اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن کو بھی طاعون ہو گیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے لہٰذا آپ شبہ کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بنیں تو حضرت معاذ نے فرمایا تم مجھے اِن شاءَ اللہ صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے اور حضرت معاذ کو ہتھیلی کی پشت پر طاعون کا دانہ نکل آیا تو فرمانے لگے یہ دانہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس بیٹھا ہوا ایک آدمی رو رہا ہے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا میں اس علم کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کیا کرتا تھا فرمایا مت رو کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے علاقہ میں رہتے تھے جہاں کوئی عالم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا لہٰذا جب میں مر جاؤں تو ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم [1] ابو نُعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت معاذ، حضرت ابو عُبیدہ، حضرت شُرحبیل بن حسنہ اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہم ایک ہی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو حضرت معاذ نے کہا یہ طاعون تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے (کہ اس پر شہادت کا درجہ ملتا ہے) اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی روح قبض کرنے کا ذریعہ ہے اے اللہ! آلِ معاذ کو اس رحمت میں سے وافر حصہ عطا فرما۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن طاعون میں مبتلا ہو گئے یہ ان کے سب سے پہلے بیٹے تھے اور اسی کے نام سے ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی اور حضرت معاذ کو اس سے محبت سب سے زیادہ تھی۔ حضرت معاذ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن بہت بے چین ہے تو انہوں نے کہا اے عبدالرحمٰن! تم کیسے ہو؟ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا اے اباجان! یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے ہے! آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔ حضرت معاذ نے فرمایا اور اِن شاءَ اللہ تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے آخر اسی رات عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا اور اگلے دن ان کو حضرت معاذ نے دفن کیا پھر حضرت معاذ کو بھی طاعون کی بیماری ہو گئی اور نزع کی ایسی سخت کیفیت ان کو ہوئی کہ کسی کو نہ ہوئی ہو گی جب بھی موت کی سختی سے ان کو افاقہ ہوتا تو آنکھ کھول کر کہتے اے میرے رب! تو میرا جتنا گلا گھونٹنا چاہتا ہے گھونٹ لے تیری عزت کی قسم! تو جانتا ہے کہ میرا دل تجھ سے بہت محبت کرتا ہے [2]

---

[1] اخرجہ ابن خزیمۃ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۵) واخرجہ احمد عن عبدالرحمٰن بن غنم مختصرا والبزار عنہ مطولا کما ذکر الہیثمی (ج ۲ ص ۳۱۲) وقال اسانیدہ احمد حسان صحاح۔ اھ واخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۲۷۶) وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۰) عن عبدالرحمٰن مختصرا [2] واخرجہ احمد عن ابی منیب مختصرا ورجالہ ثقات وسندہ متصل کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۱۱)

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے ایک آدمی حضرت رابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب طاعون کی وبا پھیلنے لگی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کرنے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تو تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ بھی اور ابوعبیدہؓ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوعبیدہ کو اس بیماری میں سے اس کا حصہ عطا فرمائے چنانچہ انہیں بھی طاعون کی بیماری ہوئی جس میں ان کا انتقال ہوگیا پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر بنے تو انہوں نے بھی کھڑے ہوکر بیان کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ بھی. معاذ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ معاذ کی اولاد کو اس بیماری میں سے ان کا حصہ عطا فرمائے. چنانچہ ان کے بیٹے عبدالرحمن کو طاعون کی بیماری ہوئی اور اس میں ان کا انتقال ہوگیا پھر حضرت معاذ نے کھڑے ہوکر اپنے لیئے بیمار ہونے کی دعا مانگی تو ان کی ہتھیلی میں طاعون کا دانہ نکل آیا میں نے دیکھا کہ حضرت معاذ اسے دیکھ رہے تھے اور اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر فرما رہے تھے (اے ہتھیلی) مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ تجھ میں جو یہ طاعون کی بیماری ہے اس کے بدلے مجھے دنیا کی کوئی چیز مل جائے جب حضرت معاذ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امیر بنایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہوکر بیان کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری جب کسی کو ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہٰذا تم لوگ پہاڑوں میں جاکر اس سے اپنی جان بچاؤ اس پر حضرت واثلہ ھذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں جس وقت آپ میرے اس گدھے سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی کافر تھے) حضرت عمروؓ نے فرمایا آپ جو کہہ رہے ہیں میں اس کا جواب تو نہیں دوں گا لیکن اللہ کی قسم! اب ہم لوگ یہاں نہیں رہیں گے. چنانچہ حضرت عمروؓ بن عاص وہاں سے چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور ادھر ادھر بکھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے طاعون کی بیماری ان سے دور فرما دی جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمروؓ بن عاص کی اس رائے کی اطلاع ملی تو اللہ کی قسم انہوں نے اسے ناپسند نہ فرمایا [1]

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں طاعون کی بیماری پھیلی تو حضرت عمروؓ بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ناپاک بیماری پھیل چکی ہے لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ اور وادیوں اور گھاٹیوں میں ادھر ادھر بکھر جاؤ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب ان کی اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے ان کی اس بات کی تصدیق نہ

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۷۸)

فرمائی بلکہ فرمایا نہیں یہ طاعون تو شہادت کا درجہ دلاتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت اترتی ہے اور یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اے اللہ! معاذ کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی اس رحمت میں سے حصہ عطا فرما۔ حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں یہ تو میں سمجھ گیا کہ طاعون سے شہادت کا درجہ ملتا ہے اور رحمت اترتی ہے لیکن اس بات کا مطلب نہ سمجھ سکا کہ طاعون تمہارے نبی کی دعا ہے یہاں تک کہ کسی نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے پھر آپ نے یہ دعا تین مرتبہ مانگی اے اللہ! پھر یا تو بخار ہو یا طاعون ہو۔ صبح کو حضور کے گھر والوں میں سے کسی نے حضور سے کہا یا رسول اللہ! آج رات میں نے آپ کو ایک خاص دعا مانگتے ہوئے سنا ہے حضور نے فرمایا اچھا تم نے وہ دعا سن لی؟ اس نے کہا جی ہاں حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور میں نے یہ دعا مانگی کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو جڑ سے اکھیڑ دے اور بالکل ختم کر دے اور یہ بھی دعا کی کہ ان کا آپس میں اختلاف نہ ہو ان کے مختلف گروہ نہ بنیں اور ان میں آپس میں لڑائی نہ ہو لیکن یہ آخری دعا قبول نہ ہوئی اور اس کا مجھے انکار ہو گیا اس پر میں نے تین مرتبہ عرض کیا کہ پھر میری امت کو بخار ہو یا طاعون۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طاعون عمواس (ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے) سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے بچے ہوئے تھے تو انھوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ابو عبیدہ کے گھر والوں کو (اس بیماری میں سے) حصہ نصیب فرما چنانچہ حضرت ابو عبیدہ کی چھوٹی انگلی میں طاعون کی پھنسی نکل آئی تو وہ اسے دیکھنے لگے کسی نے کہا کہ یہ تو (چھوٹی سی ہے) کچھ بھی نہیں ہے تو فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس پھنسی میں برکت نصیب فرمائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ تھوڑی چیز میں برکت ڈالتے ہیں تو وہ زیادہ ہو جاتی ہے[2] حضرت حارث بن عمیرہ حارثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو طاعون کی بیماری ہوئی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث کو حال پوچھنے کے لیے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت حارث کو طاعون کی پھنسی دکھائی جو ان کی ہتھیلی میں نکلی ہوئی تھی۔ حضرت حارث نے جب یہ پھنسی دیکھی تو وہ ڈر گئے کیونکہ انہیں یہ پھنسی بڑی معلوم ہوئی اس پر حضرت ابو عبیدہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ مجھے اس پھنسی کی جگہ سرخ اونٹ مل جائیں۔[3]

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۱۱) رواہ احمد و ابو قلابۃ لم یدرک معاذ بن جبل۔ انتہی [2] اخرجہ ابن عساکر [3] عندہ ایضا کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۴)

بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کا بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں دُکھنے آگئیں حضور میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے زید! اگر تمہاری آنکھیں ایسے ہی دکھتی رہیں اور ٹھیک نہ ہوئیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضور نے فرمایا اگر تمہاری آنکھیں یوں ہی دُکھتی رہیں اور تم نے صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی تو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم کی آنکھیں دکھنے آگئیں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گیا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے زید! تمہاری آنکھوں کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو گے اور اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھو گے تو تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملو گے کہ تمہارے اُوپر کوئی گناہ نہ ہوگا۔[2]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا اس وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میری عیادت کے لیے تشریف لائے حضور نے فرمایا تمہاری اس بیماری سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے؟ میں نے کہا کہ میں صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا پھر تم تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے چنانچہ حضرت زید حضور کے انتقال کے بعد واقعی نابینا ہو گئے۔[3] طبرانی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرت زید نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کی روشنی واپس فرما دی پھر حضرت زید کا انتقال ہوا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔[4]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی کی بینائی چلی گئی لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے فرمایا مجھے آنکھوں کی اس لیے ضرورت تھی تاکہ میں ان سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کروں جب حضورؐ ہی تشریف لے گئے تو اب اللہ کی قسم! مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میری آنکھوں کی یہ تکلیف (یمن کے شہر) تبالہ کے کسی ہرن کو ہو جائے۔[5]

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۷۸) [2] عند احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۰۸) وفیہ الجعفی وفیہ کلام کثیر وقد وثقہ الثوری وشعبۃ۔ انتہی [3] عند ابی یعلی وابن عساکر واخرجہ البیہقی عن زید بمعناہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۷) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن زید نحوہ [4] قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۰۹) وبناتہ بنت بریر بن حماد لم احد من ذکرھا [5] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۸۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۸۵) عن القاسم نحوہ۔

اولاد و اَقارِب اور دوستوں کی موت پر صبر

سیّدنا حضرت محمّد رسُول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا صبر

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضورؐ کے سامنے ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی یہ دیکھ کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہو رہا ہے لیکن ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اَے ابراہیم! اللہ کی قسم! ہم تمہارے جانے کی وجہ سے غمگین ہیں لے

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر سہارا لیے ہوئے اندر تشریف لائے۔ اندر حضرت ابراہیم پر نزع کی حالت طاری تھی جب اِن کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو حضورؐ کی خدمت میں حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے تو آپ لوگوں کو روکتے ہیں جب مسلمان آپ کو روتا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رونے لگ جائیں گے۔ جب آپ کے آنسو رک گئے تو آپ نے فرمایا یہ رونا تو رحم یعنی دل کی نرمی کی وجہ سے ہے جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا ہے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ ہم تو لوگوں کو مُردہ پر نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس بات سے روکتے ہیں کہ مُردہ کی ان خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے جو اس میں نہیں تھیں اگر اللہ تعالیٰ کا سب کو اکٹھا کر دینے کا وعدہ اور موت کا چالو راستہ نہ ہوتا اور ہم میں سے بعد میں جانے والوں کا پہلے جانے والوں سے جا ملنا نہ ہوتا تو ہمیں اس سے زیادہ غم ہوتا اور ہم اس کے جانے پر غمگین ہیں آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو اور اس کی دودھ پینے کی باقی مدت جنّت میں پوری کی جائے گی ۔ ۲ہ

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو بلانے کے لیے ایک آدمی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہونے والا ہے۔ حضورؐ نے آنے والے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر میری بیٹی کو بتا دو کہ اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ بھی اسی کی ہے اور جو ہمیں دی ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے

لے اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۰) ۲ہ عند ابن سعد ایضا (ج ۱ ص ۸۸) واخرجہ ایضا (ج ۱ ص ۸۹) عن عبدالرحمٰن بن عوف اطول منہ بمعناہ

اور اسے کہہ دو کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے (وہ قاصد صاحبزادی کے پاس جواب لے کر گیا لیکن صاحبزادی نے اسے دوبارہ بھیج دیا) وہ قاصد دوبارہ آیا اور اس نے کہا کہ وہ آپ کو قسم دے کر کہہ رہی ہیں کہ آپ ان کے پاس ضرور تشریف لے جائیں اس پر حضور کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عُبادہ، حضرت مُعاذ بن جَبَل حضرت اُبَیّ بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور چند صحابہ بھی کھڑے ہوئے میں بھی ان حضرات کے ساتھ گیا (جب وہاں پہنچے تو) اس بچے کو اٹھا کر حضور کے پاس لایا گیا بچے کا سانس اکھڑا ہوا تھا (ایسی آواز آرہی تھی) جیسے کہ وہ پرانے اور سوکھے مشکیزے میں ہو۔ حضور کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعد نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسولَ اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رحم اور شفقت کا مادہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر رحم کرنے والے ہوں [1]

حضرت اَبُوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے ایسا دردناک منظر دیکھا کہ اس سے زیادہ دردناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت تم پر ہو جہاں تک مجھے معلوم ہے تم صلہ رحمی کرنے والے اور بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے اللہ کی قسم! اگر تمہارے بعد والے رشتہ داروں کے رنج و غم کے زیادہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میری خوشی اس میں تھی کہ میں تمہیں یہاں ہی ایسے چھوڑ دیتا (اور دفن نہ کرتا اور تمہیں درندے کھا جاتے یوں تمہاری قربانی اور بڑھ جاتی) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں درندوں کے پیٹوں میں سے جمع کر کے اٹھاتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان کافروں نے جیسے تمہارے ناک کان اعضاء کاٹے ہیں میں ان میں سے ستر کافروں کے اسی طرح ناک کان اعضاء کاٹوں گا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ سورت لے کر نازل ہوئے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ آیت کے آخر تک (سورت نحل آیت ۱۲۶، ۱۲۷) ترجمہ: "اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جیئے۔" اس پر حضور نے اپنی اس قسم کو پورا نہ کیا بلکہ اس کا کفّارہ ادا کیا [2]

---

[1] اخرجہ العباسی و احمد و ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ و ابو عوانۃ و ابن حبان کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۸) [2] اخرجہ البزار و الطبرانی و فیہ صالح بن بشیر المزنی و ہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۹) و اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۹۷) بہذا الاسناد نحوہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی شہادت کے بعد ان) پر کھڑے ہوئے تو آپ نے بہت زیادہ دل دُکھانے والی حالت دیکھی اس پر آپ نے فرمایا اگر اپنی رشتہ دار عورتوں کے رنج و غم بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں دفن نہ کرتا اور یہاں ایسے ہی چھوڑ دیتا تاکہ یہ درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ انہیں میدانِ حشر میں اٹھاتے اِن کی دردناک حالت دیکھ کر حضور نے شدّتِ غم میں فرمایا اگر وہ کافر میرے قابو آگئے تو میں ان میں سے تیس آدمیوں کے ناک کان اعضا کاٹوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ سے لے کر يَمْكُرُوْنَ تک (ترجمہ پہلے گزر چکا ہے) پھر آپ کے فرمانے پر حضرت حمزہ کو قبلہ رُخ لٹایا گیا اور آپ نے نو تکبیریں کہہ کر اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (پھر ان کا جنازہ وہیں رہنے دیا) پھر آپ کے پاس شہداء کو لایا گیا جب بھی کوئی شہید لایا جاتا تو اسے حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا جاتا (چونکہ شہداء ۷۲ تھے اس وجہ سے) آپ نے حضرت حمزہ کی اور دیگر شہداء کی بہتّر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر اِن شہداء کو دفن کیا جب قرآن کی اُوپر والی آیت نازل ہوئی تو آپ نے کافروں کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمالیا اور اِن کے ناک کان اعضاء کاٹنے کا ارادہ چھوڑ دیا[1]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ نے مجھے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اگلے دن میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا آج بھی تمہیں دیکھ کر مجھے وہی رنج و صدمہ ہو رہا ہے جو کل ہوا تھا[2] حضرت خالد بن شُمَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے گھر تشریف لے گئے وہاں حضور کے سامنے حضرت زید کی بیٹی بلک بلک کر رونے لگی۔ اس پر آپ بھی رونے لگ گئے اور اتنا روئے کہ آپ کے رونے کی آواز آنے لگ گئی۔ حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا یہ ایک دوست کا اپنے محبوب دوست کے شوق میں رونا ہے۔[3]

---

[1] عند الطبرانی وفیہ احمد بن ایوب بن راشد وہو ضعیف قالہ الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲۰) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن منیع والبزار والباوردی والدارقطنی فی الافراد وسعید بن منصور کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [3] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا اس وقت آپ رو رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔[1] ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضور کے آنسو بہہ کر حضرت عثمان بن مظعون کے رخسار پر گر رہے ہیں۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا موت پر صبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہوگئے تھے اور یہ اس جماعت میں تھے جو لشکر کی دیکھ بھال کرنے والی تھی انہیں اچانک ایک نامعلوم تیر لگا جس سے یہ شہید ہوگئے ان کی والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں۔ اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا حضور نے ان سے فرمایا تیرا بھلا ہو! کیا تم بیوقوف ہوگئی ہو (کہ ایک ہی جنت سمجھتی ہو) جنتیں تو آٹھ ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ جنت ملی ہے۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر حارثہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کہیں اور ہے تو میں اس کی وجہ سے رونے میں سارا زور لگاؤں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں تو کئی جنتیں ہیں اور تمہارا بیٹا فردوس اعلیٰ میں گیا ہے۔[3] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام حارثہ لو یہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور وہ فردوس اعلیٰ جنت میں ہے حضرت ام حارثہ نے کہا پھر تو میں صبر کروں گی۔ ابن نجار کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گی روتی رہوں گی۔ حضور نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں

---

[1] اخرجہ الترمذی کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۶۴) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸۸) عن عائشۃ نحوہ

[3] اخرجہ الشیخان کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۴) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۶۷) عن انس نحوہ

[3] واخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۳) والحاکم (ج ۳ ص ۲۰۸) وابن سعد (ج ۳ ص ۶۸) عن انس بمعناہ والطبرانی کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۵) عن حصین بن عوف الخثعمی رضی اللہ عنہ بمعناہ

ایک جنت نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہوئی واپس گئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ اے حارث تیرے کیا کہنے [1]

حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو قریظہ کی لڑائی میں انصار کے ایک صاحب شہید ہو گئے جنہیں خلّاد کہا جاتا تھا کسی نے آکر ان کی والدہ سے کہا اے اُمّ خلّاد! خلّاد شہید ہو گئے تو وہ نقاب پہنے ہوئے باہر آئیں کسی نے کہا تمہارا بیٹا خلّاد شہید ہو گیا ہے اور تم نے نقاب پہنا ہوا ہے (تمہیں اظہارِ غم کے لیے نقاب اتار دینا چاہیے) انہوں نے کہا اگر میرا بیٹا خلّاد چلا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں شرم و حیا کو بھی ہاتھ سے جانے دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ غور سے سنو! خلّاد کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوا؟ حضور نے فرمایا اس لیے کہ اہلِ کتاب نے اسے قتل کیا ہے [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان کی والدہ) حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند) ابو انس کے پاس آئیں اور کہا آج میں ایسی خبر لائی ہوں جو تمہیں پسند نہیں آئے گی ابو انس نے کہا تم اس دیہاتی کے پاس سے ہمیشہ ایسی خبریں لاتی ہو جو مجھے پسند نہیں آتیں حضرت اُمّ سُلیم نے کہا تھے تو وہ دیہاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں پسند کر کے نبی بنایا ہے۔ ابو انس نے کہا اچھا کیا خبر لائی ہو؟ حضرت اُمّ سُلیم نے کہا شراب حرام کر دی گئی ابو انس نے کہا آج سے میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہو گئی (یعنی میں نے تمہیں طلاق دے دی) اور ابو انس حالتِ شرک میں ہی مرا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کافر تھے) حضرت اُمّ سُلیم کے پاس (شادی کرنے کے ارادے سے) آئے تو حضرت اُمّ سُلیم نے کہا جب تک تم مشرک رہو گے میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ حضرت ابو طلحہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! جو تم کہہ رہی ہو وہ تم چاہتی نہیں ہو۔ حضرت اُمّ سُلیم نے کہا میں کیا چاہتی ہوں؟ حضرت ابو طلحہ نے کہا تم سونا اور چاندی لینا چاہتی ہو (مشرک ہونے کا بہانہ تو تم ویسے ہی کر رہی ہو) حضرت اُمّ سُلیم نے کہا کہ میں تمہیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو میں تم سے اسلام پر راضی

---

[1] اخرجہ ابن النجار عن انس مطولا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۹۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۲) واخرجہ ابو نعیم عن عبد الخبیر بن قیس بن شماس عن ابیہ عن جدہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۷) واخرجہ ایضا ابو یعلی من طریق عبد الخبیر بن قیس بن ثابت بن قیس بن شماس عن ابیہ عن جدہ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۵۴) وقال قال ابن مندہ غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ ۔ اھ

ہو جاؤں گی (اور مہر کا مطالبہ نہ کروں گی یہ اسلام ہی مہر ہوگا) حضرت ابو طلحہ نے کہا میرا یہ کام کون کرے گا؟ حضرت ام سُلیم نے کہا اے انس! اٹھو اور اپنے چچا کے ساتھ جاؤ چنانچہ (میں اٹھا اور) حضرت ابو طلحہ بھی اٹھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا پھر ہم دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ جب ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قریب پہنچے تو حضور نے ہماری گفتگو سن لی تو حضور نے فرمایا یہ ابو طلحہ ہیں ان کی پیشانی پر اسلام کی رونق ہے چنانچہ حضرت ابو طلحہ نے جا کر حضور کو سلام کیا اور کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھا حضور نے اسلام پر ہی ان کی شادی حضرت ام سُلیم سے کر دی حضرت ام سُلیم سے ان کا بیٹا پیدا ہوا جب وہ چلنے لگا اور والد کو اس سے بہت پیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی پھر حضرت ابو طلحہ جب گھر آئے تو انہوں نے پوچھا اے ام سُلیم! میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت ام سُلیم نے کہا پہلے سے بہتر ہے (یہ غلط نہیں کہا اس لیے کہ مؤمن کی حالت مرنے کے بعد دنیا سے بہتر ہو جاتی ہے) پھر حضرت ام سُلیم نے کہا آج آپ نے دوپہر کے کھانے میں دیر کر دی تو کیا آپ دوپہر کا کھانا کھائیں گے؟ فرماتی ہیں پھر میں نے کھانا ان کے سامنے رکھا اور میں نے ان سے کہا کچھ لوگوں نے ایک آدمی سے کوئی چیز بطور عاریت لی. پھر وہ عاریت ان کے پاس کچھ عرصہ رہی اور عاریت کے مالک نے آدمی بھیج کر اس عاریت کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اپنی عاریت واپس لے لی تو کیا ان لوگوں کو اس پر پریشان ہونا چاہئے؟ حضرت ابو طلحہ نے کہا نہیں حضرت ام سُلیم نے کہا تو پھر آپ کا بیٹا اس دنیا سے چلا گیا ہے (آپ کو اللہ نے دیا تھا اور اب اسے واپس لے لیا ہے) حضرت ابو طلحہ نے پوچھا اس وقت وہ کہاں ہے؟ حضرت ام سُلیم نے کہا وہ اندر کوٹھڑی میں ہے چنانچہ حضرت ابو طلحہ نے اندر جا کر اس بچے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور جا کر حضور کو حضرت ام سُلیم کی ساری بات بتائی حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے ام سُلیم نے چونکہ اپنے اس بیٹے کے مرنے پر صبر کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں ایک اور لڑکے کا حمل شروع کر دیا ہے. چنانچہ جب حضرت ام سُلیم کے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے انس! اپنی والدہ سے جا کر کہو کہ جب تم اپنے بیٹے کی ناف کاٹ لو تو اسے کچھ چکھانے سے پہلے میرے پاس بھیج دو. چنانچہ حضرت ام سُلیم نے وہ بچہ میرے بازوؤں پر رکھ دیا اور میں نے آ کر حضور کے سامنے اس بچے کو رکھ دیا حضور نے فرمایا میرے پاس تین عجوہ کھجوریں لاؤ چنانچہ میں تین کھجوریں لایا حضور نے ان کی گٹھلیاں نکال کر پھینک دیں اور پھر انہیں اپنے منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر اس بچے کا منہ کھول کر اس میں ڈال دیں بچہ انہیں زبان سے چوسنے لگا حضور نے فرمایا یہ انصاری ہے اس لیے اسے کھجور پسند ہے پھر فرمایا جا کر اپنی والدہ سے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس بیٹے میں برکت عطا فرمائے اور اسے نیک اور متقی بنائے [1] بزار کی

فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُمّ سُلیمؓ نے شادی کے پیام کے جواب میں کہا کیا میں آپ سے شادی کر لوں حالانکہ آپ ایسی لکڑی کی عبادت کرتے ہیں جسے میرا فلاں غلام گھسیٹے پھرتا ہے۔[1]

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا حضرت ابوطلحہ گھر سے باہر گئے تو پیچھے سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ نے واپس آکر پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت اُمّ سُلیم نے کہا پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر حضرت اُمّ سُلیمؓ نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا حضرت ابوطلحہ نے کھانا کھایا اور بعد میں ان سے صحبت بھی کی جب وہ فارغ ہو گئے تو حضرت اُمّ سُلیمؓ نے کہا بچے کو دفن کر دو۔ صبح کو آکر حضرت ابوطلحہ نے ساری بات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے آج رات صحبت کی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! ان دونوں (کی صحبت) میں برکت عطا فرما۔ چنانچہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابوطلحہ نے مجھ سے فرمایا اسے حفاظت سے حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت اُمّ سُلیمؓ نے بچے کے ساتھ مجھے کھجوریں بھی دیں میں اس بچے کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے بچے کو لیا اور فرمایا کیا اس بچے کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں کھجوریں ہیں۔ حضورؐ نے وہ کھجوریں لے کر انہیں چبایا اور انہیں اپنے منہ سے نکال کر اس بچے کے منہ میں تالو پر لگا دیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت سُفیان کہتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی نے کہا میں نے اس بچے کے نو بیٹے دیکھے جو سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔[2]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ طائف میں ایک تیر لگا تھا (جس کا زخم ایک دفعہ تو بھر گیا تھا لیکن) حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتقال کے چالیس دن کے بعد وہ زخم پھر پھٹ گیا اور اس میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا اے بیٹیا! اللہ کی قسم! مجھے تو ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے کسی بکری کا کان پکڑ کر اسے ہمارے گھر سے باہر نکال دیا گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا اور اس موقع کی ہدایت پر آپ کو پکا کر دیا (یعنی اس موقع پر صبر و ہمت سے کام لینے کی توفیق

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۱) رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن منصور الرمادی وھو ثقۃ وفی روایۃ للبزار ایضا قالت لہ انہ رجل وانت تعبد خشبۃ نجرہا عبدی فلان فذکر الحدیث ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۴۲۶) عن انس بدون ذکر قصۃ اسلام ابی طلحۃ کذا عند البخاری (ج ۲ ص ۸۲۲) [2] عند البخاری (ج ۱ ص ۱۷۴)

عطا فرمادی) پھر حضرت ابوبکرؓ باہر آگئے پھر اندر آئے اور فرمایا اے بیٹیا! کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ تم نے عبداللہ کو زندہ ہی دفن کر دیا ہو؟ حضرت عائشہؓ نے کہا اے ابا جان! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں شیطان مردود سے اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے اے بیٹیا! ہر آدمی کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں ایک اچھے جو فرشتے کی طرف سے آتے ہیں ایک برے جو شیطان کی طرف سے آتے ہیں پھر قبیلہ ثقیف کا وفد (طائف سے) حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا تو وہ تیر جو حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ کو لگا تھا وہ ان کے پاس تھا حضرت ابوبکرؓ نے وہ تیر نکال کر انہیں دکھایا اور پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اس تیر کو پہچانتا ہے؟ تو قبیلہ بنو عجلان کے حضرت سعد بن عُبَید رضی اللہ عنہ نے کہا اس تیر کو میں نے تراشا تھا اور میں نے اس کا پَر لگایا تھا اور اس کا پٹھا لگایا تھا اور میں نے ہی یہ تیر مارا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا (میرا بیٹا) عبداللہ بن ابی بکر اسی سے شہید ہوا ہے لہٰذا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے تمہارے ہاتھوں شہادت سے نوازا اور تمہیں اس کے ہاتھ سے (قتل کروا کر) ذلیل نہیں کیا (ورنہ تم دوزخ میں جاتے) بے شک اللہ تعالیٰ وسیع حمایت و حفاظت والے ہیں[1] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کے لیے (فائدہ میں) وسعت پیدا فرمادی[2]

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو حضرت عثمانؓ اسے منگواتے اسے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ کر لایا جاتا۔ پھر وہ اسے ناک لگا کر سونگھتے کسی نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں فرمایا میں اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرے دل میں اس کی کچھ محبت پیدا ہو جائے اور پھر اگر اسے کچھ ہو (یعنی بیمار ہو جائے یا مر جائے) تو (اس محبت کی وجہ سے) دل کو رنج و صدمہ ہو اور پھر صبر کیا جائے اور اس کی جنت ملے (جب بچہ سے محبت نہیں ہوگی تو اس کی بیماری یا موت سے صدمہ بھی نہیں ہوگا اور صبر کرنے کی نوبت نہیں ہوگی)[3] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا بات ہے آپ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا؟ فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو میرے بچوں کو اس فانی گھر سے لے رہا ہے اور ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت میں جمع کر رہا ہے[4]

• حضرت عمر بن عبدالرحمن بن زید بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی رنج و صدمہ پہنچتا تو (اپنے کو تسلی دینے کے لیے) فرماتے کہ مجھے (میرے بھائی) حضرت زید بن خطاب

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۷) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۸) نحوہ [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۷) [4] اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۷)

رضی اللہ عنہ (کی شہادت) کا زبردست صدمہ پہنچا تھا لیکن میں نے اس پر صبر کر لیا تھا (تو یہ تیر اس سے چھوٹا ہے اس پر تو صبر کرنا ہی چاہیے) حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی حضرت زید کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا تیرا بھلا ہو! تم نے میرے ایسے بھائی کو قتل کیا ہے کہ جب بھی پُروا ہوا چلتی ہے تو مجھے وہ بھائی یاد آجاتا ہے (یعنی مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہے) [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو (ان کی ہمشیرہ) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہیں تلاش کرتی ہوئی آئیں انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت حمزہ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ راستہ میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ان کی ملاقات ہوئی حضرت علی نے حضرت زبیر سے کہا تم اپنی والدہ کو بتا دو (کہ حضرت حمزہ شہید ہو گئے ہیں) حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا نہیں بلکہ آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں حضرت صفیہ نے ان دونوں سے پوچھا کہ حضرت حمزہ کا کیا ہوا؟ ان دونوں نے ایسے ظاہر کیا جیسے کہ انہیں معلوم نہیں ہے وہ چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئیں حضور نے انہیں دیکھ کر فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ صدمہ کی شدت سے ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لیے آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی (اور پھر انہیں بتایا جس پر) حضرت صفیہ نے اِنَّا للہ پڑھی اور رونے لگیں پھر حضور تشریف لے گئے اور حضرت حمزہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء کٹے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اگر (رشتہ دار) عورتوں کی پریشانی کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں (دفن نہ کرتا بلکہ) یہیں چھوڑ دیتا تاکہ کل قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ہوتا پھر آپ کے فرمانے پر شہداء کے جنازوں کو لایا گیا اور آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت حمزہ کے ساتھ نو اور جنازے رکھے جاتے آپ سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھتے پھر نو جنازے تو اٹھا لیے جاتے لیکن حضرت حمزہ کا جنازہ وہاں ہی رہنے دیا جاتا پھر نو اور جنازے لائے جاتے آپ سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھتے یونہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔ [2]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک عورت سامنے سے تیز

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۷) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۸) عن عبدالرحمن بن زید مثلہ [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۹۷) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ والطبرانی نحوہ عن ابن عباس کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۷۰) والبزار کما فی المجمع (ج ۶ ص ۱۱۸) وقال فی اسناد البزار والطبرانی یزید بن ابی زیاد وھو ضعیف

چلتی ہوئی نظر آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مقتول شہداء کو دیکھنا چاہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا کہ یہ عورت انہیں دیکھے اس لیے حضور نے فرمایا عورت! عورت! یعنی اسے روکو۔ مجھے دیکھنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں چنانچہ میں دوڑ کر ان کی طرف گیا اور ان کے شہداء تک پہنچنے سے پہلے میں ان تک پہنچ گیا انہوں نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور وہ بڑی طاقتور تھیں اور انہوں نے کہا پرے ہٹ زمین تیری نہیں ہے۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے آپ کو ادھر جانے سے روکا ہے یہ سن کر وہ وہیں رک گئیں اور ان کے پاس دو چادریں تھیں انہیں نکال کر فرمایا یہ دو چادریں ہیں اپنے بھائی حمزہ کے لیے لائی ہوں مجھے ان کے شہید ہونے کی خبر مل چکی ہے لہٰذا ان کو ان میں کفن دے دو چنانچہ ہم لوگ وہ چادریں لے کر کفنانے کے لیے حضرت حمزہ کے پاس گئے وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک انصاری شہید بھی پڑے ہوئے ہیں جن کے ساتھ کافروں نے وہی سلوک کیا ہوا ہے جو انہوں نے حضرت حمزہ کے ساتھ کیا تھا تو ہمیں اس میں بڑی ذلت اور شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی چادر نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے کہا ایک چادر حضرت حمزہ کی اور دوسری انصاری کی۔ دونوں چادروں کو ناپا تو ایک بڑی تھی اور ایک چھوٹی۔ چنانچہ ہم نے دونوں حضرات کے لیے قرعہ اندازی کی اور جس کے حصہ میں جو چادر آئی اسے اس میں کفنا دیا۔ [1]

حضرت زہری، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت محمد بن یحییٰ اور دیگر حضرات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کو دیکھنے آئیں تو انہیں راستہ میں (ان کے بیٹے) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے کہا اے اماں جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں۔ انہوں نے کہا کیوں؟ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان اعضاء کاٹے گئے ہیں اور ان کے ساتھ یہ سب کچھ اللہ کی وجہ سے کیا گیا ہے اور جو کچھ ہوا ہے ہم اس پر بالکل راضی ہیں انشاء اللہ میں ہر طرح صبر کروں گی اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی۔ حضرت زبیر نے جا کر حضور کو بتایا۔ حضور نے فرمایا اچھا انہیں جانے دو نہ روکو۔ چنانچہ وہ حضرت حمزہ کے پاس گئیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی پھر حضورؐ کے فرمانے پر حضرت حمزہ کو دفن کیا گیا۔ [2]

---

[1] عند البزار واحمد وابی یعلی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۸) وفیہ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد وہو ضعیف وقد وثق انتہی

[2] عند ابن اسحاق فی السیرۃ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۹)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن (میرے خاوند) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے میرے ہاں آئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے ایک بات سُنی ہے جس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے حضورؐ نے فرمایا جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ اس پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا ترجمہ: اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور جو چیز چلی گئی ہے اس سے بہتر مجھے عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر ضرور عطا فرماتے ہیں. حضرت اُمِ سلمہ کہتی ہیں میں نے ان کی اس بات کو یاد رکھا چنانچہ جب حضرت ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور یہ دُعا پڑھی۔ دُعا تو میں نے پڑھ لی لیکن دل میں یہ خیال آتا رہا کہ ابوسلمہ سے بہتر مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت ختم ہوگئی تو حضورؐ نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اس وقت میں کھال رنگ رہی تھی میں نے کیکر کے پتوں سے ہاتھ دھوئے (کھال کے رنگنے میں کیکر کے پتے استعمال ہوتے تھے) اور پھر میں نے آپ کو اجازت دی اور میں نے آپ کے لئے چمڑے کا گدا رکھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے ساتھ شادی کرنے کا پیغام دیا جب آپ بات پوری فرما چکے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مجھے آپ سے شادی کرنے کی رغبت نہ ہو لیکن ایک بات یہ ہے کہ میری طبیعت میں غیرت بہت ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس غیرت کی وجہ سے آپ میری طرف سے کوئی ایسی بات دیکھیں جس پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے. دوسری بات یہ ہے کہ میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ میں بال بچوں والی عورت ہوں. حضورؐ نے فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ دُور فرمادیں گے اور تم نے عمر زیادہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے تو تمہاری طرح میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے اور تم نے بچوں کا ذکر کیا ہے تو تمہارے بچے میرے بچے ہیں اس پر میں نے حضورؐ کی بات کو تسلیم کر لیا اور پھر واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوسلمہ سے بہتر خاوند عطا فرما دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حج یا عمرے سے واپس آئے تو ذُوالحُلیفہ پر

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ النسائی وابن ماجہ والترمذی وقال حسن غریب کذا فی البدایۃ ج۴ ص۹۱، واخرجہ ابن سعد (ج۸ ص۶۲، ۶۴)

ہمارا استقبال ہوا اور انصاری لڑکے اپنے گھر والوں کا استقبال کر رہے تھے تو لوگ حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں بتایا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے یہ سن کر وہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور آپ پرانے مسلمان ہیں آپ کو کیا ہوا کہ آپ ایک عورت کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے سر سے کپڑا ہٹایا اور کہا آپ سچ فرماتی ہیں میری زندگی کی قسم! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد مجھے کسی پر رونے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ حضورؐ نے ان کے بارے میں بڑی فضیلت والی بات فرمائی تھی میں نے پوچھا حضورؐ نے ان کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا سعد بن معاذؓ کے مرنے پر عرش بھی ہل گیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس وقت حضرت اُسَید میرے اور حضورؐ کے درمیان چل رہے تھے [1]

حضرت عَون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی حضرت عُتبہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو وہ رونے لگے کسی نے ان سے کہا کیا آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ نسب میں میرے بھائی تھے اور ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں ان سے پہلے مرتا بلکہ ان کا پہلے انتقال ہو اور میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں پہلے مروں اور میرے بھائی صبر کر کے اللہ سے ثواب کی امید رکھیں [2] حضرت خَیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والشاشی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۴۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲) والحاکم (ج ۳ ص ۲۸۹) عن عائشۃ نحوہ قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابونعیم ایضا عن عائشۃ نحوہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۸) الا انہ وقع عندہ قال افیحق لی ان لا ابکی وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہتز العرش اعوادہ لموت سعید بن معاذ وعند الطبرانی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۰۹ فقال ومالی لا ابکی وقد سمعت فذکرہ وقال اسانیدہا کلہا حسنۃ۔

[2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۲۵۳)

اِن کے بھائی حضرت عُتبہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ (رونا) رحمت اور شفقت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ دِلوں میں ڈالتے ہیں اِبن آدم کا اِن (آنسوؤں) پر کوئی اختیار نہیں ہے [1]

حضرت عبد اللہ بن ابی سَلِیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت اَبُو احمد بن جَحش رضی اللہ عنہ (اپنی ہمشیرہ) حضرت زینب بنت جَحش کے جنازے کو اٹھائے ہوئے جارہے ہیں حالانکہ وہ نابینا تھے اور وہ رَو رہے تھے۔ پھر میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں اے اَبُو احمد! جنازے سے ایک طرف ہوجاؤ لوگوں کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہوگی ان کے جنازے کو اٹھانے کے لئے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا حضرت اَبُو احمد نے کہا اے عمرؓ! ہمیں اِسی بہن کی وجہ سے ہر خیر ملی ہے اور اِن کے جانے پر جو رنج و صدمہ مجھے ہے وہ جنازہ اٹھانے سے کم ہورہا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تو تم چمٹے رہو چمٹے رہو! [2]

حضرت اَحنَف بن قَیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں اِن میں سے جو بھی کسی دروازے میں داخل ہوگا اس کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ضرور داخل ہوگی مجھے اِن کی اس بات کا مطلب سمجھ میں نہ آیا یہاں تک کہ انہیں نیزے سے زخمی کیا گیا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تین دن نماز پڑھائیں اور انہوں نے اس بات کا بھی حکم دیا کہ نئے خلیفہ کے مقرر ہونے تک لوگوں کو کھانا پکا کر کھلایا جائے جب لوگ حضرت عمرؓ کے جنازے سے واپس آئے تو دستر خوان بچھائے گئے اور کھانا لاکر رکھا گیا لیکن رنج و غم کی زیادتی کی وجہ سے لوگ کھانا نہیں کھا رہے تھے تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہم نے اس کے بعد کھایا اور پیا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم نے اِن کے بعد کھایا اور پیا اس لئے کھانا کھانا تو ضروری ہے لہٰذا آپ سب یہ کھانا کھائیں پھر حضرت عباس نے ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کردیا تو تمام لوگوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کردیا تو اس وقت مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ آئی کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں [3]

---

[1] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۴۲) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۸۰) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۹) کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۷۶) واخرجہ الطبرانی نحوہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۹۶) وفیہ علی بن زید وحدیثہ حسن وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح

حضرت ابوعُبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو کسی مصیبت پر تسلی دیا کرتے تو فرمایا کرتے آدمی اگر صبر اور حوصلہ سے کام لے تو کوئی مصیبت نہیں ہے اور گھبرانے اور پریشان ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ موت سے پہلے کا معاملہ بہت آسان ہے اور اس کے بعد کا معاملہ بہت سخت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ کو یاد کر لیا کرو اس سے تمہاری ہر مصیبت ہلکی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے [1]

حضرت سُفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی وفات پر تسلی دی تو فرمایا اگر اپنے بیٹے کے جانے پر آپ کو رنج و صدمہ ہے تو یہ رشتہ داری کا تقاضا ہے اب اگر آپ صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کا بدل عطا فرمائیں گے۔ اگر صبر کرو گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا لیکن آپ کو اجر و ثواب ملے گا اور اگر گلہ شکوہ کرو گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا لیکن آپ کو گناہ ہوگا [2]

عام مصائب پر صبر کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے آپ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ خبیث (شیطان) مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو تو قیامت کے دن تم اس حال میں آؤ گی کہ نہ تم پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ تم سے حساب لیا جائے گا اس عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں مرتے دم تک (انشاء اللہ) صبر کروں گی البتہ مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ اس حالت میں شیطان مجھے ننگا کر دے گا آپ نے اس کے لئے اس بارے میں دُعا فرمائی چنانچہ جب اسے محسوس ہوتا کہ شیطانی اثرات شروع ہونے والے ہیں تو وہ آ کر کعبہ کے پردوں سے چمٹ جاتی اور شیطان سے کہتی دُور ہو جا تو وہ شیطان چلا جاتا [3] حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] اخرجہ ابن ابی خیثمۃ والدینوری فی المجالسۃ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۲) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۲) [3] اخرجہ البزار

نے فرمایا کیا تمہیں میں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں. ضرور دکھائیں انہوں نے فرمایا یہ کالی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے ستر کھل جاتا ہے آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمادیں حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں جنت ملے اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے اللہ سے دعا کردوں کہ وہ تمہیں عافیت عطا فرمائے اس عورت نے کہا نہیں نہیں. میں تو صبر کروں گی. بس اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے[1] یہ قصہ بخاری اور مسلم میں بھی ہے. بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عطاء نے ان ام زفر رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ رنگ ان کا کالا اور قد لمبا ہے اور کعبہ کے پردے پر ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں[2]

حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک بدکار عورت تھی (وہ مسلمان ہوگئی) تو ایک مرد اس کے پاس سے گزرا یا وہ کسی مرد کے پاس سے گذری تو اس مرد نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا. اس عورت نے کہا رک جاؤ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ختم کر دیا ہے اور اسلام کو لے آئے ہیں چنانچہ اس آدمی نے اسے چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا لیکن مڑ کر اُسے دیکھنے لگا یہاں تک کہ اس کا چہرہ ایک دیوار سے ٹکرا گیا اس آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سارا واقعہ بیان کیا حضورؐ نے فرمایا تم اللہ کے ایسے بندے ہو کہ جس کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اس گناہ کی سزا جلدی دے دیتے ہیں یعنی دنیا میں دے دیتے ہیں اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کی سزا روک لیتے ہیں (دنیا میں نہیں دیتے ہیں) بلکہ اس کی پوری سزا اسے قیامت کے دن دیں گے[3]

حضرت عبداللہ بن خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے میں تھا کہ اتنے میں ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی اور فرمایا ہر وہ چیز جس سے تمہیں تکلیف ہو وہ مصیبت ہے (اور مصیبت کے آنے پر اِنَّا لِلّٰہ پڑھنے کا حکم ہے اس لئے میں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی)[4]

---

[1] عند احمد [2] کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۰) [3] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۵) [4] اخرجہ ابن سعد و ابن ابی شیبۃ و عبد بن حمید و ابن المنذر والبیہقی.

حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا آپ جوتے کے ایک تسمے کی وجہ سے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہر وہ چیز جو مؤمن بندے کو ناگوار لگے وہ اس کے حق میں مصیبت ہے (اور ہر مصیبت میں اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنی چاہیے) [1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ رومی لشکر جمع ہو رہے ہیں اور ان سے بڑا خطرہ ہے حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں یہ لکھا اما بعد! جب بھی مؤمن بندے پر کوئی سختی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشادگی ضرور لاتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب آجائے (یہ قرآن کی آیت اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی طرف اشارہ ہے کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں ملتی ہیں) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن (سورت آل عمران آیت ۲۰۰) ترجمہ "اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مُستَعِد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو،، [2]

حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مل سکیں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ایک تو انہوں نے خلافت کے معاملے میں اپنی ذات کے بارے میں صبر کیا یہاں تک کہ مظلوم بن کر شہید ہو گئے اور دوسری یہ کہ تمام لوگوں کو مُصحَفِ عثمانی پر جمع فرمایا [3]

---

[1] عند المروزی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴) [2] اخرجہ مالک وابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا وابن جریر والحاکم والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۸)

شکر

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (مسجد سے) باہر نکلے اور اپنے بالاخانے کی طرف تشریف لے گئے پھر اندر جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے میں ہی آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپؐ کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا عبدالرحمٰنؓ آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے ہی میں آپ کی روح قبض کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اس لئے میں شکریہ ادا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے سجدہ میں گر گیا[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک رات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور صبح تک آپؐ کھڑے ہی رہے اور پھر آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ سجدے میں آپؐ کی روح قبض ہو گئی ہے (نماز اور سجدے سے فارغ ہو کر) حضورؐ نے فرمایا تم جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے چار پانچ مرتبہ یہی سوال فرمایا پھر فرمایا میرے رب نے جتنی دیر میرے لئے مقدر فرمائی تھی میں نے اتنی دیر نماز پڑھی پھر میرے رب نے مجھ پر خاص تجلی فرمائی (اور کچھ باتیں فرمائیں) اور اس کے آخر میں مجھ سے پوچھا کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں نے کہا اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں پھر میرے رب نے تین یا چار مرتبہ یہی سوال کیا پھر آخر میں

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۸۰) رواہ احمد ورجالہ ثقات

مجھ سے فرمایا میں آپ کی اُمت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں نے کہا اے میرے رَب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں میرے رَب نے فرمایا میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں غمگین نہیں کروں گا اس وجہ سے مَیں نے اپنے رَب کے سامنے سجدہ کیا اور میرا رَب تھوڑے عمل پر زیادہ اَجر دینے والا ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میری چادر مجھے دے دو (چادر لے کر) آپ باہر تشریف لے گئے جب مسجد کے اندر پہنچے تو وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اِن کے علاوہ مسجد میں اور کوئی نہیں تھا آپؐ ان لوگوں کے پاس ایک طرف بیٹھ گئے (کیونکہ کوئی صاحب اِن میں بیان کر رہے تھے) جب بیان کرنے والے کا بیان ختم ہو گیا تو آپؐ نے سورت الم تنزیل سجدہ پڑھی پھر آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لوگوں نے آپؐ کے سجدے کی خبر سن کر مسجد میں آنا شروع کر دیا یہاں تک کہ دو میل دُور سے بھی لوگ پہنچ گئے اور (اتنے لوگ آ گئے کہ) مسجد کم پڑ گئی اور حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے آج حضورؐ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اِس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا پھر آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بڑا لمبا سجدہ فرمایا حضورؐ نے فرمایا میرے رَب نے مجھے یہ عطیہ دیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے میں نے اِس عطیہ کا شکر یہ میں اپنے رب کے سامنے اتنا لَمبا سجدہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت تو بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اور مانگ لیتے چنانچہ حضورؐ نے دو تین دفعہ اور مانگا اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ نے تو اپنی ساری امت اللہ سے لے لی۔[2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۸۸) رواہ الطبرانی فی الکبیر عن حجاج بن عثمان السکسکی عن معاذ ولم یدرک معاذا فقد ذکرہ ابن حبان فی اتباع التابعین وہو من طریق بقیۃ وقد عنعنہ۔ [2] اخرجہ الطبرانی فیہ موسیٰ بن عبیدۃ وہو ضعیف، کمافی المجمع (ج ۲ ص ۲۸۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گذرا جو کسی پرانی بیماری میں مبتلا تھا حضورؐ نے سواری سے نیچے اُتر کر سجدۂ شکر کیا (کہ اللہ نے مجھے اس بیماری سے بچا کر رکھا) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گذرے اور انہوں نے بھی نیچے اُتر کر سجدۂ شکر کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گذرے اور انہوں نے بھی نیچے اُتر کر سجدۂ شکر کیا [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی جماعت بھیجی اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اگر تو ان لوگوں کو صحیح سالم واپس لے آئے گا تو میرے ذمہ تیرا یہ حق ہو گا کہ میں تیرا شکریہ اس طرح ادا کروں گا جس طرح ادا کرنے کا حق ہے کچھ ہی دنوں کے بعد وہ لوگ صحیح سالم واپس آگئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ کی کامل نعمتوں پر اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا اگر اللہ انہیں واپس لائے گا تو میں اللہ کے شکر کا حق ادا کروں گا حضورؐ نے فرمایا (یہ کلمات کہہ کر) کیا میں نے ایسا نہیں کر دیا؟ [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا شکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا حضورؐ کے فرمانے پر اسے ایک کھجور دے دی گئی اس نے وہ کھجور پھینک دی پھر ایک اور سائل آیا تو آپؐ نے فرمایا اسے بھی ایک کھجور دے دو اس نے کھجور لے کر کہا سبحان اللہ! حضورؐ کی طرف سے ایک کھجور (یہ تو بہت بڑی نعمت ہے) اس کی اس کیفیت سے خوش ہو کر حضورؐ نے باندی سے فرمایا اُم سلمہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو چالیس درہم ہیں وہ اس سائل کو دے دیں [3] حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک سائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا حضورؐ نے اُسے ایک کھجور دے دی اس آدمی نے کہا سبحان اللہ نبیوں میں سے اتنے بڑے نبی (اور وہ) ایک کھجور صدقہ میں دے رہے ہیں حضورؐ نے اس سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس ایک کھجور میں بہت سارے ذرّے ہیں پھر حضورؐ کے پاس دوسرا سائل آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بھی ایک کھجور دی۔ اُس نے (خوش ہو کر) کہا یہ کھجور

---

[1] اخرجہ الطبرانی وفیہ عبدالعزیز بن عبیداللہ وہو ضعیف کما فی المجمع (ج ۲ ص ۲۸۹) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱)
[3] اخرجہ البیہقی

مجھے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف سے ملی ہے جب تک میں زندہ رہوں گا یہ کھجور میرے پاس رہے گی اور مجھے امید ہے کہ اس کی برکت ہمیشہ ملتی رہے گی پھر حضورؐ نے (لوگوں کو) اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ مالدار ہو گیا[1]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان) ضجنان مقام کے پاس سے گذرے تو فرمانے لگے میں نے اپنے آپ کو دیکھا کر میں (بچپن میں اپنے والد) خطاب کے جانور اس جگہ چرایا کرتا تھا لیکن اللہ کی قسم! میری معلومات کے مطابق وہ سخت مزاج اور درشت گو تھے پھر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا والی بن گیا ہوں. پھر یہ شعر پڑھا

لَا شَيْءَ فِيْمَا تَرَىٰ إِلَّا بَشَاشَتُهُ يَبْقَى الْإِلٰهُ وَيُوْدِي الْمَالُ وَالْوَلَدُ

جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اس میں (ظاہری) بشاشت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے باقی تمام مال اور اولاد فنا ہو جائے گی.

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے اونٹ سے فرمایا چل[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے پاس دو سواریاں لائی جائیں ایک شکر کی دوسری صبر کی تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پر سوار ہوؤں[3]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے مصیبت زدہ آدمی کے پاس سے گذرے جو کوڑھی، نابینا، بہرا اور گونگا تھا آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تمہیں اس میں اللہ کی کوئی نعمت نظر آرہی ہے؟ ساتھیوں نے کہا نہیں. حضرت عمرؓ نے فرمایا اس میں بھی اللہ کی نعمت ہے. کیا آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ یہ پیشاب کر لیتا ہے. پیشاب قطرہ قطرہ کر کے نہیں آتا ہے اور نہ مشکل سے نکلتا ہے بلکہ آسانی سے نکل آتا ہے. یہ بھی اللہ کی زبردست نعمت ہے[4]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ

---

[1] عند البیہقی ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۲) [2] اخرجہ ابن سعد و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۱۷) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۷) [4] اخرجہ عبد بن حمید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۴)

کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میں اپنی ساری جان اور سارا مال تیرے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے؟ اگر کوئی مصیبت آجائے تو صبر کرو اور اگر عافیت ملے تو شکر کرو۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ حضرت عمرؓ کو ایک آدمی نے سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا تم کیسے ہو؟ اس نے کہا میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا [2]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ جتنی دنیا ملے اس پر قناعت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو روزی زیادہ دیتے ہیں اور بعض کو کم۔ وہ اس طرح ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جسے روزی زیادہ دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کا جو حق بندے پر فرض بنتا ہے اس کی ادائیگی یہ ہے کہ بندہ اس کا شکر ادا کرے [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شکر والوں کے لئے اللہ کی طرف سے ہمیشہ نعمتیں بڑھتی رہتی ہیں لہٰذا تم نعمتوں کی زیادتی طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورت ابراہیم آیت ۷) ترجمہ "اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا"۔ [4]

حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ کچھ لوگ برائی میں مشغول ہیں آپ ان کے پاس جائیں حضرت عثمانؓ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ تو سب بکھر چکے ہیں البتہ برائی کے اثرات موجود ہیں تو انہوں نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے ان لوگوں کو برائی پر نہ پایا اور ایک غلام آزاد کیا [5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نعمت ملنے پر فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر ادا

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۲) [2] اخرجہ مالک وابن المبارک والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱) [3] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱) [4] اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱) [5] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۰)

کرنے سے نعمت اور بڑھتی ہے شکر اور نعمت کا بڑھنا ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں جب بندہ شکر ادا کرنا چھوڑے گا تب اللہ کی طرف سے نعمت کا بڑھنا بند ہوگا[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے شکر کا دروازہ تو کھول دیں اور اپنی طرف سے نعمت بڑھانے کا دروازہ بند کر دیں اور دعا کا دروازہ تو کسی کے لئے کھول دیں اور قبولیتِ دعا کا دروازہ بند رکھیں اور توبہ کا دروازہ تو کسی کے لئے کھول دیں اور مغفرت کا دروازہ بند رکھیں میں تمہیں (اس کی تائید میں) اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں سے پڑھ کر سناتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے. اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورت مؤمن آیت ۶۰) ترجمہ "مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور فرمایا ہے اُذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورت بقرہ آیت ۱۵۲) ترجمہ "اِن (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا" اور فرمایا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورت نساء آیت ۱۱۰) ترجمہ "اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا"[2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح اور شام اِس حال میں کروں کہ لوگ مجھ پر کوئی مصیبت نہ دیکھیں تو میں مصیبت سے محفوظ رہنے کو اپنے اوپر اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت سمجھتا ہوں[3] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی نعمت صرف کھانا اور پینا ہی ہے تو اِس کی سمجھ کم ہے اور اس کا عذاب نزدیک آچکا ہے[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو بندہ خالص پانی پیئے اور وہ پانی بغیر کسی تکلیف کے اندر چلا جائے اور پھر بغیر کسی تکلیف کے (پیشاب کے ذریعہ سے) باہر آجائے

---

[1] اخرجہ البیہقی [2] عند ابن ماجہ والعسکری کذا فی الکنز (ج۲ص ۱۵۱) [3] اخرجہ ابن عساکر [4] عند ابن عساکر ایضا کذا فی الکنز (ج۲ص ۱۵۲) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج۱ ص ۲۱۰) عنہ نحوہ بالوجہین

تو اس پر شکر ادا کرنا واجب ہو گیا۔[1]

جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے تو (ان کی والدہ محترمہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی وہ چیز گم ہو گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمائی تھی اور ایک تھیلے میں رکھی رہتی تھی وہ اسے تلاش کرنے لگیں جب وہ چیز مل گئی تو سجدے میں گر پڑیں۔[2]

اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں تین آدمیوں کو ایک اونٹ ملا تھا (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) چنانچہ حضرت ابولبابہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اونٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ جب حضورؐ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں حضرات نے عرض کیا کہ (آپ اونٹ پر سوار رہیں) ہم آپ کی جگہ پیدل چلیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر و ثواب سے مستغنی ہوں (بلکہ مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے اس لئے میں بھی پیدل چلوں گا)۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت مُطَّلِب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی دیکھا جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا حضورؐ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے یہ سن کر تمام لوگ مشقت اور تکلیف

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۲) [2] اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۹۰) اسناده حسن وفی بعض رجاله کلام [3] اخرجه احمد ورواه النسائی کذا فی البدایة (ج ۳ ص ۲۶۱) واخرجه البزار وقال فاذا کانت عقبة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ارکب حتی نمشی عنک والباقی بنحوه کما فی المجمع (ج ۶ ص ۶۹) وقال وفیه عاصم بن بهدلة وحدیثه حسن وبقیة رجال احمد رجال الصحیح. اهـ

کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اِن دنوں مدینہ میں بخار کا زور تھا چنانچہ لوگوں کو بخار ہونے لگا۔ ایک دن حضور مسجد میں تشریف لائے تو لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز ثواب میں کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہوتی ہے [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ مدینہ آئے تو صحابہؓ کو مدینہ کا بخار چڑھ گیا اور اتنے بیمار ہوئے کہ انہیں بڑی مشقت اٹھانی پڑی۔ البتہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بخار سے محفوظ رکھا صحابہ کرامؓ بخار سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے ایک دن حضورؐ باہر تشریف لائے اور صحابہؓ اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے اِن سے فرمایا یہ جان لو کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہوتی ہے یہ فضیلت سُن کر تمام مسلمان کمزوری اور بیماری کے باوجود زیادہ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں بتکلّف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے [3]

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سارا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور جب عشاء پڑھ کر حضورؐ گھر تشریف لے جاتے تو میں آپؐ کے دروازے پر بیٹھ جاتا میں کہتا شاید اللہ کے رسولؐ کو کوئی ضرورت پیش آجائے میں کافی دیر تک سنتا رہتا کہ حضورؐ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتے رہتے ہیں میں یونہی بیٹھا رہتا یہاں تک کہ تھک کر واپس چلا جاتا یا نیند آجاتی تو وہاں ہی سو جاتا جب حضورؐ نے دیکھا کہ میں آپ کی دل وجان سے خدمت کر رہا ہوں اور آپ کا خیال ہوا کہ میرا حضورؐ پر حق بنتا ہے تو آپ نے فرمایا اے ربیعہ بن کعب! مجھ سے مانگ لو۔ جو مانگو گے تمہیں ضرور دوں گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا سوچ لوں پھر آپ کو بتاؤں گا میں نے دل میں سوچا تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ دنیا تو بہر حال ختم ہونے والی اور جانیوالی

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۵۰) وفیہ صالح بن ابی الاخضر وقد ضعفہ الجمہور وقال احمد یعتبر بحدیثہ۔ اھ [2] عند احمد عن ابن شہاب ورجالہ ثقات کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۲ ص ۳۹۵) وقال زیاد عن ابن اسحاق [3] ذکرہ ابن شہاب الزہری کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۴)

چیز ہے اور بقدرِ ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے اس لئے میں اللہ کے رسولؐ سے اپنی آخرت کے لئے مانگوں گا کیونکہ ان کا اللہ کے ہاں بڑا خاص مقام ہے چنانچہ یہ سوچ کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے فرمایا اے ربیعہ! تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے رب کے ہاں میری سفارش فرمائیں تاکہ وہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں یہ بات کس نے سمجھائی؟ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے یہ بات کسی نے نہیں سمجھائی بلکہ جب آپ نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو جو مانگو گے وہ میں تمہیں ضرور دوں گا اور اللہ کے ہاں آپ کو بڑا خاص مقام حاصل ہے تو میں نے اس معاملہ میں غور کیا تو مجھے نظر آیا کہ دنیا ختم ہونے والی اور چلے جانے والی چیز ہے اور بقدرِ ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ اللہ کے رسولؐ سے میں اپنی آخرت کے لئے ہی مانگوں یہ سن کر حضورؐ کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا میں تمہاری سفارش ضرور کروں گا لیکن تم اس بارے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو [1]

مسلم کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس رات گزارتا تھا اور وضو کا پانی اور ضرورت کی چیز آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا مجھ سے مانگو میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں حضورؐ نے فرمایا یہی یا کچھ اور مانگنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا بس یہی آپؐ نے فرمایا اچھا تو تم اس بارے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو [2]

حضرت عبدالجبار بن حارث بن مالک حَدَسی مُنادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سَرَاۃ کے علاقہ سے وفد لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عربوں کے طریقہ سے یوں سلام کیا کہ آپؐ کی صبح اچھی ہو حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کی امت کو اس کے علاوہ اور سلام دیا ہے جو وہ ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔ میں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳۳۵) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر من روایۃ ابن اسحاق نحوہ و اخرجہ مسلم وابوداؤد مختصرا [2] کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۱۳)

فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ پھر آپؐ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا جبّار بن حارث حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ آج سے تم عبد الجبار بن حارث ہو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ آج سے میرا نام عبد الجبار بن حارث ہے چنانچہ میں اسلام میں داخل ہو گیا اور حضورؐ سے بیعت ہو ہو گیا جب میں بیعت ہو گیا تو لوگوں نے حضورؐ کو بتایا کہ یہ مُنادی تو اپنی قوم کا بہترین شہسوار ہے چنانچہ حضورؐ نے مجھے ایک گھوڑا سواری کے لئے عنایت فرمایا پھر میں حضورؐ کے ہاں ٹھہر گیا اور آپؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہو کر کافروں سے خوب لڑتا رہا۔ ایک مرتبہ حضورؐ کو میرے اس گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز نہ آئی تو فرمایا کیا بات ہے مُدَرِجی کے گھوڑے کی ہنہنانے کی آواز نہیں آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر ملی کہ آپ کو میرے گھوڑے کی آواز سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے میں نے اسے خصی کر دیا اس پر حضورؐ نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا مجھ سے لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بھی حضورؐ سے اپنے لئے کوئی خط لے لیتے جیسے تمہارے چچازاد بھائی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے لیا تھا میں نے کہا انہوں نے حضورؐ سے دنیا کی کوئی چیز مانگی ہے یا آخرت کی؟ لوگوں نے کہا دنیا کی۔ میں نے کہا دنیا تو میں چھوڑ کر آیا ہوں میں تو حضورؐ سے یہ چاہتا ہوں کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے میری مدد فرمائیں۔[1]

حضرت عَمرو بن تَغلِب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا تو جن کو نہ دیا وہ حضورؐ سے کچھ ناراض ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ اگر نہ دوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ بے صبری کریں گے اور گھبرانے لگ جائیں گے اور جن لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور استغناء کے جذبات رکھے ہیں ان کو اسی خیر اور استغناء کے حوالے کر دیتا ہوں اور عَمرو بن تَغلِب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے حضرت عَمرو کہتے ہیں مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔[2]

حضرت عَمرو بن حَمّاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے ہمیں یہ قصہ سنایا کہ ایک

---

[1] اخرجہ ابن مندہ وابن عساکر وقال حدیث غریب کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۱۵) [2] اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۶۱) واخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۵۱۸) من طرق عن عمرو بن تغلب نحوہ

مرتبہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما طواف کرکے باہر آئے تو ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اپنی والدہ کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

اَنَا مَطِيَّتُهَا لَا اَنْفِرُ وَاِذَا الرِّكَابُ ذُعِرَتْ لَا اَذْعَرُ ۔ وَمَا حَمَلَتْنِيْ وَاَرْضَعَتْنِيْ اَكْثَرُ

میں اپنی ماں کی ایسی سواری ہوں جو بدکتی نہیں اور جب سواریاں ڈرنے لگتی ہیں تو میں نہیں ڈرتا اور میری ماں نے جو پیٹ میں مجھے اٹھایا اور جو مجھے دودھ پلایا وہ میری اس خدمت سے کہیں زیادہ ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابوحفص! آؤ ہم بھی طواف کریں کیونکہ (اس دیہاتی کی اس اعلیٰ کیفیت کی وجہ سے) رحمت نازل ہو رہی ہے تو وہ ہمیں بھی مل جائے گی پھر وہ دیہاتی مَطَاف میں داخل ہو کر طواف کرنے لگا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اَنَا مَطِيَّتُهَا لَا اَنْفِرُ وَاِذَا الرِّكَابُ ذُعِرَتْ لَا اَذْعَرُ ۔ وَمَا حَمَلَتْنِيْ وَاَرْضَعَتْنِيْ اَكْثَرُ

اور کہہ رہا تھا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حضرت علی یہ شعر پڑھنے لگے۔

اِنْ تَبَرَّهَا فَاللّٰهُ اَشْكَرُ يَجْزِيْكَ بِالْقَلِيْلِ الْاَكْثَرُ

اگر تم اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ قدردان ہیں وہ تمہیں اس تھوڑی خدمت کے بدلے میں بہت زیادہ دیں گے۔[1]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نجدہ حروری (یہ خارجی تھا) کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اونٹوں کے پاس سے گزرے اور انہیں ہانک کر ساتھ لے گئے۔ ان اونٹوں کا چرواہا آیا اور اس نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اپنے اونٹوں کے بارے میں ثواب کی نیت کرلیں حضرت عبداللہؓ نے پوچھا اونٹوں کو کیا ہوا؟ اس چرواہے نے کہا نجدہ (خارجی) کے ساتھی ان کے پاس سے گزرے تھے وہ انہیں لے گئے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ وہ اونٹ تو لے گئے اور تمہیں چھوڑ گئے؟ اس نے کہا وہ تو مجھے بھی اونٹوں کے ساتھ لے گئے تھے لیکن میں ان سے کسی طرح چھوٹ کر آگیا حضرت عبداللہؓ نے پوچھا تم انہیں چھوڑ کر میرے پاس کیوں آگئے؟ اس نے کہا مجھے آپ سے محبت ان سے زیادہ ہے حضرت عبداللہ نے کہا کیا تم اس اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۱۰)

جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ان سے زیادہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر یہ بات کہہ دی حضرت عبداللہؓ نے کہا ان اونٹوں کے بارے میں تو ثواب کی نیت میں نے کر ہی لی تھی اب اونٹوں کے ساتھ تمہارے بارے میں بھی کر لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس غلام کو آزاد کر دیا کچھ عرصہ کے بعد کسی نے آکر حضرت عبداللہؓ کو کہا کہ آپ کو اپنی فلاں نام والی اونٹنی لینے کا کچھ خیال ہے؟ وہ بازار میں بک رہی ہے اور اس نے اس اونٹنی کا نام بھی لیا حضرت عبداللہ نے کہا میری چادر مجھے دو۔ جب کندھے پر چادر رکھ کر کھڑے ہو گئے تو پھر بیٹھ گئے اور چادر نیچے رکھ دی اور فرمایا میں نے اس اونٹنی کے بارے میں ثواب کی نیت کر لی تھی تو اب میں اس کو لینے کیوں جاؤں؟ [1]

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ وہ شادی نہیں کریں گے تو ان سے (ان کی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ شادی کریں کیونکہ اگر بچے پیدا ہو کر مر گئے تو آپ کو (صبر کرنے کی وجہ سے) ثواب ملے گا اور اگر وہ بچے زندہ رہے تو وہ آپ کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہیں گے [2]

حضرت عبدالرحمٰن بن اَبزیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دریائے فرات کے کنارے صفین کی طرف چلے جا رہے تھے تو انہوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے گرا دوں اور لڑھکتا ہوا نیچے چلا جاؤں (اور یوں خود کو ہلاک کر دوں) تو میں اس طرح کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں چھلانگ لگا دوں تو میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں پانی میں چھلانگ لگا کر ڈوب جاؤں تو میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں اور میں یہ جنگ صرف تیری وجہ سے لڑ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب میرا مقصد تجھ کو راضی کرنا ہی ہے تو تو مجھے نامراد و محروم نہیں کرے گا [3]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۰) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۸) اخرجہ السراج فی تاریخہ و ابونعیم من طریق بسند صحیح عن میمون فذکرہ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۵) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۸) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) عن عبدالرحمٰن بن ابزی عن عمار بنحوہ مختصرا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آج جتنا خیر کا کام کر رہا ہوں یہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے دگنا کام کرنے سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ حضورؐ کے ساتھ ہمیں آخرت کی ہی فکر ہوتی تھی دنیا کی فکر ہوتی ہی نہیں تھی اور آج تو دنیا ہماری طرف اُمڈی چلی آرہی ہے [1]

عبادت میں کوشش اور محنت

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش اور محنت

حضرت عَلْقَمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عبادت کے لئے) کوئی دن مخصوص کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نہیں۔ آپؐ کے سارے کام دائمی ہوا کرتے تھے اور عبادت کرنے کی جتنی طاقت حضورؐ میں تھی اتنی تم میں سے کس میں ہوگی؟ [2]

حضرت مُغیرَہ بن شُعْبَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل میں اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹ گئے کسی نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ (اس لئے آپ اتنی زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں؟) حضورؐ نے فرمایا تو کیا پھر میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ [3] اس بارے میں مزید واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی کوشش اور محنت

حضرت زبیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں جنہیں رُہَیمہ کہا جاتا

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۷) واخرجہ الطبرانی عن عبداللہ نحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵۴) ورجالہ رجال الصحیح [2] اخرجہ الشیخان کذا فی صفۃ الصفوۃ (ص ۴ ۷) [3] اخرجہ الشیخان کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۳۸۴) عن المغیرۃ نحوہ

تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ساری رات اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے بس شروع رات میں کچھ دیر آرام کرتے [1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی نہ پہنچ سکا ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے تھے لیکن حضرت ابن زبیر نے تیر کر طواف کے سات چکر پورے کئے [2]

حضرت قطن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سات دن مسلسل بغیر افطار کے روزے رکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی آنتیں خشک ہو جایا کرتی تھیں اور حضرت ہشام بن عُروَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سات دن مسلسل کھائے پئے بغیر روزے رکھا کرتے تھے جب زیادہ بوڑھے ہو گئے تو تین دن مسلسل روزے رکھتے [3] ان دونوں حضرات اور دیگر صحابہ کرامؓ کے واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

بہادری

سَیِّدُنَا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی بہادری

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے ایک رات مدینہ والے (کسی آواز کو سن کر) گھبرا گئے تو لوگ اس آواز کی طرف چل پڑے انہیں سامنے سے حضورؐ واپس آتے ہوئے ملے۔ حضورؐ ان سے پہلے آواز کی طرف چلے گئے تھے حضورؐ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر ننگی پشت پر سوار تھے آپؐ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپؐ فرما رہے تھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اور فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح رواں دواں) پایا حالانکہ مشہور یہ تھا کہ یہ گھوڑا سست اور کمزور ہے (حضورؐ کی

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۶) واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۶) [3] اخرجہ ابن جریر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۶)

برکت سے تیز ہوگیا)، مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں گھبراہٹ کی بات پیش آئی حضورؐ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مندوب نامی گھوڑا مانگ کر لیا اور اس پر سوار ہو کر گئے اور واپس آکر فرمایا ہمیں گھبراہٹ کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور ہم نے تو اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا اور جب لڑائی زوروں پر آتی تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر کے خود کو بچایا کرتے[1] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن مشرکوں کے حملہ سے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ لے کر اپنا بچاؤ کیا آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ نڈر تھے بڑی بے جگری سے لڑتے تھے[2]

حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ بات میں نے خود سُنی ہے کہ قبیلہ قیس کے آدمی نے حضرت بُراء بن عازِب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا غزوۂ حُنین کے دن آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء نے فرمایا جی ہاں لیکن حضورؐ نہیں بھاگے تھے قبیلہ ہَوازن والے بڑے تیر انداز تھے جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہوگئی تو ہم لوگ مالِ غنیمت سمیٹنے پر ٹوٹ پڑے اس وقت انہوں نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور اس کی لگام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ ترجمہ "میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے" بُخاری کی ایک روایت میں یوں ہے اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ. اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ترجمہ "میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب کا پوتا ہوں (لوگوں کو ہمت دلانے کے لئے آپؐ نے اپنے خاندان کا تذکرہ کیا) بُخاری کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ اپنے خچر سے نیچے تشریف لے آئے[3] حضرت بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ نیچے تشریف لے آئے اور اللہ سے مدد طلب فرمائی اور یوں فرمایا اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَکَ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اے اللہ! اپنی نصرت

---

[1] اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم [2] عند احمد والبیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۷)
[3] اخرجہ البخاری ورواہ مسلم والنسائی .

نازل فرما اور جب لڑائی زوروں پر آجاتی تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں اپنا بچاؤ کیا کرتے تھے اور اس وقت جو حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا وہ سب سے زیادہ بہادر شمار ہوتا[1] جہاد کے باب میں صحابہ کرام کی بہادری کے ذیل میں حضرات ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ۔ حضرت مُعاذ بن عمروؓ، حضرت مُعاذ بن عَفراء، حضرت ابُو دُجانہ، حضرت قتادہ۔ حضرت سَلمہ بن اکْوَع، حضرت ابو حَذرد، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت بَراء بن مالکؓ، حضرت ابو محجنؓ، حضرت عمّار بن یاسرؓ، حضرت عَمرو بن مَعدِیکَرِب اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی عنہم کے واقعات گذر چکے ہیں۔

تقویٰ اور کمالِ احتیاط

سیّدنا حضرت مُحمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ اور کمالِ احتیاط

حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت اپنے پہلو میں پڑی ہوئی کھجور ملی آپؐ نے اسے نوش فرمالیا لیکن پھر آپ کو نیند نہ آئی اَزْوَاجِ مُطہّرات میں سے کسی نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! آج رات آپ کو نیند نہیں آئی حضورؐ نے فرمایا مجھے اپنے پہلو کے نیچے پڑی ہوئی کھجور ملی میں نے اُسے کھالیا لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو صدقہ کی کھجوریں بھی تھیں کہیں یہ کھجور ان سے نہ ہو (اس خیال کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی)[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا تقویٰ اور کمالِ احتیاط

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس نے کھانا کھا کر قے کر دیا ہو ان کا قصہ یہ ہے کہ

---

[1] عند مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۲۸) [2] اخرجہ احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و تفرد بہ احمد واسامۃ بن زید ہو اللیثی من رجال مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۹)

ان کے پاس کھانا لایا گیا جسے انہوں نے کھا لیا پھر انہیں کسی نے بتایا کہ یہ کھانا تو حضرت ابن نُعیمان رضی اللہ عنہ لائے تھے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم نے مجھے ابن نُعیمان کے منتر پڑھنے کی اُجرت میں سے کھلا دیا پھر انہوں نے قے فرمائی۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن نُعیمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بڑے خوبصورت تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کے پاس آکر کہا کیا آپ کے پاس ایسی عورت کا کوئی علاج ہے جس کو حمل نہیں ٹھہرتا؟ انہوں نے کہا ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا وہ علاج کیا ہے؟ حضرت ابن نُعیمانؓ نے کہا یہ منتر ہے اے نافرمان رحم! چُپ کر اور خون بہانے کا کام چھوڑ دے۔ اس عورت کو زیادہ بچے جننے سے محروم کیا جا رہا ہے اے کاش یہ زیادہ بچے جننا اس نافرمان رحم میں ہوتا یہ عورت حاملہ ہو جائے یا اسے افاقہ ہو جائے۔ اس منتر کے بدلے میں ان لوگوں نے انہیں بکری اور گھی ہدیہ بھی دیا (یہ واقعہ زمانۂ جاہلیت میں پیش آیا تھا) حضرت ابن نُعیمانؓ اس میں سے کچھ لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئے حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا (پھر ان کو اس واقعہ کا پتہ چلا) تو کھانے سے فارغ ہو کر حضرت ابو بکرؓ اُٹھے اور جو کچھ کھایا تھا وہ سب قے کر دیا اور پھر فرمایا آپ لوگ ہمارے پاس کھانے کی چیز لے آتے ہو اور ہمیں بتاتے بھی نہیں کہ یہ چیز کہاں سے آئی ہے؟[2]

حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو مقررہ مقدار میں کما کر انہیں دیا کرتا تھا ایک رات وہ کچھ کھانا لایا حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرما لیا غلام نے عرض کیا کہ آپ ہر رات دریافت فرمایا کرتے تھے (کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟) لیکن آج رات آپ نے مجھ سے نہ پوچھا آپؓ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا اب بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا اور میں نے ان کے ایک بیمار پر دم کیا تھا انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا آج میرا گزر ادھر کو ہوا تو ان کے ہاں شادی ہو رہی تھی انہوں نے مجھے یہ دیا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم تو مجھے

---

[1] اخرجہ احمد فی الزہد [2] عند البغوی قال ابن کثیر اسنادہ جید حسن کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۰)

ہلاک کرنے لگے تھے اس کے بعد حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ اور وہ بھی بھوک کی شدت میں کھایا گیا نہ نکلا کسی نے عرض کیا پانی سے ہی قے ہوسکتی ہے انہوں نے پانی کا بہت بڑا پیالہ منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ مشکل سے وہ لقمہ نکلا کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو بھی میں اس کو نکالتا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے آگ اس کے لئے بہتر ہے مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے [۱]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا جو انہیں بہت پسند آیا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ دودھ کہاں سے ملا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں پانی پر گیا تھا وہاں صدقہ کے جانور پانی پینے آئے ہوئے تھے ان لوگوں نے ان جانوروں کا دودھ نکال کر ہمیں دیا میں نے اپنے اس مشکیزہ میں وہ دودھ ڈال لیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے منہ میں انگلی ڈال کر وہ سارا دودھ قے کر دیا [۲] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تقویٰ اور احتیاط سیکھنے کے لئے ہم لوگ ہر وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگے رہتے تھے [۳]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک دن کوفہ میں باہر نکلے تو ایک دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے پانی مانگا تو اندر سے ایک لڑکی لوٹا اور رومال لے کر نکلی آپ نے اس سے پوچھا اے لڑکی! یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے کہا فلاں درہم پرکھنے والے کا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱) قال ابونعیم ورواہ عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا نحوہ والمنکدر بن محمد بن المنکدر عن ابیہ عن جابر رضی اللہ عنہ نحوہ انتہی وقال ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۹۵) وقد اخرج البخاری من افرادہ من حدیث عائشۃ طرفا من ہذا الحدیث انتہی واخرج الحسن بن سفیان والدینوری فی المجالسۃ عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۷۰) [۲] اخرجہ مالک والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۸) [۳] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۰)

یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درہم پرکھنے والے کے کنویں سے پانی نہ پینا اور ٹیکس وصول کرنیوالے کے سایہ میں ہرگز نہ بیٹھنا [1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں ان میں سے جس کی باری کا دن ہوتا اس دن دوسری کے گھر سے وضو نہ کرتے پھر دونوں بیویاں حضرت معاذ کے ساتھ ملکِ شام گئیں اور وہاں دونوں اکٹھی بیمار ہوئیں اور اللہ کی شان دونوں کا ایک ہی دن میں انتقال ہوا لوگ اس دن بہت مشغول تھے اس لئے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا حضرت معاذؓ نے دونوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو قبر میں پہلے رکھا جائے [2] حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں جب ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے ہاں سے پانی بھی نہ پیتے [3]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لَبَّيْكَ پڑھتے ہوئے سنا اس وقت ہم لوگ عرفات میں کھڑے تھے ایک آدمی نے ان سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عرفات سے کب کوچ فرمایا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں (یہ انہوں نے احتیاط کی وجہ سے فرمایا) لوگ حضرت ابن عباسؓ کی اس احتیاط سے بہت حیران ہوئے [4]

اللہ پر توکل

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گیا جب حضورؐ وہاں سے واپس ہوئے تو دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) وقال ولم ارفی رجالہ من تکلم فیہ۔ اھ [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴) [3] عند ابی نعیم ایضا من طریق مالک [4] اخرجہ ابن سعد کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۷۹)

پہنچے جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے آرام کیا اور صحابہ درختوں کے سائے میں ادھر اُدھر پھیل گئے حضورؐ بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے اور حضورؐ نے اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا اس نے آکر میری تلوار درخت سے اتاری اور اسے نیام میں سے نکال لیا میں اٹھا تو اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار کسی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ اس نے پھر کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ، پھر اس نے تلوار کو نیام میں رکھ دیا اور بیٹھ گیا اور حالانکہ اس نے حضورؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مُحارِب اور غطفان سے نَخْلہ مقام پر جنگ کر رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غوْرَث بن حارث تھا وہ آیا اور تلوار لے کر حضورؐ کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ! یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی حضورؐ نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ تلوار کے بہترین لینے والے بن جائیے یعنی مجھے معاف کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے کہا نہیں البتہ میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے ان کا بھی ساتھ نہیں دوں گا چنانچہ حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر آگے نمازِ خوف کا ذکر کیا[2]

---

[1] اخرجہ الشیخان [2] عند البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۸۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا توکّل

حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لے گئے اور وہاں وہ نفل نماز پڑھنے لگے ہم نے وہاں جاکر پہرہ دینا شروع کر دیا جب حضرت علیؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ ہم نے کہا ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں اُنہوں نے فرمایا آسمان والوں سے پہرہ دے رہے ہو یا زمین والوں سے؟ ہم نے کہا زمین والوں سے اُنہوں نے فرمایا زمین پر اس وقت تک کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک آسمان میں اِس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرّر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اِس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اِس کی تقدیر کا لکھا آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اِس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے جب میری موت کا وقت آجائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اُس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اِس کو یہ یقین نہ ہو جائے جو کچھ اچھا یا بُرا اُسے پہنچا ہے۔ وہ اِس سے خطا کرنے والا نہیں تھا اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا[1] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علیؓ کی زندگی کی آخری رات آئی تو انہیں قرار نہیں تھا (کبھی اندر جاتے کبھی باہر) گھر والوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ ان کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے) تو انہوں نے آپس میں چپکے سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حضرت علیؓ کو باہر نہیں جانا چاہیئے اور انہوں نے یہ بات اِن کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کی اُنہوں نے فرمایا ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرّر ہیں کہ جب تک تقدیر کے لکھے ہوئے کا وقت نہ آجائے اِس وقت تک وہ ہر بلا اِس بندے سے دُور کرتے رہتے ہیں اور جب تقدیر کا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں پھر حضرت علیؓ مسجد تشریف لے گئے

---

[1] اخرجہ ابو داؤد فی القدر وابن عساکر

جہاں انہیں شہید کر دیا گیا [1] حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ مُراد کے ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد حضرت علیؓ کی خدمت میں اس نے عرض کیا کہ قبیلہ مُراد کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر اس بلا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کے مقدر میں لکھی ہوئی نہ ہو اور تقدیر کا جب وقت آجاتا ہے تو یہ فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں بے شک مقررہ وقت ایک مضبوط ڈھال ہے [2] حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کیا ہم آپ کا پہرہ نہ دیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر آدمی کی موت اس کا پہرہ دے رہی ہے [3]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے آئے حضرت علیؓ ان دونوں کو لے کر ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ دیوار گرنے والی ہے انہوں نے فرمایا اپنا کام کرو اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے پھر ان دونوں کی بات سن کر فیصلہ فرمایا اور وہاں سے کھڑے ہوئے پھر وہ دیوار گر گئی [4]

حضرت ابو ظبیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آپ کو کیا شکایت ہے؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبد اللہؓ نے کہا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں حضرت عثمانؓ نے کہا کیا میں آپ کے لئے طبیب کو نہ بلا لاؤں؟ حضرت عبد اللہؓ نے کہا طبیب نے ہی (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے حضرت عثمانؓ نے کہا کیا میں آپ کے لئے بیت المال میں سے عطیہ نہ مقرر کر دوں؟ حضرت عبد اللہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد

---

[1] عند ابی داؤد و ابن عساکر ایضا [2] عند ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۸۸) [3] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۵) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) عن جعفر بن محمد

آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا حضرت عبداللہ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر کا ڈر ہے! میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورت واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی ہر رات سورت واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا (لہذا عطیہ کی ضرورت نہیں ہے)[1] بیماریوں پر صبر کرنے کے عنوان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی قصہ گزر چکا ہے البتہ اس میں سورت واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔

تقدیر پر اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری صبح کس حالت پر ہوتی ہے میری پسندیدہ حالت پر ہوتی ہے یا ناپسندیدہ حالت پر کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ جو میں پسند کر رہا ہوں اس میں خیر ہے یا جو مجھے پسند نہیں ہے اس میں خیر ہے[2] حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر مالداری سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لئے پسند فرماتے ہیں وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی کبھی تمنا نہ کرے گا اور یہ کیفیت رضا بر قضا کے مقام کا آخری درجہ ہے[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوگا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہوگا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔[4]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی التفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۲۸۱) [2] اخرجہ ابن المبارک و ابن ابی الدنیا فی الفرج والعسکری فی المواعظ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵) [4] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے قابل ہی کھانا کھاتا۔ اور دنیا میں صبح و شام پیش آنے والے حالات میں انسان کا نقصان تب ہوتا ہے جب اِن حالات پہ دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کے لئے اللہ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے اِس کے بارے میں وہ یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا [۱]

تقویٰ

حضرت کُمَیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا جب آپ قبرستان پہنچے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو! اے پُرانے ہو جانے والو! اے وحشت والو! تمہارے ہاں کے کیا حالات ہیں؟ ہمارے ہاں کے حالات تو یہ ہیں کہ (تمہارے بعد تمہارے) مال تقسیم کر دیئے گئے اور بچے یتیم ہو گئے اور تمہاری بیویوں نے اور خاوند کر لئے تو یہ ہیں ہمارے ہاں کے حالات. تمہارے ہاں کے حالات کیا ہیں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے کُمَیل! اگر انہیں جواب دینے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا اے کُمَیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت تمہیں اِس کا پتہ چلے گا [۲]

حضرت قَیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ تقویٰ کے ساتھ عمل کے قبول ہونے کا زیادہ اہتمام کرو کیونکہ تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہو سکتا ہے؟ [۳] حضرت عبدِ خیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴) [۲] اخرجہ الدینوری وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۴)
[۳] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ وابن عساکر

شمار نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہو سکتا ہے! [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی عمل کو قبول کر لیں گے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے۔ [2]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آخرت کی تیاری کرنے والے) عقلمند لوگوں کا سونا اور ان کا روزہ نہ رکھنا کتنا اچھا لگتا ہے۔ اور وہ لوگ (آخرت کی تیاری نہ کرنے والے) بے وقوف لوگوں کی شب بیداری اور روزہ رکھنے کو کس طرح عیب لگاتے ہیں؟ تقویٰ اور یقین والے آدمی کی نیکی کا ذرہ دھوکے میں پڑے ہوئے لوگوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے زیادہ بڑا اور زیادہ فضیلت والا اور (ترازو میں) زیادہ وزنی ہے۔ [3] حضرت اَبُودَرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے تو یہ مجھے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (سورت مائدہ آیت ۲۷) ترجمہ "خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں"[4]

حضرت اُبَی بن کَعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو آدمی اللہ کے لئے کوئی چیز چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اِسے اِس سے بہتر چیز وہاں سے عطا فرمائیں گے۔ جہاں سے ملنے کا اُسے گمان نہ ہوگا اور جو اِس بارے میں سستی کرے گا اور چیز کو اس طرح لے گا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے تو اللہ اس پر اس سے زیادہ سخت مصیبت وہاں سے لے آئیں گے جہاں سے مصیبت کے آنے کا اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ [5]

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ وابن ابی الدنیا کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۲) [2] اخرجہ یعقوب بن سفیان وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۲) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۱) [4] عند ابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۴۳) [5] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسولَ اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں (کچھ کمزوری کے آثار نظر آنے لگ گئے ہیں) آپؐ نے فرمایا مجھے سورت ہُود، سورت واقعہ، سورت مُرسَلات، سورت عَمَّ یَتَسَاءَلُوْن اور سورت اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔[1] بیہقی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسولَ اللہ آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد ظاہر ہو گئے حضورؐ نے فرمایا مجھے سورت ہُود اور اس جیسی اور سورتوں واقعہ، عَمَّ یَتَسَاءَلُوْن اور اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔[2]

حضرت ابُوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے خوشحال اور مزے دار زندگی والا ہو سکتا ہوں جب کہ صُور پھونکنے والا صُور منہ میں لے چکا ہے اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صُور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے؟ مسلمانوں نے عرض کیا یارسولَ اللہ! ہم اب کیا پڑھا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا پڑھا کرو۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا (سورت مُزّمّل آیت ۱۲) ترجمہ ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے۔ یہ سن کر حضورؐ بیہوش ہو گئے۔[4]

۱؎ اخرجہ البیہقی ۲؎ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۹) ۳؎ اخرجہ احمد ورواہ الترمذی وقال حسن کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۶) ۴؎ اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا خوف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں اللہ کا ڈر اتنا زیادہ پیدا ہو گیا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا وہ رونے لگ جاتا اور اس کی کیفیت کا اتنا زیادہ غلبہ ہو گیا کہ وہ ہر وقت ہی گھر رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ اس کے گھر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر حضورؐ نے اسے گلے لگا لیا اتنے میں اس کی روح پرواز کر گئی اور اس کی لاش نیچے گر گئی حضورؐ نے فرمایا تم اپنے اس ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو اللہ کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جب اس نوجوان کی حضورؐ پر نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضورؐ کے گلے لگ گیا اور اسی میں اس کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے پناہ عطا فرما دی ہے جو آدمی کسی چیز کی امید کرتا ہے وہ اسے ڈھونڈا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ ”اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں،، تو آپؐ نے ایک دن یہ آیت اپنے صحابہؓ کو سنائی۔ سنتے ہی ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ آپؐ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ حرکت کر رہا تھا آپؐ نے

---

[1] اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد والبیہقی من طریقہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۲۳) [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن قدامۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۴)

فرمایا اے جوان! لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھو۔ اس نے کلمہ پڑھا جس پر حضورؐ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لئے ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ؟ (سورت ابراہیم آیت ۱۴) ترجمہ "(اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے رُوبرُو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے[1] حضرت سعید بن مُسَیَّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے حضورؐ عیادت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اپنے آپ کو کس حال پر پا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کے فضل و کرم کی امید بھی لگائے ہوئے ہوں اور (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر بھی رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مومن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتے ہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے اُسے بچا لیتے ہیں[2]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جہاں سختی اور تنگی کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی نرمی اور وسعت کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں اور جہاں نرمی اور وسعت کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی سختی اور تنگی کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ مومن کے دل میں رغبت اور ڈر دونوں ہوں اور (بے خوف ہو کر) اللہ سے ناحق تمنائیں نہ کرنے لگے اور (نا امید ہو کر) خود کو ہلاکت میں نہ ڈال دے[3] اور خلفاء کے خوف کے باب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خوف کے قصے گذر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے اور مجھے معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا کہ دونوں میں سے کس طرف مجھے جانا ہے[4]

---

[1] اخرجہ الحاکم وصححہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۹۴) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵)
[3] اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۴) [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۰) واخرجہ ایضا احمد فی الزہد عن عثمان مثلہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰)

حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش میں مینڈھا ہوتا میرے گھر والے مجھے ذبح کرتے پھر میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی لیتے۔ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کاش میں ایک ٹیلہ پر پڑی ہوئی راکھ ہوتا۔ جسے آندھی والے دن ہوا اڑا دیتی [1] حضرت قَتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما نے فرمایا کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا لے جاتیں [2]

حضرت عامر بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے کہا مجھے صرف اتنی بات پسند نہیں ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملیں گے بلکہ مجھے تو مُقرَّبین میں سے ہونا زیادہ پسند ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہاں تو ایک آدمی ایسا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ ہی نہ کیا جائے۔ (بلکہ اسے بالکل ہی ختم کر دیا جائے اس سے وہ اپنی ذات مراد لے رہے تھے (اپنے آپ کو تواضعاً جنت کا مُستحق نہیں سمجھتے تھے) [3] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے یہ کہا جائے کہ تم پسند کر لو چاہے جنت اور جہنم میں سے کسی میں چلے جاؤ چاہے راکھ بن جاؤ تو میں راکھ بن جانے کو پسند کروں گا [4]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم وہ جان لو تو تم اپنی بیویوں سے بے تکلف نہ ہو سکو اور تمہیں بستروں پر سکون نہ ملے اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے درخت بناتے جسے کاٹ دیا جاتا اور جس کے پھل کھا لئے جاتے [5] حضرت حِزام بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ مرنے کے بعد دیکھنا ہے اگر تمہیں اب اس کا یقین ہو جائے تو نہ مزے لے کر کھانے کھاؤ اور نہ مزے لے کر کچھ پیو اور نہ گھروں کے سائے میں بیٹھ سکو بلکہ میدانوں کی طرف نکل جاؤ اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اپنی جانوں پر

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذا في المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۱۲) عن قتادہ عن ابی عبیدة نحوه [2] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۲۶) ایضا [3] اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۳)
[4] عند ابی نعیم ایضا [5] اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۴)

روتے رہو اور میری آرزو ہے کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر اس کا پھل کھا لیا جاتا۔[1]
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا اِن کا کوئی مہمان آتا اور وہ میری رگوں پر چھری پھیر کر مجھے ذبح کر لیتے خود بھی میرا گوشت کھاتے اور مہمان کو بھی کھلاتے۔[2] حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میں یہ والا ستون ہوتا۔[3]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہمارے بڑوں نے اِن سے کہا کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو اِن پتھروں اور لکڑیوں کو جمع کر کے آپ کے لئے ایک مسجد بنا دیں انہوں نے فرمایا مجھے اِس بات کا ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن اِس مسجد کو اپنی پشت پر اُٹھانے کا مجھے مکلف نہ بنا دیا جائے۔[4]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ وہ سجدے میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے تھے (اے اللہ!) تو جانتا ہے کہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے میں نے قریش سے اس دنیا کے بارے میں مزاحمت نہیں کی۔[5] حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک عراقی آدمی پر گزر ہوا جو زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا انہوں نے پوچھا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اِس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے انہوں نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو بے ہوش ہو کر زمین پر نہیں گرتے۔[6]

حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اُڑا دی پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اِس میں مشغول رہتے۔[7]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۶) [2] عند ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵)
[3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۶) [5] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۲) [6] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۳۱۲) [7] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۴)

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔[1] حضرت ابن ابی مُلیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے پہلے اِن کی خدمت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور اِن کی تعریف کرنے لگ گئے کہ اے رسول اللہ کی زوجۂ محترمہ! آپ کو خوشخبری ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ اور آپ کی (تہمتِ زنا سے) براءت آسمان سے اُتری تھی۔ اِتنے میں سامنے سے حضرت ابن زبیرؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ عبد اللہ بن عباسؓ میری تعریف کر رہے ہیں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سنوں۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش میں بھولی بِسری ہو جاتی۔[2]



---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۷۴) [2] عند ابن سعد ایضاً

اللہ کے خوف سے رونا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں چنانچہ میں نے سورت نساء پڑھنی شروع کر دی اور جب میں فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورت النساء، آیت ۴۱) پر پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کے بعض واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا رونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (سورت النجم آیت ۵۹ و ۶۰) ترجمہ "سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو" تو اصحاب صفہ اتنا روئے کہ آنسو ان کے رخساروں پر بہنے لگے حضورؐ نے جب ان کے رونے کی ہلکی ہلکی آواز سنی تو آپ بھی ان کے ساتھ رو پڑے۔ آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے پھر حضور نے فرمایا جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا اور جو گناہ پر اصرار کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر تم گناہ نہ کرو (اور استغفار کرنا چھوڑ دو) تو اللہ ایسے لوگوں کو لے

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۹)

آئے گا جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) اور اللہ ان کی مغفرت کریں گے [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت بقرہ آیت ۲۴) ترجمہ "جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں" پھر آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال اور جلائی گئی یہاں تک کہ وہ کالی ہو گئی۔ اب یہ آگ کالی اور تاریک ہے اس کا شعلہ کبھی نہیں بجھتا حضورؐ کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سن کر زور زور سے رونے لگا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر آئے اور انہوں نے پوچھا کہ یہ آپ کے سامنے رونے والے کون ہیں ؟ حضور نے فرمایا یہ حبشہ کے ہیں اور حضورؐ نے اس کی تعریف کی حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم ! عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم ! جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر سے روئے گی میں جنت میں اسے خوب ہنساؤں گا [2]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے قائم مقام بن چکے تھے پہلے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف بیان کی اور پھر خوب روئے [3]

حضرت محمد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبہ میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ پڑھ رہے تھے جب عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ پر پہنچے تو (رونے کے غلبہ کی وجہ سے) ان کی آواز بند ہو گئی [4]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (سورت طور آیت ۷ و ۸) ترجمہ "بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا" تو ان کا سانس پھول گیا (اور وہ بیمار ہو گئے) اور بیس دن تک

---

[1] اخراجہ البیہقی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۹۰) [2] اخرجہ البیہقی والاصبہانی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۹۴) [3] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۶۰) [4] اخرجہ الشافعی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۷)

(ایسے بیمار رہے کہ) لوگ ان کی عیادت کرتے رہے [1] حضرت عُبَیدُبن عُمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جس میں سورت یوسف شروع کر دی پڑھتے پڑھتے جب وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ پر پہنچے تو اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے اور رکوع کر دیا [2] حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں سورت یوسف پڑھ رہے تھے میں آخری صف میں تھا جب پڑھتے پڑھتے اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو میں نے آخری صف سے حضرت عمر کے بلک بلک کر رونے کی آواز سنی [3] حضرت ہشام بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے ہوئے جب (عذاب کی) کسی آیت پر گزرتے تو ان کا گلا گھٹ جاتا اور اتنا روتے کہ نیچے گر جاتے اور پھر (کمزور ہو جانے کی وجہ سے) کئی دن گھر رہتے اور لوگ ان کو بیمار سمجھ کر عیادت کرتے رہتے [4]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہیں روتے ہیں لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اس کے لیے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا اس کے لیے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں اور میں نے حضورؐ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ گھبراہٹ والا نہ ہو [5] رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو ایک قبر پر یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

فَاِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِيْ عَظِيْمَةٍ　　وَاِلَّا فَاِنِّيْ لَا اَخَالُكَ نَاجِيًا

(اے قبر والے!) اگر تم اس گھاٹی سے سہولت سے چھوٹ گئے تو تم بڑی زبردست گھاٹی سے چھوٹ گئے ورنہ میرے خیال میں تمہیں آئندہ کی گھاٹیوں سے نجات نہیں مل سکے گی [6]

---

[1] عند ابی عبید [2] عند ابی عبید کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۱) [3] عند عبدالرزاق و سعید بن منصور وابن سعد وابن ابی شیبۃ والبیہقی [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۱) [5] اخرجہ الترمذی و حسنہ۔
[6] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۳۲۲) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۱) عن ہانی مختصرا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ رو رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذ نے کہا ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ ریا کا ادنیٰ درجہ بھی شرک ہے اور اللہ کو بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں اور ان کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہوں یہ لوگ اگر نہ آئیں تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے اور اگر آ جائیں تو انہیں کوئی نہ پہچانے یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں [1]

حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے یہ واقعہ مجھے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سورت وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ پڑھتے ہوئے سنا جب وہ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (ترجمہ "جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے") پر پہنچے تو رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے اختیار ہو کر زمین پر گر گئے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے [2] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سورت بقرہ کے آخر کی یہ دو آیتیں پڑھتے تو رونے لگ جاتے۔ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ترجمہ "جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے" اور فرماتے یہ حساب تو بہت سخت ہے [3] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (سورت حدید آیت ۱۶) ترجمہ "کیا ایمان والوں کیلئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں" پڑھتے تو رونے لگ جاتے اور اتنا روتے کہ چپ کرنا اختیار میں نہ رہتا [4] حضرت یوسف بن ماہک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۰) واللفظ لہ وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵) قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی ابو قحذم قال ابو حاتم لا یکتب حدیثہ وقال النسائی لیس بثقۃ [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۵) واخرجہ احمد نحوہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۳۴)

[3] عند ابی نعیم واحمد ایضا [4] عند ابی نعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۵) واخرجہ ابو العباس فی تاریخہ بسند جید کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۹)۔

ساتھ حضرت عُبَید بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے (حضرت ابن عمرؓ بیان سننے لگ گئے تھوڑی دیر بعد) میں نے دیکھا تو حضرت ابن عمرؓ کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے[1] حضرت عُبَید بن عُمَیر رضی اللہ عنہ نے آیت فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (سورت نساء آیت ۴۱) ترجمہ "سو اس وقت بھی کیا حال ہو گا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے" آخر تک پڑھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رونے لگے اور اتنا روئے کہ ان کی داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے بتایا (کہ جب میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اتنا زیادہ روتے ہوئے دیکھا تو) میرا دل چاہا کہ میں کھڑے ہو کر حضرت عُبَید بن عُمَیرؓ سے کہوں کہ اب آپ بیان ختم کر دیں کیونکہ آپ ان بڑے میاں کو بہت تکلیف پہنچا چکے ہیں[2]

حضرت عبداللہ بن ابی مُلَیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مکّہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے وہاں وہ آدھی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے حضرت ایوب نے راوی سے پوچھا کہ حضرت ابن عباسؓ کس طرح قرآن پڑھتے؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ (سورت قٓ آیت ۱۹) ترجمہ "اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا ہے" پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھتے رہے اور درد بھری آواز سے خوب روتے رہے[3] حضرت ابو رَجاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے (چہرے پر) آنسوؤں کے بہنے کی جگہ (زیادہ رونے کی وجہ سے) پرانے تسمہ کی طرح تھی[4] حضرت عثمان بن ابی سَودَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس مسجد کی دیوار پر جو وادیٔ جہنم کی طرف ہے سینہ رکھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے عرض کیا اے ابوالولید! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے اس جگہ جہنم کو دیکھا تھا[5]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۲) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۵) عن یوسف بن ماہک مختصرا [2] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۲) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۷) [4] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۳۲۹) [5] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۶ ص ۱۱۰)۔

حضرت یحییٰ بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری والدہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں وہ بہت رویا کرتے تھے۔ وہ اپنا دروازہ بند کر کے روتے رہتے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں دکھنے لگ جاتیں اس لئے میری والدہ ان کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں۔[1]

حضرت مسلم بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی بیماری میں رو رہے تھے کسی نے عرض کیا اے ابوہریرہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا غور سے سنو میں تمہاری اس دنیا پر تو نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ سفر بہت دور کا ہے اور میرا توشہ کم ہے اور میں اس گھاٹی پر چڑھ گیا ہوں جس کے بعد جنت اور دوزخ دونوں کو راستہ جاتا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کس کے راستہ پر مجھے چلایا جائے گا۔[2]

غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ضمرہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ریحانہؓ ایک غزوہ سے واپس آئے رات کو کھانا کھایا پھر وضو کیا اور مصلے پر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور ایک سورت پڑھنے لگے اور نماز میں ایسے مگن ہوئے کہ اسی میں فجر کی اذان ہو گئی ان کی بیوی نے کہا اے ابو ریحانہ! آپ غزوہ میں گئے تھے جس میں آپ خوب تھک گئے تھے پھر آپ واپس آئے تو کیا آپ پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ کے اوقات میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا ہے لیکن اللہ کی قسم! تم مجھے یاد آتیں تو تمہارا مجھ پر حق ہوتا ان کی بیوی نے پوچھا تو آپ کس چیز میں اتنے منہمک ہو گئے تھے (کہ میرا خیال بھی نہ آیا)؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی لذتوں کو جو بیان فرمایا ہے میں انہیں سوچنے لگ گیا تھا بس اسی میں فجر کی اذان کان میں پڑی۔[3]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۰) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۲) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۳) نحوہ [3] اخرجہ ابن المبارک فی الزہد کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۵۷)۔

حضرت محمدؒ بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک آدمی بصرہ سے سفر کر کے حضرت اُمّ ذرؓ (حضرت ابوذر کی اہلیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس حضرت ابو ذر کی عبادت پوچھنے گیا چنانچہ اس آدمی نے حضرت اُمّ ذرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ مجھے حضرت ابوذرؓ کی عبادت کے بارے میں بتائیں انہوں نے بتایا کہ وہ سارا دن تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے رہتے تھے [1]

حضرت عَونؒ بن عبداللہ بن عُتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اُمّ دَرداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت ابُودَرداء رضی اللہ عنہ کا سب سے افضل عمل کونسا تھا؟ انہوں نے کہا غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا [2] ابُونعیم نے حضرت عَونؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت اُمّ دَرداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضرت ابُودَرداء رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ کونسا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا عبرت حاصل کرنا + دوسری روایت میں ہے غور و فکر کرنا [3] حضرت ابُوالدَرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا غور و فکر ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے [4] حضرت ابُوالدَرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خیر کے دروازوں کے کھلنے کا اور شر کے دروازوں کے بند ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس پر انہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا بہت سے لوگ شر کے دروازوں کے کھلنے کا اور خیر کے دروازوں کے بند ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور انہیں اس کی وجہ سے بڑا گناہ ہو گا اور ایک گھڑی کا غور و فکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے [5] حضرت حبیب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابُوالدَرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا وہ غزوہ میں جانا چاہتا تھا اس نے عرض کیا اے ابُوالدَرداء! مجھے کچھ وصیّت فرما دیں حضرت ابُوالدَرداء نے فرمایا تم اللہ کو خوشی اور راحت میں یاد رکھو اللہ مصیبت میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تم اپنے دل میں دنیا کی کسی چیز کا اشراف اور رغبت پاؤ تو غور کر و کہ اس چیز کا کیا انجام ہو گا کہ مٹی سے بنی ہے اور ایک دن مٹی ہو جائے گی [6] حضرت سالم

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۴) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۸) [3] عند ابی نعیم ایضا عن عون وعن سالم بن ابی الجعد نحوہ الا انہ قال فقالت التفکر واخرجہ احمد نحو الحدیث الاول عن عون کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۵۸) [4] عند ابی نعیم واحمد ایضا واخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۳۹۲)
[5] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۲)
[6] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۹)

بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو بیل حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو کام کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کام کرتا رہا اور دوسرا کھڑا ہو گیا تو حضرت ابو الدرداء رضؓ نے فرمایا اس میں بھی عبرت ہے (کہ جو بیل کام چھوڑ کر کھڑا ہو گیا ہے اسے مالک ڈنڈے سے مارے گا) [1]

نفس کا محاسبہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس سے بغض رکھے گا (اور اس کی نہیں مانے گا بلکہ اس کی مرضی کے خلاف اللہ والے کام نفس سے کرائے گا) تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے غصہ سے محفوظ رکھیں گے [2]

حضرت ثابت بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے جائزہ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا جائزہ لے اور تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے خود محاسبہ کر لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے۔ تم آج اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو گے اس سے کل کو حساب میں آسانی ہو گی اور (قیامت کے دن کی) بڑی پیشی کے لئے (نیک اعمال اختیار کر کے) سنور جاؤ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (سورۃ الحاقہ آیت ۱۸) (ترجمہ) "جس روز (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہو گی۔" [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا۔ چلتے چلتے حضرت عمر رضؓ ایک باغ میں داخل ہو گئے (میں باہر رہ گیا) وہ باغ کے اندر تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار ہی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! تجھے اللہ سے ضرور ڈرنا ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے ضرور عذاب دیں گے [4]

---

[1] عند ابی نعیم ایضا و اخرجہ احمد ایضا الحدیث الاول عن حبیب نحوہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۵۸) [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی محاسبۃ النفس کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۳) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲)

[4] اخرجہ مالک و ابن سعد و ابن ابی الدنیا فی محاسبۃ النفس و ابو نعیم فی المعرفۃ و ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۲)

خاموشی اور زبان کی حفاظت

حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمُرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور حضورؐ اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے [1]

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اس وقت ہم لوگ نوجوان لڑکے تھے۔ میں نے حضورؐ سے زیادہ خاموش رہنے والا کسی کو نہیں دیکھا جب آپ کے صحابہ آپس میں گفتگو کرتے اور بہت زیادہ باتیں کرتے تو آپ سن کر مسکرا دیتے [2]

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے آپ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کوئی بھی آپ سے آگے نہیں چل رہا تھا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے (مرنے کے) دن کو آپ کے (انتقال کے) دن سے پہلے کر دے۔ اللہ ہمیں آپ (کے انتقال) کا وہ دن نہ دکھائے لیکن اگر ہمیں وہ دن دیکھنا پڑ گیا تو پھر ہم آپ کے بعد کونسے اعمال کیا کریں؟ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم جہاد فی سبیل اللہ کیا کریں حضور نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہت اچھا عمل ہے اور لوگوں کو اس کی عادت بھی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے حضرت معاذؓ نے کہا روزہ اور صدقہ حضورؐ نے فرمایا روزہ اور صدقہ بہت اچھے عمل ہیں اور لوگوں کو ان کی بھی عادت ہے لیکن ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے چنانچہ حضرت معاذؓ کو جتنے بھی خیر والے عمل معلوم تھے انہوں نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا حضورؐ ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لوگوں کو اس کی عادت ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے آخر حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں کو ان تمام اعمال کے

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی فی حدیث طویل قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۷) ورجال احمد رجال الصحیح غیر شریک وھو ثقۃ واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۳۷۲) عن سماک نحوہ [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۹۸) وفیہ ابراہیم بن زکریا العجلی وھو ضعیف۔ انتہی۔

کرنے کی عادت ہے تو ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل کونسا ہے؟ حضورؐ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا خاموش رہنا اور صرف خیر کی بات کرنا حضرت معاذؓ نے عرض کیا جو کچھ ہم زبان سے بولتے ہیں کیا اس پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کی ران پر ہاتھ مارکر کہا تیری ماں تجھے گم کرے ایسے ایک دو جملے اور کہے اور فرمایا لوگوں کو ان کے نتھنے کے بل جہنم میں ان کی زبانوں کی باتیں ہی تو گرائیں گی جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ خیر کی بات کہے اور شر سے خاموش رہے تم لوگ خیر کی بات کہو تو (اجر و ثواب کو) غنیمت میں پاؤ گے اور شر سے خاموش رہو (دونوں جہان کی آفتوں سے) بچے رہو گے [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی خاموشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہوگیا تو ایک عورت نے اس پر روتے ہوئے کہا ہائے شہید ہونے والے! حضور نے فرمایا خاموش رہو تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ شہید ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کے خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیتا رہا ہو جن کے خرچ کرنے سے اسے کسی طرح کی کمی نہ آتی ہو [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی جنگِ اُحد میں شہید ہوا اور بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا تو اس کی ماں اس کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگی اور کہنے لگی اے میرے بیٹے! تجھے جنت مبارک ہو حضور نے فرمایا تمہیں کیسے پتہ چلا؟ (کہ یہ جنتی ہے) شاید یہ لایعنی بات کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کو روک کر رکھتا ہو جن کے خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو [3]

حضرت خالد بن عُمیرؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خاموش، غمگین اور بے چین رہتے اور عام طور پر فرمایا کرتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے اُسی کی پناہ چاہتا ہوں [4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۹۹) رجالہ رجال الصحیح غیر عمرو بن مالک الجنبی وہو ثقۃ انتہی۔
[2] اخرجہ ابو یعلی و فیہ عصام بن طلیق وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۳) [3] عند ابی یعلی ایضا و فیہ یحیی بن یعلی الاسلمی وہو ضعیف کما قال الہیثمی واخرجہ الترمذی عن انس مختصرا کما فی المشکاۃ۔ [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۲)۔

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک حضرت دیکھے جن کے سامنے کے دانت بہت چمک رہے تھے اور وہ بہت زیادہ خاموش رہنے والے تھے اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کی کیفیت یہ تھی کہ ان کا آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جاتا تو وہ اسے ان کے سامنے پیش کرتے اور پھر یہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کرتے سب اس سے مطمئن ہو جاتے میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں [1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے حضرت عمرؓ نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اسی نے تو مجھے ہلاکت کی جگہوں پر لا کھڑا کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسم کا ہر عضو زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے [2]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صفا پہاڑی پر چڑھے اور زبان کو پکڑ کر کہنے لگے اے زبان! خیر کی بات کہہ غنیمت حاصل کرے گی۔ بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ ندامت سے بچ جائے گی اور سلامتی میں رہے گی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے صادر ہوتی ہیں [3]

حضرت سعید جریری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یہ واقعہ سنایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر کہہ رہے ہیں تیرا ناس ہو! خیر کی بات کہہ غنیمت حاصل کرے گی اور بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ سلامتی میں رہے گی ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابن عباس! کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر یہ بات کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بندہ کو قیامت کے دن جتنا غصہ اپنی زبان پر آئے گا اتنا اور کسی چیز پر نہیں آئے گا [4]

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے ایک ساتھی سے کہا دسترخوان لاؤ تاکہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں تو ان کے ایک اور

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۶۹) [2] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) رجالہ رجال الصحیح غیر موسی بن محمد بن حبان وقد وثقہ ابن حبان اھ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳) عن اسلم مختصراً [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۰) رجالہ رجال الصحیح [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۸)

ساتھی نے کہا میں نے جب سے آپ کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کبھی آپ سے ایسی بات نہیں سنی انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بس یہی ایک بات میری زبان سے اچانک نکل گئی ہے ورنہ جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں ہمیشہ میری زبان سے نپی تلی بات نکلی ہے (یعنی ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولتا رہا ہوں بس آج ہی چوک ہو گئی ہے) آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔[1]

حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا دسترخوان لاؤ تاکہ ہم بھی اس کے ساتھ کچھ کھیل لیں تو اس بول پر ساتھیوں نے ان کی گرفت کی اور ان کہا حضرت ابو یعلیٰ (یہ حضرت شدادؓ کی کنیت ہے) کو دیکھو آج ان کی زبان سے کیسی بات نکلی ہے انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجو! جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوا ہوں ہمیشہ میں نے سوچ سمجھ کر نپی تلی بات ہی کہی ہے بس یہی ایک بات اچانک کہہ بیٹھا ہوں یعنی مجھ سے چوک ہو گئی ہے۔ اس بات کو چھوڑ دو اور تم اس سے بہتر بات لے لو اور وہ یہ دعا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے ہر کام میں جلدی نہ کرنے اور ثابت قدمی کو مانگتے ہیں اور رشد و ہدایت پر پختگی کو مانگتے ہیں اور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے کی توفیق کو مانگتے ہیں اور تجھ سے قلب سلیم اور سچی زبان مانگتے ہیں اور تیرے علم میں جتنی خیر ہے اسے مانگتے ہیں اور ان شرور سے پناہ چاہتے ہیں جنہیں تو جانتا ہے یہ دعا مجھ سے لے لو اور وہ بات جو اچانک نکل گئی ہے اسے چھوڑ دو۔[2] پھر ابو نعیمؒ نے دوسری سند سے اس جیسی روایت بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے اسے تم یاد نہ رکھو بلکہ اب جو میں تمہیں کہوں گا اسے یاد کر لو اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب سونا اور چاندی کا خزانہ جمع کرنے لگ جائیں تو تم ان کلمات کو خزانہ بنا لینا یعنی انہیں کثرت سے پڑھتے رہنا اے اللہ! میں آپ سے ہر کام میں ثابت قدمی اور رشد و ہدایت پر پختگی مانگتا ہوں پھر پچھلی حدیث جیسے الفاظ ذکر کیے اور مزید یہ دعا بھی ذکر کی اور تو میرے جتنے گناہوں کو جانتا ہے میں تجھ سے ان تمام گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ بیشک تو ہی غیب کی تمام باتوں کو جاننے والا ہے۔[3]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۵) [2] عند ابی نعیم ایضا کذا رواہ سلیمان بن موسیٰ موقوفا ورواہ حسان بن عطیۃ عن شداد بن اوس مرفوعا [3] واخرجہ ابونعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۶۶) من طریق ابی الاشعث الصنعانی وغیرہ مرفوعا نحوہ واخرجہ احمد من طریق حسان بن عطیۃ عن شداد نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر، (ج ۲ ص ۳۵۱)۔

حضرت عیسیٰ بن عُقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! روئے زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے زبان سے زیادہ عمر قید کی ضرورت ہو [۱] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بے کار باتیں کرنے سے ڈراتا ہوں اور بقدرِ ضرورت بات کرنا ہی تمہارے لیے کافی ہے [۲] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ خطائیں ان لوگوں کی ہوں گی جو دنیا میں فضول بحث مُباحثہ کرتے رہتے تھے [۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان سارے بدن کی اصلاح کی بنیاد ہے جب زبان ٹھیک ہو جائے تو سارے اعضاء ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جب زبان بے قابو ہو جاتی ہے تو تمام اعضاء بے قابو ہو جاتے ہیں [۴] ابن ابی الدُنیا کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو چھپا پھر تیرا ذکر نہیں ہوا کریگا (اور تو بگڑنے سے بچ جائے گا) اور خاموشی اختیار کر تو سلامتی میں رہے گا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ شعر منقول ہیں۔

لَا تُفْشِ سِرَّكَ اِلَّا اِلَيْكَ　　　فَاِنَّ لِكُلِّ نَصِيحٍ نَصِيحًا

اپنا بھید اپنے تک محفوظ رکھ اور کسی پر ظاہر نہ کر کیونکہ ہر خیر خواہ کے لیئے کوئی نہ کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔

فَاِنِّيْ رَأَيْتُ غُوَاةَ الرِّجَالِ　　　لَا يَدَعُوْنَ اَدِيْمًا صَحِيحًا

کیونکہ میں نے گمراہ انسانوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی آدمی کو بے داغ صحیح سالم نہیں رہنے دیتے [۵]

حضرت ابُو الدَّرْداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے تم لوگ بات کرنا سیکھتے ہو ایسے ہی خاموش رہنا بھی سیکھو کیونکہ خاموش رہنا بہت بڑی بردباری ہے اور تمہیں بولنے سے زیادہ سننے کا شوق ہونا چاہیئے اور کبھی لَایَعْنِي کا بول نہ بولو۔ ہنسی کی بات کے بغیر خواہ مخواہ مت ہنسو اور بلا ضرورت کسی جگہ مت جاؤ [۶] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴) واخرجہ الطبرانی نحوہ باسانید ورجالہا ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) [۲] عند الطبرانی ایضاً فیہ المسعودی وقد اختلط کما قال الہیثمی [۳] عند الطبرانی ایضاً ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی [۴] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی الصمت [۵] کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۵۸) [۶] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹)

اس کی زبان سے زیادہ محبوب نہیں ہے اس کی وجہ سے اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور کافر کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو اس کی زبان سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندے کو سب سے زیادہ جس عضو کو پاک کرنے کی ضرورت ہے وہ اس کی زبان ہے [2] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے [3]

گفتگو

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی واضح اور اطمینان سے ہوتی تھی کہ اگر کوئی اس کے کلمات گننا چاہتا تو گن سکتا تھا بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں تمہیں تعجب کی بات نہ بتاؤں کہ ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے قریب بیٹھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اتنی آواز سے بیان کرنے لگے کہ مجھے بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نفل نماز پڑھ رہی تھی اور وہ میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اگر مجھے وہ مل جاتے تو میں ان کی تردید کرتی اور انہیں بتاتی کہ حضور ﷺ تمہاری طرح لگاتار جلدی جلدی گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ روایت امام احمد، مسلم اور ابوداؤد نے بھی ذکر کی ہے اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عجیب بات نہ بتاؤں پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے امام احمد اور ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا اور ہر ایک آپ کی بات سمجھ جاتا تھا آپ لگاتار جلدی جلدی

---

[1] عند ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۰) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۷) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۲۲)

بات نہیں فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو واضح حروف کے ساتھ ہوتی تھی یا ہر ہر لفظ جدا ہوتا تھا اور اس میں جلدی نہیں پائی جاتی تھی امام احمد اور بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دُہراتے اور جب کسی قوم کے پاس جا کر سلام کرتے تو تین مرتبہ کرتے۔ امام احمد حضرت ثمامہ بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب کوئی (بات کرتے تو اسے تین مرتبہ دُہراتے اور وہ یہ بتایا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دُہراتے اور اجازت بھی تین مرتبہ لیتے۔ ترمذی میں حضرت ثمامہ بن انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین دفعہ دُہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے[۱] امام احمد بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہے (جن کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہیں) اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے ایک مرتبہ میں سو رہا تھا تو زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے گفتگو فرما رہے ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کے شوق اور وحی کے انتظار میں) بار بار نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے[۲]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی تالیف قلب کے خیال سے پوری طرح متوجہ ہو کر بات فرماتے (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا حتیٰ کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں میں نے اسی خیال سے ایک دن دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میں افضل ہوں یا ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ۔ حضور نے فرمایا کہ عمرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضور نے فرمایا کہ عثمان۔ جب میں نے حضور سے صاف صاف پوچھا تو حضور نے بلا رعایت صحیح صحیح بتا دیا (میری رعایت میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اب بھی

---

[۱] ثم قال الترمذی حسن صحیح غریب [۲] عند ابن اسحاق وہکذا رواہ ابو داؤد فی کتاب الادب من حدیث ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۰ و ۴۱)

(اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی) اور بڑی تمنا ہوئی کہ کاش میں حضور سے یہ بات نہ پوچھتا۔[1]

مُسکرانا اور ہنسنا

سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُسکرانا اور ہنسنا

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے جبڑے اور کوا نظر آنے لگیں آپ تو بس مسکرایا کرتے تھے۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔ ترمذی میں ان ہی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہی ہوتا تھا (آخرت والے معاملات میں تو آپ ہنس لیا کرتے تھے دنیا کی باتوں پر صرف مسکرایا کرتے تھے)[2] مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ حضرت جابرؓ نے کہا بہت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک نماز کی جگہ ہی بیٹھے رہتے جب سورج نکل آتا تب وہاں سے کھڑے ہوتے اس وقت صحابہ باتیں کرتے رہتے اور کبھی زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات کرکے ہنسا کرتے لیکن حضورؐ مسکراتے رہتے۔ طیالسی میں حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں لیکن حضورؐ کی خاموشی بہت زیادہ اور آپ کی ہنسی بہت کم تھی۔ آپ کے صحابہ آپ کے سامنے کبھی آپس میں ایک دوسرے کو شعر سناتے۔ حضورؐ بھی کبھی کوئی جملہ ان کے امور کے بارے میں ارشاد فرما دیتے صحابہ تو ہنسا کرتے لیکن حضورؐ اکثر مسکرایا ہی کرتے۔[3]

حضرت حُصین بن یزید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ہنستے

---

[1] اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۲۵) واخرجہ الطبرانی عنہ نحوہ واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵) وقال فی الصحیح بعضہ بغیر سیاقہ [2] وقال الترمذی صحیح [3] کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۱ و ۴۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۳۷۲) عن سماک نحوہ)

ہوئے نہیں دیکھا آپ تو بس مسکرایا ہی کرتے تھے اور آپؐ کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیا کرتے تھے۔[1]

حضرت عَمرہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیویوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تو آپ کا کیا معمول ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے مردوں کی طرح اِن کا معمول ہوتا تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف، سب سے زیادہ نرم بہت ہنسنے اور مسکرانے والے تھے۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی یا آپ بیان فرماتے تو میں یوں محسوس کرتا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرا رہے ہیں جس پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے۔ اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی تو میں دیکھتا کہ آپ کا چہرہ سب سے زیادہ خوش اور آپ سب سے زیادہ مسکرانے والے اور آپ کا جسم سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔[3] حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ ہنسنے والے اور سب سے عمدہ طبیعت والے تھے۔[4]

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے؟ حضرت سعدؓ نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا اور سعدؓ بڑے ماہر تیر انداز تھا لیکن وہ اپنی ڈھال کو اِدھر اُدھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر لیتا تھا (گویا مقابلہ میں حضرت سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) سعد نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اُٹھایا فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور وہ فوراً گر گیا۔ اس کی ٹانگ بھی اُوپر کو اُٹھ گئی۔ اِس پر حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے میں نے پوچھا کہ اس میں

---

[1] اخرجہ ابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۲) واخرجہ ابن قانع عن الحصین نحوہ ولم یذکر دربما شدالی آخرہ کما فی الاصابہ (ج ۱ ص ۳۴۰) [2] اخرجہ الخرائطی والحاکم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۷) واخرجہ ابن عساکر عن عمرۃ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۹۱) بمعناہ۔

[3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷) اسنادہ حسن [4] عند الطبرانی وفیہ علی بن یزید الالہانی وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷)

سے کون سی بات پر حضورؐ ہنسے انہوں نے کہا کہ سعد نے اس آدمی کے ساتھ جو ہوشیاری سے معاملہ کیا اس پر لے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا (کیونکہ میں نے اللہ کا حکم توڑ دیا) میں رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ حضورؐ نے فرمایا کفارے میں ایک غلام آزاد کر دو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو غلام نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دو مہینے مسلسل روزے رکھو انہوں نے عرض کیا یہ میرے بس میں نہیں حضورؐ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ کی خدمت میں کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ٹوکرے میں کھجوریں آئیں حضورؐ نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والے کہاں ہیں؟ (وہ آئے تو) حضورؐ نے فرمایا لو یہ کھجوریں صدقہ کر دو انہوں نے عرض کیا اپنے سے بھی زیادہ فقیر پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے دونوں طرف جو کنکریلے میدان ہیں ان کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ فقیر نہیں ہے اس پر حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا اچھا (جب تم اتنے ہی ضرورت مند ہو تو) پھر تم ہی اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کر لو (بعد میں کفارہ دے دینا) ؎۲

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لئے یہ حکم ہو گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں۔ جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کریگا۔ اس لیے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہو گی اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا پھر یہ حکم ہو گا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دو تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات نقل فرما کر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے ؎۳

؎۱ اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۱۶) ؎۲ اخرجہ البخاری فی صحیحہ (ج ۲ ص ۸۹۹)
؎۳ اخرجہ الترمذی فی الشمائل (ص ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہو گا جو کہ زمین پر گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا (جہنم کے عذاب کی شدت کی وجہ سے سیدھا نہ چل سکے گا) اِس کو حکم ہو گا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ وہاں جاکر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں چنانچہ واپس آکر عرض کرے گا اے میرے رب! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (میرے لئے تو اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی) وہاں سے ارشاد ہو گا کہ (دنیا کا) وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے جس میں تم تھے۔ وہ کہے گا خوب یاد ہے۔ ارشاد ہو گا اچھا کچھ تمنائیں کرو۔ چنانچہ وہ خوب تمناؤں کا اظہار کریگا وہاں سے ارشاد ہو گا کہ تم کو تمہاری تمنائیں بھی دیں اور دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا وہ عرض کریگا آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے [1]

وقار اور سنجیدگی

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہو کر بیٹھتے تھے آپ کے جسم مبارک کا کوئی عضو باہر (لوگوں) کی طرف پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا [2]

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب آپس میں بات چیت کرتے اور ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تو سب انہیں رعب اور ہیبت کی نگاہ سے دیکھتے [3] حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حمص کی ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس کے قریب ادھیڑ عمر کے صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک نوجوان، سُرمگیں آنکھوں والے، چمکیلے دانتوں والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو بالکل بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں جب ان لوگوں کو کسی چیز میں شک ہوتا تو وہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھتے (اور اس کے جواب سے سب مطمئن ہو جاتے) میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک ساتھی سے

---

[1] عند الترمذی ایضا [2] اخرجہ القاضی عیاض فی الشفاء، واخرجہ ابو داؤد فی المراسیل کما فی شرح الشفاء للخفاجی (ج ۲ ص ۱۱۷) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۱)

پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے ان کی محبت میرے دل میں سرایت کر گئی میں ان حضرات کے ساتھ رہا یہاں تک کہ یہ حضرات اِدھر اُدھر چلے گئے۔[1]

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے شروع خلافت میں ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیساتھ مسجد میں گیا۔ اس دن صحابہ کرام سب سے زیادہ تعداد میں وہاں جمع ہوئے تھے۔ میں اندر جا کر ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں تیس سے زیادہ صحابہ تھے وہ سب حضور کی طرف سے حدیث بیان کر رہے تھے حلقہ میں ایک قوی گہرے گندمی رنگ والے میٹھی گفتگو والے نہایت حسین وجمیل نوجوان بھی تھے اور ان سب میں ان کی عمر سب سے کم تھی جب ان حضرات کو کسی حدیث میں شبہ ہوتا تو وہ اس نوجوان کے سامنے پیش کر دیتے پھر وہ ان حضرات کو ان کی حدیث صحیح صحیح سنا دیتے لیکن جب تک ان سے وہ حضرات پوچھتے نہیں یہ انہیں کوئی حدیث نہ سناتے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں مُعاذ بن جَبَل ہوں۔[2]

غصّہ پی جانا

حضرت ابو بَرزَہ اَسلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی تو میں نے عرض کیا میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں؟ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کام پر گردن اُڑانے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے نے غصے کے گھونٹ سے زیادہ بہتر گھونٹ دُودھ یا شہد کا کبھی نہیں پیا۔[4]

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۱) [2] عند ابی نعیم ایضا [3] اخرجہ الطیالسی واحمد والحمیدی وابو داؤد والترمذی وابو یعلی وسعید بن منصور وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱) [4] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی الکنز۔

غیرت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں آدمی اس کے والد کی بیوی کے پاس جاتا ہے (جو اس کی والدہ نہیں ہے) میں نے کہا اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں تو اس کی گردن اُڑا دیتا یہ سن کر حضور ہنسے اور فرمایا اے اُبی! تم کتنے غیرت مند ہو لیکن میں تم سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں [1]

بخاری اور مسلم میں حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لیتا تو تلوار کی دھار سے اسے قتل کر دیتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت سے تعجب ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں اور غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور عذر قبول کرنا اللہ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے اور بشارت سنانے والے (نبی) مبعوث فرمائے۔ اور اپنی تعریف سننا اللہ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں اور اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پاؤں تو جب تک میں چار گواہ نہ لے آؤں تو اس وقت تک کیا میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں تو اس سے پہلے ہی جلدی سے تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا حضور نے فرمایا سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے یہ بہت غیرت والے ہیں لیکن میں ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک لمبی حدیث اس بارے میں منقول ہے اس میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سعد کو کچھ نہ فرمادیں

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۲) [2] کذا فی المشکوۃ (ص ۲۷۸)

یہ بہت غیرت والے ہیں اسی غیرت کی وجہ سے یہ ہمیشہ کنواری عورت سے ہی شادی کرتے ہیں اور جس عورت کو یہ طلاق دیتے ہیں ہم میں سے کسی کو اس سے شادی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یقین ہے کہ یہ چار گواہ لانے کا حکم حق ہے اور یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے لیکن مجھے حیرانی تو اس بات پر ہو رہی ہے کہ کسی کمینی عورت کی رانوں پر کوئی مرد رانیں رکھے ہوئے بدکاری کر رہا ہو اور میں چار گواہ لانے تک اسے کچھ نہیں کہہ سکتا اسے ہٹا نہیں سکتا اللہ کی قسم! اتنے میں گواہ لاؤں گا اتنے وہ اپنی شہوت پوری کر کے جا چکا ہوگا (میں تو اس کا کام وہیں تمام کر دوں گا) [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے میں نے اس سے بڑی غیرت محسوس کی آپؐ واپس تشریف لائے اور پریشانی میں میں جو کچھ کر رہی تھی اسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں بھی غیرت آگئی میں نے عرض کیا کہ مجھ جیسی (محبوب بیوی) کو آپ جیسے (عظیم خاوند) پر غیرت کیوں نہ آتی حضورؐ نے فرمایا اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی جس کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گیا یا میں اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہتا ہوں [2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو مجھے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ لوگوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ خوبصورت ہیں میں نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا تو واقعی اللہ کی قسم! ان کا جتنا حسن و جمال مجھے بتایا گیا تھا اس سے کئی گنا مجھے ان میں نظر آیا پھر میں نے اس کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کا آپس میں بہت جوڑ تھا انہوں نے کہا غیرت کی وجہ سے وہ تمہیں زیادہ خوبصورت نظر آئیں ورنہ وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں جتنا لوگ کہتے ہیں چنانچہ حضرت حفصہ نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا اور مجھے آکر کہا میں انہیں دیکھ آئی ہوں اللہ کی قسم! تم ان کو جتنا خوبصورت بتا رہی ہو وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں بلکہ اس کے قریب بھی نہیں ہیں ہاں خوبصورت ضرور

---

[1] عند مسلم قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۲) رواہ ابو یعلی والسیاق لہ واحمد باختصار عنہ ومدارہ علی عباد بن منصور وھو ضعیف [2] اخرجہ مسلم کذا فی المشکوۃ (ص ۲۸۰)

ہیں چنانچہ میں نے حضرت ام سلمہؓ کو پھر جا کر دیکھا تو اب وہ مجھے ویسی ہی نظر آئیں جیسا کہ حضرت حفصہ نے بتایا تھا میری زندگی کی قسم! میں چونکہ غیرت والی تھی اس لیئے پہلے وہ مجھے زیادہ حسین نظر آئی تھیں [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا مجھے یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں عجمی کافر لوگوں سے ٹکراتی پھرتی ہیں؟ کیا اس پر تمہیں غیرت نہیں آتی؟ جس میں غیرت نہیں ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا غیرت دو طرح کی ہوتی ہے ایک اچھی غیرت جس کی وجہ سے انسان اپنے اہل وعیال کی اصلاح کرتا ہے اور دوسری غیرت بُری (فاسق فاجر لوگوں کی غیرت) جس کی وجہ سے انسان دوزخ میں چلا جاتا ہے [3]

نیکی کا حُکم کرنا اور بُرائی سے روکنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور تین مرتبہ فرمایا اے ابن مسعود! میں نے بھی جواب میں تین مرتبہ عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں حضور نے فرمایا لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو جس کے عمل سب سے اچھے ہوں بشرطیکہ اسے دین کی سمجھ حاصل ہو جائے پھر آپؐ نے فرمایا اے ابن مسعود! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا تم جانتے ہو لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں حضورؐ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ (حالات سے متاثر نہ ہو بلکہ) اس موقع پر اس کی سب سے زیادہ نگاہ حق پر ہو چاہے وہ عمل میں کچھ کم ہو اور اگرچہ وہ سرین کے بل گھسٹ کر چلتا ہو۔ مجھ سے پہلے جو لوگ تھے ان کے بہتر فرقے بن گئے تھے ان میں سے صرف تین فرقوں کو نجات ملی اور باقی سب ہلاک ہو گئے ایک تو وہ فرقہ جنہوں نے بادشاہوں کا مقابلہ کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین کی وجہ سے اور اپنے دین کی وجہ سے ان بادشاہوں سے جنگ کی۔ بادشاہوں نے انہیں پکڑ کر قتل کیا آروں سے چیر کر ان کے ٹکڑے کر

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۹۴) [2] اخرجہ رستہ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱) [3] عند رستۃ ایضا۔

دیئے دوسرا فرقہ وہ تھا جن میں بادشاہوں سے مقابلہ کی سکت نہیں تھی۔ اور ان میں رہ کر ان کو اللہ کی اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے دین کی دعوت دینے کی ہمت نہیں تھی یہ لوگ مختلف علاقوں کی طرف نکل گئے اور رہبانیت اختیار کرلی۔ ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ (سورت حدید آیت ۲۷) ترجمہ "اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کرلیا ہم نے اس کو ان پر واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی" پھر حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اور میرا اتباع کرے وہ اس رہبانیت کی پوری رعایت کرنے والا شمار ہوگا جو میرا اتباع نہ کریں یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک فرقہ تو جابر بادشاہوں کے پاس ٹھہرا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیتا رہا جس پر انہیں پکڑ کر قتل کیا گیا آروں سے چیرا گیا آگ میں زندہ جلادیا گیا انہوں نے جان دے دی لیکن صبر کا دامن نہ چھوڑا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے [1]

حضرت معاذ بن جبلؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستہ پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں ایک جہالت کا نشہ دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ اور تم اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو گے لیکن جب دنیا کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی پھر تم اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر نہیں کر سکو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد نہ کر سکو گے اس زمانے میں قرآن اور حدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۶۰) رواہ الطبرانی باسنادین ورجال احدھما رجال الصحیح غیر بکیر بن معروف وثقہ احمد وغیرہ وفیہ ضعف انتہی [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۱) وفیہ الحسن بن بشر وثقہ ابو حاتم وغیرہ وفیہ ضعف انتہی۔

تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں میں نے عرض کیا یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ کو پسند نہیں ہیں وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آجائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ
(سورت مائدہ آیت ۱۰۵) ترجمہ "اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں" اور اس کا غلط مطلب لیتے ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اسے نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ (برائی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں) سب کو سزا دیں گے (کرنے والوں کو کرنے کی وجہ سے اور نہ کرنے والوں کو نہ روکنے

---

[1] اخرجہ البیہقی والنقاش فی معجمہ وابن النجار عن داؤد بن سلامۃ عن یزید الرقاشی وداؤد ویزید ضعیفان کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹) [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عمار بن سیف وثقہ العجلی وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات وفی بعضہم خلاف کما قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۶۷) واخرجہ ایضا ابن عساکر وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ وابن ابی الدنیا عن عائشۃ رضی اللہ عنہا بمعناہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

کی وجہ سے) [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام خلیفہ رسول اللہ رکھا گیا یعنی وہ خلیفہ بنے اس دن وہ منبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر حضور منبر پر جہاں بیٹھا کرتے تھے دونوں ہاتھ بڑھا کر وہاں رکھے پھر فرمایا میں نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں بیٹھے ہوئے یہ سنا کہ آپ آیت شریفہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ کا مطلب بیان فرما رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں جس قوم میں برائی کے کام ہونے لگیں اور قبیح کاموں کے ذریعہ فساد پھیلایا جانے لگے اور وہ نہ اسے تبدیل کریں اور نہ اس کو برائی سمجھیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ضرور سزا دے گا اور ان کی دعا قبول نہ ہوگی پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا اگر میرے دونوں کانوں نے یہ باتیں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنی ہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کچھ لوگ ایسے لوگوں کے سامنے گناہ کے کام کریں جو ان سے زیادہ طاقتور اور بااثر ہوں اور وہ ان کو ان کاموں سے نہ روکیں تو ان سب پر اللہ تعالیٰ ایسا عذاب نازل فرمائیں گے جسے ان سے نہیں ہٹائیں گے [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم کسی بیوقوف کو دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں کی بے عزتی کر رہا ہے تو تم اس پر انکار کیوں نہیں کرتے ؟ لوگوں نے کہا ہم اس کی زبان درازی سے ڈرتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا اس طرح تو تم (قیامت کے دن نبیوں کے) گواہ نہیں بن سکو گے [4]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آجائے کہ تمہارے بُروں کو تم پر مسلّط کر دیا جائے اور ان بُروں کے خلاف نیک لوگ بد دعا کریں اور وہ قبول نہ کی جائے [5]

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبہ و احمد وعبد بن حمید والعدنی وابن منیع والحمیدی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ وابو یعلی وابو نعیم فی المعرفۃ والدار قطنی فی العلل وقال جمیع رواتہ ثقات والبیہقی وسعید بن منصور وغیرہم [2] عند ابن مردویہ کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۳۸) [3] اخرجہ البیہقی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۸) [4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابو عبید فی الغریب وابن ابی الدنیا فی الصمت کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹) [5] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اَمر بِالمَعرُوف اور نَہی عَنِ المُنکَر اہتمام سے کرتے رہو اور اللہ کے دین کے لیے کوشش کرتے رہو ورنہ ایسے لوگ تم پر مسلّط ہو جائیں گے جو تمہیں دردناک عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دیگا[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اَمر بِالمَعرُوف اور نَہی عَنِ المُنکَر ضرور کرتے رہنا ورنہ تم پر تمہارے بُرے لوگ مسلّط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہیں ہوگی[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کے رَبّانی عُلَماء اور دینی مشائخ نے انہیں ان گناہوں سے روکا نہیں جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے اور رَبّانی عُلَماء اور دینی مشائخ نے انہیں نہ روکا تو آسمانی سزاؤں نے انہیں پکڑ لیا اس لیے تم لوگ اَمر بِالمَعرُوف اور نَہی عَنِ المُنکَر کرتے رہو ورنہ تم پر بھی وہی سزائیں نازل ہوں گی جو ان پر ہوئی تھیں اور اس بات کا یقین رکھو کہ اَمرِ بِالمَعرُوف اور نَہیُ عَنِ المُنکَر سے روزی ختم نہیں ہوتی اور موت کا وقت قریب نہیں آتا[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں ایک ہاتھ سے جہاد کرنا دوسرا زبان سے جہاد کرنا تیسرا دل سے جہاد کرنا۔ سب سے پہلے ہاتھ والا جہاد ختم ہوگا پھر زبان والا ختم ہوگا پھر دل والا۔ جب دل کی کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اسے اوندھا کر دیا جاتا ہے یعنی اس کے اوپر والے حصّے کو نیچے کر دیا جاتا ہے (پھر خیر اور نیکی کا جذبہ اس میں نہیں رہتا)[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تم ہاتھ والے جہاد کے سامنے بے بس اور مغلوب ہو گئے پھر دل والے جہاد کے سامنے۔ لہٰذا جس دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اس کے اوپر والے حصّے کو ایسے نیچے کر دیا جائے گا جیسے تھیلے کو اُلٹا کیا جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی ساری چیزیں بکھر جاتی ہیں[5]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عِتریس بن عُرقوب شَیبانی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا جو آدمی نیکی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ [2] عند الحارث [3] عند ابن ابی حاتم عنہ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹) [4] اخرجہ مسدد والبیہقی وصححہ [5] عند ابن ابی شیبۃ وابی نعیم ونعرفی الحجۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

روکے وہ ہلاک ہو گیا حضرت عبداللہ نے فرمایا یہ (تو آگے کی بات ہے) وہ آدمی بھی ہلاک ہو گیا جس کا دل نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے انسانوں میں تو خیر ہے ان کے علاوہ کسی میں خیر نہیں ہے ایک وہ آدمی جس نے دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے راستے میں دشمن سے جنگ کر رہی ہے یہ اپنا مال اور جان لے کر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گیا دوسرا وہ آدمی جس نے زبان سے جہاد کیا اور نیکی کا حکم کیا اور برائی سے روکا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے دل سے حق کو پہچانا [۲]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منافقوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرو لیکن اگر اس کی طاقت نہ ہو اور ان کے سامنے تیوری چڑھا کر اپنی ناگواری کا اظہار کر سکتے ہو تو پھر یہی کر لینا [۳]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھو اور اسے بند کرنے اور روکنے کی تم میں طاقت نہ ہو تو تمہاری نجات کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ تم اس برائی کو دل سے برا سمجھتے ہو [۴] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کا کام ہو رہا ہو اور کوئی آدمی اس موقع پر موجود ہو لیکن وہ دل سے اسے برا سمجھتا ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح شمار ہو گا جو اس نافرمانی کے موقع پر موجود نہیں ہیں اور جو نافرمانی کے موقع پر موجود تو نہ ہو لیکن وہ اس نافرمانی پر دل سے راضی ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح ہو گا جو اس نافرمانی کے مواقع پر موجود ہیں [۵] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب بہت سے غلط کام ہوں گے جو ان کاموں کے موقع پر موجود تو نہ ہو لیکن دل سے ان پر راضی ہو تو وہ اس آدمی کی طرح شمار ہو گا جو موقع پر موجود تھا اور جو موقع پر موجود تھا لیکن دل سے اسے برا سمجھ رہا تھا

---

[۱] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۵) رجالہ رجال الصحیح اھ واخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۵) عن طارق بنحوہ وابن ابی شیبۃ ونعیم فی الفتن عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) [۲] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۶) وفیہ من لم اعرفہ [۳] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) واخرجہ الطبرانی عنہ بمعناہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۶) رواہ الطبرانی باسنادین فی احدہما شریک وہو حسن الحدیث وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی [۴] اخرجہ ابن ابی شیبۃ ونعیم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) [۵] عند ابن ابی شیبۃ ونعیم ایضا۔

وہ اس آدمی کی طرح شمار ہوگا جو موقع پر نہیں تھا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک لوگ اس دنیا سے پہلے جائیں گے پھر شک والے باقی رہ جائیں گے جو نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی سمجھیں گے۔[2]

حضرت ابو رقاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نوعمر لڑکا تھا ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے ساتھ گھر سے نکلا اور چلتے چلتے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گیا وہ فرما رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کوئی بول بولتا تھا جس کی وجہ سے وہ منافق ہو جاتا تھا اور اب میں سنتا ہوں کہ تم لوگ وہ بول ایک مجلس میں چار چار دفعہ بول لیتے ہو۔ دیکھو تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو اور خیر کے کاموں کی ضرور ترغیب دیتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کو عذاب سے ہلاک کر دے گا یا پھر تم پر تمہارے بروں کو امیر بنا دے گا اور تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے لیکن وہ تمہارے حق میں قبول نہ ہوگی۔[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جو ہم میں سے نہیں ہے اللہ کی قسم تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو ورنہ تم آپس میں لڑنے لگو گے اور تمہارے برے تمہارے نیک لوگوں پر غالب آکر قتل کر دیں گے پھر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا باقی نہ رہے گا۔ پھر اللہ تم سے ایسے ناراض ہوں گے کہ تم اللہ سے دعا کرو گے لیکن وہ تمہاری کوئی دعا قبول نہ کریگا۔[4] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں تم میں سب سے بہترین آدمی وہ شمار ہوگا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (اپنی اصلاح کی فکر کرے دوسروں کی اصلاح نہ کرے لیکن ابھی وہ زمانہ نہیں آیا)۔[5]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت سے کام ایسے ہیں جن کو گزشتہ

---

[1] عند نعیم وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۵) واخرجہ الطبرانی نحوہ ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۸۰) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۹) واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) [4] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۹) [5] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۸۰) واخرجہ ابن ابی شیبۃ عنہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) واخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰)۔

زمانے میں بُرا سمجھا جاتا تھا لیکن وہ آج نیکی کے کام شمار ہوتے ہیں اور بہت سے کام آج برائی کے شمار ہوتے ہیں لیکن آئندہ زمانہ میں انہیں نیکی کا کام سمجھا جانے لگے گا اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم اس کام کو نیکی نہ سمجھنے لگو جسے تم بُرائی سمجھتے تھے اور اس کام کو بُرائی نہ سمجھنے لگو جسے تم نیکی سمجھتے تھے اور جب تک تمہارا عالم تمہارے سامنے حق بات کہتا رہے اور اس کو ہلکا نہ سمجھا جائے [۱] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگرچہ میں ایک نیکی پر عمل نہیں کر رہا ہوتا ہوں لیکن میں دوسروں کو اس نیکی کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور مجھے اس پر اللہ سے اجر ملنے کی امید ہے [۲] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی کام سے روکنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے پہل فرماتے اور فرماتے تم میں سے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس سے میں نے روکا ہے تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا [۳]

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما اپنے ساتھ چند لوگوں کی جماعت بنا کر امر بالمعروف کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی برائی کی خبر ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ برائی نہیں ہو سکے گی [۴]

حضرت ابو جعفر خطمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت عُمیر بن حبیب بن خُماشہ رضی اللہ عنہ کو بلوغت کے وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی تھی انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت فرمائی اے بیٹے! بے وقوفوں کے پاس بیٹھنے سے بچو کیونکہ ان کے پاس بیٹھنا بیماری ہے جو بے وقوف کی برداشت کرتا ہے وہ خوش رہتا ہے اور جو اس کی غلط باتوں کا جواب دے گا اسے آخر میں ندامت اٹھانی پڑے گی اور جو بے وقوف کی تھوڑی تکلیف کو برداشت نہیں کرتا اسے پھر زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو تکلیفوں پر صبر کرنے کی عادت ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے کا یقین رکھے اور کیونکہ جسے اللہ سے ثواب،

---

[۱] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱) [۲] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۳) عنہ نحوہ [۳] اخرجہ ابن سعد وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱) [۴] اخرجہ مالک وابن سعد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱)۔

ملنے کا یقین ہو گا اسے تکلیفوں کے پیش آنے سے کوئی پریشانی نہیں ہو گی [1]

حضرت عبدالعزیز بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو غدانہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ پھر اس عورت کا انتقال ہو گیا وہ اس کے جنازے کو اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس عورت کے بھائیوں نے کہا ہم اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے حضرت ابو بکرہؓ نے ان سے فرمایا ایسے نہ کرو کیونکہ میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا تم سے زیادہ حقدار ہوں ان بھائیوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ٹھیک کہہ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر وہ قبر میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ زمین پر گر گئے اور بے ہوش ہو گئے پھر انہیں اٹھا کر گھر لایا گیا وہاں ان کے بیس بیٹوں اور بیٹیوں کی چیخیں نکل گئیں میں ان میں سب سے چھوٹا تھا جب انہیں ہوش آیا تو فرمایا تم مجھ پر زور زور سے مت روؤ۔ اللہ کی قسم! مجھے ابوبکرہ کی جان سے زیادہ اور کسی کی جان کا نکلنا محبوب نہیں ہے۔ یہ سن کر ہم سب گھبرا گئے اور ہم نے کہا اے اباجان! کیوں؟ (آپ دنیا سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا زمانہ میری زندگی میں نہ آجائے جس میں میں اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کر سکوں اور اس زمانے میں کوئی خیر نہ ہو گی [2]

حضرت علی بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حجاج کے ساتھ محل میں تھا وہ ابن اشعث کی کی وجہ سے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے جب وہ نزدیک آئے تو حجاج نے کہا (نعوذ باللہ من ذلک) او خبیث! او فتنوں میں چکر لگانے والے! کبھی تم کبھی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے ہو اور کبھی ابن زبیرؓ کے ساتھ اور کبھی ابن اشعث کے ساتھ۔ غور سے سنو میں تمہیں ایسے جڑ سے اکھیڑ دوں گا جیسے گوند کو اکھیڑا جاتا ہے اور میں تمہاری کھال ایسے اتار دوں گا جیسے گوہ کی کھال اتاری جاتی ہے حضرت انس نے فرمایا اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح فرمائے۔ وہ اس کلام سے کس کو خطاب کر رہے ہیں حجاج نے کہا میں تمہیں خطاب کر رہا ہوں۔ اللہ تمہارے کانوں کو بہرہ کرے۔ اس پر حضرت انس نے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۶۶) واخرجہ ایضا ابونعیم واحمد فی کتاب الزہد کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳۰) [2] اخرجہ الطبرانی ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۸۰)

إِنَّا لِلّٰهِ پڑھی اور وہاں سے باہر آ گئے اور فرمایا اگر مجھے اپنے بچے یاد نہ آجاتے جن پر مجھے اس حجاج کی طرف سے خطرہ ہے تو آج میں کھڑے کھڑے اسی جگہ اسے ایسی کھری کھری سناتا کہ وہ مجھے بالکل جواب نہ دے سکتا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اس نے ایسی بات کہہ دی جو مجھے بالکل غلط نظر آئی میں نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا کہ کسی مومن کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کرنا مناسب نہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مومن اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ حضور نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو ایسے امتحان کے لئے پیش کر دے کہ جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔[2]

تنہائی اور گوشہ نشینی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تنہا رہنے سے بُرے ساتھیوں سے راحت ملتی ہے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے اوقات میں خلوت اور تنہائی میں بیٹھنے کا حصہ بھی رکھا کرو۔[4]

حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے تھے جسے اللہ کے کسی معاملہ میں سزا ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان چہروں کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے جو صرف شر کے موقع پر نظر آتے ہیں۔[5]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۴) وعلی بن زید ضعیف وقد وثق۔ اھ [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۷۴) رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار واسناد الطبرانی فی الکبیر جید ورجالہ رجال الصحیح غیر زکریا یحیٰی بن ایوب الفریز ذکرہ الخطیب روی عنہ جماعۃ ولم یتکلم فیہ احد۔ اھ

[3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی الزہد وابن ابی الدنیا فی العزلۃ [4] عند احمد فی الزہد وابن حبان الروضۃ والعسکری فی المواعظ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) واخرجہ ابن المبارک فی کتاب الرقائق عن عمر نحوہ کما فی فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۶۲) [5] اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۹)

حضرت عدسہ طائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سرف مقام پر تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے میرے گھر والوں نے مجھے کچھ چیزیں دے کر ان کی خدمت میں بھیجا ہمارے جو غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے ایک پرندہ پکڑ کر لائے میں وہ پرندہ لے کر ان کی خدمت میں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تم یہ پرندہ کہاں سے لائے ہو؟ میں نے کہا ہمارے چند غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے یہ پرندہ لائے ہیں حضرت عبداللہ نے فرمایا میری دلی آرزو یہ ہے کہ یہ پرندہ جہاں سے شکار کر کے لایا گیا ہے میں وہاں (تنہا) رہا کروں نہ میں کسی سے کسی معاملہ میں کوئی بات کروں اور نہ کوئی مجھ سے بات کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں [۱] حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں حضرت عبداللہ نے فرمایا تم اپنے گھر میں رہا کرو (باہر نہ جایا کرو) اور اپنی زبان کو (لایعنی اور بیکار باتوں سے) روک کر رکھا کرو اور اپنی خطائیں یاد کر کے رویا کرو [۲] حضرت اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت ابو عبیدہ کو تین وصیتیں کیں فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم اپنے گھر میں ہی رہا کرو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو [۳]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے جو میرے کاروبار کو سنبھال لے اور میں دروازہ بند کر کے گھر میں رہا کروں نہ کوئی میرے پاس آئے نہ میں کسی کے پاس جاؤں یہاں تک کہ میں (اسی حال میں) اللہ سے جا ملوں [۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر وسواس (شیطان) کا ڈر نہ ہوتا تو میں ایسے علاقہ میں چلا جاتا جہاں کوئی جان پہچان والا دل لگانے والا نہ ہوتا (اور تنہائی اختیار کر لیتا) کیونکہ انسان کو (برے) انسان ہی بگاڑتے ہیں [۵]

---

[۱] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۴) رجالہ رجال الصحیح غیر عدسہ الطائی و ہو ثقۃ واخرجہ ابن عساکر بمعناہ مختصرا عن ابن مسعودؓ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) [۲] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۵) [۳] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۹) رواہ الطبرانی باسنادین ورجال احدہما رجال الصحیح انتہی [۴] اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۸) عنہ نحوہ [۵] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی العزلۃ عن مالک عن رجل کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹)۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت ابو الجُہم بن حارث بن صِمّہ رضی اللہ عنہ انصار کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتے تھے جب اِن سے اکیلے رہنے کے بارے میں کوئی تذکرہ کرتا کہ آپ الگ تھلگ کیوں رہتے ہیں تو فرماتے کہ لوگوں کا شر اکیلے رہنے سے زیادہ ہے [1]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کیلئے بہترین عبادت گاہ اس کا گھر ہے جس میں رہ کر وہ اپنے نفس نگاہ اور شرمگاہ کو (بُرے کاموں سے) رَوکے رکھتا ہے اور بازار میں بیٹھنے سے بچو کیونکہ اس سے انسان غفلت میں پڑ جاتا ہے اور لغو کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے دروازے پر کھڑے ہوئے ہاتھ سے ایسے اشارے کر رہے تھے گویا کہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہوں میں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں حضرت معاذ نے فرمایا معلوم نہیں کیا بات ہے اللہ کا دشمن یعنی شیطان مجھے (ان کاموں) سے ہٹانا چاہتا ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں شیطان یوں کہتا ہے کہ آپ زندگی بھر یوں ہی گھر میں بیٹھ کر مشقت اُٹھاتے رہو گے آپ باہر جا کر لوگوں کی مجلس میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو مدد کرنے کیلئے امام کے پاس جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ اللہ کا دشمن یہ چاہتا ہے کہ گھر سے باہر نکلوں اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کروں [3]

---

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی العزلۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر نحوہ باختصار والبزار ورجال احمد رجال الصحیح غیر ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن علی ضعفہ۔ اھ [4] اخرجہ ابن المبارک کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)

قناعت

جو مل جائے اسی پر راضی رہنا

حضرت عبداللہ بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اَحنف رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنے ہوئے دیکھا حضرت عمرؓ نے پوچھا اے احنفؓ! تم نے یہ قمیص کتنے میں خریدی؟ حضرت اَحنفؓ نے کہا بارہ درہم میں حضرت عمرؓ نے کہا تمہارا بھلا ہو۔ تم چھ درہم کی قمیص خریدتے اور باقی چھ درہم کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیتے۔ جیسے کہ تم جانتے ہو۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ دنیا میں جتنی روزی مل رہی ہے تم اس پر راضی رہو اور اسی پر قناعت کر لیا کرو کیونکہ رحمان نے اپنے بندوں کو کم زیادہ روزی دی ہے اور یوں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں جسے روزی زیادہ دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے شکر ادا کرتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا اصل شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اسے وہاں خرچ کرے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔[2]

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ گھٹیا اور خشک کھجوریں کھائیں اور پھر پانی پیا۔ پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر فرمایا جسے اس کا پیٹ جہنم میں داخل کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے پھر یہ شعر پڑھا۔

فَإِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ ۔۔۔ وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ أَجْمَعَا

تم اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش جتنی بھی پوری کرو گے اتنی ان دونوں کو انتہائی درجے کی مذمت حاصل ہو گی۔[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

---

[1] اخرجہ ابن المبارک کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱) [2] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱) [3] اخرجہ العسکری کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)

اے ابن آدم! تو آج کے دن کی فکر کر اور کل آئندہ کی فکر نہ کر جلدی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کل تجھے موت نہیں آنی ہے تو کل کی روزی تیرے پاس خود ہی آجائے گی اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ تو اپنی ضرورت سے زیادہ جتنا مال کما رہا ہے وہ تو دوسروں کیلئے جمع کر رہا ہے [۱]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! جب تم غنا حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ تمہیں قناعت سے ملے گی کیونکہ جس میں قناعت نہیں ہوتی اسے کتنا بھی مال مل جائے اسے غنا حاصل نہیں ہو سکتی [۲]

نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا طریقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرے صحابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے پھر انہیں چھوڑ کر آپ اونٹ چرانے لگ گئے۔ حضور اور آپ کے شریک اونٹ کرایہ پر دیا کرتے تھے انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کو بھی اونٹ کرایہ پر دیا جب وہ لوگ سفر پورا کر چکے تو ان اونٹوں کا کچھ کرایہ حضرت خدیجہؓ کی بہن کے ذمہ رہ گیا حضور کا شریک جب حضرت خدیجہؓ کی بہن کے پاس کرایہ کا تقاضا کرنے جانے لگتا تو حضورؐ سے کہتا آپ بھی میرے ساتھ چلیں حضورؐ فرماتے تم چلے جاؤ مجھے تو شرم آتی ہے۔ ایک دفعہ حضورؐ کا شریک تقاضا کرنے گیا تو حضرت خدیجہؓ کی بہن نے پوچھا (تم اکیلے تقاضا کرنے آئے ہو) محمدؐ کہاں ہیں؟ حضورؐ کے شریک نے کہا میں نے تو ان سے کہا تھا آؤ چلیں لیکن انہوں نے کہا مجھے شرم آتی ہے حضرت خدیجہؓ کی بہن نے کہا میں نے حضورؐ سے زیادہ حیا والا اور زیادہ پاک دامن اور ایسا اور ایسا آدمی نہیں دیکھا یہ سن کر ان کی بہن حضرت خدیجہؓ کے دل میں حضورؐ کی محبت سرایت کر گئی تو حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کو پیغام بھیج کر بلایا اور کہا کہ آپ میرے والد کے پاس جائیں اور انہیں میرے نکاح کا پیغام دیں حضورؐ نے فرمایا آپ کے والد مالدار آدمی

---

[۱] عند الدینوری کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱) [۲] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)۔

ہیں وہ ایسا نہیں کریں گے حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ اِن سے جاکر ملیں اور اِن سے بات کریں آگے بات میں سنبھال لوں گی جب وہ نشہ میں ہوں اس وقت اِن کے پاس جانا۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا انہوں نے حضورؐ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی کردی صبح کو جب وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تو کسی نے اِن سے کہا آپ آپ نے اچھا کیا (اپنی بیٹی خدیجہ سے) محمدؐ کی شادی کردی انہوں نے کہا کیا واقعی میں نے شادی کر دی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ وہ فوراً وہاں سے کھڑے ہوکر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور یوں کہا کہ لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ میں نے (تمہاری) شادی محمدؐ سے کردی ہے حضرت خدیجہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے اب آپ اپنی رائے کو غلط نہ سمجھیں اس لئے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے اور ایسے بہت عمدہ صفات والے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ زور لگاتی رہیں آخر ان کے والد راضی ہو گئے پھر حضرت خدیجہؓ نے دو اُوقیہ چاندی یا سونا حضورؐ کے پاس بھیجا اور عرض کیا کہ ایک جوڑا خرید کر مجھے ہدیہ کر دیں اور ایک مینڈھا اور فلاں فلاں چیزیں خرید لیں چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا [1]
ایک روایت میں یہ ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا جوڑا خرید کر میرے والد کو ہدیہ کر دیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (سے شادی) کا تذکرہ کیا اور حضرت خدیجہؓ کے والد حضورؐ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی پر راضی نہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے کھانے اور پینے کا انتظام کیا اور اپنے والد اور قریش کے چند آدمیوں کو بلایا چنانچہ ان لوگوں نے (آکر) کھانا کھایا اور شراب پی یہاں تک سب نشہ میں چُور ہو گئے تو حضرت خدیجہؓ نے کہا حضرت محمد بن عبداللہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں آپ ان سے میری شادی کر دیں انہوں نے حضورؐ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی کردی اس پر حضرت خدیجہؓ نے اپنے والد کو خلوق خوشبو لگائی اور انہیں جوڑا پہنایا اس زمانے میں شادی کے موقع پر والد کے ساتھ ایسا کرنے کا دستور تھا جب ان کا نشہ اترا تو انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے خلوق خوشبو لگا رکھی ہے اور جوڑا پہن رکھا ہے تو انہوں نے کہا مجھے کیا ہوا؟ یہ کیا ہے؟ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ نے حضرت محمدؐ بن عبداللہ سے میری شادی کردی ہے؟ انہوں نے کہا کیا میں نے ابو طالب کے یتیم سے شادی کردی ہے؟ نہیں، نہیں میری زندگی کی قسم نہیں حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کو شرم کرنی چاہئے آپ اپنے آپ کو قریش کی نگاہ میں بے وقوف ثابت کرنا چاہتے ہیں لوگوں

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۹ ص ۲۲۲) رواہ الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی خالد الوالبی وھو ثقۃ ورجال البزار ایضاً الا ان شیخہ احمد بن یحیی الصوفی ثقۃ ولکنہ لیس من رجال الصحیح وقال فیہ قالت وانہ غیر مکرہ بدل سکرہ۔ انتہی

کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نشہ میں تھے؟ چنانچہ وہ اپنے والد کو سمجھاتی رہیں یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئے۔[1]

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ بنت خُوَیلِد رضی اللہ عنہا بڑی سمجھدار، دُور اندیش، طاقتور اور شریف خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ اکرام اور خیر کا ارادہ فرما لیا وہ اس وقت قریش میں سب سے افضل خاندان والی اور سب سے زیادہ شرافت والی اور سب سے زیادہ مالدار تھیں ان کی قوم کا ہر آدمی ان سے شادی کرنے کی تمنا رکھتا تھا اور ان سے شادی کے لیے بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار تھا۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا تجارتی قافلہ ملک شام سے لیکر واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے مجھے حضورؐ کی خدمت میں اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ میں نے جاکر کہا اے محمدؐ! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضور نے فرمایا کہ شادی کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے میں نے کہا اگر شادی کے خرچ کا انتظام ہو جائے اور آپ کو خوبصورت، مالدار شریف اور جوڑ کی عورت سے شادی کی دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول نہیں کر لیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا وہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا حضرت خدیجہؓ۔ حضورؐ نے فرمایا میری ان سے شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اس کی میں ذمہ دار ہوں حضور نے فرمایا تو پھر میں تیار ہوں میں نے جاکر حضرت خدیجہؓ کو بتایا تو انہوں نے حضورؐ کو پیغام بھیجا کہ فلاں وقت تشریف لے آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کر دیں تو وہ آگئے اور حضورؐ بھی اپنے چچوں کے ساتھ تشریف لے آئے اور ایک چچا نے حضورؐ کی شادی کرا دی۔ عمرو بن اسد نے کہا یہ ایسے جوڑ کے خاوند ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اس شادی کے وقت حضورؐ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس تھی وہ اصحاب فیل کے واقعہ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔



---

[1] عند احمد والطبرانی ورجالہما رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ٥

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو مکہ ہی میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم بن اوقص رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کرتے ؟ حضورؐ نے فرمایا کس سے ؟ انہوں نے کہا اگر آپ چاہیں تو کنواری سے اور اگر آپ فرمائیں تو بیوہ سے حضورؐ نے فرمایا کنواری کون ہے ؟ انہوں نے کہا اللہ کی مخلوق میں آپ کو جو سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کی بیٹی حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضورؐ نے فرمایا بیوہ کون ہے ؟ انہوں نے کہا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپکے دین کا اتباع کر چکی ہیں حضورؐ نے فرمایا اچھا جا کر دونوں سے میرا ذکر کر دو حضرت خولہؓ حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئیں وہاں میری والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا انہیں ملیں حضرت خولہؓ نے کہا اے ام رومان اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے شادی کا پیغام دینے کے لیے بھیجا ہے حضرت ام رومانؓ نے کہا میں تو چاہتی ہوں لیکن تم حضرت ابو بکرؓ کا انتظار کر لو وہ آنے ہی والے ہیں چنانچہ جب حضرت ابو بکر آ گئے تو حضرت خولہؓ نے کہا اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے شادی کا پیغام دینے کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا عائشہؓ سے حضورؐ کی شادی ہو سکتی ہے ؟ یہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ حضرت خولہؓ نے واپس جا کر حضورؐ کو حضرت ابو بکرؓ کی یہ بات بتائی حضورؐ نے فرمایا واپس جا کر ابو بکر سے کہو کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں (یہ خون کا رشتہ نہیں ہے اس لئے) تمہاری بیٹی کی مجھ سے شادی ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہؓ نے جا کر حضرت ابو بکرؓ کو بتایا حضرت ابو بکرؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لاؤ حضورؐ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے میری شادی کر دی ۔[۲]

---

[۱] عند احمد والطبرانی فیما یحسب حماد [۲] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲۵) رجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن عمرو بن علقمۃ وہو حسن الحدیث۔

حضرت ابو سلمہ اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا واپس جاکر ابو بکرؓ کو بتادو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلامی بھائی ہو اور تمہاری بیٹی کی شادی مجھ سے ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہؓ کہتی ہیں میں نے واپس جاکر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضورؐ کا جواب بتادیا انہوں نے کہا ذرا انتظار کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا مطعم بن عدی نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنے بیٹے جبیر کا عائشہؓ کے لئے پیغام دیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے وعدہ کر لیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے ہیں (اس لئے وہ مطعم سے بات کرنے گئے ہیں) چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ مطعم کے پاس پہنچے تو اس کے پاس اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی جو اس کے بیٹے (جبیر) کی ماں تھی۔ مطعم کی بیوی نے حضرت ابو بکرؓ کو ایسی بات کہی جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا کرنا حضرت ابو بکرؓ کے ذمہ نہ رہا جو انہوں نے مطعم سے کیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے کہا آپ اس لڑکی (عائشہ) کے معاملے میں کیا کہتے ہیں؟ مطعم نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے فلانی! تم کیا کہتی ہو؟ اس نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر ہم اس نوجوان کی شادی (تمہاری بیٹی سے) کر دیں تو شاید تم زور لگا کر میرے بیٹے کو اپنے دین میں داخل کر لوگے حضرت ابو بکر نے مطعم سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ جو کچھ کہہ رہی ہے آپ اسے سن ہی رہے ہیں (یعنی میری بات بھی یہی ہے گویا دونوں نے انکار کر دیا) اس طرح دونوں کے انکار سے وہ وعدہ ختم ہو گیا جو حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے کر رکھا تھا۔ وہاں سے واپس آکر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خولہؓ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالاؤ۔ چنانچہ وہ حضورؐ کو بلا لائیں اور حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے حضرت عائشہؓ کی شادی کر دی۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال تھی پھر حضرت خولہؓ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئیں اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی خیر و برکت تمہیں دینے کا ارادہ فرمالیا ہے حضرت سودہؓ نے کہا وہ کیسے؟ حضرت خولہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شادی کا پیغام دے کر بھیجا ہے حضرت سودہؓ نے کہا میں تو چاہتی ہوں میرے والد (زمعہ) کے پاس جاؤ اور ان سے تذکرہ کرو۔ وہ بہت بوڑھے، عمر رسیدہ تھے حج میں بھی نہ جا سکے تھے حضرت خولہؓ نے جاکر ان کو جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا زمعہ نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ حضرت خولہؓ نے کہا خولہ بنت حکیم زمعہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں آئی ہو؟ حضرت خولہؓ نے کہا مجھے حضرت محمد بن عبداللہ نے بھیجا ہے

وہ سودہؓ سے شادی کرنا چاہتے ہیں زمعہ نے کہا وہ تو بہت عمدہ اور جوڑ کے خاوند ہیں لیکن تمہاری سہیلی (یعنی سودہ) کیا کہہ رہی ہے حضرت خولہؓ نے کہا وہ بھی چاہتی ہیں زمعہ نے کہا اچھا حضرت محمدؐ کو میرے پاس بُلا لاؤ چنانچہ حضورؐ زمعہ کے پاس گئے اور زمعہ نے حضورؐ سے حضرت سودہؓ کی شادی کردی حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہؓ حج سے فارغ ہوکر جب مکہ آئے تو وہ اس شادی کی خبر سن کر اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے لیکن مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں تو بڑا بے وقوف تھا میں نے اس وجہ سے اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی کہ حضورؐ نے (میری بہن) سودہ بنت زمعہؓ سے شادی کرلی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم لوگ مدینہ آگئے اور سُنح محلہ میں قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں ٹھہر گئے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ کھجور کے دو تنوں کے درمیان ایک جھولا ڈال رکھا تھا میں اس پر جھولا جھول رہی تھی میری والدہ نے مجھے جھولے سے اُتارا میرے سر کے بال چھوٹے تھے انہیں ٹھیک کیا اور پانی سے میرا منہ دھویا پھر مجھے لے کر چلیں اور دروازے پر مجھے کھڑا کردیا میرا سانس چڑھا ہوا تھا میں وہاں کھڑی رہی یہاں تک کہ میرا سانس ٹھیک ہوگیا پھر مجھے کمرے میں لے گئیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ ہمارے گھر میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس انصار کے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ میری والدہ نے مجھے اس کمرے میں بٹھا دیا۔

پھر میری والدہ نے کہا یہ آپ کی اہلیہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس میں اور اس کے لئے آپ میں برکت نصیب فرمائے یہ سنتے ہی تمام مرد اور عورتیں ایک دم کھڑے ہوکر چلے گئے۔ یوں میری رخصتی ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہمارے ہی گھر میں خلوت فرمائی اور میری شادی پر نہ کوئی اونٹ ذبح ہوا نہ کوئی بکری۔ البتہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں وہ پیالہ بھیج دیا جو وہ حضور کی خدمت میں اس بیوی کے گھر بھیجا کرتے تھے جس کی باری ہوتی تھی۔ اس وقت میری عمر سات سال تھی (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر نو سال تھی)[1]

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲۷) رواہ احمد بعضہ صرح فیہ بالاتصال عن عائشۃ واکثرہ مرسل وفیہ محمد بن عمرو بن علقمۃ وثقہ غیر واحد وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح وفی الصحیح طرف منہ۔ انتہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی پہلے حضرت خُنَیس بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی وہ جنگِ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہوگیا ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہ کی شادی کردوں حضرت عثمانؓ نے کہا میں ذرا اس بارے میں سوچ لوں چند دن کے بعد حضرت عثمانؓ نے کہا میری تو یہی رائے بنی ہے کہ میں شادی نہ کروں پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہؓ کی شادی کردوں حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے انکار سے زیادہ غصہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کی خاموشی پر آیا پھر چند دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے شادی کا پیغام دیا اور میں نے حفصہ کی شادی حضور سے کردی پھر حضرت ابو بکر مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے جس وقت حفصہ سے شادی کی مجھے پیشکش کی تھی اور میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا ہاں حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے تمہیں صرف اس وجہ سے جواب نہیں دیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضورؐ نے حفصہ سے شادی کا ذکر کیا ہے اور میں حضورؐ کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا اگر حضورؐ اس سے شادی نہ کرتے تو میں کرلیتا۔[1] ابن حبان کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (کہ میں ان سے حفصہ کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ انکار کر رہے ہیں) حضورؐ نے فرمایا حفصہؓ کی عثمانؓ سے بہتر آدمی سے شادی ہو جائے گی اور عثمانؓ کی حفصہؓ سے بہتر عورت سے شادی ہو جائے گی چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی شادی اپنی بیٹی سے کردی (اور حضرت حفصہؓ سے خود شادی کرلی)[2]

---

[1] اخرجہ البخاری والنسائی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱۴) [2] اخرجہ ایضاً احمد والبیہقی وابو یعلی وابن حبان کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمّ سلمہ بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا میں نے انہیں انکار کر دیا پھر حضور نے شادی کا پیغام دے کر ایک آدمی بھیجا میں نے اس سے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دو کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے اور میرے بچے بھی ہیں اور میرا کوئی سرپرست یہاں موجود نہیں ہے (اس آدمی نے جا کر یہ باتیں حضورؐ کو بتائیں) حضورؐ نے فرمایا جا کر اُمّ سلمہ سے کہہ دو کہ تم نے جو کہا ہے کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا یہ غیرت (کی زیادتی) جاتی رہے گی اور تم نے جو کہا ہے کہ میرے بچے بھی ہیں تو تمہارے بچوں کا بھی انتظام ہو جائے گا اور تم نے جو کہا ہے کہ میرا کوئی سرپرست یہاں نہیں ہے تو تمہارا کوئی موجود یا غیر حاضر سرپرست (مجھ سے شادی کرنے پر) ناراض نہیں ہوگا (اس آدمی نے جا کر حضرت اُمّ سلمہ کو یہ تمام باتیں بتائیں) اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اٹھو اور میری شادی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دو چنانچہ اس نے میری حضورؐ سے شادی کر دی۔[1]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مدینہ آئی تو میں نے مدینہ والوں کو بتایا کہ میں ابو اُمیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہوں لیکن ان لوگوں نے میری اس بات کو نہ مانا پھر ان میں سے کچھ لوگ حج کو جانے لگے تو انہوں نے کہا کیا تم اپنے خاندان والوں کو کچھ لکھو گی چنانچہ میں نے انہیں خط لکھ کر دیا جب وہ لوگ حج کر کے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں اس سے مدینہ والوں کی نگاہ میں میری عزت اور بڑھ گئی۔ جب میری بیٹی زینب پیدا ہوئی (اور میری عدت پوری ہوگئی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے شادی کا پیغام دیا تو میں

---

[1] اخرجہ النسائی بسند صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۵۹) وجمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱۴)

نے کہا کیا مجھ جیسی عورت کا بھی نکاح ہو سکتا ہے میری عمر اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ اب میرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا اور مجھ میں غیرت بہت ہے اور میرے بچے بھی ہیں حضور نے فرمایا میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور تمہاری غیرت کو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور تمہارے بچے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حوالے۔ پھر (میں راضی ہوگئی اور) حضورؐ نے مجھ سے شادی کر لی پھر حضور میرے پاس تشریف لائے اور ازراہِ شفقت فرماتے کہ زناب کہاں ہے ؟ (زینب کو لاڈ پیار کی وجہ سے زُناب فرماتے) ایک دن حضرت عمار رضی اللہ عنہ آکر زینب کو زور سے لے گئے اور یوں کہا اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ضرورت پوری کرنے میں دقت پیش آتی ہے میں اسے دودھ پلاتی تھی۔ پھر حضورؐ تشریف لائے اور فرمایا زُناب کہاں ہے ؟ اس وقت (میری بہن) حضرت قَرِیبہ بنت ابی اُمیّہؓ بھی وہاں تھیں انہوں نے کہا کہ (عمار) ابن یاسرؓ اسے لے گئے اِس پر حضورؐ نے فرمایا آج رات میں تمہارے پاس آؤں گا میں نے کھال کا ایک ٹکڑا نکالا (جسے چکی کے نیچے رکھا جاتا تھا تاکہ آٹا اس پر گرے) اور گھڑے میں سے جَو کے دانے نکالے اور کچھ چربی نکالی اور پھر چربی میں ملا کر حضورؐ کے لئے مالیدہ تیار کیا چنانچہ وہ رات حضور نے میرے ہاں گزاری اور صبح کو فرمایا تم اپنے خاندان میں عزت والی ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے باری کی سات راتیں مقرّر کر دوں لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تمہارے لئے سات راتیں مقرّر کروں گا تو باقی بیویوں کے لئے بھی سات راتیں مقرّر کرنی ہوں گی۔[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمِ حبیبہ بنتِ ابی سُفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت اسماعیل بن عَمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اُمِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں حبشہ میں تھی مجھے بس یہی اس وقت چلا جب (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی رضی اللہ عنہ

---

[۱] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۷) واخرجہ النسائی بسناد صحیح عن ام سلمۃ بنحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۵۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۹۳) عن ام سلمۃ نحوہ

کی ابرہہ رضی اللہ عنہا نامی باندی ان کی طرف سے قاصد بن کر آئی اور یہ بادشاہ کے کپڑوں اور تیل کی خدمت پر مقرر تھی۔ اس نے مجھ سے اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دی اس نے کہا بادشاہ نجاشیؓ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی شادی حضورؐ سے کردوں میں نے کہا اللہ تمہیں بھی خیر کی بشارت دے (یعنی میں راضی ہوں) پھر اس نے کہا بادشاہ آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کسی کو وکیل مقرر کردیں جو آپ کی شادی کردے۔ اس پر میں نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو (جو کہ میرے چچا تھے) بلا کر اپنا وکیل بنا دیا اور میں نے حضرت ابرہہؓ کو چاندی کے دو کنگن اور چاندی کے دو پازیب جو کہ میں نے پہنے ہوئے تھے اور چاندی کی وہ ساری انگوٹھیاں جو میرے پاؤں کی ہر انگلی میں تھیں سب اتار کر اسی بشارت کی خوشخبری میں دے دیں شام کو حضرت نجاشیؓ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جتنے مسلمان وہاں تھے ان سب کو بلایا اور یہ خطبہ پڑھا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا ہے زبردست ہے خرابی درست کرنے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے دی تھی اما بعد! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں اُن کا نکاح اُم حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے کردوں چنانچہ میں حضورؐ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور حضورؐ کی طرف سے ان کو چار سو دینار مہر میں دے رہا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت نجاشیؓ نے چار سو دینار ان لوگوں کے سامنے رکھ دیئے اس کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے بات شروع کی اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین حق کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار گزرے اما بعد! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم فرمایا ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور میں نے حضورؐ سے اُم حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کی شادی کردی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو (اس شادی میں) برکت نصیب فرمائے پھر حضرت نجاشیؓ نے وہ دینار حضرت خالد بن سعیدؓ کو دیئے جو حضرت خالدؓ نے لے لئے پھر مسلمان وہاں سے اٹھنے لگے تو حضرت نجاشیؓ نے کہا آپ لوگ بیٹھے رہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ جب وہ شادی کرتے ہیں تو ان کی شادی پر کھانا کھایا جاتا ہے پھر

پھر حضرت نجاشیؓ نے کھانا منگوایا اور ان سب نے کھایا اور پھر سب چلے گئے [۱]

حضرت اسماعیل بن عمرو بن عاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے (حبشہ میں) خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند عبید اللہ بن جحش کی شکل و صورت بہت بگڑی ہوئی ہے میں گھبرا گئی میں نے کہا اس کی حالت بدل گئی ہے چنانچہ وہ صبح کو کہنے لگا اے اُمِّ حبیبہ میں نے دین کے بارے میں بہت سوچا ہے مجھے تو کوئی دین نصرانیت سے بہتر نظر نہیں آرہا ہے میں تو پہلے نصرانی تھا پھر میں محمدؐ کے دین میں داخل ہوا تھا اب میں پھر نصرانیت میں واپس آگیا ہوں میں نے کہا اللہ کی قسم تمہارے لئے اسی طرح کرنے میں بالکل خیر نہیں ہے اور جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ میں نے اسے بتایا لیکن اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر وہ شراب پینے میں ایسا لگا کہ اسی میں مر گیا پھر میں نے خواب دیکھا کہ کوئی آنے والے نے مجھ سے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہ سن کر میں گھبرا گئی۔ اور میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے شادی کریں گے ابھی میری عدت ختم ہوئی ہی تھی کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا قاصد میرے پاس آیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے فرمایا کہ جب وہ مال (یعنی چار سو دینار) میرے پاس آیا تو میں نے حضرت ابرہہؓ کو جنہوں نے مجھے بشارت دی تھی پیغام دے کر بلایا اور میں نے اس سے کہا اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تو تھوڑا تھا اس لئے کہ میرے پاس مال نہیں تھا اب میرے پاس مال آگیا ہے یہ پچاس مثقال (پونے اُنیس تولے) سونا لے لو اور اسے اپنے کام میں لے آؤ اس نے ایک ڈبہ نکالا جس میں میری دی ہوئی تمام چیزیں تھیں اور اس نے وہ مجھے واپس کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دے کر کہا ہے۔ کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں اور میں ہی بادشاہ کے کپڑوں اور خوشبو کو سنبھالتی ہوں اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور مسلمان ہو گئی ہوں اور بادشاہ نے اپنی تمام بیویوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جتنا عطر ہے وہ سارا آپ کے پاس بھیج دیں چنانچہ اگلے دن عود، ورس، عنبر اور زباد بہت ساری خوشبوئیں لے کر میرے پاس آئی اور یہ تمام خوشبوئیں لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئی اور آپ دیکھتے کہ یہ خوشبوئیں میرے پاس ہیں اور میں نے لگا رکھی ہیں لیکن آپؐ نے کبھی انکار نہیں فرمایا پھر حضرت ابرہہؓ نے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں اور انہیں بتا دیں کہ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے اس کے

---

[۱] اخرجہ الزبیر بن بکار کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۴۳)

بعد حضرت ابرہہؓ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہو گئی اور اسی نے میرا سامان تیار کرایا تھا وہ جب بھی میرے پاس آتی تو یہ کہتی جو کام میں نے آپ کو بتایا ہے اسے نہ بھول جانا جب ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو میں نے حضورؐ کو ساری بات بتائی کہ کیسے شادی منگنی وغیرہ ہوئی اور حضرت ابرہہؓ نے میرے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا حضورؐ سن کر مسکرائے پھر میں نے حضورؐ کو حضرت ابرہہؓ کا سلام پہنچایا حضورؐ نے جواب میں فرمایا وَعَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ اور زینبؓ سے میرے نکاح کا تذکرہ کرو حضرت زیدؓ گئے جب وہ ان کے پاس پہنچے تو وہ آٹے میں خمیر ڈال رہی تھیں حضرت زیدؓ کہتے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے اپنے دل میں ان کی ایک عظمت محسوس ہوئی کہ حضورؐ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں (اس لئے یہ بہت بڑے مرتبہ والی عورت ہیں) اور اس عظمت کی وجہ سے میں انہیں دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکا اس لئے میں ایڑیوں کے بل مڑا اور ان کی طرف پشت کر کے کہا اے زینب! تمہیں خوشخبری ہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے وہ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں حضرت زینبؓ نے کہا میں جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں اس وقت تک میں کوئی کام نہیں کیا کرتی۔ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو کر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر چلی گئیں اور ادھر حضورؐ پر قرآن نازل ہوا (جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا زَوَّجْنَاكَهَا ہم نے تمہاری شادی زینب سے کر دی چونکہ اللہ کے شادی کرنے سے حضرت زینبؓ حضورؐ کی بیوی بن گئی تھیں اس وجہ سے) حضورؐ تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ کے پاس اجازت لئے بغیر اندر چلے گئے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۲۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۹۷) عن اسماعیل بن عمرو بن سعید الاموی بمعناہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضورؐ نے اِن سے خلوت فرمائی تو حضورؐ نے ہمیں ولیمہ میں گوشت اور روٹی کھلائی اکثر لوگ کھانا کھا کر باہر چلے گئے لیکن کچھ لوگ کھانے کے بعد وہیں گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ آپ گھر سے باہر تشریف لائے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپؐ اپنی بیویوں کے مکانات میں تشریف لے گئے اور اندر جا کر ہر ایک کو سلام کرتے وہ پوچھتیں یا رسول اللہ! آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضورؐ کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ چلے اور (حضرت زینبؓ والے) گھر میں داخل ہونے لگے میں بھی آپ کے ساتھ داخل ہونے لگا تو حضورؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کا حکم نازل ہوا اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو آداب مسلمانوں کو سکھائے وہ حضورؐ نے صحابہ کو بتائے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (سورت احزاب آیت ۵۳) ترجمہ "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے"۔[1]

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا حضورؐ نے کھانے پر بلانے کیلئے مجھے بھیجا لوگ آتے کھانا کھاتے اور باہر چلے جاتے پھر دوسرے لوگ آتے کھا کر باہر چلے جاتے ہیں میں لوگوں کو بلا بلا کر بھیجتا رہا یہاں تک کہ جب مجھے بلانے کے لئے کوئی نہ ملا تو میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے کوئی ایسا نہیں مل رہا ہے جسے میں کھانے پر بلاؤں حضورؐ نے فرمایا کھانا اُٹھالو اور لوگ تو چلے گئے لیکن تین آدمی ایسے رہ گئے جو گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے گھر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

---

[1] اخرجہ احمد وکذا رواہ مسلم والنسائی

حضرت عائشہؓ نے کہا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اللہ تعالیٰ آپ کو اس شادی میں برکت نصیب فرمائے آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ حضورؐ اپنی تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے گئے اور ان سب سے یہی فرماتے جو حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا اور وہ سب جواب میں حضورؐ کو یہی کہتیں جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا پھر حضورؐ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں آپ بہت شرم و حیا والے تھے (اس لئے ان تینوں سے کچھ نہ فرمایا) اور آپ پھر حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضورؐ کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ واپس تشریف لے آئے اور جب آپ نے ایک قدم چوکھٹ کے اندر رکھ لیا اور ایک ابھی باہر ہی تھا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زوجۂ محترمہ کے ساتھ پہلی رات گذاری تو (میری والدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور گھی اور آٹے کو ملا کر حلوہ تیار کیا اور (ایک برتن میں ڈال کر مجھ سے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے پیشِ خدمت ہے اس زمانے میں لوگ بڑی مشقت اور تنگی میں تھے چنانچہ وہ لے کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ام سلیمؓ نے آپ کی خدمت میں یہ کھانا بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور عرض کیا ہے کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا پیشِ خدمت ہے حضورؐ نے کھانے کو دیکھ کر فرمایا اسے گھر کے کونے میں رکھ دو پھر فرمایا جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ اور بہت سے مسلمانوں کے نام حضورؐ نے لئے اور یہ بھی فرمایا اور جو بھی مسلمان ملے اسے بھی بلا لاؤ حضورؐ نے جن کے نام لئے میں نے ان کو بھی بلایا اور جو مسلمان ملا اسے بھی بلایا میں واپس آیا تو گھر چبوترہ اور صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا (راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے ابو عثمان! (یہ حضرت انسؓ کی کنیت ہے) لوگ کتنے تھے؟ حضرت انس نے کہا تقریباً تین سو پھر حضورؐ نے فرمایا وہ کھانا لے آؤ چنانچہ میں وہ لے آیا اور حضورؐ نے اس پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی اور کچھ پڑھا پھر فرمایا دس دس کا حلقہ بنا لو اور بسم اللہ پڑھ کر ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے چنانچہ صحابہ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے کھا لیا پھر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اس کھانے کو اٹھا لو میں نے آکر اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا اب اٹھاتے وقت زیادہ ہے اور لوگ تو چلے گئے لیکن کچھ لوگ حضورؐ کے گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور حضورؐ کی زوجۂ محترمہ جن سے ابھی

شادی ہوئی تھی وہ دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں یہ لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی لیکن حضورؐ سب سے زیادہ شرم وحیا والے تھے ان بیٹھنے والوں کو اگر اس کا اندازہ ہو جاتا تو یہ بیٹھنا ان پر بھی گراں ہوتا لیکن انہیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکا) حضورؐ وہاں سے اٹھ کر گئے اور اپنی تمام بیویوں کو سلام کیا جب ان بیٹھنے والوں نے دیکھا کہ حضورؐ واپس آگئے ہیں تو اس وقت انہیں اندازہ ہوا کہ ان کی باتوں سے حضورؐ کو تکلیف ہوئی ہے تو اس پردہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے اور چلے گئے پھر حضورؐ تشریف لائے اور پردہ ڈال دیا آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور میں صحن میں رہ گیا۔ آپ کو گھر میں تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرما دیا آپ یہ آیتیں پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ سے لے کر اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا تک حضورؐ نے تمام لوگوں سے پہلے یہ آیتیں پڑھ کر مجھے سنائیں اور مجھے سب سے پہلے ان آیات کے سننے کی سعادت نصیب ہوئی [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ بنت حُیَی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر میں قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ رضی اللہ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے دے دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر لے لو چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا کو لے لیا تو ایک آدمی نے آکر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے قُرَیظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حُیَیؓ حضرت دحیہؓ کو دے دی وہ تو آپ ہی کے مناسب ہے حضورؐ نے فرمایا اس (صفیہ) کو یہاں لاؤ۔ جب حضورؐ نے

---

[1] عند ابن ابی حاتم وقد رواہ مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح والبخاری وابن جریر کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۴۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۰۴) من طرق عن انس

انہیں دیکھا تو فرمایا اے دحیہ! تم اس کی جگہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو پھر حضورؐ نے انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ خیبر گئے۔ جب خیبر کا قلعہ اللہ تعالیٰ نے فتح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا تو آپؐ کے سامنے کسی نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا۔ ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور ان کی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں تو حضورؐ نے انہیں اپنے لئے خاص کر لیا حضور انہیں وہاں سے لے کر چلے جب آپ صہبا مقام کے سد نامی پہاڑ کے قریب پہنچے تو حضرت صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت فرمائی پھر حضورؐ نے چمڑے کے چھوٹے دسترخوان پر کھجور گھی اور آٹے کا حلوہ تیار کیا پھر مجھ سے فرمایا اپنے آس پاس کے لوگوں کو خبر کر دو (کہ ولیمہ تیار ہے) حضرت صفیہؓ کی رخصتی پر حضورؐ کی طرف سے یہی ولیمہ تھا پھر ہم وہاں سے مدینہ چلے تو میں نے دیکھا کہ حضور اونٹ کی کوہان پر چادر سے حضرت صفیہؓ کے لئے پردے کا انتظام فرماتے پھر اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر دیتے جس پر اپنا پاؤں رکھ کر حضرت صفیہؓ اونٹ پر سوار ہوتیں۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین راتیں گزاریں اور میں نے آپ کے ولیمہ کے لئے لوگوں کو بلایا اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت۔ بلکہ آپ کا ولیمہ یوں ہوا کہ حضورؐ کے ارشاد پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے دسترخوان بچھائے اور ان پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ حضرت صفیہؓ ام المومنین ہیں یا باندی؟ تو لوگوں نے کہا اگر حضورؐ نے انہیں پردہ کرایا پھر تو یہ ام المومنین ہیں اور اگر پردہ نہ کرایا تو پھر یہ حضورؐ کی باندی ہیں جب آپ وہاں سے چلنے لگے تو آپ نے حضرت صفیہ کے لئے اپنے پیچھے کچھ بچھا کر نرم جگہ بنائی اور پردہ لٹکایا۔[3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں داخل ہوئیں تو لوگ وہاں جمع ہو گئے اور میں بھی وہاں پہنچ گیا تاکہ مجھے بھی ولیمہ میں سے کچھ مل جائے حضورؐ نے باہر آ کر فرمایا تم اپنی ماں کے پاس سے

---

[1] اخرجہ ابوداؤد: واخرجہ البخاری ومسلم [2] عند البخاری [3] عند البخاری ایضا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۹۶)

اُٹھ کر چلے جاؤ (یعنی میں نے حضرت صفیہ سے شادی کی ہے اس لئے وہ اب تمہاری ماں بن گئی ہیں) جب عشاء کا وقت ہوا تو ہم دوبارہ حاضر ہوئے پھر حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ کی چادر کے ایک کونے میں ڈیڑھ مد عجوہ عمدہ کھجوریں تھیں اور فرمایا اپنی ماں کا ولیمہ کھاؤ۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے آنکھوں میں نیلا نشان تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری آنکھوں میں نیلا نشان کیسا ہے؟ حضرت صفیہ نے کہا میں نے اپنے خاوند سے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آگیا ہے تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا کیا تم یثرب (مدینہ) کے بادشاہ کو چاہتی ہو؟ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں حضورؐ سے زیادہ مجھے کسی سے بغض نہیں تھا کیونکہ آپ نے میرے والد اور خاوند کو قتل کیا تھا (شادی کے بعد) حضورؐ میرے والد اور خاوند کے قتل کرنے کی وجوہات بیان فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا اے صفیہ! تمہارے والد نے میرے خلاف عرب کے لوگوں کو جمع کیا اور یہ کیا غرضیکہ حضورؐ نے وجوہات اتنی بیان کیں کہ آخر میرے دل میں سے حضورؐ کا بغض بالکل نکل گیا۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے پاس (خیمہ میں) اندر تشریف لے گئے تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کے دروازے پر ساری رات گذاری جب صبح کو انہوں نے حضور کو دیکھا تو اللہ اکبر کہا اس وقت حضرت ابوایوبؓ کے پاس تلوار بھی تھی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس لڑکی کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور آپ نے اس کے باپ بھائی اور خاوند کو قتل کیا ہے مجھے اس کی طرف سے آپ پر اطمینان نہیں تھا (اس وجہ سے میں نے رات یہاں گذاری ہے) حضورؐ مسکرائے اور حضرت ابوایوب کے بارے میں خیر کے کلمات فرمائے۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوایوبؓ نے عرض کیا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر رات کو کسی وقت حضرت صفیہؓ (آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے کوئی حرکت کریں تو میں آپ کے قریب ہی ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر سے مدینہ

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۵۱) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۴) نحوہ
[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۵۱) رجالہ رجال الصحیح [3] اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۲۸) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابن عساکر عن عروۃ بمعناہ اطول منہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۱۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اطول منہ۔

آئیں تو ان کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ایک گھر میں ٹھہرایا گیا انصار کی عورتیں سن کر حضرت صفیہؓ کے حسن وجمال کو دیکھنے آنے لگیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نقاب ڈالے ہوئے آئیں جب حضرت عائشہؓ وہاں سے باہر نکلیں تو حضورؐ بھی ان کے پیچھے پیچھے نکل آئے اور پوچھا اے عائشہ! تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ نے کہا میں نے ایک یہودی عورت دیکھی حضور نے فرمایا ایسے نہ کہو کیونکہ یہ تو مسلمان ہو گئی ہے اور بہت اچھی طرح مسلمان ہوئی ہے[1] حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کے کان میں سونے کا بنا ہوا کھجور کا ایک پتہ تھا تو انہوں نے اس میں سے کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کے ساتھ آنے والی عورتوں کو ہدیہ کیا[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جویریہ بنت الحارث خزاعیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق کی قیدی عورتوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہا کے یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں انہوں نے اپنے سے کتابت کی یعنی یہ کہا کہ میں اتنی رقم دے دوں گی تم مجھے آزاد کر دینا اور یہ بہت میٹھی اور خوبصورت تھیں جو بھی ان کو دیکھتا یہ اس کے دل کو کھینچ لیتیں یہ اپنے ان پیسوں کی ادائیگی میں مدد لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اللہ کی قسم! جونہی میں نے ان کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو مجھے اچھا نہ لگا اور سمجھ گئی کہ میں نے ان کی جو خوبصورتی دیکھی ہے حضورؐ کو بھی نظر آئے گی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ ہوں جو کہ اپنی قوم کے سردار تھے اور اب مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے (کہ اب باندی بن گئی ہوں) میں حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے پیسوں کی ایک معین مقدار

---

[1] اخرجہ ابن سعد [2] کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۷)

دینے پر ان سے آزاد کرنے کا وعدہ لے لیا ہے اور اب میں ان پیسوں کے بارے میں آپ سے مدد لینے آئی ہوں حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس سے بہتر چیز کے لئے تیار ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے سارے پیسے ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ میں بالکل تیار ہوں پھر لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضورؐ نے جویریہ بنت حارثؓ سے شادی کر لی ہے لوگ کہنے لگے کہ (حضورؐ کے شادی کرنے کے بعد تو یہ حضرت جویریہؓ کے قبیلہ والے) حضورؐ کے سسرال والے بن گئے اس لئے اس قبیلہ کے جتنے آدمی مسلمانوں کے ہاں قید تھے مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ دیا چنانچہ حضورؐ کی اس شادی کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی ہو۔[1] واقدی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ان کے خاوند کا نام صفوان بن مالک تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (ہمارے علاقہ میں) تشریف لانے سے تین رات پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاند یثرب سے چل کر میری گود میں آ گیا ہے کسی کو بھی یہ خواب بتانا مجھے اچھا نہ لگا یہاں تک کہ حضورؐ تشریف لے آئے جب ہم قید ہو گئیں تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید ہو گئی حضورؐ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے شادی کر لی اللہ کی قسم! میں نے حضورؐ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہ کی بلکہ (جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضورؐ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور میری قوم حضور کے سسرال والے بن گئے ہیں تو اس نسبت کے احترام میں) مسلمانوں نے خود ہی (میری قوم کے) تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب میری ایک چچا زاد بہن نے آکر بتایا کہ وہ آزاد ہو گئی ہے) اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔[2]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۱) عن الواقدی باسنادہ عن عائشۃ نحوہ ولکن سمّی زوجہا صفوان بن مالک وہکذا اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۲۶) من طریق الواقدی [2] اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۵۹) واخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۲۷) من طریق الواقدی عن حزام بن ہشام عن ابیہ نحوہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے اگلے سال ذیقعدہ سنہ ہجری میں عمرہ کے لئے تشریف لے چلے ذیقعدہ وہی مہینہ ہے جس میں ایک سال پہلے مشرکوں نے مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا جب آپ یا جج مقام پر پہنچے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آگے حضرت میمونہ بنت حارث بن حزن عامریہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا حضرت جعفرؓ نے حضرت میمونہؓ کو حضورؐ کی طرف سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت میمونہؓ نے اپنا معاملہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا حضرت میمونہؓ کی بہن حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں چنانچہ حضرت عباس نے حضرت میمونہؓ کی شادی حضورؐ سے کر دی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرف مقام پر آکر ٹھہر گئے اور مکہ مکرمہ سے حضرت میمونہؓ وہاں آگئیں اور وہاں ان کی رخصتی ہوئی اور اللہ کی عجیب شان جہاں ان کی رخصتی ہوئی تھی وہاں ہی بعد میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور مکہ میں تین دن قیام فرمایا تیسرے دن حویطب بن عبد العزیٰ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور ان لوگوں نے حضورؐ سے کہا آپ کے ٹھہرنے کا وقت پورا ہو گیا ہے لہذا آپ یہاں ہمارے پاس سے چلے جائیں حضورؐ نے فرمایا اس میں تم لوگوں کا کیا حرج ہے کہ تم مجھے یہاں رہنے دو میں رخصتی کر لوں پھر میں ولیمہ کا کھانا تیار کر دوں جس میں تم بھی شریک ہو جاؤ ان لوگوں نے کہا ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ تو بس یہاں سے چلے جائیں۔ آخر حضورؐ حضرت میمونہ بنت حارثؓ کو وہاں سے لے کر چلے اور سرف مقام پر ان سے رخصتی فرمائی۔[2]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۳۰) [2] عند الحاکم ایضا قال الحاکم ووافقہ الذہبی ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے شادی کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام آیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور کے پاس حضرت فاطمہؓ کی شادی کا پیغام آیا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے آپ حضورؐ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ حضور تم سے شادی کر دیں میں نے کہا کیا میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں شادی کر سکوں؟ اس باندی نے کہا اگر آپ حضورؐ کے پاس جائیں گے تو حضور آپ سے ضرور شادی کر دیں گے اللہ کی قسم! وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضورؐ کے پاس چلا گیا جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا اور حضور کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا حضورؐ نے فرمایا تم کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا پھر حضورؐ نے فرمایا شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو میں نے کہا جی ہاں حضور نے فرمایا مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! کچھ نہیں ہے حضور نے فرمایا میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ زرہ قبیلہ حُطَمہ بن مُحارِب کی بنائی ہوئی تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے اس کی قیمت چار درہم نہ تھی (بلکہ چار سو اسی درہم تھی جیسے کہ آگے ابن عساکر کی روایت میں آرہا ہے) میں نے کہا وہ میرے پاس ہے حضورؐ نے فرمایا میں نے فاطمہؓ سے تمہاری شادی کر دی ہے تم وہ زرہ فاطمہؓ کو بھیج دو اور اسی کو فاطمہؓ کا مہر سمجھو۔ بس یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا مہر[1]

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دو چنانچہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

[1] اخرجہ البیہقی فی الدلائل کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۴۶) واخرجہ ایضا الدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ کما فی الکنز العمال (ج ۷ ص ۱۱۳)

ہیں گئے حضور نے فرمایا ابُو طالب کے بیٹے (علی) کو کیا کام ہے؟ حضرت علی نے کہا یں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹی فاطمہؓ سے شادی کا پیغام دینا چاہتا ہوں حضور نے فرمایا مَرحَباً وَ اَہلاً۔ مزید اور کچھ نہ فرمایا حضرت علیؓ باہر آئے تو انصار کے وہی لوگ حضرت علیؓ کا انتظار کر رہے تھے اِن لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت علی نے کہا اور تو میں کچھ جانتا نہیں آپ نے بس اتنا فرمایا مَرحَباً وَ اہلاً اِن لوگوں نے کہا حضورؐ نے (یہ جملہ فرما کر) تمہیں اَہل بھی عنایت فرمایا اور مرحبا بھی یعنی کشادہ جگہ بھی حضورؐ کی طرف سے تو اِن دو میں سے ایک چیز ہی کافی تھی۔ جب حضور نے حضرت علی کی شادی کر دی تو اِن سے فرمایا۔ اے علی! دلہن (کے گھر) آنے پر ولیمہ کا ہونا ضروری ہے حضرت سَعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے (میں وہ دے دیتا ہوں) اور انصار نے حضرت علیؓ کے لئے چند صاع مکئی جمع کی جب رخصتی کی رات آئی تو حضور نے فرمایا مجھ سے ملنے سے پہلے کچھ نہ کرنا۔ چنانچہ حضورؐ نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا اور وہ پانی حضرت علیؓ پر ڈال دیا اور یہ دعا دی اے اللہ! اِن دونوں میں برکت نصیب فرما اور اِن دونوں کے لئے اس رخصتی میں برکت نصیب فرما [1]

طبرانی اور بزّار کی روایت میں یہ ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی سے کہا اگر تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دو تو بہت اچھا ہو اور آخر میں حضور کی دُعا یہ ہے اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور اِن کے شیر جیسے دو بچوں میں برکت نصیب فرما رُویانی اور ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے اے اللہ! اِن دونوں میں برکت نصیب فرما اِن دونوں پر برکت نصیب فرما ان دونوں کی رخصتی میں برکت نصیب فرما اور اِن دونوں کے لئے اِن کی نسل میں برکت نصیب فرما اور ایک روایت میں ہے اے اللہ! اِن دونوں کے اِس جمع ہونے میں برکت نصیب فرما۔

حضرت اَسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو ہمیں اِن کے گھر میں یہی چند چیزیں ملیں ایک رچٹائی بچھی ہوئی تھی ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اُس وقت تک اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا۔ چنانچہ جب حضورؐ تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰۹) رواہ الطبرانی والبزار بنحوہ ورجالہما رجال الصحیح غیر عبدالکریم بن سلیط ووثقہ ابن حبان انتہی واخرجہ الرویانی وابن عساکر نحوہ کمافی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۳) واخرجہ ایضاً النسائی نحوہ کمافی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۱) عن بریدۃ نحوہ۔

حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور وہ ایک حبشی اور نیک عورت تھیں اُنہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! جب آپ نے اپنی بیٹیؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی تو اب یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے؟ حضورؐ نے دیگر صحابہ کا آپس میں بھائی چارہ کرایا تھا اور حضرت علیؓ کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا حضور نے فرمایا اس بھائی چارے کے باوجود یہ شادی ہو سکتی ہے پھر حضورؐ نے ایک برتن میں پانی منگایا پھر کچھ پڑھ کر حضرت علی کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو بُلایا تو فاطمہؓ اُٹھ کر آپ کے پاس آئیں اور وہ شرم وحیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لڑکھڑا رہی تھیں حضور نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہؓ پر چھڑکا اور ان سے کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی پھر حضورؐ نے پردے یا دروازے کے پیچھے کسی آدمی کا سایہ دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا اسماء حضورؐ نے فرمایا کیا اسماء بنت عُمیس؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسُولَ اللہ! حضورؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے آئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں جب کسی جوان لڑکی کی رخصتی ہو تو اس رات اس لڑکی کے پاس کسی رشتہ دار عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اگر اس لڑکی کو کوئی ضرورت پیش آ جائے تو یہ عورت اس کی ضرورت پوری کر دے اس پر حضورؐ نے مجھے ایسی زبردست دعا دی کہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد عمل ہے پھر حضرت علیؓ سے فرمایا لو اپنی بیوی سنبھالو پھر حضورؐ باہر تشریف لے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے تک حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ دونوں کے لئے دُعا فرماتے رہے [1] ایک روایت میں حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی والی رات کو میں بھی وہاں تھی جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا حضورؐ نے ان سے فرمایا اے اُمّ ایمن! میرے بھائی کو بلاؤ اُنہوں نے کہا کیا وہ آپ کے بھائی ہیں؟ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے حضورؐ نے فرمایا اے اُمّ ایمن! میرے پاس بلاؤ عورتیں حضورؐ کی آواز سن کر اِدھر اُدھر ہو گئیں پھر حضور ایک کونے میں بیٹھ گئے پھر حضرت علی آئے تو حضور نے ان کے لئے دُعا فرمائی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا پھر فرمایا فاطمہؓ کو میرے پاس بلا لاؤ جب حضرت فاطمہؓ آئیں تو وہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی۔

شرم و حیاء کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہی تھیں آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی (مجھ سے) شادی کی تو آپ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر مجھ پر دم کیا [2] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام بھیجا پھر میں نے اپنی ایک زرہ اور اپنا کچھ سامان چار سو اسی درہم میں بیچا حضور نے فرمایا اس کے دو تہائی کی خوشبو اور ایک تہائی کے کپڑے خرید لو اور پانی کے ایک گھڑے میں کلی فرمائی اور فرمایا اس سے غسل کر لو اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اپنے بچے کو میرے آنے سے پہلے دودھ نہ پلانا لیکن حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلا دیا البتہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نہ پلایا بلکہ حضورؐ نے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈالی جس کا پتہ نہ چلا اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں حضرت حسن زیادہ علم والے تھے [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ہم بھی موجود تھے ہم نے اس سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی بچھونے میں ہم نے کھجور کی چھال بھری اور کھجور اور کشمش ہمارے پاس لائی گئی جسے ہم نے کھایا اور شادی کی رات میں حضرت فاطمہؓ کا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال تھی [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک جھالر والی چادر اور ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اِذخِر

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱۰) رواہ کلہ الطبرانی و رجال الروایۃ الاولی رجال الصحیح اھ
[2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۳) [3] اخرجہ ابو یعلی و سعید بن منصور عن علباء بن احمد کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲) عن علباء قصۃ الطیب والثیاب [4] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰۹) وفیہ عبد اللہ بن میمون القداح و ہو ضعیف اھ۔

گھاس بھرا ہوا تھا [1] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا تو ان کے ساتھ ایک جھالر والی چادر اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال اور اِذخر گھاس بھرا ہوا تھا اور ایک مشکیزہ بھی بھیجا وہ دونوں آدھی چادر کو نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوپر اوڑھ لیتے تھے [2]

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دفعہ حضور نے مجھ سے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے کہ جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے۔ یہ سن کر حضور نے مجھ سے اعراض فرما لیا پھر حضور نے مجھ سے دوبارہ فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے یہ سن کر حضور نے مجھ سے پھر اعراض فرما لیا پھر میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اللہ کی قسم! اگر اس دفعہ حضور نے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ تو میں کہوں گا ہاں کرتا ہوں یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد فرمائیں چنانچہ حضور نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا جی ضرور۔ یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا آلِ فلاں کے پاس چلے جاؤ اور انصار کے ایک قبیلہ کا نام لیا جو کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور فرمایا جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے حضور فرما رہے ہیں کہ میری شادی اپنی فلاں عورت سے کر دو۔ چنانچہ میں نے جا کر ان لوگوں سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے حضور فرما رہے ہیں کہ تم میری شادی کر دو ان

---

[1] اخرجه البیهقی فی الدلائل کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۳) [2] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۱۰) وفیه عطاء بن السائب وقد اختلط۔

لوگوں نے کہا خوش آمدید ہو اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور اللہ کے رسول کے قاصد کو اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کا قاصد اپنی ضرورت پوری کر کے ہی واپس جائے گا چنانچہ انہوں نے میری شادی کر دی اور میرے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کا معاملہ کیا اور مجھ سے کوئی گواہ بھی نہیں مانگا وہاں سے حضورؐ کی خدمت میں بڑا پریشان واپس آیا اور عرض کیا یا رسولَ اللہ! میں ایسے لوگوں کے پاس گیا جو بڑے سخی اور بااخلاق ہیں انہوں نے میری شادی کر دی اور مجھ سے بڑی شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا اور مجھ سے گواہ بھی نہیں مانگے لیکن اب میرے پاس مہر دینے کے لئے کچھ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا اے بُرَیدہ اسلمی! اس کے لئے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کر دو۔ چنانچہ انہوں نے گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا وہ سونا لے کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے فرمایا یہ سونا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ اس عورت کا مہر ہے۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کو جاکر کہا یہ اس عورت کا مہر ہے۔ انہوں نے اسے قبول کر لیا اور بڑے خوش ہوئے اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے میں پھر پریشان ہو کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں واپس آیا حضور نے فرمایا اے ربیعہ! کیا بات ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟ میں نے کہا یا رسولَ اللہ! ان لوگوں سے زیادہ بااخلاق کوئی قوم میں نے نہیں دیکھی میں نے ان کو جو مہر دیا اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے بڑا اچھا سلوک کیا اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے لیکن اب میرے پاس ولیمہ کیلئے کچھ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا اے بُرَیدہ! اس کے لئے بکری کا انتظام کرو چنانچہ وہ لوگ ایک موٹا تازہ مینڈھا میرے لئے لے آئے اور حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم عائشہؓ سے جاکر کہو کہ جس ٹوکرے میں اناج ہے وہ بھیج دے چنانچہ　　　حضورؐ نے جو فرمایا تھا وہ جاکر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کر دیا حضرت عائشہؓ نے کہا اس ٹوکرے میں سات صاع جَو ہیں اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے یہ لے لو۔ میں وہ جَو لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور حضرت عائشہؓ نے جو فرمایا تھا وہ حضورؐ کو بتا دیا حضورؐ نے فرمایا یہ جَو اور مینڈھا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو کی روٹی اور مینڈھے کا سالن بنالیں ان لوگوں نے کہا روٹی تو ہم پکا دیں گے لیکن مینڈھا تم پکاؤ چنانچہ میں نے اور قبیلہ اسلم کے چند آدمیوں نے مل کر اسے ذبح کیا اس کی کھال اتاری اور اسے پکایا اس طرح روٹی اور گوشت کا انتظام ہو گیا جسے میں نے ولیمہ میں کھلایا اور کھانے کے لئے میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بلایا پھر اس کے بعد حضورؐ نے مجھے ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی عطا فرمائی اور دنیا آگئی اور میرا اور حضرت

ابوبکرؓ کا کھجور کے ایک درخت کے بارے میں اختلاف ہو گیا میں نے کہا یہ میری حد میں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں یہ میری حد میں ہے اس پر میرے اور حضرت ابوبکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا لیکن وہ فوراً پشیمان ہوئے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ! تم بھی مجھے اس جیسا سخت لفظ کہہ لو تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں تو نہیں کہوں گا انہوں نے فرمایا تم بھی کہہ لو ورنہ میں جاکر حضورؐ سے عرض کر دوں گا میں نے کہا نہیں۔ بالکل نہیں کہونگا اس پر وہ زمین کے جھگڑے کو وہیں چھوڑ کر حضور کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔ اتنے میں (میرے) قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں نے آکر کہا اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے یہ کس بات پر حضورؐ سے شکایت لگانے جا رہے ہیں خود ہی تو انہوں نے تمہیں سخت بات کہی ہے۔ میں نے کہا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں یہ حضورؐ کے غارِ ثور کے ساتھی ہیں یہ مسلمانوں میں بڑی عمر والے ہیں۔ تم لوگ چلے جاؤ اگر انہوں نے مڑ کر تمہیں دیکھ لیا کہ تم میری مدد کرنے آئے ہو تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور جاکر حضورؐ کو بتائیں گے تو ان کے ناراض ہونے کی وجہ سے حضورؐ ناراض ہو جائیں گے اور ان دونوں کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اب کیا کریں؟ میں نے کہا تم لوگ واپس چلے جاؤ حضرت ابوبکرؓ حضور کی خدمت میں گئے اور میں اکیلا ان کے پیچھے چلتا رہا انہوں نے جاکر سارا واقعہ جیسا ہوا تھا بتایا۔ حضورؐ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا اے ربیعہ! تمہارا اور صدیقؓ کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے ایسے بات ہوئی تھی انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا پھر انہوں نے مجھ سے کہا تم بھی مجھے اس جیسا لفظ کہہ لو تاکہ بدلہ ہو جائے لیکن میں نے انکار کر دیا حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا ان کو بدلہ میں سخت لفظ نہ کہو بلکہ یہ کہہ دو اے ابوبکر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے حضرت حسن راوی کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ روتے ہوئے واپس گئے (کہ ربیعہ مجھ سے آگے بڑھ گئے)[1]

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۵۷) رواہ احمد والطبرانی وفیہ مبارک بن فضالۃ و حدیثہ حسن وبقیۃ رجال احمد رجال الصحیح اھ واخرجہ ابو یعلی عن ربیعہ نحوہ بطولہ کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳۳۶) والحاکم وغیرہ قصۃ النکاح کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۶) وابن سعد (ج ۴ ص ۴۴) قصۃ مع ابی بکر۔

حضرت جُلَیبیب رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابو بَرزَہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جُلَیبیب رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے جو عورتوں میں چلے جاتے ان کے پاس سے گزرتے اور ان سے ہنسی مذاق کر لیا کرتے میں نے اپنی بیوی سے کہا حضرت جُلَیبیبؓ کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دینا۔ اگر وہ تمہارے پاس آ گیا تو میں یہ کروں گا اور یہ کروں گا اور انصار کا دستور یہ تھا کہ ان کی کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو اس وقت تک اس کی آگے شادی نہ کرتے جب تک یہ پتہ نہ چل جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ایک انصاری سے فرمایا اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو اس نے کہا ضرور یا رسول اللہ! بسر و چشم یہ میرے لئے بڑی عزت کی بات ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن میں خود شادی نہیں کرنا چاہتا اس انصاری نے پوچھا یا رسول اللہ کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جُلَیبیب سے۔ اس انصاری نے کہا ذرا میں اس کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بیٹی کے لئے شادی کا پیغام دے رہے ہیں اس کی بیوی نے کہا ضرور بسر و چشم۔ انصاری نے کہا کہ حضورؐ اپنے لئے پیغام نہیں دے رہے بلکہ حضرت جُلَیبیب کے لئے دے رہے ہیں بیوی نے کہا جُلَیبیب۔ بالکل نہیں جُلَیبیب بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے ہم شادی نہیں کریں گے جب وہ انصاری حضورؐ کو جا کر اپنی بیوی کا مشورہ بتانے کیلئے اٹھنے لگے تو اس لڑکی نے کہا میری شادی کا پیغام آپ لوگوں کو کس نے دیا ہے؟ (اس کی ماں نے اسے بتایا کہ حضورؐ نے دیا ہے) تو اس لڑکی نے کہا کیا آپ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار کرو گے؟ مجھے حضورؐ کے حوالے کر دو وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس کے والد نے جا کر حضورؐ سے عرض کر دیا کہ میری بیٹی آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں شادی کر دیں چنانچہ حضورؐ نے حضرت جُلَیبیب سے اس کی شادی کر دی پھر حضورؐ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو فتح نصیب فرما دی تو آپؐ نے فرمایا کون سا ساتھی تم لوگوں کو نظر نہیں آ رہا ہے؟ صحابہ نے کہا کوئی ایسا نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا لیکن مجھے جُلَیبیبؓ نظر نہیں آ رہا ہے حضورؐ نے فرمایا انہیں تلاش کرو صحابہ نے تلاش کیا تو وہ سات کافروں کے پاس شہید پڑے ہوئے ملے کہ انہوں نے ان سات کو قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ!

یہ حضرت جلیبیبؓ سات کافروں کے پہلو میں پڑے ہوئے ہیں پہلے انہوں نے انہیں قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا چنانچہ حضورؐ خود انکے پاس تشریف لے گئے اور دو یا تین مرتبہ فرمایا اس نے سات کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں پھر حضورؐ نے ان کے جسم کو اپنے بازوں پر رکھ لیا پھر ان کے لئے قبر کھودی گئی۔ ان کے لئے اور تو کوئی تخت نہیں تھا بس حضورؐ کے بازو ہی تخت تھے۔ پھر حضور نے خود ان کو قبر میں رکھا اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضورؐ نے انہیں غسل دیا حضرت ثابت کہتے ہیں کہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس لڑکی سے زیادہ خرچ کرنے والی نہیں تھی۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت ثابت سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو کیا دعا دی تھی؟ یہ دعا دی تھی کہ اے اللہ! تو اس پر خیروں کو خوب بہادے اور اس کی زندگی کو مشقت والی نہ بنا۔ چنانچہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس سے زیادہ خرچ کرنی والی نہ تھی [1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے گھر میں ہی ان کی رخصتی ہوئی۔ جب رخصتی والی رات آئی تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی چلتے ہوئے ان کی بیوی کے گھر تک آئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا اب آپ لوگ واپس چلے جائیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہت اجر عطا فرمائے اور ان لوگوں کو اندر اپنی بیوی کے پاس نہ لے گئے جیسے کہ بے وقوف لوگوں کا دستور ہے۔ وہ گھر بہت سجا ہوا تھا دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کیا تمہارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے؟ (جو اس پر اتنے پردے لٹکا رکھے ہیں) یا کعبہ کندہ قبیلہ میں آگیا ہے؟ (جو تم نے اس گھر کو اتنا سجا رکھا ہے) گھر والوں نے کہا نہ تو ہمارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے اور نہ کعبہ کندہ میں آگیا ہے جب ان لوگوں نے دروازے کے پردے کے علاوہ باقی تمام پردے اتار دیئے تب حضرت سلمانؓ گھر کے اندر گئے جب اندر گئے تو انہیں بہت سا سامان نظر آیا فرمایا یہ سامان کس کا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ سامان آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے انہوں نے فرمایا اتنے سامان کی تو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۸) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح وہو فی الصحیح خالیا عن الخطبۃ والتزویج انتہی۔

نے مجھے وصیت نہیں فرمائی تھی۔ انہوں نے تو مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں سے میرا سامان اتنا ہو جتنا ایک سوار کا توشۂ سفر ہوتا ہے پھر انہوں نے بہت سی باندیاں دیکھیں فرمایا یہ باندیاں کس کی ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی اور آپ کی بیوی کی ہیں فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی باندیاں رکھنے کی بھی مجھے وصیت نہیں فرمائی انہوں نے تو مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی کہ میں اتنی رکھوں جن سے میں خود نکاح کر سکوں یا ان کا دوسروں سے نکاح کر سکوں۔ اگر میں اتنی ساری باندیاں رکھوں گا تو یہ زنا پر مجبور ہو جائیں گی (اور مالک ہونے کی وجہ سے) ان کے برابر مجھے بھی گناہ ہوگا اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ آئے گی پھر جو عورتیں ان کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ان سے فرمایا کیا اب تم میرے پاس سے چلی جاؤ گی؟ اور مجھے اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی کا موقع دو گی؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں حضرت سلمانؓ نے جا کر دروازہ بند کیا اور پردہ لٹکا دیا اور آکر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا کی اور اس سے کہا کہ جس کام کا میں تمہیں حکم دوں گا کیا تم اس میں میری اطاعت کرو گی؟ اس نے کہا آپ ہیں ہی ایسے مقام پر کہ آپ کی بات مانی جائے انہوں نے فرمایا کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ (پہلی مرتبہ) اکٹھا ہوں تو اللہ کی اطاعت پر اکٹھا ہوں چنانچہ حضرت سلمانؓ اور ان کی بیوی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ گئے اور کچھ دیر نماز پڑھی اور پھر دونوں واپس اپنی جگہ پر آ گئے اور پھر انہوں نے اس بیوی سے اپنی وہ ضرورت پوری کی جو انسان اپنی بیوی سے کیا کرتا ہے صبح کو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور پوچھا حضرت آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ انہوں نے اعراض فرمایا ان لوگوں نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے پھر اعراض فرما لیا لوگوں نے تیسری مرتبہ پھر پوچھا تو پہلے تو ان سے اعراض فرمایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے پردے اور دروازے بنائے ہی اسی لئے ہیں تاکہ ان کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں آدمی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ظاہری حالات کے بارے میں پوچھے۔ چھپے ہوئے اندر کے حالات ہرگز نہ پوچھے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیوی کے ساتھ کے اندر کے حالات بتانے والا اس گدھے اور گدھی کی طرح ہے جو راستہ میں جفتی کر رہے ہوں [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس آئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۵)

ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں حضرت سلمانؓ نے کہا تو پھر آپ (اپنے خاندان میں) میری شادی کرادیں حضرت عمرؓ اس پر خاموش رہے حضرت سلمانؓ نے کہا آپ مجھے اللہ کا پسندیدہ بندہ تو سمجھتے ہیں لیکن مجھے اپنا داماد بنانا آپ کو پسند نہیں ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ کی قوم کے لوگ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے حضرت سلمان نے پوچھا کیا کوئی کام ہے۔ ان لوگوں نے کہا جی ہاں ۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا کیا ہے؟ انشاء اللہ آپ لوگوں کا کام ہو جائے گا ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو جو شادی کا پیغام دیا ہے وہ واپس لے لیں حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے یہ پیغام حضرت عمرؓ کی امارت یا بادشاہت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو اس وجہ سے دیا تھا کہ وہ نیک آدمی ہیں شاید اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے اس رشتے سے نیک اولاد پیدا فرمادیں چنانچہ پھر انہوں نے قبیلہ کندہ میں شادی کی اور اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [1]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا نکاح

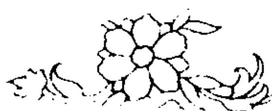
حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیساتھ قبیلہ بنو لیث کی ایک عورت سے حضرت سلمانؓ کی شادی کا پیغام دینے گئے (اور گھر کے) اندر جاکر حضرت سلمانؓ کے فضائل اور ان کے فروع ہی میں مسلمان ہوتے اور ان کے اسلام لانے کے واقعات تفصیل سے بیان کئے اور انہیں بتایا کہ حضرت سلمانؓ ان کی فلاں نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں نے کہا حضرت سلمانؓ سے شادی کرنے کو تو ہم تیار نہیں ہیں البتہ آپ سے کرنے کو تیار ہیں چنانچہ وہ اس لڑکی سے شادی کرکے باہر آئے اور حضرت سلمانؓ سے کہا اندر کچھ بات ہوئی ہے لیکن اسے بتاتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے اس پر حضرت ابو الدرداءؓ نے انہیں ساری بات بتائی یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے کہا (آپ مجھ سے کیوں شرما رہے ہیں) وہ تو مجھے آپ سے شرمانا چاہیئے کیونکہ میں اس لڑکی کو شادی کا پیغام دے رہا تھا جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ [2]

---

[1] عند ابی نعیم ایضا واخرجه الطبرانی عن ابن عباس مختصرا وفی اسناده الحجاج بن فروخ وهو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۹۱) [2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۰) واخرجه الطبرانی مثله قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۷۵) ورجاله ثقات الا ان ثابتا لم یسمع من سلمان ولا من ابی الدرداء انتہی۔

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی دَرْدَاء کی ایک غریب سادہ مُسلمان سے شادی کرنا

حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے حضرت اَبُوالدرداء رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی حضرت دَرْدَاء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت اَبُوالدرداء نے ان کو انکار کر دیا۔ یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے یزید سے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں حضرت دَرْدَاء سے شادی کرلوں؟ یزید نے کہا تیرا ناس ہو دفع ہو جا۔ اس آدمی نے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے آپ مجھے اجازت دے دیں۔ یزید نے کہا اچھا۔ چنانچہ اس آدمی نے حضرت دَرْدَاء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت اَبُوالدَّرْدَاء نے اس آدمی سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اس پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یزید نے حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ کو بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اسے تو انکار کر دیا اور ایک عام غریب مسلمان نے اسی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اس سے شادی کر دی اس پر حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے فرمایا میں نے ایسا اپنی بیٹی کے فائدے کی وجہ سے کیا تمہارا کیا خیال ہے کہ (اگر میں دَرْدَاء کی شادی یزید سے کر دیتا تو) ہر وقت اس کے سر پر خواجہ سرا یعنی خصی غلام (خدمت کے لئے) کھڑے رہتے اور گھروں پر نگاہ ڈالتی تو (سونے چاندی کی کثرت کی وجہ سے) اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتیں لیکن پھر اس کا دین کیسے باقی رہتا (بس ہر وقت دنیا میں لگی رہتی) [1]



---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۵) واخرجہ ایضا الامام احمد مثلہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۶۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ کی شادی کرنا

حضرت ابُوجعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اِن کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا حضرت علیؓ نے کہا وہ تو چھوٹی ہے۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا وہ چھوٹی نہیں ہے) بلکہ حضرت علیؓ یہ کہہ کر انکار کرنا چاہتے ہیں اِس پر حضرت عمرؓ نے اِن سے دوبارہ بات کی (تو حضرت علیؓ راضی ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور) انہوں نے کہا میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ کو پسند آگئی تو وہ تو آپ کی بیوی ہے ہی ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے حضرت اُمِ کلثومؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تو حضرت عمرؓ نے ان کی پنڈلی سے کپڑا اٹھانا چاہا تو انہوں نے کہا کہ کپڑا نیچے ہی رہنے دیں اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی (واپس جا کر حضرت اُمِ کلثومؓ نے حضرت علیؓ کو ساری بات بتائی تو حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے خاوند ہیں)[1] حضرت محمد (بن علی) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (ان کی بیٹی) حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت علیؓ نے کہا میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادی صرف (اپنے بھائی) حضرت جعفر (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں آپ اس کی مجھ سے شادی کر دیں ۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو اس کے اکرام کا اِتنا اہتمام کر سکے جتنا میں کروں گا حضرت علیؓ نے کہا اچھا میں نے (اس بیٹی کا نکاح آپ سے)

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۱) واخرجہ ابن عمر المقدسی عن محمد بن علی نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۹۲)

کر دیا حضرت عمرؓ نے آکر مہاجرین سے کہا مجھے شادی کی مبارک باد دو انہوں نے انہیں مبارک باد دی اور پوچھا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت علیؓ کی بیٹی سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رشتہ اور تعلق کے علاوہ ہر رشتہ اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ میں نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضورؐ سے کی تھی اب میں نے چاہا کہ حضورؐ کی نواسی سے میری شادی ہو جائے تو مزید رشتہ کا تعلق حاصل ہو جائے۔ حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مہر میں چالیس ہزار دیئے [1]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو (ان کی بیٹی سے) شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدیؓ نے فرمایا مہر کے بارے میں میرا فیصلہ مانو گے تو میں اپنی بیٹی کی آپ سے شادی کروں گا حضرت عمروؓ نے پوچھا آپ کا وہ فیصلہ کیا ہے؟ حضرت عدی نے کہا تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے میرا تمہارے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا مہر چار سو اسی درہم دو گے [2] حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدیؓ نے کہا میں آپ سے شادی تو کر دوں گا لیکن مہر کے بارے میں میرا فیصلہ ماننا ہو گا حضرت عمروؓ نے کہا میرے بارے میں آپ کا جو فیصلہ ہے وہ مجھے بتا دیں بعد میں حضرت عدیؓ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ میں نے چار سو اسی درہم مہر کا فیصلہ کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے [3]

---

[1] عند ابن سعد کذا فی الاصابۃ [2] اخرجہ ابن عساکر [3] عند ابن عساکر ایضا کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۹)

حضرت بلال اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہما کا نکاح ○

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی نے یمن کے ایک گھرانہ میں اپنی شادی کا پیغام دیا تو حضرت بلال نے یوں فرمایا میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم دونوں حبشہ کے غلام ہیں ہم گمراہ تھے ہمیں اللہ نے ہدایت دی اور ہم دونوں غلام تھے ہمیں اللہ نے آزاد کر دیا اگر آپ لوگ ہم دونوں کی شادی کر دیں گے تو اَلحمدُ للہ یعنی ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے اور اور اگر نہیں کرد گے تو اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑے ہیں وہ کوئی اور انتظام کر دیں گے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی (ان لوگوں نے ان دونوں کی شادی کر دی) حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (حضرت میمونؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی نسب میں اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عربوں میں سے ہیں انہوں نے عرب کی ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا اس عورت کے رشتہ داروں نے کہا اگر حضرت بلالؓ آئیں گے تو ہم آپ سے شادی کریں گے چنانچہ حضرت بلالؓ آئے، اور انہوں نے خطبۂ مسنونہ پڑھ کر فرمایا میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے لیکن یہ اخلاق اور دین میں برا آدمی ہے اگر تم چاہو تو اس سے شادی کر دو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو انہوں نے کہا جس کے آپ بھائی ہوں ہم اس سے ضرور شادی کریں گے چنانچہ انہوں نے اپنی عورت کی حضرت بلالؓ کے بھائی سے شادی کر دی [1]

نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر انکار

حضرت عبداللہ بن قرط ثمالی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے ایک رات وہ حمص میں پہرہ کے لئے گشت کر

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۷)

کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک بارات دلہن کو لئے ہوئے گزری اور ان لوگوں نے اس دلہن کے سامنے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی انہوں نے کوڑے سے باراتیوں کی ایسی پٹائی کی کہ وہ سب دلہن کو چھوڑ کر بھاگ گئے صبح کو حضرت عبداللہؓ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا حضرت ابوجندلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں حضرت اُمامہؓ کے لئے چند مٹھی کھانا تیار کیا اللہ تعالیٰ ابوجندلہؓ پر رحم کرے اور اُمامہ پر رحمت نازل کرے اور اللہ تمہاری رات والی دلہن اور باراتیوں پر لعنت کرے ان لوگوں نے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی اور اللہ کافروں کے نور کو بجھانے والا ہے [1]

مہر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر بارہ اُوقیہ اور ایک نَش تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں کیونکہ ایک اُوقیہ میں چالیس درہم اور ایک نَش میں بیس درہم ہوتے ہیں [2]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرے علم میں ایسا آدمی کوئی نہ آئے جس نے چار سو سے زیادہ مہر مقرر کیا ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم تھا اگر مہر زیادہ کرنا کوئی تقویٰ اور عزت کی بات ہوتی تو تم لوگ ان مبارک حضرات سے مہر میں آگے نہیں جا سکتے تھے پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے پھر ایک قریشی عورت ان کے سامنے آئی اور اس نے کہا کیا آپ نے لوگوں کو چار سو سے زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا؟ حضرت عمر نے کہا ہاں۔ اس عورت نے کہا کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو قرآن میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ "اور تم اس ایک (عورت) کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی مت لو" (یعنی اس آیت میں مہر میں بہت زیادہ مال دینے کو اللہ نے ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر دینا بھی جائز ہے) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں تمام

---

[1] اخرجہ ابوالشیخ فی کتاب النکاح عن عروۃ بن رویم کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۷) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۱)

لوگ عمر سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں پھر واپس آکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو سے زیادہ مہر دینے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے کہ جتنا چاہو یا جتنا تمہارا دل کہے تم اتنا مہر دے سکتے ہو۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا غور سے سنو عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے اس سے زیادہ مہر دیا ہے جتنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا یا آپ کی بیٹیوں کو دیا گیا تھا تو میں زائد مہر لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا پھر حضرت عمر منبر سے نیچے اتر آئے تو قریش کی ایک عورت نے ان کے سامنے آکر کہا اے امیر المومنین! کیا اللہ کی کتاب اتباع کی زیادہ حقدار ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی کتاب۔ کیا بات ہے؟ اس عورت نے کہا آپ نے لوگوں کو عورتوں کے مہر زیادہ بڑھانے سے منع کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرما رہے ہیں وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ گزر چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے دو تین مرتبہ فرمایا ہر ایک عمرؓ سے دین کی سمجھ زیادہ رکھتا ہے پھر منبر پر واپس آکر لوگوں سے فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اختیار ہے ہر آدمی اپنے مال میں جو چاہے کرے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر زیادہ مہر آخرت میں درجات اور مرتبہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں اور بیویاں اس کی زیادہ حقدار تھیں۔[3]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کو دو ہزار مہر دینے کی اجازت دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار ہزار کی اجازت دی۔[4]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور وابو يعلى والمحاملي كذا في الكنز (ج ۸ ص ۲۹۸) قال الهيثمي (ج ۴ ص ۲۸۴) رواه ابو يعلى في الكبير وفيه مجالد بن سعيد وفيه ضعف وقد وثق انتهى واخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۱) من طريق عطاء الخراساني اخصر منه [2] اخرجه سعيد بن منصور والبيهقي [3] عند ابي عمر بن فضالة في اماليه كذا في الكنز العمال (ج ۸ ص ۲۹۸) [4] اخرجه ابن ابي شيبة كذا في الكنز (ج ۸ ص ۲۹۸)۔

عنہا سے چار سو درہم پر شادی کی تو حضرت صفیہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ یہ چار سو تو ہمیں کافی نہیں ہونگے اس پر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ کر دو سو درہم بڑھا دیئے[1]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک عورت سے شادی کی اور اسکے پاس سَو باندیاں بھیجیں ہر باندی کے ساتھ ہزار درہم بھیجے (کل لاکھ درہم مہر کے ہوگئے)[2]

عورتوں، مردوں اور بچّوں کی معاشرت

اور آپس میں رہن سہن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آٹا دودھ یا گھی ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حریرہ پکایا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا حضورؐ میرے اور حضرت سَودہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے میں نے حضرت سَودہؓ سے کہا آپ بھی کھالیں انہوں نے انکار کیا میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپکے منہ پر مل دوں گی انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر لیپ دیا اس پر حضورؐ ہنس پڑے پھر حضورؐ نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہؓ کے چہرے پر مل دو چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا تو حضورؐ اس پر بھی ہنسے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے وہ کسی کو پکارتے ہوئے لے عبداللہ! اے عبداللہ کہہ رہے تھے حضورؐ سمجھے کہ حضرت عمرؓ اندر آئیں گے اس پر حضورؐ نے فرمایا (عمر اندر آرہے ہیں) تم دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھولو۔ چونکہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کا اتنا خیال فرمایا اس وجہ سے میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی تھی[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت سَودہؓ کی خاطر اپنا گھٹنا نیچے کر دیا تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں چنانچہ انہوں نے پیالے میں سے کچھ حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا اور حضورؐ ہنس رہے تھے۔

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۸) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۸۴) رجالہ رجال الصحیح انتہی [3] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۴ ص ۳۱۶) رجالہ رجال الصحیح خلا محمد بن عمرو بن علقمۃ وحدیثہ حسن اھ واخرجہ ابن عساکر نحوہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۳) وابن النجار نحوہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۰۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہ اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ یمانیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملنے آئیں حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضرت سودہؓ خوب بناؤ سنگھار کر کے بڑی اچھی شکل وصورت میں آئی تھیں انہوں نے یمنی چادر اور یمنی اوڑھنی اوڑھی ہوئی تھی انہوں نے گوشۂ چشم کے قریب ایلوے اور زعفران کے دو بڑے بڑے نشان لگا رکھے تھے جو گردن کے پھوڑے کے برابر تھے۔ حضرت علیلہ راویہ کہتی ہیں کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ ایلوا، زعفران وغیرہ زینت کے لئے استعمال کرتی تھیں حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا اے ام المومنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا اے حفصہ اللہ سے ڈرو حضرت حفصہؓ نے کہا نہیں میں تو ان کا بناؤ سنگھار سارا ضرور خراب کروں گی۔ حضرت سودہؓ اونچا سنتی تھیں انہوں نے پوچھا تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟ حضرت حفصہؓ نے ان سے کہا اے سودہ! کانا (دجّال) نکل آیا ہے انہوں نے کہا اچھا یہ سن کر بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں پھر انہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں اس میں گرد وغبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہنس رہی ہیں اور ہنسی کے مارے دونوں سے بولا نہیں جا رہا ہے حضورؐ نے تین مرتبہ پوچھا اتنا کیوں ہنس رہی ہو؟ تو دونوں نے ہاتھ سے اس خیمے کی طرف اشارہ کیا آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہؓ کانپ رہی ہیں حضورؐ نے ان سے پوچھا اے سودہ! تمہیں کیا ہوا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کانا نکل آیا ہے حضورؐ نے فرمایا وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضورؐ نے انہیں باہر نکالا اور ان کے کپڑوں اور جسم سے گرد وغبار اور مکڑی کے جالے صاف کئے۔[1] طبرانی کی روایت میں مضمون اس طرح ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائیں گے ہم میلی کچیلی نظر آئیں گی اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں انہوں نے لوگوں اور بچوں کے شور کی آواز سنی آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج ۴ ص ۳۱۶) رواه ابو يعلى والطبرانى وفيه من لم اعرفهم۔

ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ ادھر آؤ اور ذرا دیکھو میں حضورؐ کے کندھوں پر اپنا رخسار رکھ کر کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی آپ پوچھتے اے عائشہ ابھی تمہارا دل نہیں بھرا میں کہہ دیتی نہیں میں دیکھنا چاہتی تھی کہ حضورؐ کے ہاں میرا درجہ کتنا ہے؟ میں اتنی دیر یوں کھڑی دیکھتی رہی کہ حضورؐ تھک گئے اور کبھی ایک پاؤں پر آرام کرتے اور کبھی دوسرے پر۔ اسنتے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے تو سارے لوگ اور بچے ادھر ادھر چلے گئے اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عمر کے آنے پر انسانوں اور جنات کے شیطان سب بھاگ گئے[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور مسجد (کے صحن) میں حبشی لوگ نیزوں سے کھیل رہے ہوتے اور آپؐ میرے لئے اپنی چادر سے پردہ کرتے تاکہ میں حضورؐ کے کان اور کندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں دیکھنا بس کر تی آپ لوگ خود ہی اندازہ لگالیں کہ ایک نو عمر کھیل کود کی شوقین لڑکی کے دیکھنے کی مقدار کیا ہو گی[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں شہد پیا کرتے (اس پر مجھے رشک آیا) میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں طے کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس حضورؐ تشریف لائیں وہ حضورؐ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے آپ نے مغافیر کھائی ہے (مغافیر ایک بودار گوند ہے یعنی آپ نے جو شہد پیا ہے اس کی مکھی نے مغافیر کے درخت سے رس چوس لیا ہوگا اور بودار چیز حضورؐ فرشتوں کی وجہ سے استعمال نہیں فرماتے تھے) چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک کے پاس حضورؐ تشریف لائے اور اس نے یہ بات حضورؐ سے کہہ دی حضورؐ نے فرمایا نہیں میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے وہ بھی آئندہ کبھی نہیں پیوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی،

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ سے لے کر اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا تک ان الفاظ سے حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ کو خطاب ہے ان میں یہ آیت بھی ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا اس آیت سے مراد یہی ہے جو حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ شہد پیا ہے ابراہیم بن موسیٰ ہشام سے نقل

---

[1] اخرجہ ابن عدی وابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۳) [2] عند الشیخین کما فی المشکوۃ (ص ۲۷۲)

کرتے ہیں اس آیت سے مراد حضورؐ کا یہ فرمان ہے کہ میں آئندہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا میں نے قسم کھالی ہے (اے حفصہ) تم یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ آیات کا ترجمہ اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھاکر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں پھر وہ بھی اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے اور جب کہ پیغمبر (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلادی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر کردی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کر دینے والی بی بی کو) تھوڑی سی بات تو جتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی آپ کو اس کی کس نے خبر کردی؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کردی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حلوا اور شہد پسند تھا جب عصر پڑھ کر آتے تو اپنی بیویوں کے ہاں جاتے اور پہلے کسی ایک کے پاس چلے جاتے۔ چنانچہ ایک دن آپؐ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور روزانہ جتنا ان کے ہاں ٹھہرتے تھے اس سے زیادہ ٹھہرے اس پر مجھے غیرت آئی میں نے اس کی وجہ معلوم کی تو کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت حفصہؓ کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد کی ایک کپی ہدیہ میں دی تھی تو حضرت حفصہؓ نے اس میں سے کچھ شہد حضورؐ کو پلایا ہے (اس وجہ سے حضور کو وہاں دیر لگ گئی) میں نے کہا غور سے سنو! اللہ کی قسم! ہم حضورؐ کیلئے ضرور کوئی تدبیر کریں گی (تاکہ حضورؐ آئندہ حضرت حفصہؓ کے ہاں زیادہ دیر نہ لگایا کریں) میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضورؐ آپ کے ہاں آئیں گے حضورؐ جب تشریف لائیں تو آپ ان سے کہیں کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے وہ فرمائیں گے نہیں تو آپ ان سے کہیں تو یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضور فرمائیں گے مجھے حفصہؓ نے شہد پلایا ہے تو آپ کہہ دینا کہ اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت سے رس چوسا ہوگا (جس کی وجہ سے مغافیر والی بو شہد میں آگئی ہوگی) میں بھی حضورؐ کو یہی بات کہوں گی اے صفیہ! تم بھی حضورؐ کو یہی بات کہنا حضرت سودہؓ کہتی ہیں اللہ کی قسم! (اے عائشہؓ)

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ مسلم مثلہ

تمہاری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے دروازے پر تشریف لے آئے تو تمہارے ڈر کی وجہ سے میں حضورؐ کو تمہاری بات اونچی آواز سے وہیں دروازے پر ہی کہہ دینے لگی تھی لیکن میں نے خود کو روکا جب حضورؐ میرے پاس پہنچ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں میں نے کہا تو پھر یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد پلایا تھا میں نے کہا شاید اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کا رس چوسا ہوگا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی یہی کہا جب حضورؐ حضرت صفیہؓ کے ہاں گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا پھر حضورؐ جب حضرت حفصہؓ کے ہاں گئے تو انہوں نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کو اس شہد میں سے پلاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سودہؓ نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے حضورؐ کو شہد پینے سے روکا ہے میں نے ان سے کہا آپ خاموش رہیں۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا فرمایا ہے لیکن بہت عرصہ تک مجھے پوچھنے کا موقع نہ ملا آخر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حج پر تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا ہم لوگ سفر کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ ضرورت سے راستے سے ایک طرف کو چلے گئے میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے ساتھ ہو لیا آپ ضرورت سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس تشریف لائے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا آپ نے وضو کیا میں نے کہا اے امیر المؤمنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا فرمایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عباس! تم پر تعجب ہے (کہ علم میں اتنے مشہور ہو اور پھر تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عورتیں کون ہیں) حضرت زہری کہتے ہیں حضرت عمرؓ کو اس سوال پر تعجب تو ہوا لیکن پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کچھ نہیں چھپایا اور فرمایا وہ دونوں حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں پھر تفصیل سے سارا قصہ سنانے لگے اور فرمایا ہم قریش قبیلہ والے عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے

---

[1] عند البخاری ایضا واخرجہ مسلم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۸۷) وابو داؤد کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۲۹) وابن سعد (ج ۸ ص ۸۵)

تو دیکھا کہ یہاں کے مردوں پر عورتیں غالب ہیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں میرا گھر عَوالِی میں قبیلہ بنو اُمیّہ بن زید میں تھا۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر ذرا ناراض ہوا تو وہ آگے سے جواب دینے لگی میں اس کے یوں جواب دینے سے بڑا حیران ہوا میرے لئے بالکل نئی بات تھی وہ کہنے لگی آپ میرے جواب دینے سے کیوں حیران ہو رہے ہیں وہ تو اللہ کی قسم! حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرات بھی آپؐ کو جواب دے دیتی ہیں بلکہ بعض تو ناراض ہو کر حضورؐ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں میں یہ سن کر گھر سے چلا اور حفصہؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا تم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جواب دیتی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا تم میں کچھ عورتیں حضورؐ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا تم میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ تو اپنا بڑا نقصان کرے گی اور اگر اللہ کے رسول کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو پھر تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گی اس لئے آئندہ کبھی حضورؐ کو آگے سے جواب نہ دینا اور ان سے کچھ نہ مانگنا اور مجھ سے جو چاہے مانگ لینا اور تم اپنی پڑوسن یعنی حضرت عائشہؓ سے دھوکہ نہ کھاؤ (کہ وہ حضورؐ کو آگے سے جواب دے دیتی ہے اور حضورؐ سے ناراض ہو جاتی ہے وہ ایسا کر سکتی ہے) کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضورؐ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے (تم ایسا نہ کرو) حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا ایک انصاری پڑوسی تھا ہم دونوں باری باری حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جایا کرتے تھے ایک دن وہ جاتا اور سارے دن میں جو وحی نازل ہوتی یا اور کوئی بات پیش آتی وہ شام کو آکر مجھے بتا دیتا اور ایک دن میں جاتا اور شام کو واپس آکر سب کچھ اسے بتا دیتا ان دنوں ہمارے ہاں اس کا بہت چرچا تھا کہ قبیلہ غسّان ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہے چنانچہ ایک دن میرا یہ پڑوسی حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عشاء میں میرے پاس واپس آیا اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے آواز دی میں باہر آیا اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسّان نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ پریشان کن حادثہ پیش آیا ہے حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی اَزْوَاجِ مُطَہَّرات کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا حفصہؓ تو نامراد ہو گئی اور گھاٹے میں پڑ گئی اور مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ صبح کی نماز پڑھ کر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا وہاں سیدھے حفصہ کے ہاں گیا وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا کیا حضورؐ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ حضورؐ ہم سے الگ ہو کر اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں پھر میں آپ کے سیاہ غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا عمر کو اندر آنے کی اجازت لے دو۔ وہ غلام

اندر گیا اور باہر آیا پھر اس نے کہا میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور خاموش رہے پھر میں (مسجد) چلا گیا جب میں منبر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ رو رہے ہیں میں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر جب میری بے چینی بڑھی تو میں نے جا کر پھر اس غلام سے کہا عمر کو اجازت لے دو وہ غلام اندر گیا پھر اس نے باہر آکر کہا کہ میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضورؐ خاموش رہے میں پھر منبر کے پاس جا کر بیٹھ گیا لیکن بیٹھا نہ گیا میں نے جا کر پھر غلام سے کہا عمر کو اجازت لے دو وہ اندر گیا پھر اس نے باہر آکر کہا میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور خاموش رہے میں لوٹنے لگا تو غلام نے مجھے بلایا اور کہا آپ اندر چلے جائیں حضورؐ نے اجازت دے دی ہے میں نے اندر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ ایک خالی بوریئے پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور بوریئے کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر ابھرے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضورؐ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا نہیں میں نے (خوشی کی وجہ سے) کہا اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں دیکھا ہوگا کہ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ آگے سے مجھے جواب دینے لگی میں اس کے جواب دینے پر بڑا حیران ہوا اس نے کہا آپ میرے جواب دینے پر کیا حیران ہو رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات حضورؐ کو جواب دیتی ہیں بلکہ سارا دن رات تک حضورؐ کو چھوڑے رکھتی ہیں میں نے کہا ان میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ نامراد ہوگی اور گھاٹے میں رہے گی اگر اللہ کے رسول کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو وہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گی اس پر حضورؐ مسکرانے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ! پھر میں حفصہؓ کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا تم اپنی پڑوسن (حضرت عائشہؓ) سے دھوکہ نہ کھانا وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضورؐ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے حضور دوبارہ مسکرائے میں نے کہا یا رسول اللہ! جی لگانے کی اور بات کروں؟ آپ نے فرمایا کرو پھر میں بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر حضورؐ کے گھر پر نظر ڈالی تو اللہ کی قسم! مجھے صرف تین کھالیں بغیر رنگی ہوئی نظر آئیں میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت فرما دے اور اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس پر وسعت کر رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرما دیں چونکہ حضورؐ کو اپنی ازواج مطہرات پر زیادہ غصہ آ گیا تھا اس وجہ سے

آپ نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے آخر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو متنبّہ فرمایا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ صحابہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں اور کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے اور یہ واقعہ پردے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے میں نے دل میں کہا کہ میں اس طلاق والی بات کا پتہ ضرور چلاؤں گا (کہ حضورؐ نے دی ہے یا نہیں) پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے پاس جاکر انہیں نصیحت کرنے کی تفصیل بتائی پھر فرمایا میں حضورؐ کی خدمت میں گیا تو آپ کے غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ بالا خانے کی دہلیز پر موجود تھے میں نے آواز دے کر کہا اے رباح! مجھے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت لے دو پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر فرمایا پھر فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتوں کا معاملہ آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے اگر آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو کوئی فکر اور پریشانی کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ کے فرشتے، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل میں، حضرت ابوبکر اور سارے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں اور میں اس بات پر اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جب بھی میں کوئی بات کہا کرتا تھا تو مجھے امید ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری بات کی تصدیق فرمائیں گے چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ (سورت تحریم آیت ۵و۴) ترجمہ "اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا۔ اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو یاد رکھو کہ پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں" میں نے پوچھا کیا آپ نے انہیں طلاق دے دی ہے حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر زور سے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورت نساء

---

[1] اخرجہ احمد وقد رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

آیت ۸۳) ترجمہ: اور جب اِن لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اِس کو رسول کے اور جو اِن میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں اِن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اِس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اِن میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس طلاق کے بارے میں میں نے ہی تحقیق کی تھی۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ حضور کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن انہیں اجازت نہ ملی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر اجازت مانگی تو انہیں بھی نہ ملی لیکن تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات کو اجازت مل گئی دونوں حضرات اندر گئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اردگرد آپؐ کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرات بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ بالکل خاموش تھے حضرت عمرؓ نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے حضورؐ کو ہنسی آ جائے تو انہوں نے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! اگر آپ دیکھتے کہ میری بیوی بنت زید نے ابھی مجھ سے خرچہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن پر مارا تھا یہ سن کر حضورؐ ہنس پڑے اور اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ بھی میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مارنے کے لئے ان کی طرف اُٹھے اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف اُٹھے دونوں کہہ رہے تھے تم دونوں حضورؐ سے وہ کچھ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے حضورؐ نے اِن دونوں حضرات کو مارنے سے روک دیا تو آپؐ کی اَزواجِ مُطہرات کہنے لگیں اللہ کی قسم! اس مجلس کے بعد ہم کبھی حضورؐ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضورؐ کے پاس نہ ہو پھر اللہ نے اختیار دینے والی آیت نازل فرمائی جس میں ازواجِ مطہرات کو حضورؐ کے پاس رہنے، نہ رہنے میں اللہ نے اختیار دیا ہے حضورؐ سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ بات کیا ہے حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ (سورت احزاب آیت ۲۸، ۲۹)۔

---

[1] عند مسلم ایضاً کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۸۹) واخرجہ الحدیث ایضاً عبد الرزاق وابن سعد وابن حبان والبیہقی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وغیرہم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۹)۔

ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دُنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال (متاعِ دُنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسُول کو اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مُہیّا کر رکھا ہے" حضرت عائشہؓ نے کہا کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسُول کو ہی اختیار کروں گی اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنی بیویوں میں سے کسی کو نہ بتائیں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنیوالا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سکھانے والا اور آسانی کرنیوالا بنا کر بھیجا ہے۔ تمہارے اختیار کے بارے میں جو عورت بھی پوچھے گی میں اسے بتا دونگا[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب اختیار والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا اور فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا تم اس میں جلدی فیصلہ نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا حضور جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے حضور کے چھوڑنے کا ہرگز مشورہ نہیں دیں گے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ (دو آیتیں) میں نے کہا کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں۔ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں پھر حضورؐ نے اپنی تمام بیویوں کو اختیار دیا لیکن سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہؓ نے دیا تھا[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم ازواجِ مطہرات کو (اپنے پاس رہنے نہ رہنے میں) اختیار دیا تھا اور ہم نے آپ کے پاس رہنے کو ہی اختیار کیا تھا اور حضورؐ نے اسے ہم پر کوئی طلاق وغیرہ شمار نہ کیا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو (اگرچہ تم دونوں حالتیں مجھ سے چھپاتی ہو لیکن) مجھے پتہ چل جاتا ہے میں نے کہا آپ کو اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں۔ محمد کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں

---

[1] عند ابن ابی حاتم واخرجہ البخاری ومسلم عن عائشۃ مثلہ [2] عند البخاری ومسلم ایضا واحمد واللفظ لہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۸۱)

ابراہیم کے رب کی قسم! میں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں دِل میں آپ کی محبت میں کمی نہیں ہوتی [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھی میں نے دوڑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیا تو میں حضورؐ سے آگے نکل گئی اور یہ مقابلہ پیدل دوڑنے میں ہوا تھا۔ پھر جب میرا جسم بھاری ہوگیا تو پھر میں نے آپ سے دوڑ میں مقابلہ کیا لیکن اس مرتبہ حضورؐ مجھ سے آگے نکل گئے اور آپؐ نے فرمایا میری یہ جیت تمہاری اس جیت کے بدلہ میں ہے [۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (خالہ جان) کا مہمان بنا اور اس رات حضرت میمونہؓ نے (حیض کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھنی تھی۔ لیٹتے وقت وہ ایک چادر لائیں پھر دوسری چادر لائیں جسے بستر کے سرہانے رکھ دیا پھر انہوں نے لیٹ کر اپنے اوپر چادر ڈال لی اور اپنے پہلو میں میرے لئے بھی ایک بستر بچھا دیا اور میں ان کے پاس ان کے تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپؐ عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے بستر کے پاس آکر سرہانے سے وہ چادر اٹھائی اور اسے لنگی کے طور پر باندھا اور اپنے دونوں کپڑے اتار کر ٹانگ دیئے پھر حضرت میمونہؓ کے ساتھ ان کی چادر میں لیٹ گئے۔ آخر رات میں آپ کھڑے ہو کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے آپؐ نے اسے کھولا اور اس سے وضو کرنے لگے میرا ارادہ ہوا کہ میں کھڑے ہو کر پانی ڈالوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس طرح حضورؐ کو پتہ چل جائے گا کہ میں جاگ رہا ہوں اور شاید یہ آپ کو اچھا نہ لگے پھر آپ بستر کے پاس آئے اور وہ لنگی اتار کر دونوں کپڑے پہن لئے پھر نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں بھی اٹھا اور وضو کر کے آپ کے بائیں طرف آکر کھڑا ہوگیا آپ نے پیچھے سے ہاتھ سے مجھے پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف گھما کر لیا آپ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں میں نے بھی آپ کے ساتھ تیرہ رکعتیں پڑھیں پھر آپ بیٹھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گیا پھر آپ کو اونگھ آگئی جس کی وجہ سے آپ کا رخسار مبارک میرے رخسار کے قریب آگیا اور مجھے آپ کے سانس کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی جیسے کہ سونے والے کی ہوتی ہے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر کہا نماز یا رسول اللہ! حضورؐ کھڑے ہو کر مسجد تشریف لے گئے وہاں آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے اقامت کہی [۳]

---

[۱] اخرجہ الشیخان کذا فی المشکاۃ (ص ۲۷۲) [۲] اخرجہ ابو داؤد کذا فی المشکوۃ (ص ۲۷۳)
[۳] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی حضورؐ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا جثامہ مزنیہ حضورؐ نے فرمایا نہیں آج سے تمہارا نام حسانہ مزنیہ ہے تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم لوگ کیسے رہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! خیریت ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب وہ باہر چلی گئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اس بڑھیا پر بڑی توجہ فرمائی؟ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور پرانے تعلقات کی رعایت کرنا ایمان میں سے ہے [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتی تھی حضورؐ اس کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور اس کا اکرام فرماتے تھے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس بڑھیا کا جتنا خیال فرماتے ہیں اتنا کسی اور کا نہیں فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ خدیجہؓ کے پاس آیا کرتی تھی اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تعلق اور محبت والے کا اکرام کرنا ایمان میں سے ہے [2]

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا اور اونٹ کا ایک عضو اٹھا سکتا تھا کہ اتنے میں ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضورؐ نے بتایا یہ ان کی وہ والدہ ہیں جنہوں نے آپ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا حبشی لڑکا حضورؐ کی کمر دبا رہا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اونٹنی نے آج رات مجھے گرا دیا تھا [4]

حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتی پہنایا کرتے تھے پھر لاٹھی لے کر حضورؐ کے آگے چلتے جب حضورؐ اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو وہ حضورؐ کی دونوں جوتیاں اتار کر اپنے بازوؤں میں ڈال لیتے اور حضور کو لاٹھی دے دیتے پھر آپ جب مجلس سے اٹھنے لگتے تو حضرت عبداللہؓ حضورؐ کو جوتی پہناتے پھر لاٹھی لے کر حضورؐ کے آگے چلتے یہاں تک کہ وہ حضورؐ سے پہلے حجرے میں داخل ہوتے [5]

---

[1] اخرجہ البیہقی وابن النجار [2] عند البیہقی ایضا کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۵) [3] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۸۸) [4] اخرجہ الطبرانی والبزار وابن السنی وابو نعیم وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۴) [5] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۳)

حضرت ابوملیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کے لئے پردہ کرتے اور جب آپ سوجاتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کو اٹھاتے اور آپ کے ساتھ اکیلے چلتے ۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب حضور کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر بیس سال تھی اور میری والدہ اور خالائیں وغیرہ مجھے حضور کی خدمت کی ترغیب دیا کرتی تھیں ۔[2]

حضرت ثمامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے ؟ حضرت انس نے فرمایا تیری ماں نہ رہے ! میں غزوۂ بدر سے کہاں غائب رہ سکتا تھا۔ حضرت محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر تشریف لے گئے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی حضور کے ساتھ گئے اس وقت وہ نوعمر لڑکے تھے اور حضور کی خدمت کیا کرتے تھے ۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس انصاری نوجوان مختلف ضرورتوں کے لئے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے جب آپ کو کوئی کام پیش آتا تو اس کے لئے انہیں بھیج دیتے ۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار یا پانچ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا حضور کے دروازے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے بلکہ ہر وقت پڑے رہتے تھے ۔[5]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ باری باری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے کہ آپ کو کوئی ضرورت ہوگی یا آپ کسی کام کے لئے ہمیں بھیج دیں گے۔ اس طرح آخرت کے ثواب کی امید میں باری باری خدمت کرنے والے بہت ہوگئے۔ چنانچہ ایک دن حضور ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم لوگ آپس میں دجال کا تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا سرگوشی ہو رہی ہے ؟ کیا میں نے تمہیں سرگوشی کرنے سے منع نہیں کیا ؟ [6]

---

[1] عند ابن سعد ایضاً [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ابونعیم [3] عند ابن سعد و ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۱) [4] اخرجہ البزار و فیہ من لم اعرفہم قالہ الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲) [5] عند البزار ایضاً و فیہ موسی بن عبیدۃ الترمذی و ہو ضعیف کما قال الہیثمی [6] عند البزار ایضاً و رجالہ ثقات و فی بعضہم خلاف کما قال الہیثمی۔

حضرت عاصم بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابُو دَرداء رضی اللہ عنہ یا حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت مانگی کہ میں آپ کے دروازے پر رات گذاروں تاکہ آپؐ کو رات میں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو آپ مجھے اُٹھالیں حضورؐ نے اجازت دے دی اور میں نے وہ رات وہاں گزاری [1]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ کے لئے پردہ کیا (غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کر لو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملا لو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضورؐ میرے لئے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ میرے لئے پردہ نہ کریں حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ جس طرح تم نے میرے لئے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لئے ضرور پردہ کرونگا [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بچوں پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں دیکھا مدینہ کی عَوالی بستیوں میں (آپؐ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لئے دودھ پینے کا انتظام ہوا تھا حضورؐ وہاں تشریف لے جاتے ہم آپؐ کے ساتھ ہوتے آپ گھر کے اندر تشریف لے جاتے حالانکہ اندر دھواں ہو رہا ہوتا تھا کیونکہ دودھ پلانے والی عورت کے خاوند لوہار تھے آپؐ حضرت ابراہیمؓ کو لے کر چومتے اور پھر واپس کر دیتے جب حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابراہیم میرا بیٹا ہے دُودھ پینے کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا ہے اس کے لئے دُودھ پلانے والی دو حوریں مقرر ہوئی ہیں جو جنت میں اس کے دودھ پینے کی باقی مدت پوری کریں گی [3]

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ، حضرت عبیداللہ اور کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور فرماتے تم میں سے جو پہلے میرے پاس آئے گا اسے یہ انعام ملے گا تو وہ سارے حضورؐ کے پاس پہلے پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور آکر آپؐ کی کمر اور سینے پر گرتے حضور انہیں چومتے

---

[1] عند البزار ایضا ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۸۴) [3] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۲۵۴) واخرجہ احمد کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۷)

اور اپنے سے چمٹا لیتے [1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کے خاندان کے بچے آپ کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر جاتے چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے گھر والے پہلے باہر لے گئے تو آپ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا پھر لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو لائے انہیں حضورؐ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا تو اس طرح ہم تین آدمی ایک سواری پر سوار مدینہ میں داخل ہوئے [2] حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے سواری پر گزرے آپؐ نے مجھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایک نو عمر بیٹےؓ کو سواری پر بٹھا لیا اس طرح ہم سواری پر تین آدمی ہو گئے۔ [3]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دیکھنے کے قابل تھا کہ میں حضرت عبیداللہ بن عباس اور حضرت قُثَم بن عباس رضی اللہ عنہم بچے تھے اور ہم لوگ کھیل رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر ہمارے پاس سے گزرے آپؐ نے فرمایا (اے لوگو!) یہ بچہ اٹھا کر مجھے دے دو چنانچہ حضورؐ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا پھر فرمایا (قُثَم) بھی اٹھا کر مجھے دے دو (لوگوں نے اٹھا کر دیا) اور انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیا حضرت عباسؓ کو حضرت عبیداللہؓ سے محبت حضرت قثمؓ سے زیادہ تھی آپ نے حضرت عبیداللہؓ کو رہنے دیا اور حضرت قثمؓ کو بٹھا لیا تو اس میں اپنے چچا کی زیادہ محبت کا خیال نہ کیا اور اس سے کوئی شرم محسوس نہ کی پھر آپؐ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا جب بھی آپ سر پر ہاتھ پھیرتے تو فرماتے اے اللہ! تو جعفر کی اولاد میں جعفر کا خلیفہ بن جا (یعنی وہ تو شہید ہو کر دنیا سے جا چکے اب تو ہی ان کے بچوں کو سنبھال لے) [4]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر دیکھا تو میں نے کہا تم دونوں کے نیچے کتنا عمدہ گھوڑا ہے حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں گھوڑے سوار بھی تو کتنے عمدہ ہیں [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۷) رواه احمد و اسناده حسن [2] اخرجه ابن عساکر [3] عند ابن عساکر ایضا [4] عند ابن عساکر ایضا کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۲) [5] اخرجه ابو یعلی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۶) والمجمع (ج ۹ ص ۱۸۲) ورجاله رجال الصحیح کما فی المجمع وقال رواه البزار باسناد ضعیف و اخرجه ابن شاهین کما فی الکنز

فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ایک آدمی نے کہا ارے میاں! تم بڑی عمدہ سواری پر سوار ہو حضورؐ نے فرمایا یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں یا دونوں میں سے ایک آئے اور آکر حضورؐ (سجدہ میں تھے وہ حضور) کی پشت پر سوار ہوئے حضورؐ نے جب (سجدہ سے) سر اٹھایا تو انہیں ہاتھ سے تھامے رکھا اور (نماز کے بعد) فرمایا تمہاری سواری کتنی عمدہ ہے [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر چل رہے ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کی کمر پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ بڑا عمدہ ہے اور تم دونوں بہت اچھا بوجھ ہو [3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گم ہو گئے ہیں اس وقت دن چڑھ چکا تھا حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضورؐ کا راستہ لے کر چل پڑا حضورؐ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تا کہ بچوں کو آگے جانے سے روکے) حضورؐ جلدی سے اس ناگ کی طرف بڑھے اس ناگ نے حضورؐ کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا پھر حضورؐ دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا

---

[1] عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۴) [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) واسنادہ حسن [3] عند الطبرانی ایضاً قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) وفیہ مسروح ابو شہاب وہو ضعیف ا ھ۔

میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابلِ اکرام ہو پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا میں نے کہا تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمیں کسی نے کھانے کے لئے بلایا (ہم حضورؐ کے ساتھ کھانے کے لئے چلے تو) راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ ملے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضورؐ جلدی سے لوگوں سے آگے بڑھے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا حضرت حسینؓ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ حضورؐ اور حضرت حسینؓ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنے لگے آخر حضورؐ نے انہیں پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور دوسرا ان کے سر اور کانوں کے درمیان رکھا اور اپنے سے چمٹا کر ان کا بوسہ لیا پھر فرمایا حسینؓ مجھ میں سے ہے اور میں حسینؓ میں سے ہوں ۔ جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے حسنؓ اور حسینؓ دونوں نواسوں میں سے ہیں [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشرت

حضرت ابو اسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی میلی کچیلی پرانے کپڑوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس آئیں انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ جو تم نے ایسی شکل وصورت بنا رکھی ہے ان کی بیوی نے کہا حضرت عثمانؓ رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ کسی نے یہ بات حضورؐ کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) وفیہ احمد بن راشد الہلالی وہو ضعیف اھ واخرجہ الطبرانی عن یعلی بن مرۃ مثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۷) [2] اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۷)

بتائی جب حضورؐ کی حضرت عثمان بن مظعونؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے نمونہ پر نہیں چلتے ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے اس کے بعد ان کی بیوی اچھی شکل وصورت میں عمدہ خوشبو لگا کر آئیں اور جب حضرت عثمانؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے یہ اشعار کہے۔

يَا عَيْنُ جُودِي بِدَمْعٍ غَيْرِ مَمْنُوْنٍ عَلَى رَزِيَّةِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ

اے آنکھ! عثمان بن مظعون کی (وفات کی) مصیبت پر ایسے آنسو بہا جو کبھی نہ رکیں۔

عَلَى امْرِئٍ بَاتَ فِي رِضْوَانِ خَالِقِهِ طُوْبَى لَهُ مِنْ فَقِيْدِ الشَّخْصِ مَدْفُوْنٍ

ایسے شخص پر آنسو بہا جو اپنے خالق کو راضی کرنے میں ساری رات گزار دیتا تھا یہ دفن ہو کر گم ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے جنت کا طوبیٰ درخت ہے۔

طَابَ الْبَقِيْعُ لَهُ سُكْنَى وَغَرْقَدُهُ وَأَشْرَقَتْ أَرْضُهُ مِنْ بَعْدِ تَفْتِيْنٍ

بقیع اور اس کے غرقد درختوں میں اس کا ٹھکانہ بہت ہی عمدہ بنا ہے اور بقیع کی زمین کفار کے دفن ہونے کی وجہ سے فتنہ والی تھی اب حضرت عثمانؓ کے دفن ہونے سے وہ روشن ہو گئی۔

وَأَوْرَثَ الْقَلْبَ حُزْنًا لَا انْقِطَاعَ لَهُ حَتَّى الْمَمَاتِ فَمَا تَرْقَى لَهُ شُوْنِي

اور ان کی موت سے دل میں ایسا غم پیدا ہوا ہے جو موت تک ختم نہیں ہو گا اور ان کے لئے آنسوؤں کی رگیں کبھی خشک نہ ہوں گی۔[1] حضرت عروہ کی روایت میں حضرت عثمانؓ کی بیوی کا نام خولہ بنت حکیمؓ بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں اور ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان! رہبانیت کو ہمارے لئے قابل اجر عبادت نہیں بنایا گیا کیا میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہوں؟ اللہ کی قسم! تم لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی حدود کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا میں ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے قریش کی ایک عورت

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۹۴) عن ابی بردۃ رضی اللہ عنہ بمعناہ وعبدالرزاق عن عروۃ بنحوہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۵) الا انہما لم یذکرا الاشعار

سے میری شادی کی جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ مجھے نماز روزے عبادت کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ (میرے والد) حضرت عمروؓ بن عاص اپنی بہو (یعنی میری بیوی) کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا وہ اچھے آدمی ہیں یا کہا اچھے خاوند ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے ہمارے کسی پہلو کو کھول کر دیکھا ہی نہیں اور ہمارے بستر کے قریب ہی نہیں آئے۔ حضرت عمروؓ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے خوب برا بھلا کہا اور کہا کہ میں نے قریش کی خاندانی عورت سے تیری شادی کی اور تو نے اسے بیچ میں لٹکا رکھا ہے (تو اس کے پاس جاتا ہی نہیں) پھر انہوں نے جا کر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی حضور نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا میں حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن میں تو کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور رات کو کبھی نماز پڑھتا ہوں اور کبھی سوتا ہوں اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں (یہ میری سنت ہے) اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں (اس کا میرے سے کوئی تعلق نہیں ہے) پھر حضورؐ نے فرمایا مہینہ میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا دس دن میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے کہا مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے آپؐ نے فرمایا اچھا تین دن میں ختم کر لیا کرو۔ پھر آپ نے فرمایا ہر مہینے تین دن روزہ رکھا کرو۔ میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے آپؐ دن بڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھا اور ایک دن افطار کیا کرو کیونکہ یہ بہترین روزے ہیں اور یہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ حضرت حُصین کی حدیث میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ نے فرمایا عبادت کے ہر شوقین پر کچھ عرصہ ایسا آتا ہے جس میں اسے عبادت کا بہت جوش و جذبہ ہوتا ہے اور جوش و جذبہ کچھ عرصہ چلتا ہے پھر اس میں کمی آ جاتی ہے جب کمی آتی ہے تو کوئی اس وقت سنت طریقہ اختیار کرتا ہے اور کوئی بدعت طریقہ کو جس نے جوش و جذبہ کی کمی کے زمانے میں سنت طریقہ کو اختیار کیا وہ ہدایت پا گیا اور جو کسی اور طرف چلا گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو وہ کئی دن مسلسل روزے رکھتے پھر اس کے بعد کچھ دن نہ رکھتے تاکہ کچھ طاقت آ جائے اور اسی طرح وہ قرآن کی منزل پڑھا کرتے کبھی زیادہ پڑھتے اور کبھی کم۔ لیکن تین یا سات دن میں مقدار پوری کر لیا کرتے پھر اس کے بعد کمزوری بڑھ جانے کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ میں اگر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لیتا تو یہ مجھے اس

کثرت عبادت سے زیادہ محبوب ہوتا جسے میں نے اختیار کیا ہے لیکن میں ایک طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے حضورؐ سے جدا ہوا ہوں اب مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اسے چھوڑ کر اور کوئی طریقہ اختیار کروں (یعنی حضورؐ کی زندگی میں آپ کے انتقال تک جو معمولات میں نے روزانہ تلاوت کے بنا لئے تھے اب میں ان میں کمی کرنا اچھا نہیں سمجھتا چاہے مجھے کتنی مشقت اختیار کرنی پڑے نہیں ہی کرونگا[1]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا ایک دن حضرت سلمانؓ حضرت ابو الدرداء کو ملنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے پرانے سادہ سے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ تو ان سے کہا تمہیں کیا ہوا؟ (تم نے ایسے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟) انہوں نے کہا آپ کے بھائی حضرت ابو الدرداءؓ کو دنیا کی رغبت بالکل نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابو الدرداءؓ آگئے اور انہوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا آپ کھائیں میرا تو روزہ ہے حضرت سلمانؓ نے کہا جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداء نے کھانا کھالیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو الدرداءؓ عبادت کے لئے کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ابھی تو سوجاؤ چنانچہ وہ سو گئے کچھ دیر کے بعد پھر کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمانؓ نے کہا ابھی اور سوجاؤ جب آخر رات ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے کہا اب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی پھر حضرت سلمانؓ نے ان سے فرمایا آپ کے رب کا بھی آپ پر حق ہے لیکن آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ پھر حضرت ابو الدرداءؓ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ساری بات بتائی تو حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ نے ٹھیک کہا ہے[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس زمین تھی اور ایک گھوڑا تھا اس کے علاوہ ان کے پاس نہ کوئی مال

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۵) واخرجہ ایضا البخاری والفرد بہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۷۱) نحوہ مطولا [2] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۲۶۴) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۸) عن ابی جحیفۃ نحوہ مع زیادات وابو یعلی کما فی الکنز (ج ۱ ص ۱۴۷) والترمذی والبزار وابن خزیمۃ والدارقطنی والطبرانی وابن حبان کما فی فتح الباری (ج ۴ ص ۱۵۱) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۸۵) بالفاظ مختلفۃ۔

تھا نہ غلام اور نہ کوئی اور چیز گھوڑے کی خدمت کے سارے کام حضرت زبیرؓ کے بجائے میں ہی کرتی تھی اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اس کے لئے گھاس چارہ وغیرہ لاتی تھی اور کنویں سے پانی کھینچنے والے اونٹ کے لئے کھجور کی گٹھلیاں کوٹتی تھی اس کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اسے پانی پلاتی تھی اور کنویں سے پانی نکالنے کے بڑے ڈول کو خود ہی سیتی تھی اور گھر کا آٹا بھی گوندھتی تھی لیکن مجھے روٹی اچھی پکانی نہیں آتی تھی اس لئے میری انصاری پڑوسن عورتیں روٹی پکا دیا کرتی تھیں وہ بڑی سچی اور مخلص عورتیں تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو جو زمین دی تھی وہ مدینہ سے دو تہائی فرسخ یعنی دو میل دور تھی میں وہاں سے اپنے سر پر گٹھلیاں لا کر لاتی تھی۔ چنانچہ میں ایک دن گٹھلیاں سر پر رکھے ہوئے آرہی تھی کہ راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اونٹ پر سوار) مجھے مل گئے آپؐ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی حضورؐ نے مجھے بلایا اور (اونٹ کو بٹھانے کیلئے) اخ اخ فرمایا تاکہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں مجھے لوگوں کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور مجھے حضرت زبیرؓ کی غیرت یاد آگئی کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت والے تھے حضورؐ سمجھ گئے کہ مجھے شرم آرہی ہے اس لئے آپ تشریف لے گئے میں نے جاکر حضرت زبیرؓ کو بتایا کہ میں سر پر گٹھلیاں لے کر آرہی تھی راستہ میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملے آپؐ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی حضورؐ اونٹ بٹھانے لگے تاکہ میں آپ کے ساتھ سوار ہوجاؤں لیکن مجھے شرم آگئی اور آپ کی غیرت کا خیال آگیا حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم تم حضورؐ کے ساتھ سوار ہو جاتیں اس سے مجھے اتنی گرانی نہ ہوتی جتنی مجھے تمہارے گٹھلیاں سر پر لانے سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک باندی بھیجی جس نے گھوڑے کی دیکھ بھال اور خدمت کے تمام کام سنبھال لئے تو مجھے ایسے لگا کہ جیسے انہوں نے مجھے قید سے آزاد کر دیا ہو) [1]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زبیرؓ ان پر سختی کیا کرتے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے جاکر اپنے ابا جان سے حضرت زبیرؓ کی شکایت کی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹی! صبر کرو کیونکہ جب کسی عورت کا نیک خاوند ہو پھر وہ خاوند مر جائے اور وہ عورت اس کے بعد

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۵۰)

اور شادی نہ کرے تو اِن دونوں کو جنت میں جمع کر دیا جائے گا۔[1]

حضرت کہمس ہلالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آکر حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھ گئی اور اِس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے خاوند کا شر بڑھ گیا ہے اور اس کی خیر کم ہو گئی ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہارا خاوند کون ہے؟ اس نے کہا حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے اور وہ سچے آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا وہ آدمی ایسے نہیں ہیں؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اِن کے بارے میں جو کہا ہے ہمیں بھی یہی معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے کہا جاؤ ابو سلمہؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمرؓ نے اِس عورت کے خاوند کے پاس آدمی بھیجا تو وہ عورت اُٹھ کر حضرت عمرؓ کے پیچھے آکر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی اِس عورت کے خاوند حضرت ابو سلمہؓ کو بلا کر لے آیا اور وہ آکر حضرت عمرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی عورت کیا کہہ رہی ہے حضرت ابو سلمہؓ نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ عورت کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ آپ کی بیوی ہے حضرت ابو سلمہؓ نے کہا یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ آپ کی خیر کم ہو گئی ہے اور آپ کا شر زیادہ ہو گیا ہے۔ حضرت ابو سلمہؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس نے بہت بُری بات کہی ہے یہ اپنے قبیلہ کی نیک عورتوں میں سے ہے لیکن اس کے پاس کپڑے ان سب عورتوں سے زیادہ ہیں اور گھر میں سہولت اور راحت کا سامان بھی سب سے زیادہ ہے بس اتنی بات ہے کہ اِس کا خاوند بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا اب تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کوڑا لے کر اس عورت کی طرف بڑھے اور کوڑے سے اس کی خبر لی پھر فرمایا اے اپنی جان کی دشمن! تو اس کا سارا مال کھا گئی اور اس کی جوانی فنا کر دی اور اب اس کی ایسی شکایت لگا رہی ہے جو اس میں نہیں ہے۔ اِس عورت نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ جلدی نہ کریں اللہ کی قسم! آئندہ میں کبھی (شکایت کی) اِس مجلس میں نہیں بیٹھوں گی (یعنی کبھی شکایت نہیں لگاؤں گی) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو تین کپڑے دئیے جائیں اور اِس عورت سے کہا میں نے جو تجھے مارا ہے یہ کپڑے اس کے بدلے میں لے لو۔ راوی کہتے

[1] عند ابن سعد ایضاً (ج ۸ ص ۲۵۱)

بیان کردہ قصہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا کہ میں اب بھی اس عورت کو کپڑے لیکر اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں ۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے خاوند کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے جو مجھے اس کو سزا دیتے ہوئے دیکھا ہے اس کی وجہ سے تم اس کے ساتھ برا سلوک نہ شروع کر دینا ۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا چنانچہ وہ میاں بیوی دونوں واپس چلے گئے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا زمانہ پھر تیسرا زمانہ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو گواہی دینے سے پہلے ہی قسمیں کھانے لگ جائیں گے اور ابھی ان سے گواہی مانگی نہ جائے گی کہ وہ پہلے ہی گواہی دینے لگ جائیں گے اور بازاروں میں شور مچاتے پھریں گے۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کرنے آئی ہوں جو تمام دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہیں ان سے بہتر وہی آدمی ہو سکتا ہے جو ان سے زیادہ عمل کرے یا ان کے برابر عمل کرے وہ رات سے صبح تک عبادت کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں اتنا بتانے کے بعد اس عورت کو شرم آگئی اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم نے اس آدمی کی بہت اچھی تعریف کی ہے میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت کعب بن سور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس عورت نے آپ سے شکایت کرنے میں کمال کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس نے کیا شکایت کی ہے؟ حضرت کعب نے کہا اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس عورت کو میرے پاس لاؤ اور اسی طرح آدمی بھیج کر اس کے خاوند کو بھی بلایا جب وہ دونوں آگئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت کعب سے کہا تم ان دونوں میں فیصلہ کرو۔ حضرت کعب نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں فیصلہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا تم اس کی شکایت کو سمجھ گئے میں نہ سمجھ سکا اس لئے تم ہی فیصلہ کرو۔ حضرت کعب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (سورۂ نساء آیت ۳) ترجمہ "اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو اور دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے" اس کے خاوند سے کہا تم تین دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو اور اس کے پاس رہا کرو اور تین رات نفل عبادت کیا کرو

---

[1] اخرجہ الطیالسی والبخاری فی تاریخہ والحاکم فی الکنی قال ابن حجر اسنادہ قوی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۳) واخرجہ ایضا ابو بکر بن ابی عاصم کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۹۳)

اور ایک رات اس کے ساتھ گزارا کرو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا یہ فیصلہ تو مجھے تمہاری پہلی بات سے بھی زیادہ پسند آیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ کو بصرہ والوں کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔[1] شعبی نے حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی واقعہ اس سے زیادہ لمبا نقل کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا تم مجھے سچ بات بتاؤ اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کوئی ڈر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں ایک عورت ہوں مجھ میں بھی وہ خواہش ہے جو عورتوں میں ہوا کرتی ہے عبدالرزاق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا خاوند رات بھر عبادت کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اسے رات کی عبادت سے اور دن کے روزے سے روک دوں؟ وہ عورت چلی گئی پھر دوبارہ آکر اس نے وہی بات پھر کہی۔ حضرت عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر حضرت کعب بن سور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس عورت کا بھی حق ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا حق ہے؟ حضرت کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کے لئے چار بیویاں حلال قرار دی ہیں تو آپ عورت کو چار بیویوں میں سے ایک شمار کرلیں اسے ہر چار راتوں میں سے ایک رات اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن ملنا چاہیئے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کے خاوند کو بلا کر کہا کہ ہر چار راتوں میں سے ایک رات اپنی بیوی کے پاس گزارا کرو اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھا کرو۔[2]

حضرت ابو غرزہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیوی کے پاس لے گئے اور اس سے کہا کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابن ارقمؓ نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابو غرزہؓ نے کہا کیونکہ لوگ مجھے بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے۔ حضرت ابن ارقمؓ نے جا کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت غرزہؓ کو بلا کر کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابو غرزہؓ نے کہا کیونکہ لوگ مجھے بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو غرزہؓ کی بیوی کو بلایا وہ بھی آئی اور اس کے ساتھ ایک پھوپھی بھی آئی جسے کوئی نہیں جانتا تھا پھوپھی نے اس سے کہا اگر حضرت عمرؓ تم سے

[1] اخرجہ ابن سعد [2] کذافی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۷، ۳۰۸) واخرجہ ابن ابی شیبۃ من طریق ابن سیرین والزبیر بن بکار فی الموفقیات من طریق محمد بن معن وابن درید فی الاخبار المنثورۃ عن ابی حاتم السجستانی عن ابی عبیدۃ ولہ طرق کذافی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳۱۵)

پوچھیں کہ تم نے ایسا صاف جواب کیوں دیا؟ تو تم کہہ دینا کہ انہوں نے قسم دے کر مجھ سے پوچھا تھا (کہ کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟) اس لئے جھوٹ بولنا مجھے بُرا لگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تم نے یہ بات کیوں کہی؟ حضرت ابو عزرۃؓ کی بیوی نے کہا کہ انہوں نے مجھے قسم دے کر پوچھا تھا اس لئے جھوٹ بولنا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ تمہیں جھوٹ بول دینا چاہیئے تھا اور کوئی اچھی بات کہہ دینی چاہیئے تھی (میاں بیوی تعلقات اچھے رکھنے کے لئے ایک دوسرے سے جھوٹی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں) کیونکہ تمام گھروں میں حسنِ معاشرت کی بنیاد (میاں بیوی کی) محبت ہی نہیں ہوتی بلکہ بعض گھروں میں (میاں بیوی میں محبت نہیں ہوتی لیکن حسنِ معاشرت کی) بنیاد خاندانی شرافت اور اسلام ہوتا ہے [1]

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عاتکہ بنتِ زید بن عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں حضرت عبداللہؓ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی حضرت عبداللہ نے ان کو ایک باغ اس شرط پر دیا کہ وہ ان کے مرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کریں گی۔ غزوہ طائف میں حضرت عبداللہؓ کو ایک تیر لگا تھا جس کا زخم تو اس وقت تو ٹھیک ہو گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر ہرا ہو گیا جس سے حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا ان کی بیوی حضرت عاتکہؓ نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

وَآلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِي سَخِيْنَةً عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُّ جِلْدِي أَغْبَرَا

مَدَى الدَّهْرِ مَا غَنَّتْ حَمَامَةُ أَيْكَةٍ وَمَا طَرَدَ اللَّيْلَ الصَّبَاحُ الْمُنَوِّرَا

اور میں نے قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر اس وقت تک میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی (غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں) اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یعنی میں زیب و زینت نہیں کروں گی) جب تک گھنے جنگل کی کبوتری گاتی رہے گی اور رات کے بعد روشن صبح آتی رہے گی یعنی ہمیشہ روتی رہوں گی۔

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضرت عبداللہؓ نے مجھے اس شرط پر ایک باغ دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہ کروں گی۔ حضرت عمرؓ نے کہلوایا کہ کسی عالم سے شادی کے بارے میں مسئلہ پوچھ لو تو انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عبداللہ کے ورثہ کو باغ واپس کر دو اور شادی کر لو (چنانچہ انہوں نے وہ باغ واپس کر دیا اور) حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کر لی

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۳)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کو آدمی بھیج کر ولیمہ کے لئے بُلایا ان صحابہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضورؐ کے صحابہ میں سے حضرت علیؓ کا حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے بھائی چارہ کا تعلق تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت عاتکہؓ سے کچھ بات کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کر لو حضرت علیؓ نے کہا اے عاتکہ (تم نے یہ شعر کہا تھا اب اس کے خلاف کر لیا)

وَآلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِيْ سَخِيْنَةً عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُّ جِلْدِيْ أَغْبَرَا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یہ سن کر حضرت عاتکہؓ زور سے رو پڑیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف کرے میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں [1]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی حضرت نُدبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے مجھے (اپنے بھانجے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں دو بستر بچھے ہوئے ہیں (ایک ان کا اور ایک ان کی بیوی کا)، میں نے واپس جا کر حضرت میمونہؓ سے کہا میرے خیال میں تو حضرت ابن عباسؓ نے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہے حضرت میمونہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی بیوی بنت سُرَح کِندی کو پیغام بھیج کر بُلایا اور ان سے پوچھا (کیا تمہیں حضرت ابن عباسؓ نے چھوڑ رکھا ہے؟) حضرت بنت سُرَح نے کہا نہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی جُدائی نہیں ہے وہ تو آج کل مجھے حیض آرہا ہے (اس لئے بستر الگ الگ کر رکھے ہیں) اس پر حضرت میمونہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کر رہے ہو حضورؐ حالت حیض میں بھی اپنی بیویوں کے ساتھ لیٹا کرتے تھے البتہ آپ کی بیویاں گھٹنے یا آدھی پنڈلی تک کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں [2]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تو مجھے پتہ نہ چل سکا کہ کھانا کس نے دوسرے کے لئے تیار کیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یا ان کے چچا زاد بھائی نے بہرحال یہ حضرات کھانا کھا رہے تھے اور ایک باندی ان کے سامنے کام کر رہی تھی کھانا وغیرہ لا رہی تھی کہ ان میں سے کسی نے اس باندی سے کہا اوزانیہ! تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ایسے نہ کہو اگر اس باندی

---

[1] اخرجہ وکیع کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۲) واخرجہ ابن سعد بسند حسن عن یحیی بن عبدالرحمٰن بن حاطب مختصراً کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۵۶) [2] اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۵ ص ۱۳۸)

کی وجہ سے تمہیں دنیا میں حدِ شرعی نہ لگ سکی تو آخرت میں تو ضرور لگے گی اس آدمی نے کہا اگر بات واقعی ایسی ہی ہو جیسی میں نے کہی ہے تو ؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا (اگر بات ایسی ہو بھی سہی تو بھری مجلس میں کہنی نہیں چاہیئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ فحش گو اور قصداً بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور فحش گو اور بدکلامی والے کو اللہ کے پسند نہ کرنے کی بات حضرت ابن عباسؓ نے خود کہی تھی ۔[1]

حضرت ابو عمران فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیوی ان کے سر میں سے جوئیں نکال رہی تھی ان کی بیوی نے اپنی باندی کو آواز دی باندی نے آنے میں دیر کر دی تو ان کی بیوی نے کہا او زانیہ ! حضرت عمروؓ نے کہا کیا تم نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے ؟ ان کی بیوی نے کہا نہیں حضرت عمروؓ نے کہا اللہ کی قسم ! تمہیں اس باندی کی وجہ سے قیامت کے دن اسّی کوڑے مارے جائیں گے ان کی بیوی نے اس باندی سے معافی مانگی باندی نے معاف کر دیا ۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ بے چاری تمہیں کیوں معاف نہ کرے یہ تمہاری ماتحت جو ہے اسے آزاد کر دو ان کی بیوی نے کہا کیا یہ آزاد کرنا کافی ہو جائے گا ؟ (پھر مجھے آخرت میں سزا تو نہیں ملے گی) حضرت عمروؓ نے کہا ہاں امید ہے ۔[2]

حضرت ابو المتوکل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حبشن باندی تھی جس کی کسی حرکت کی وجہ سے تمام گھر والے بڑے غمگین اور پریشان تھے ۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے مارنے کیلئے کوڑا اٹھا لیا لیکن پھر فرمایا اگر مجھے قیامت کے دن کے بدلے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے اس کوڑے سے مار مار کر بے ہوش کر دیتا لیکن اب میں تجھے ایسے کے ہاتھ بیچوں گا جو تیری قیمت پوری پوری دیگا (یعنی اللہ تعالیٰ) جا ۔ تو اللہ کیلئے آزاد ہے ۔[3]

حضرت عبداللہ بن قیس یا ابن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تھے تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کیساتھ انکا استقبال کیا تھا ۔ حضرت عمرؓ چل رہے تھے کہ انہیں اذرعات شہر کے کرتب دکھانے والے لوگ تلواریں اور نیزے لئے ہوئے ملے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو انہیں روکو اور واپس کرو حضرت ابو عبیدہ نے کہا اے امیر المؤمنین ! یہ ان عجمیوں کا رواج ہے (کہ امیر کے آنے پر اظہارِ خوشی کے لئے اپنے کرتب دکھاتے ہیں) اگر آپ ان کو اس سے روکیں گے تو یہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ آپ انکا امن کا معاہدہ توڑنا

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۴۹) [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۴۸) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۴)

چاہتے ہیں (اس معاہدہ میں ان کو اپنے رواج پر چلنے کی اجازت حاصل ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ان کو چھوڑ دو کیونکہ اس وقت عمر اور آلِ عمر سب کو حضرت ابوعبیدہؓ کی اطاعت کرنی پڑے گی [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت زبیرؓ آگے نکل گئے اور انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے آگے نکل گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے دوبارہ مقابلہ کیا اس مرتبہ حضرت عمرؓ آگے نکل گئے تو انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم میں آپ سے آگے نکل گیا [2]

حضرت سلیم بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حدیثیں سننے کیلئے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب (حدیثیں سنا کر) حضرت اُبیؓ کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور انہوں نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں ہے کہ ان لوگوں کا تمہارے ساتھ چلنا خود تمہارے لئے فتنہ اور بگڑنے کا سبب ہے اور ان کیلئے ذلت کا ذریعہ ہے [3]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آج لوگوں کا معاملہ کتنا عمدہ ہے میں سفر سے آرہا ہوں اللہ کی قسم! میں جس کے ہاں بھی ٹھہرا مجھے ایسے لگا کہ جیسے کہ میں اپنے باپ کے بیٹے کے ہاں ٹھہرا ہوں ہر ایک نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! یہ ایمان کے تازہ اور عمدہ ہونے کی نشانی ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب جانور پر سامان لادا جائے (اور سفر قریب کا ہو جانور بھی تازہ دم ہو) تو پھر جانور سامان لیکر خوب تیز چلتا ہے اور جب سفر لمبا ہو (اور جانور تھک چکا ہو) تو پھر جانور رُک رُک کر چلتا ہے اور پیچھے رہ جاتا ہے (اس لئے ایمان کو تازہ کرتے رہو اور اسے عمدہ بناتے رہو) [4]

حضرت حبیبہ بنت ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ ایک دن عین دوپہر کے وقت ایک آدمی میرے پاس اندر آیا میں نے کہا اے اللہ کے بندے! تمہیں کیا ضرورت پیش آگئی؟ انہوں نے کہا میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں اپنے اونٹ ڈھونڈنے آئے ہیں میرا ساتھی اونٹ تلاش کرنے چلا گیا ہے اور میں یہاں سایہ میں آیا ہوں تاکہ کچھ دیر سائے میں بیٹھ جاؤں اور کچھ پی بھی لوں میں نے کھڑے ہو کر انہیں تھوڑی سی لسی پلائی اور انہیں پہچاننے کی کوشش کی میں نے کہا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا وہی ابوبکرؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی ہیں جن کا میں سن بھی چکی ہوں؟ انہوں نے

[1] اخرجہ ابو عبید و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۳۴۳) [2] اخرجہ المحاملی کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۳۳۴) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والخطیب فی الجامع کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۱) [4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۳)

کہا جی ہاں پھر میں نے انہیں بتایا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہماری قبیلہ خثعم کیساتھ لڑائی رہتی تھی اور ہم آپس میں بھی لڑتے رہتے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپس میں الفت و محبت نصیب فرمادی (یہ سب اسلام کی برکت ہے) میں نے کہا اے اللہ کے بندے! لوگوں میں یہ الفت و محبت کب تک رہے گی؟ انہوں نے فرمایا جب تک کہ امام سیدھے رہیں گے۔ میں نے پوچھا امام کون ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ ہر قبیلہ میں ایک سردار ہوتا ہے جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں اور اسکی بات مانتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جب تک یہ ٹھیک چلتے رہیں گے لوگوں میں تمام کام ٹھیک رہیں گے۔[۱]

حضرت حارث بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ملک شام سے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے شام والوں کو کس حال میں چھوڑا! میں نے انہیں شام والوں کا حال بتایا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی تعریف کی پھر فرمایا شاید تم لوگ مشرکوں کیساتھ بیٹھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین! حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم مشرکوں کے ساتھ بیٹھنے لگو گے تو تم ان کے ساتھ کھانے پینے لگ جاؤ گے اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر ہو گے جب تک تم یہ (ان کے ساتھ کھانے پینے کا) کام نہیں کرو گے۔[۲] حضرت عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنا سارا لین دین کھال کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کریں حضرت ابو موسیٰؓ کا ایک نصرانی منشی تھا اس نے سارا حساب لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کیا جو حضرت عمرؓ کو بہت پسند آیا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کا حافظہ بڑا تیز ہے (پھر اس منشی سے کہا) ہمارے پاس ملک شام سے ایک خط آیا ہے کیا تم چل کر مسجد میں ہمیں وہ خط پڑھ دو گے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا یہ تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں، کیا یہ جُنبی ہے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں یہ تو نصرانی ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر مار کر کہا اسے یہاں سے نکال دو پھر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ (سورت مائدہ آیت ۵۱) ترجمہ" اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا"۔[۳]

---

[۱] اخرجہ مسدد وابن منیع والدار قال ابن کثیر اسنادہ حسن جید کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۲) [۲] اخرجہ یعقوب بن سفیان والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۰۰) [۳] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۷)

کھانے پینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر طبیعت چاہتی تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے [۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں سب سے زیادہ دستی پسند تھی [۳] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی بہت پسند تھی اور دستی کے گوشت میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر ڈال کر دیا گیا تھا اور سب کا خیال یہ تھا کہ یہودیوں نے ہی آپ کو زہر دیا تھا [۴]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر میں تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے ایک بکری ذبح کی ان لوگوں کو معلوم تھا کہ ہمیں گوشت پسند ہے آگے حدیث میں مشہور قصہ ہے [۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا آپ کے پاس کھانا لایا گیا یا آپ کو کھانے کے لئے بلایا گیا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ کو کدو پسند ہے اس لئے میں کدو تلاش کر کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا [۶]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھالیتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے [۷]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور دودھ نکالنے کے لئے بکری کی ٹانگوں کو باندھا کرتے اور جو کی

---

[۱] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۶۸) [۲] اخرجہ الشیخان کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۴۰)
[۳] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۷) [۴] عند الترمذی فی الشمائل (ص ۱۲) [۵] عند الترمذی ایضا فی الشمائل [۶] عند الترمذی ایضا [۷] عند الترمذی ایضا

روٹی پر بھی غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے (یعنی آپ بہت مُتَواضع تھے) [۱]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ روزانہ ثرید کا ایک پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے اور حضورؐ جس بیویؓ کے ہاں ہوتے وہ وہاں ہی بھیج دیا کرتے [۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا دُودھ نکالا گیا اِس میں سے آپؐ نے کچھ دودھ نوش فرمایا اور پھر پانی لے کر آپؐ نے کُلّی کی اور فرمایا کہ اِس دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے [۳]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) ایک جگہ قیام فرمایا وہاں ایک عورت نے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک بکری آپؐ کے پاس بھیجی آپؐ نے اِس کا دودھ نکالا پھر اِس لڑکے سے کہا یہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ (وہ اپنی ماں کے پاس لے گیا) اِس کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا وہ لڑکا دوسری بکری لے آیا حضورؐ نے اِس کا دودھ نکالا اور مجھے پلایا پھر وہ لڑکا ایک اور بکری لے آیا اِس کا دودھ نکال کر حضورؐ نے خود نوش فرمایا [۴]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ کھانے پینے وضو اور اِن جیسے کاموں کے لئے فارغ رکھتے اور اپنا بایاں ہاتھ استنجا ناک صاف کرنے اور اِن جیسے کاموں کے لئے رکھتے [۵]

حضرت جعفر بن عبد اللہ بن حکم بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور کبھی اِدھر سے کھا رہا تھا کبھی اُدھر سے حضرت حکم رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ رہے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے! ایسے نہ کھاؤ جیسے شیطان کھاتا ہے. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تو آپ کی انگلیاں آپ کے سامنے ہی رہتی تھیں (اِدھر اُدھر نہ جاتی تھیں) [۶]

---

[۱] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج۴ ص۴۴) [۲] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج۴ ص۴۷)
[۳] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج۴ ص۴۷) [۴] عند ابی یعلی کذا فی الکنز (ج۴ ص۴۴)
[۵] اخرجہ سعید بن منصور کذا فی الکنز (ج۸ ص۴۵) [۶] اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج۸ ص۴۶)
وقال فی الاصابۃ (ج۱ ص۳۴۴) سندہ ضعیف اھ

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو میں پیالہ کے اِرد گرد سے گوشت لینے لگا حضورؐ نے فرمایا اپنے سامنے سے کھاؤ۔[1]

حضرت اُمَیَّہ بن مَخْشِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی کھانا کھا رہا ہے اِس نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے. کھاتے کھاتے بس ایک لقمہ رہ گیا جب اُسے منہ کی طرف اٹھانے لگا تو اس نے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ کہا اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! شیطان تمہارے ساتھ کھاتا رہا پھر جب تم نے بسم اللہ پڑھی تو جو کچھ اِس کے پیٹ میں تھا وہ سب اِس نے قے کر دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم نے اللہ کا نام لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ اِس نے قے کر دیا۔[2]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانے کا ایک پیالہ لاکر رکھا گیا. حضورؐ نے کھانے سے ہاتھ رَوکے رکھا تو ہم نے بھی اپنے ہاتھ روکے رکھے کیونکہ جب تک حضورؐ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے ہم بھی نہیں بڑھاتے تھے اِتنے میں ایک دیہاتی آیا ایسے لگ رہا تھا جیسے اِسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو اِس نے کھانے کے لئے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک لڑکی آئی اِس کا بھی ایسے لگ رہا تھا جیسے اُسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو وہ بھی کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی تو حضورؐ نے اِس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا لوگوں کے جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ کھانا شیطان کے لئے حلال ہو جاتا ہے. جب شیطان نے دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ رَوکے ہوئے ہیں تو وہ اِن دونوں کو لے کر آیا تا کہ یہ بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کریں اور کھانا اس کے لئے حلال ہو جائے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔[3]

---

[1] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۷) [2] اخرجہ احمد و ابوداؤد والنسائی و ابن قانع والطبرانی والحاکم وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۵) [3] اخرجہ النسائی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی داخل ہؤا اور ان کے سامنے سے سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بسم اللہ پڑھتا تو یہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو اُسے بسم اللہ پڑھنی چاہیئے اگر بسم اللہ پڑھنا شروع میں یاد نہ رہے تو جب بسم اللہ یاد آجائے تو بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ کہہ لے[1]

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد صاحب کے ہاں آکر ٹھہرے میرے والد حضورؐ کی خدمت میں سَتُّو اور کھجور اور گھی کا بنا ہؤا حلوہ لے کر آئے حضورؐ نے اسے کھایا پھر میرے والد پینے کی کوئی چیز لے کر آئے جسے حضورؐ نے نوش فرمایا پھر پیالہ اپنے دائیں طرف کے ایک صاحب کو دے دیا اور آپؐ جب کھجور کھایا کرتے تو گٹھلی کو اس طرح ڈالا کرتے حضرت عبداللہؓ نے اپنی انگلی سے اس کی پُشت کی طرف اشارہ کر کے بتایا جب حضورؐ سوار ہونے لگے تو میرے والد نے کھڑے ہو کر حضورؐ کے خچر کی لگام پکڑی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ان کو جو روزی تُو نے دی ہے اس میں برکت نصیب فرما ان کی مغفرت فرما ان پر رحم فرما[2] حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میری والدہ سے کہا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھانا پکا لو تو بہت ہی اچھا ہو۔ چنانچہ میری والدہ نے ثرید تیار کیا پھر میرے والد گئے اور حضورؐ کو بلا کر لے آئے۔ حضورؐ نے ثرید کے درمیان میں سب سے اونچی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ سب نے پیالے کے کنارے سے کھانا شروع کیا جب سب کھا چکے تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! ان کی مغفرت فرما ان پر رحم فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما[3]

حضرت ابن اَعْبُد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن اَعْبُد! کیا تم جانتے ہو کہ کھانے کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا کھانے کا حق کیا ہے؟ حضرت علیؓ

---

[1] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۷) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابو نعیم
[3] عند الحاکم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۷)

نے فرمایا تم یوں کہو بسم اللہ اے اللہ! جو رزق تُو نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت نصیب فرما پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب تم کھانا کھا چکو تو اس کا شکر کیا ہے؟ میں نے کہا کھانے کا شکر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کھانے کا شکر یہ ہے کہ تم کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت زیادہ کھانے پینے سے بچو کیونکہ زیادہ کھانے پینے سے جسم خراب ہو جاتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور نماز میں سستی آجاتی ہے لہذا کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ میانہ روی سے جسم زیادہ ٹھیک رہتا ہے اور اسراف سے انسان زیادہ دُور رہتا ہے اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتے (جسے اپنا جسم زیادہ کھا پی کر موٹا کرنے کی فکر ہو) اور آدمی تب ہی ہلاک ہوتا ہے جب اپنی شہوتوں کو اپنے دین پر مقدّم کر دیتا ہے [2]

حضرت اَبُو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت صَفْوان بن اُمَیَّہ رضی اللہ عنہ ایک پیالہ لے کر آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا حضرت عمرؓ نے مسکینوں کو اور آس پاس کے لوگوں کے غلاموں کو بلایا اور ان سب نے حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ کھانا کھایا اور پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جو اس بات سے اعراض کرتے ہیں کہ ان کے غلام ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت صَفْوانؓ نے کہا ہمیں اِن کے ساتھ کھانے سے انکار نہیں لیکن ہمیں عمدہ کھانا اتنا نہیں ملتا جو ہم خود بھی کھالیں اور انہیں بھی کھلادیں اس لئے ہم کھانا الگ بیٹھ کر کھا لیتے ہیں [3]

امام مالک بن اَنَس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ جُحْفَہ مقام پر پڑاؤ ڈالا تو ابن عامر بن کُرَیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نانبائی سے کہا تم اپنا کھانا حضرت ابن عمرؓ کے پاس لے جاؤ وہ پیالہ لے کر گیا۔ حضرت

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا فی الدعاء وابونعیم فی الحلیۃ والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۹۶) [2] اخرجہ ابونعیم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۴۷) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۸۴)

ابن عمرؓ نے کہا رکھ دو وہ نانبائی دوسرا پیالہ لے کر گیا اور پہلا پیالہ اٹھانے لگا حضرت ابن عمرؓ نے کہا کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا میں اس پیالے کو اٹھانے لگا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا نہیں دوسرے میں جو کچھ ہے وہ پہلے میں ہی ڈال دو چنانچہ وہ نانبائی جو بھی لاتا اسے پہلے میں ڈلوالتے۔ وہ نانبائی غلام جب ابن عامر کے پاس گیا تو اس نے کہا یہ تو اُجڈ دیہاتی ہیں حضرت ابن عامر نے اس سے کہا یہ تمہارے سردار ہیں یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں [1]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انار کا ایک دانہ لیتے اور اسے کھا لیتے کسی نے ان سے کہا اے ابن عباس! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں! حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین میں جو انار بھی اُگتا ہے اُس میں جنت کا ایک دانہ ضرور ہوتا ہے تو میں ایک ایک دانہ اس خیال سے کھا رہا ہوں کہ شاید جنت والا دانہ یہی ہو [2]

حضرت زید بن صُوحان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقا حضرت زید بن صُوحانؓ کے ساتھ بازار میں تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گذرے انہوں نے ایک وَسْق (ساٹھ صاع یعنی سوا پانچ من) غلہ خرید رکھا تھا حضرت زیدؓ نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہو کر یہ کر رہے ہیں (اتنا غلہ جمع کر رہے ہیں) حضرت سلمانؓ نے کہا کہ انسان جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو اس کا نفس مطمئن ہو کر عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور وسوسہ ڈالنے والا شیطان اس سے ناامید ہو جاتا ہے [3]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کو پسند کرتا ہوں [4] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس پندرہ کھجوریں تھیں پانچ کھجوریں میں نے افطاری میں کھائیں اور پانچ سحری میں۔ اور پانچ کھجوریں میں نے اپنے افطار کے لئے بچا لیں۔ [5]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۱) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ج ۱ ص ۳۲۳) عن عبدالحمید بن جعفر عن ابیہ
[3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۷) [4] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۰۰) [5] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے پینے کی کوئی چیز منگوائی میں ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ لایا اور میں نے اس پیالہ میں پھونک ماردی تو حضرت علیؓ نے اسے واپس کر دیا اور پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا تم ہی اسے پی لو (تمہیں پھونک نہیں مارنی چاہیئے تھی) [1]

لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کرام کا طریقہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے ایک شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستین تنگ تھیں [2]

حضرت جُندُب بن مَکِیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی وفد آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب سے اچھے کپڑے پہنتے اور اپنے بڑے بڑے صحابہؓ کو بھی اس بات کا حکم دیتے چنانچہ میں نے دیکھا کہ جس دن کِندَہ کا وفد آیا اُس دن حضورؐ نے یمنی جوڑا پہنا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسے ہی کپڑے پہنے ہوئے تھے [3]

حضرت سَلَمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی ایسی ہوا کرتی تھی [4] حضرت اَشعَث بن سُلَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا وہ اپنے چچا سے نقل کر رہی تھیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں چلا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۲۳۰) عن القاسم بن مسلم عن ابیہ [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۰) وقال سندہ صحیح [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۴۶) [4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ والترمذی فی الشمائل کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵)

جا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے میرے پیچھے سے کہا اپنی لنگی کو اُوپر اُٹھا لو کہ اس میں تقویٰ بھی زیادہ ہے اور اس سے لنگی بھی زیادہ دیر چلے گی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو سیاہ و سفید دھاریوں والی (ایک معمولی) چادر ہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں میرے نمونے پر چلنے کا شوق نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو حضورؐ کی لنگی آدھی پنڈلیوں تک تھی [1]

حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند والی چادر اور ایک موٹی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دو کپڑوں میں انتقال ہوا تھا [2]

حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی [3] حضرت اَسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹّے تک تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

حضرت عَمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ پہن کر لوگوں میں بیان کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں بیان فرمایا اور آپ کے سر پر چکنی پٹی تھی۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد اور حضرت سالم دونوں کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے [4]

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے

---

[1] عند الترمذی فی الشمائل (ص ۹) [2] عند الترمذی ایضا [3] عند الترمذی ایضا (ص ۵) [4] کذا فی الشمائل (ص ۹)

میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا بستر تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی [۱]

حضرت عائشہ رضی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاری عورت میرے پاس اندر آئی اور اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک چغہ ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے اس نے جا کر ایک بستر میرے پاس بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا۔ پھر حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے آپ کا بستر دیکھا پھر اس نے جا کر یہ بستر میرے پاس بھیج دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے واپس کر دو لیکن میں نے واپس نہ کیا کیونکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہ بستر میرے گھر میں رہے یہاں تک کہ آپ نے تین دفعہ واپس کرنے کا حکم دیا اور آخر میں فرمایا اے عائشہ! یہ بستر واپس کر دو اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتے [۲]

حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور کسی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کر کے بچھاتے تھے اس پر حضورؐ آرام فرماتے ایک رات میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اسے چوہرا کر کے بچھادوں تو زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ اس رات ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا صبح کو حضورؐ نے فرمایا آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے کہا آپ کا وہی بستر تھا بس آج ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھایا تھا خیال تھا کہ اس طرح آپ کا بستر زیادہ نرم ہو جائے گا حضورؐ نے فرمایا کہ اسے پہلی حالت پر کر دو کیونکہ اس کی نرمی نے آج رات مجھے نماز سے روک دیا (یا تو اٹھ ہی نہ سکا یا دیر سے اٹھا) [۳]

---

[۱] اخرجہ الشیخان واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۴۶۴) نحوہ [۲] عند الحسن بن عرفۃ واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۴۶۵) عن عائشۃ نحوہ [۳] عند الترمذی فی الشمائل عن جعفر بن محمد عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۴۶۵) عن عائشۃ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے جب آپ کی ہنسلی تک کرتہ پہنچا تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ پھر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مسلمان بندہ نیا کپڑا پہنے پھر وہ یہ دعا پڑھے جو میں نے ابھی پڑھی ہے پھر جو پرانے کپڑے اتارے ہوں وہ کسی مسلمان فقیر کو اللہ کے لئے دے دے تو جب تک اس فقیر پر ان کپڑوں میں سے ایک دھاگہ بھی رہے گا یہ بندہ اللہ کی حفاظت میں، اللہ کی ذمہ داری اور اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ وہ پہنانے والا چاہے زندہ رہے یا مر جائے چاہے زندہ رہے یا مر جائے چاہے زندہ رہے یا مر جائے[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تھی میں بقیع کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک عورت گدھے پر سوار گذری اس پر کرایہ پر دینے والا یعنی گدھے کا مالک بھی تھا وہ زمین کے نشیبی حصہ سے گذرنے لگی تو وہ گر گئی حضورؐ نے چہرہ دوسری طرف فرما لیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو شلوار پہنے ہوئے ہے (لہذا اس کا ستر ننگا نہیں ہوا) آپؐ نے فرمایا اے اللہ! میری امت کی شلوار پہننے والی عورتوں کی مغفرت فرما اے لوگو! شلوار پہنا کرو کیونکہ شلوار سے سب سے زیادہ ستر چھپتا ہے اور جب تمہاری عورتیں باہر نکلا کریں تو شلوار پہنا کر ان کی حفاظت کیا کرو[2]

حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہرقل (بادشاہ روم) کے پاس بھیجا جب میں وہاں سے واپس آیا تو حضورؐ نے مجھے مصر کا بنا ہوا ایک باریک سفید کپڑا دیا اور فرمایا آدھا سے تم اپنی قمیص بنا لو اور آدھا

---

[1] اخرجہ ابن المبارک والطبرانی والحاکم والبیہقی وغیرہم قال البیہقی اسنادہ غیر قوی وحسنہ ابن حجر فی امالیہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵) [2] اخرجہ البزار والعقیلی وابن عدی وغیرہم واوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات فلم یصب والحدیث لعدۃ طرق کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵)

اپنی بیوی کو دے دو وہ اس کی اوڑھنی بنا لے گی جب میں واپس جانے لگا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا بھی اوڑھے تاکہ نیچے کا بدن نظر نہ آئے [۱]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جو ہدیے لائے تھے اِن میں سے ایک سفید کھُردرا یا باریک مصری کپڑا حضورؐ نے مجھے پہننے کو دیا میں نے وہ اپنی بیوی کو دے دیا پھر ایک دن مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے تم وہ مصری سفید باریک کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے وہ کپڑا پہننے کو اپنی بیوی کو دے دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے بنیان وغیرہ پہنا کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس کپڑے میں اِس کا جسم نظر آئے گا [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دِن کپڑے پہنے اور گھر میں چل رہی تھی اور اپنے دامن اور کپڑوں کو دیکھ رہی تھی (اور خوش ہو رہی تھی) کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس اندر تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! اِس وقت اللہ تعالیٰ تمہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھ رہے ہیں [۳] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نئی قمیص پہنی میں اُسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اِس وقت اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں دیکھ رہے میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندے کے دِل میں عُجب کی کیفیت پیدا ہو جائے تو جب تک وہ اِس زینت کو اپنے سے دور نہیں کر دے گا اللہ تعالیٰ اِس سے ناراض رہیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ قمیص اتار کر فوراً صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا شاید یہ صدقہ کرنا اس عُجب کا کفّارہ بن جائے [۴]

---

[۱] اخرجہ ابن مندہ و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۱) [۲] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ابن سعد و احمد و الرویانی و الباوردی و الطبرانی و البیہقی و سعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۲)
[۳] اخرجہ ابن المبارک و ابو نعیم فی الحلیۃ [۴] عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۴) قال و ہو فی حکم المرفوع۔

حضرت عبدالعزیز بن ابی جمیلہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی قمیض کی آستین گٹے سے آگے بڑھی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ [1] حضرت بُدَیل بن مَیْسَرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے انہوں نے سُنبُلان مقام کی بنی ہوئی لمبی قمیض پہنی ہوئی تھی اور اپنی تاخیر کی معذرت کرنے لگے اور فرمانے لگے اس قمیض کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی وہ اپنی آستین کو کھینچتے تھے جب اسے چھوڑتے تو وہ انگلیوں کے کنارے تک پھر واپس آجاتی۔ حضرت ہِشام بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناف سے اوپر لنگی باندھا کرتے تھے حضرت عامر بن عَبِیدہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ریشم ملے ہوئے اونی کپڑے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کپڑے کو پیدا ہی نہ فرماتے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی نے اس کپڑے کو پہنا ہے (یہ کپڑا حلال تھا لیکن اسے عجم کے مالدار لوگ پہنتے تھے اس لئے حضرت انسؓ نے اسے پسند نہ کیا) [2]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے انہوں نے سوتی جوڑا پہنا ہوا تھا لوگوں نے انہیں تیز نظر سے دیکھا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

لَا شَیْئَ فِیْمَا تَرٰی تَبْقٰی بَشَاشَتُہٗ ۔۔۔ یَبْقَی الْاِلٰہُ وَ یُوْدِی الْمَالُ وَالْوَلَدُ

دنیا کی جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو ان میں سے کسی چیز کی چمک دمک باقی نہیں رہے گی اللہ باقی رہیں گے مال اولاد سب ختم ہوجائیں گے پھر فرمایا آخرت کے مقابلہ میں تو دنیا خرگوش کی ایک چھلانگ کی طرح ہے [3]

حضرت شَدّاد بن ہاد کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا انہوں نے عدن کی بنی ہوئی سوتی لنگی باندھی ہوئی تھی جس کی قیمت چار پانچ درہم تھی اور ایک گیرو سے رنگ کی کوفی چادر اوڑھی ہوئی تھی ان کے جسم پر گوشت کم تھا داڑھی لمبی اور چہرہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد [2] کذا فی منتخب الکنز (ج۲ ص ۳۱۹) وہو صحیح [3] اخرجہ ہناد و ابن ابی الدنیا فی قصر الامل کذا فی منتخب الکنز (ج۴ ص ۴۰۵)

خوبصورت تھا۔[1] حضرت موسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن لاٹھی پر سہارا لے کر چلتے تھے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے انہوں نے ایک زرد لنگی باندھ رکھی تھی اور دوسری زرد چادر اُوڑھ رکھی تھی وہ چلتے رہتے یہاں تک کہ آکر منبر پر بیٹھ جاتے۔[2]

حضرت سُلَیم ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر یمانی چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم تھی۔[3] حضرت محمد بن ربیعہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنی عورتوں کو لباس میں اتنی وسعت دیتے تھے جس سے گرمی سردی سے بچاؤ اور آبرو کی حفاظت اور زینت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ریشم ملے ہوئے اُونی کپڑے کی ایک چادر دیکھی جس کی قیمت دو سو درہم تھی جس کے دونوں طرف کے کنارے پر حاشیہ تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ چادر (میری بیوی) حضرت نائلہ کی ہے میں نے انہیں پہننے کو دی تھی اب میں انہیں خوش کرنے کے لئے خود پہن رہا ہوں۔[4]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ والوں کا ایک وفد آیا اس میں ایک خارجی تھا جسے جَعْد بن نَعْجہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قمیص پر ناراضگی کا اظہار کیا حضرت علیؓ نے فرمایا تجھے میری قمیص سے کیا؟ میری قمیص تکبر سے بہت دُور ہے اس لائق ہے کہ مسلمان میرا اقتداء کر سکے۔[5]

حضرت عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے امیر المؤمنین! آپ اپنی قمیص پر پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے دل میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور مؤمن اس کی اقتداء کر لیتا ہے۔[6]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۹۶) واخرجہ ایضا الطبرانی عن عبداللہ بن شداد بن الهاد مثلہ و اسنادہ حسن کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۰) [2] عند الحاکم ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۰) رواہ الطبرانی عن شیخہ المقدام بن داؤد وهو ضعیف۔ اھ [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۸) [4] عند ابن سعد ایضا (۳ ص ۵۸) [5] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۲) [6] اخرجہ هناد عن عمرو بن قیس مثلہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص، ۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸) عن عمرو نحوہ۔

حضرت عطاء ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بے دُھلے کھدر کی ایک قمیض دیکھی۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابو ہُذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رَے مقام کی بنی ہوئی قمیض دیکھی جب حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو لمبا کرتے تو آستین انگلیوں کے کنارے تک پہنچ جاتی اور جب ہاتھ (لمبا کرنا) چھوڑ دیتے تو آدھے بازو کے قریب تک پہنچ جاتی۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قمیض پہنا کرتے تو آستین کو لمبا کرتے اور جتنی آستین انگلیوں سے آگے بڑھ جاتی اسے کاٹ دیتے اور فرماتے آستینوں کو ہاتھوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔[3]

حضرت ابو سعید اَزدی رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ اَزد کے اِماموں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بازار تشریف لے گئے اور فرمایا کسی کے پاس ایسی قمیض ہے جس کی قیمت تین درہم ہو؟ ایک آدمی نے کہا میرے پاس ہے وہ آدمی وہ قمیض حضرت علیؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت علیؓ کو وہ قمیض پسند آگئی اور فرمایا شاید یہ تین درہم سے بہتر ہو یعنی اس کی قیمت تین درہم سے زیادہ ہو اِس آدمی نے کہا نہیں اس کی قیمت یہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اپنے کپڑے میں سے درہموں کی گانٹھ کھول رہے تھے پھر کھول کر انہوں نے اسے تین درہم دیئے اور وہ قمیض پہن لی تو اس کی آستین انگلیوں کے کنارے سے آگے بڑھی ہوئی تھی حضرت علیؓ کے فرمانے پر انگلیوں سے زائد حصہ کو کاٹ دیا گیا۔[4]

حضرت ابو غُضَین کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ باہر تشریف لائے اور ایک کھدّر بیچنے والے کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کیا تمہارے پاس سُنبُلان شہر کا بنا ہوا لمبا کرتا ہے؟ اِس کھدّر والے نے ایک کُرتا نکالا

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ہناد [2] عند ہناد وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۷)

[3] اخرجہ ابن عیینۃ فی جامع والعسکری فی المواعظ وسعید بن منصور والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵) [4] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۳)

جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنا تو وہ ان کی آدھی پنڈلیوں تک آیا پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا مجھے تو یہ ٹھیک ہی لگ رہا ہے یہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! چار درہم کا حضرت علیؓ نے لنگی میں سے کھول کر چار درہم اسے دیئے اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے[1]

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار پانچ سو کی چادر یا جوڑا پہنا کرتے تھے[2]

حضرت قُزعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر کھردرے کپڑے دیکھے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! چونکہ آپ نے کھردرے کپڑے پہن رکھے ہیں اس لئے میں آپ کے لئے خراسان کا بنا ہوا نرم کپڑا لایا ہوں انہیں آپ پر دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی انہوں نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں بھی ذرا دیکھوں. چنانچہ انہوں نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور فرمایا کیا یہ ریشم ہے؟ میں نے کہا نہیں یہ روئی کا ہے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اسے پہن کر کہیں میں تکبر کرنے والا اور اترانے والا نہ بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ کو کوئی تکبر کرنے والا اور اترانے والا پسند نہیں ہے[3] حضرت عبداللہ بن حُبیش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر مَعافر شہر کے بنے ہوئے دو کپڑے دیکھے اور ان کا کپڑا آدھی پنڈلی تک تھا[4]

حضرت وَقدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کون سے کپڑے پہنا کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایسے کپڑے پہنو جن میں بیوقوف لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھیں اور عقلمند اور بُردبار لوگ تم پر ناراض نہ ہوں اس آدمی نے پوچھا ایسے کپڑے کس قیمت کے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا پانچ درہم سے لے کر بیس درہم تک[5]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو آدھی

---

[1] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۳) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۳۱) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۲) [4] عند ابی نعیم ایضا واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۵) عن عبداللہ بن حنش نحوہ [5] عند ابی نعیم (ج ۱ ص ۳۰۲)

پنڈلی تک لنگی باندھتے ہوئے دیکھا دوسری روایت میں حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ حضرت اُسامہ بن زید بن اَرقم، حضرت بَراء بن عازِب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کو آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھتے ہوئے دیکھا [1]

حضرت عثمان بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہزار درہم کا کپڑا خرید کر پہنا [2]

حضرت کثیر بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا تو انہوں نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی لوں میں نے کہا اے اُم المؤمنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں کو بتاؤں (کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ تو اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) تو وہ سب آپ کے اس سینے کو کنجوسی شمار کریں (کہ آپ بڑی کنجوس ہیں اس لئے پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اپنا کام کر جو پرانا کپڑا نہیں پہنتا اُسے نیا کپڑا پہننے کا کوئی حق نہیں (یا جو دنیا میں پُرانا نہیں پہنے گا اسے آخرت میں نیا کپڑا نہیں ملے گا) [3]

حضرت اَبُوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اَندر گیا وہ اس وقت اپنا نقاب سی رہی تھیں اِس آدمی نے کہا اے اُمّ المؤمنین! کیا اللہ تعالیٰ نے مال میں وسعت نہیں عطا فرما رکھی؟ انہوں نے فرمایا اَرے میاں ہمیں ایسے ہی رہنے دو جس نے پرانا کپڑا نہیں پہنا اسے نیا پہننے کا کوئی حق نہیں [4]

حضرت ہِشام بن عُروَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت مُنذِر بن زبیر رضی اللہ عنہما عراق سے آئے تو انہوں نے (اپنی والدہ) حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مَرْو اور قُوہ کے بنے ہوئے باریک اور عمدہ جوڑے بھیجے۔ یہ واقعہ ان کی بینائی کے چلے جانے کے بعد کا ہے انہوں نے ان جوڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا پھر فرمایا اوہو۔ اس (مُنذِر) کے جوڑے ایسے ہی واپس کر دو حضرت مُنذِر کو یہ بات بہت گراں گزری انہوں نے کہا اے اماں جان! یہ کپڑے اتنے باریک نہیں ہیں کہ ان سے جسم نظر آئے حضرت اسماءؓ نے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۳۴۱) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۱)
[3] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۶۸) [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۷۳)

فرمایا اگر جسم نظر نہیں آئے گا تو جسم کی بناوٹ تو ان کپڑوں سے معلوم ہو جائے گی پھر حضرت مُنذِرؓ نے ان کے لئے مَرْو اور قُوْہ کے عام اور سادہ کپڑے خرید کر دیئے تو وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے قبول فرمالئے اور فرمایا ایسے کپڑے مجھے پہنایا کرو [۱]

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے آکر حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المؤمنین! میرا کرتا پھٹ گیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے پہلے پہننے کا کپڑا نہیں دے چکا ہوں اِس عورت نے کہا دیا تو تھا لیکن وہ اب پھٹ گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لئے ایک عمدہ جوڑا اور دھاگہ منگایا اور اس سے فرمایا جب روٹی یا سالن پکاؤ پھر تو یہ پُرانا جوڑا پہنا کرو جب کھانا پکانے سے فارغ ہو جایا کرو تو پھر یہ نیا جوڑا پہنا کرو کیونکہ جو پرانا کپڑا نہ پہنے اسے نیا پہننے کا حق نہیں ہے [۲]

حضرت خَرَشَہ بن حُر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک نوجوان گذرا جس کی لُنگی ٹخنے سے نیچے جا رہی تھی بلکہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا حضرت عمرؓ نے اسے بلا کر فرمایا کیا تمہیں حیض آتا ہے؟ اس نے کہا کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم نے لنگی قدموں سے نیچے لٹکا رکھی ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چھُری منگائی اور اس کی لنگی کا کنارہ پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا حضرت خَرَشَہ کہتے ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے اور مجھے اس کی ایڑیوں پر لنگی کے دھاگے نظر آرہے ہیں [۳]

حضرت ابو عثمان نَہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آذربائی جان میں تھے وہاں ہمارے پاس حضرت عُتبہ بن فَرْقَد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا خط آیا جس میں یہ مضمون تھا امّا بعد! لُنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور موزے اتار پھینکو اور شلواریں اتار دو (ان کی جگہ لنگی باندھا کرو) اور اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت کی زندگی اور عجمی لوگوں کا لباس اختیار نہ کرو۔

---

[۱] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۵۲) [۲] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۵)
[۳] اخرجہ سفیان بن عیینۃ فی جامعہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۹)

اور دھوپ میں بیٹھا کرو کیونکہ یہی عربوں کا حمام ہے اور مَعد بن عدنان جیسی سادہ اور مشقت والی زندگی اختیار کرو اور سخت کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو۔ تیروں سے نشانہ بازی کیا کرو گھوڑوں کی رکابیں کاٹ دو اور کود کر گھوڑوں پر سوار ہوا کرو۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگلی سے زیادہ ریشم پہننے سے منع کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی اَزْوَاجِ مُطَہَّرَات کے گھر

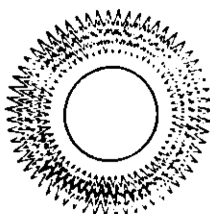
حضرت مُعاذ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت عمران بن اَنس رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اس مجلس میں حضرت عطاء خراسانی قبرِ اطہر اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مُطہرات کے گھر کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے اور ان کے دروازوں پر کالے بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے پھر میں اس وقت موجود تھا جب کہ ولید بن عبد الملک بادشاہ کا خط پڑھا جا رہا تھا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مُطہرات کے گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے جائیں اس دن سے زیادہ رونے والے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ چنانچہ میں نے حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو اس دن یہ کہتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! کاش کہ یہ لوگ ان گھروں کو ان کے حال پر رہنے دیتے تاکہ مدینہ میں پیدا ہونے والی نسلیں اور اطرافِ عالم سے آنے والے لوگ دیکھ لیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کس چیز پر اکتفا فرمایا اس سے لوگوں کے دلوں میں دنیا کے بڑھانے اور اس میں فخر کرنے کی بے رغبتی پیدا ہوتی۔ حضرت مُعاذ کہتے ہیں کہ جب حضرت عطاء خراسانی اپنی بات پوری کر چکے تو حضرت عمران بن ابی اَنس نے کہا ان میں سے چار گھر کچی اینٹوں کے تھے اور ان کا صحن کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا اور پانچ گھر کھجور کی ٹہنیوں کے تھے جن پر گارا لگا ہوا تھا اور ان کا صحن کوئی نہیں

---

[1] اخرجہ ابو ذر الہروی فی الجامع والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۵۸)

تھا۔ ان کے دروازوں پر بالوں کے پردے تھے میں نے پردے کی پیمائش کی تو وہ تین ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا تھا اور آپ نے اس دن لوگوں کے بہت زیادہ رونے کا تذکرہ کیا (تو یہ مجھے بھی یاد ہے) میں بھی ایک ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے چند بیٹے بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابُواُمامہ بن سہل بن حُنَیف اور حضرت خارِجہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی تھے اور یہ سب اتنا زیادہ رو رہے تھے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئی تھیں اور اس دن حضرت ابُواُمامہ نے یہ بھی کہا تھا کہ کاش یہ گھر ایسے ہی چھوڑ دیئے جاتے اور انہیں گرایا نہ جاتا تاکہ لوگ (ان گھروں کو دیکھ کر) اونچے اور بڑے گھر نہ بناتے اور دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے کیا پسند کیا حالانکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ میں تھیں [1]

محمد احسان الحق مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور، پاکستان



[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۶۷) عن الواقدی